إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

قَصَصُ الْمُنَافِقِيْن

مِنْ اٰیٰتِ الْقُرْاٰن

ناشر

شیخ الاسلام اکیڈمی

مغلپورہ، حیدرآباد

تقسیم کار

ادبی دنیا

۵۱۰، گلی مٹیا محل، دہلی ۶

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء/ ۱۴۵)
بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے (معارف القرآن)

قَصَصُ الْمُنَافِقِيْن

(من اٰیاتِ القرآن)

بفیضِ روحانی

تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

تالیف

مَلِکُ التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجددِ دوراں، غوثِ زماں، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین مفسرِ اعظم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب	قصص المنافقین (من اٰیات القرآن)
تصنیف	مَلِکُ التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
تصحیح ونظرِ ثانی	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
ناشر	شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (مکتبہ انوار المصطفٰے۔ مغلپورہ حیدرآباد)
اشاعت اُول	فبروری ۲۰۰۷
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	Rs. 120

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور با کرامت بنا کر بھیجا اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ نام ہو اولیاء کے ساتھ' حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ پڑھیئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولٰی کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

خطباتِ مجدّدِ دوراں حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

(۱) محبت اہلبیت رسول ﷺ (۲) حقیقت نور محمدی ﷺ (۳) حقیقتِ نماز (۴) محبت رسول شرط ایمان (۵) النبی الامی ﷺ (۶) فضیلت رسول ﷺ (۷) رحمت عالم ﷺ (۸) عرفانِ اولیاء (۹) دینِ کامل (۱۰) غیر اللہ سے مدد ! (۱۱) عظمتِ مصطفیٰ ﷺ (۱۲) حقیقتِ نماز (۱۳) اتباع نبوی ﷺ (۱۴) تفسیر سورۂ ضحیٰ (۱۵) معراجِ عبدیت (۱۶) ایمانِ کامل (۱۷) تعظیمِ آثار مبارک وتبرکات (۱۸) رسول خلائق ...... ہر موضوع افادیت سے بھرا پُرا' انتہائی اہم اور ایمان کو جلا بخشنے والا ہے۔

حضور شیخ الاسلام نے ہر خطبہ کو آیات قرآنیہ' تفسیر واحادیث کے دلائل وبراہین سے سجایا اور سنوارا ہے۔ تقریر کے ہر جملے میں ہدایت کی ایسی شعاع نکلتی ہے جو دل ودماغ کے تاریک گوشوں کو منور ومجلیٰ بنادے۔ ایک محقق کا طرۂ امتیاز بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی ہر گفتگو تحقیق وتدقیق سے بھری پڑی ہو' ان خطبات کا یہ پہلو انتہائی تابناک ہے۔ حضور شیخ الاسلام کو رب قدیر نے قرآنی مزاج شناس مفسر' فقہیات پر حاوی فقیہ' فہم احادیث کا ماہر' نکتہ رس معقولی' علم کلام کا مدبر' سلاست رو خطیب' عرفان وآگہی کا ہادی بنایا ہے۔ حضور شیخ الاسلام تقریر میں قرآنی اسرار ومعارف کا دریا بہاتے ہیں' لوگ سن سن کر حیران وششدر رہ جاتے ہیں تقریر سے علم ودانش کے فوارے پھوٹنے لگتے ہیں۔ تقریر کے دوران محفل پر سناٹا چھا جاتا ہے کوئی باتیں کرتا نظر نہ آتا' گستاخان رسول ﷺ پر ہیبت طاری ہوجاتی۔ دور سے دیکھئے تو رُعب ودبدبے سے دیکھا نہ جائے' پاس بیٹھئے تو باتوں سے پھول جھڑتے دیکھئے۔ محبان رسول کے لئے شبنم کی ٹھنڈک' گستاخان رسول کے لئے نشتر کی چبھن۔ بلاشبہ حضور شیخ الاسلام معنوی جلال وجمال کا حسین پیکر ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کے مواعظ بیشتر ممالک میں ہوتے ہیں جو کڑوڑہا افراد کے عقائد میں پختگی' ایمان میں تازگی' اذہان کی تطہیر' معاشرے کی اصلاح' مسلکِ حق وصداقت کی تبلیغ' پاکیزہ ادب کی ترویج واشاعت اور رُوح میں بالیدگی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ حضور شیخ الاسلام کے خطبات نہایت جامع' مفید اور بصیرت افروز ہوتے ہیں۔ آپ اعتقادات پر ایسے ٹھوس دلائل کے ساتھ خطاب فرماتے ہیں کہ بدمذہب انسان کا ایمان درست ہوجائے اور صحیح الاعتقاد شخص' راسخ الاعتقاد اور اپنے دین کا مبلغ ہوجائے۔ علمی تقریبات اور مجمعِ علماء میں بھی ایسا مختصر اور نکات ومعارف سے بھرپور خطاب فرماتے ہیں جو اُن کے لئے فکر وبصیرت کے نئے دریچے کھول دے' اور علم وآگہی کے نئے گوشے روشن کردے۔ اگر آج کسی کو عالمِ تصور میں حضور غوث اعظم کی مجلس وعظ کی کیفیت دیکھنی ہو تو حضور شیخ الاسلام کی مجلس وعظ میں وہ کیفیت دیکھیں' بلاشبہ آپ کی خطابت حضور سیدنا غوث اعظم کی کرامت ہے اور یہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مقدس گھرانے کا معمول وطرۂ امتیاز ہے۔

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو بصد خلوص و محبت' **غیظ المنافقین اشد علی الکفار** امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص عطیہ ہے جو اُس نے اپنے محبوب کو بخشا ہے ......جس کے ایمان پر فرشتوں نے بھی خوشیاں منائی ہیں ......جو مُراد پیمبر ہیں ......جو اسلام کے مطلوب ہیں ...... جو اسلام کی عزت وعظمت اور شان وشوکت ہیں ......جن کے ایمان کا اسلام منتظر تھا......جن کے ایمان کا کعبہ منتظر تھا کہ کب عمر ایمان لائیں اور مسلمان میرے نزدیک آ کر علانیہ رب تعالیٰ کی عبادت کریں ...... جن کی چمکتی اور لہراتی ہوئی تلوار نے منافقین کا قلع قمع فرمایا...... جن کے غیظ وغضب سے منافقین لرزتے اور کانپتے رہے......جن کو دیکھ کر شیطان بھاگتا رہا......جن کی تلوار نے صلح کلیت اور مصلحت پسند منافقانہ رجحان کو کاٹ کر رکھ دیا...... فاروق وہ ہیں جن کی ذات سے رب تعالیٰ نے ایمان اور کفر کے فرق کو ظاہر فرمایا۔

محمد یحییٰ انصاری اشرفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الأنبيآء والمرسلين
وعلىٰ آلهٖ واصحابهٖ اجمعين .... أما بعدُ

منافقین سے متعلق چند آیات قرآنی

Quranic Verses against Hypocrites

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيما﴾ (النساء/۱۳۸)

اور مُنہ پر کہد و منافقوں کے کہ اُن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے (معارف القرآن)

Give glad tidings to the hypocrites that for them is the painful torment

﴿اِنَّ اللّٰه جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ (النساء/۱۴۰)

بے شک اللہ ایک جگہ لائے گا سارے منافقوں اور کافروں کو جہنم میں۔ (معارف القرآن)

Undoubtedly, Allah will gather hypocrites and infidels-all in Hell

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء/۱۴۵)

بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے (معارف القرآن۔حضور محدث اعظم ہند)

Undoubtedly, the hypocrites are in the lowest section of the Hell

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾(النساء/۱۴۲)
بے شک منافق (اپنے گمان میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں (اس دھوکہ بازی) کی انھیں سزا دینے والا ہے۔(کنزالایمان۔امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

Undoubtedly, the hypocrites are likely ti deceive Allah in their own conjecture, and it is He Who will kill them making them neglegent

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ﴾(التوبہ/٦٧)
منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں (مسلم دشمنی میں سب برابر ہیں)

The hypocrites men and women are the birds of the same feather

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ (التوبہ/٦٧)
بے شک منافق ہی فاسق (نافرمان) ہیں۔(کنزالایمان۔امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

The hypocrites are the confirmed disobedient

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ (التوبہ/٦٨) 'وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا' ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں۔یہی کافی ہے انھیں' نیز لعنت کی ہے اُن پر اللہ نے اور انہی کے لئے ہے دائمی عذاب۔'

Allah has promised the hypocrites men and hypocrites women and infidels, the fire of the Hell; wherein they will abide for ever. That is sufficient for them, and the curse of Allah is upon them, and for them is the lasting torment.

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ (التوبہ/۷۳) اے نبی ﷺ ۔ کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے ۔ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

O Communicator of the hidden news (Prophet) fight against the infidels and the hypocrites and be strict to them. And their destination is Hell and what an evil place of return !

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (المنٰفقون/ ۱) بے شک منافق قطعی جھوٹے ہیں۔

The hypocrites are most surely liars

منافق کی تشریح : Commenatary of Hypocrite

علامہ ابن منظور لفظ منافق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

یسمّی المنافق منافقًا للنفقِ وهو السرب فی الارض و قیل انما سمی منافقا لانه نافق کالیربوع و هو دخوله نافقاءه وله جحر اٰخر یقال له القاصعاء. وهو یدخل فی النافقاء و یخرج من القاصعا او یدخل فی القاصعاء و یخرج من النافقاء (لسان العرب) یعنی منافق،نفق (mine) سے ماخوذ ہے جس کا معنی سرنگ ہے اور **(Tunnel, Passage with two holes, Underground passage, Mine)**

بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے لومڑی اپنی بل کے دو منہ رکھتی ہے ایک کا نام نافقاء اور دوسری کا نام قاصعاء ہے۔ ایک طرف سے وہ داخل ہوتی ہے جب کوئی شکاری اس سے اس کا تعاقب کرتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے اور اگر دوسری جانب سے اس کا کوئی تعاقب کرتا ہے تو پہلے سوراخ سے نکل جاتی ہے کیونکہ اس کی بل کی ایک طرف کا نام نافقاء ہے۔ اسی سے منافق ماخوذ ہے اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک کفر جو اس کے دل میں ہے دوسرا ایمان جو اس کی زبان پر ہے۔ اگر کفر سے اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو

وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگتا ہے اور اگر اسلام کے باعث اسے کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو تو فوراً اپنے کافر ہونے کا اعلان کر دیتا ہے۔

امام راغب الاصفہانی فرماتے ہیں : **اَلـنَّـفَقُ** : آر پار ہونے والا کوچہ یا سرنگ جس کے دونوں منہ کھلے ہوں۔ ارشاد باری ہے ﴿**وان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض** ﴾ اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو۔

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :

'لفظ منافق لغت میں **نـافـق الیربوع** سے مشتق ہے' کہتے ہیں کہ جنگلی چوہے (یربوع) کے بل کے دو سوراخ ہوتے ہیں' ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا سوراخ نکلنے کے لئے ہوتا ہے (یعنی دورُخی اختیار کرنے والا) ایک سوراخ سے ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے سے بھاگ نکلتا ہے۔ منافق کو بھی اس لئے منافق کہتے ہیں کہ وہ بظاہر تو مسلمانوں کی شکل میں ہوتا ہے مگر کفر کی طرف نکل جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے' منافق کی مثال ایسی نووارد بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ہو' کبھی وہ اس ریوڑ کی طرف بھاگتی ہے اور کبھی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے یعنی کسی ایک ریوڑ میں نہیں ٹھہرتی۔ اسی طرح منافق بھی نہ تو کلیۃً مسلمانوں میں شامل ہوتا ہے اور نہ ہی کافروں میں' (مکاشفۃ القلوب)

منافق (Hypocrite)۔ یہ لفظ نفاق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں علحدہ ہونا۔ چونکہ اُن کا دل و زبان علحدہ علحدہ ہیں اس لئے انھیں منافق کہا جاتا ہے۔

نفاق رکھنے والا (آستین کا سانپ)' ریاکار' دوغلا' وہ شخص جس کے دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ' ظاہر میں دوست باطن میں دشمن۔ نفاق کی چند قسمیں ہیں :

(۱) یہ کہ زبان سے ایمان Islamic Beliefs (Soul of Islam) ظاہر کرے مگر دل میں صاف منکر ہو۔

(۲) یہ کہ زبان سے ایمان ظاہر کرے مگر دل میں صاف منکر نہ ہو بلکہ تذبذب ہو۔
(۳) یہ کہ زبان سے اسلام کا اقرار کرے اور دل میں تصدیق بھی ہو مگر دنیا کی حجت اس پر ایسی غالب ہو کہ دینوی نفع کو ایمان پر مقدم سمجھتا ہو۔ دُنیا کے لئے لشکر اسلام کا مقابلہ اور اہل اسلام کی بربادی اور دین کی مذمت اس کے نزدیک کچھ مشکل نہ ہو۔ جو کافر چاہے چند پیسے دے کر اس سے ہر بُرا بھلا کام کرائے (بِکے ہوئے لوگ اور سیاسی لیڈرس)
یہ تینوں قسم کے لوگ سخت کافر ہیں اور جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں رہیں گے۔
(۴) یہ کہ جو ایسا بے حیاء تو نہ ہو مگر اس کا قال حال کے مطابق نہ ہو۔ زبان سے کچھ کہے اور دل میں کچھ رکھے اس کو تقیہ کہتے ہیں جو کہ شیعہ مذہب کا بڑا اصولی مسئلہ ہے۔ اس قسم کا نفاق بھی منافقین کا طریقہ تھا جو صداقت ایمان سے بالکل خالی ہے کیونکہ کوئی معمولی سمجھدار بھی اس کو اچھا نہیں جانتا۔
(☆) جتنے فرقے ایمان کا دعویٰ کریں اور کفر کا اعتقاد رکھیں وہ سب اسلام سے خارج ہیں کیونکہ محض دعویٰ کرنے سے ایمان حاصل نہیں ہوتا۔
(☆) کھلے کافر سے منافق کافر بدتر ہے اس کی چند وجوہ ہیں :
(۱) یہ کافر تو فقط کافر ہے مگر منافق کافر بھی ہے اور دھوکے باز بھی
(۲) کافر تو محض کافر ہے مگر منافق' کافر بھی ہے اور اسلام کا مذاق اُڑانے والا بھی
(۳) کافر گویا مرد ہے مگر منافق خنثیٰ
(۴) کافر تو فقط کافر ہے مگر منافق کافر بھی ہے اور جھوٹا بھی۔
صحیح بخاری مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ بُرا قیامت کے دن اس کو پاؤ گے جو ذوالوجہین ہو(Dual Faces دورُخا آدمی کہ اِن کے پاس ایک منہ سے آتا ہے اور اُن کے پاس دوسرے منہ سے آتا ہے) یعنی مناقوں کی طرح کہیں کچھ کہتا ہے اور کہیں کچھ کہتا ہے یہ نہیں کہ ایک طرح کی بات سب جگہ کہے۔

دارمی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص دُنیا میں دورُخا ہوگا قیامت کے دن آگ کی زبان اس کے لئے ہوگی۔

روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان

گھومے (چکر لگائے) کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے کبھی اس بکرے کے پاس

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمَنَافِقِ كَالشَّاةِ الْعَآئِرَتهِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيْرُ اِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً وَاِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً (رَوَاهُ مُسْلِمُ و مشكوة)

یعنی دونوں کو راضی کرنے اور دونوں سے لذت اور نفع حاصل کرنے کے لئے جس سے اس کا بچہ ولد نا معلوم ہو۔ خیال رہے کہ کافر و مومن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے جس سے اس کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دِلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو۔ اس بیماری نفاق میں آجکل بہت سے صُلح کلّی مسلمان مبتلا ہیں۔ بعض عقلمندوں کے ہاں تقیہ کر کے کافر و مومن سب کو خوش کر دینا اور ہر ایک سے نفع حاصل کر لینا عبادت ہے۔ خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے۔ کفار اور اسلام کے کھلے دشمنوں سے اسلام کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا بلکہ تاریخ کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے اس سے یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ وہ لوگ جنھوں نے اسلام کو کھلے دل سے قبول نہیں کیا یا زندگی بھر مختلف تاویلوں سے نفاق کا شکار رہے لیکن زبان سے اسلام کا نام لیوا رہے انہی کے اعمال، کھلی اور خفیہ شرارتوں سے اسلام کو زبردست نقصان پہنچا اور دشوار حالات سے گذر کر مصائب کو برداشت کرنا پڑا۔

منافق وہ کافر ہے کہ زبان سے دعوئ اسلام کرتا ہے اور دل میں اسلام کا منکر ہے یعنے منافق وہ ہوتا ہے جو بظاہر کلمہ پڑھتا ہے اور دل میں منکر ہو۔ منافق اس بدبخت انسان کو کہتے ہیں جو بظاہر اسلام قبول کرے لیکن خفیہ دشمنی کا منتظر رہے۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّا رِ﴾ (النساء/۱۴۵)
بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے (معارف القرآن۔حضور محدث اعظم ہند)
Undoubtedly, the hypocrites are in the lowest section of the Hell

مرتدوں (Apostatize) میں سب سے بدتر مرتد منافق (Hypocrites) ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے اپنے کو اہل سنت و جماعت کہتے، نماز، روزہ ہمارا سا کرتے ہیں۔ ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور نبی کی توہین کرتے ہیں۔ فضائل، معجزات اور نبی کے تصرفات واختیارات کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار، خبردار، مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچاتے ہوئے **فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الرٰحمین** (احکام شریعت)

حضور نبی مکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس نام کے ساتھ مشہور رہوئے اس لئے کہ ان کے کفر باطنی کو خدا اور رسول نے واضح کیا اور فرما دیا کہ یہ منافق ہے۔ اب ہم کسی خاص شخص کو یقین کے ساتھ منافق نہیں کہہ سکتے۔ جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے جب تک کہ اس کے قول و فعل میں کوئی کفر کی بات نہ پائی جائے۔ ہاں البتہ منافقوں کی ایک شاخ اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے تو اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود وہ بعض ضروریات دین کا انکار بھی کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو کافر ہی کہا جائے گا۔
جو منافق ہیں وہ کافر تو ہیں ہی، لیکن کافر ہونے کے علاوہ بھی کچھ اور ہیں یعنی فریب کار، دغاباز۔ تو عذاب الٰہی بھی اُن پر دُہرا ہوگا۔ عظیم یعنی بڑا بھی اور الیم یعنی دَردناک بھی۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ

منافق کی قسمیں : Hypocrites

منافق اعتقادی : Hypocrisy in Islamic Beliefs

منافق اعتقادی وہ ہے کہ زبان سے اسلام کا اظہار کرتا ہومگر اپنے دل میں کفر چھپائے ہوئے ہو جیسے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں عبداللہ ابن ابی وغیرہ منافقوں کی ایک جماعت تھی کہ یہ لوگ بظاہر کلمہ پڑھتے تھے روزہ ونماز اور حج وزکواۃ کے بھی پابند تھے مگر دل سے اسلام کے منکر تھے یہ وہ لوگ تھے جن کے ایمان وعقیدہ ہی میں نفاق تھا۔ اسلام کو اندر سے تباہ کرنے والے اعتقادی منافق۔یعنی وہ لوگ جن کو اسلام سے فی الواقع کوئی لگاؤ نہ ہو بلکہ وہ اس کے منکر اور کٹر دشمن ہوں مگر مسلمانیت کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں اس لئے آگھسے ہوں کہ اُن کے خیال میں اسلام کی بیخ کنی کا یہ ایک کارگر طریقہ ہے۔ یہ سب سے خطرناک منافق ہیں کیونکہ اسلام کی تباہی اُن کی زندگی کا مشن ہوتی ہے۔

منافق اعتقادی کافر ہے بلکہ کافروں سے بھی بدتر ہے قرآن کریم کا فرمان ہے کہ

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّا رِ﴾ (النساء/۱۴۵)

بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے (معارف القرآن)

Undoubtedly, the hypocrites are in the lowest section of the Hell

منافق سے اعتقادی منافق مراد ہیں یعنی دل کے کافر، زبان کے مسلم، امانت میں خیانت، جھوٹ، وعدہ خلافی اور بدزبانی یہ عیوب اُن کی علامتیں ہیں۔

اعتقادی نفاق ذلیل ترین قسم کا کفر ہے اور جس کے متعلق قرآن حکیم نے کہا

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (التوبہ/۶۷) بے شک منافق ہی فاسق (نافرمان) ہیں۔

(یعنی دین سے خارج ہیں) The hypocrites are the confirmed disobedient

اعتقادی نفاق تو ایمان وعقیدہ کا نفاق ہے۔

منافق عملی Hypocrisy in Practice

منافق عملی وہ ہے کہ جس کے ایمان وعقائد Fundamental Islamic Beliefs میں کوئی خرابی ونفاق نہیں ہوتا بلکہ وہ ظاہر و باطن میں مسلمان ہوتا ہے لیکن اس کے بعض اعمال اور خصلتیں (Behaviour; Conduct; Bad qualities) منافقوں سے ملتی جلتی ہیں

حدیث شریف میں منافق کی جن چار علامتوں کا ذکر ہے اس منافق سے مراد منافق عملی ہے اور چاروں منافقانہ خصلتوں سے مُراد منافقانہ اعمال و کردار ہیں۔ اور وہ چاروں خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) جب اس کو کوئی امانت دی گئی تو اس میں خیانت کرے۔

(۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۳) جب کسی سے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

(۴) جب کسی سے کسی معاملہ میں جھگڑا یا لڑائی ہو جائے تو بدزبانی کرے اور گالیاں دے ۔

بلا شبہ یہ چاروں خصلتیں ہرگز ہرگز مومن کی خصلتیں نہیں ہیں بلکہ یہ منافقوں کی خصلتیں ہیں اور گناہ کبیرہ ہیں لہذا جس طرح مسلمان کو کفر وشرک اور تمام گناہ کبیرہ سے بچنا ضروری ہے اسی طرح ایک مسلمان کو لازم ہے کہ منافقوں کے خصائل اور منافقانہ اعمال و کردار کی گندگی اور پلیدی سے جو یقیناً رزائل ہیں اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

(☆) بے نمازی ہونا کفر عملی ہے (کافروں کے جیسا کام) رب تعالیٰ فرماتا ہے

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (الروم/۳۱) اور پابندی کرتے رہو نماز کی، اور نہ ہو کبھی شرک کرنے والوں سے۔ (معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند)

Establish prayer and be not of the associaters

حضور نبی ﷺ فرماتے ہیں **من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر** جس نے قصداً نماز ترک کیا اُس نے کفر کیا ۔ نماز کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

علامات نفاق Indications (signs) of Hypocrisy

(☆) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَتهٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَتهٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَ اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَاحَدَّثَ كَذَبَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَ ا خَاصَمَ فجَرَ (بخاری ومشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہےاور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے :

(۱) جب امانت دی جائے تو خیانت کرے (Breach of trust; Embezzlement)

(۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (Telling lie)

(۳) جب کسی سے وعدہ کرے تو خلاف کرے (عہد شکنی) (Breach of faith)

(۴) جب جھگڑا کرے (لڑے) تو بدزبانی کرے (گالیاں بکے) (Abusive language)

مطلب حدیث یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ کے منافقوں کی نشانیاں بتائی ہیں کہ ان میں خیانت، جھوٹ، عہد شکنی، بدزبانی ایسی بد عادتیں اور خصلتیں تھیں۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چاروں عادتیں بد سے بدتر خصلتیں ہیں لہذا ان گندی عادتوں سے ہر مسلمان کو بچنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ایک مومن کے اندر منافقوں کی علامتوں اور نشانیوں کا پایا جانا اس کے دامن پر اتنا گندہ اور گھنونا دھبّہ ہے کہ بغیر توبہ و ترک کے ساتوں سمندر بھی اس کو نہیں دھو سکتے۔

قابل ذہن نشین نکات : Points to be noted

(*) اس بات پر تمام علماء امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ چاروں خصلتیں اگرچہ منافقوں کے خصائل اور نفاق کی علامتیں ہیں مگر اس کے باوجود اگر کسی صادق الایمان مسلمان میں یہ چاروں خصلتیں پائی جاتی ہیں تو اُس کے بارے میں یہ کہنا تو درست ہے کہ اس شخص میں منافقوں کی عادتیں اور علامتیں پائی جاتی ہیں لیکن یہ ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ یہ شخص منافق ہوگیا۔ منافق کی عادت و علامت کا پایا جانا اور بات ہے اور اُس شخص کا منافق ہو جانا یہ اور بات ہے۔ علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں۔ کوّے کی علامت سیاہی مگر ہر کالی چیز کو کوّا نہیں کہہ سکتے۔ ایک مسلمان کا بچہ شرارت کرے اور باپ نے اُس کو ڈانٹتے ہوئے یہ کہا کہ تیرے اندر تو چماروں کی خصلتیں اور عادتیں پائی جا رہی ہیں۔ تو چماروں کی خصلتیں بچے میں پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان کا یہ بچہ چمار ہوگیا۔ اس طرح اگر کسی مسلمان میں منافقوں کی عادتیں اور علامتیں پائی گئیں تو اُس سے اُس مسلمان کا منافق ہونا لازم نہیں آتا۔ عام محاوروں میں بہادر انسان کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح ٹھنڈے کو برف سے، گرم کو آگ سے، طویل قامت کو اونٹ سے، بیوقوف کو گدھے سے، مکار کو لومڑی سے گمراہ کو شیطان سے، رہبر کو فرشتے سے...... اور دوغلے و مصلحت پسند کو منافق سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

(☆) بعض شارحین حدیث کا قول ہے کہ یہ ارشاد نبوی اُن منافقوں کے بارے میں ہے جو زمانہ نبوت میں تھے جو سب کے سب منافق اعتقادی بھی تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے جو یہ چاروں خصائل بیان کئے ہیں وہ اُن منافقوں کے بارے میں ہیں جن کے بارے میں ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ کی سورہ نازل ہوئی ہیں۔ کیا اُن لوگوں کی جو حالت ہے وہی تمھاری بھی

حالت ہے؟ تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث تمہارے متعلق نہیں ہے تم لوگ اس سے بَری ہو۔ (عینی)

بعض روایات میں منافق کی چار علامات بیان کی گئی ہیں اور بعض روایات میں تین بیان کی گئی ہیں۔ نفاق کی متعدد علامات تھیں، رسول اللہ ﷺ نے کسی موقع پر تین علامتیں بیان فرمائیں اور کسی موقع پر چار۔ قرآن مجید میں متعدد علامات (چاپلوسی، دورُخی، بزدلی، خوف، جاسوسی، سازش، طنزیہ گفتگو، ریاکاری، ایذارسانی، احسان وطعنہ، تہمت، مفاد پرستی، حرص، جہاد میں شریک نہ ہونا......) بیان کی گئی ہیں ان شآءاللہ آئندہ صفحات میں تفصیل سے ذکر ہوگا)

(☆) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، منافق کی تین نشانیاں ہیں: **اٰیۃ المنافق ثلٰث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان** جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (صحیح مسلم شریف)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: منافق کی علامتوں کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ نیت، قول اور فعل۔ اور منافق میں یہ تینوں چیزیں فاسد ہیں۔ نیت کا فساد اس میں ہے کہ جب منافق وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت قابلِ مذمت ہے جب وعدہ کرتے ہی دل میں اس کے خلاف کرنے کی نیت کرلے، لیکن جب وعدہ کرتے ہی اس کے پورا کرنے کا عزم ہو پھر کوئی مانع (رکاوٹ) پیش آجائے یا کسی اور سبب سے اس کی رائے بدل جائے تو یہ صفت نفاق نہیں ہے کیونکہ طبرانی کی روایت میں اس طرح ہے: **اذا وعد وھو یحدث نفسہ انہ یخلف** وعدہ کرتے وقت اس کے دل میں یہ تھا کہ وہ اس کے خلاف کرے گا۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پورا کرے اور وعدہ کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور مستحب یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کے ساتھ 'ان شآءاللہ' کہہ لے تاکہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں صورۃً کذب کا مرتکب نہ ہو اور

جب کسی شخص کو سزا دینے کی دھمکی دی ہو اور دھمکی پورا کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو تو اس دھمکی کو پورا نہ کرنا افضل ہے اور قول کا فساد یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور فعل کا فساد یہ ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ منافق کی نیت' قول اور فعل تینوں میں فساد ہوتا ہے۔

ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ : علماء نے اس حدیث کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ جن تین چیزوں کو اس حدیث میں منافق کی علامتیں قرار دیا ہے یہ بسا اوقات اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے' حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا نہ نفاق کا۔ اس وجہ سے علماء نے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱) یہ تین خصلتیں نفاق کی خصلتیں ہیں اور جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ منافق کے مشابہ ہوگا اور ان کے اوصاف سے متصف ہوگا کیونکہ نفاق باطن کے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں' اور ان تین خصلتوں میں باطن کے خلاف اظہار ہوتا ہے۔

(۲) جس شخص میں اکثر و بیشتر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اور جس شخص میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق نہیں ہوگا۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے ان خصلتوں کو ہمیشہ کرنے اور عادت بنانے سے ڈرانے کے لئے یہ فرمایا ہے کہ یہ منافق کی علامات ہیں جس طرح حدیث میں ہے:

التاجر فاجر واکثر منافقی امتی قراؤھا تاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت کے اکثر قاری منافق ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام تاجر جھوٹ بولتے ہیں اور اکثر قاری دِکھاوے کے لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں' بلکہ نبی کریم ﷺ نے تحذیراً یہ ارشاد فرمایا ہے۔

(۴) نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ نفاق اعتقادی یعنی انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے' اور نفاق عملی یعنی خلوت میں ارکانِ دین کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں

کے سامنے ارکانِ دین پابندی سے ادا کرے، یہ کم درجہ کا نفاق ہے اور اس حدیث میں اس قسم کا نفاق مراد ہے۔

(۵) یہ حدیث ایک خاص منافق کے متعلق ہے اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صراحۃً یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص منافق ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے فرماتے تھے، اسی طرح یہاں بھی اس منافق کا ذکر اس میں پائی جانے والی علامتوں کے ساتھ فرمایا۔

(۶) اس سے مراد عہد رسالت کے وہ منافقین ہیں کہ جب وہ کہتے کہ ہم ایمان لائے تو جھوٹ بولتے۔ اُن کے پاس دین امانت رکھا جاتا تو وہ اس میں خیانت کرتے اور دین کی نصرت کا وعدہ کرتے اور اس کے خلاف کرتے۔

(۷) سعید بن جبیر کو اس حدیث میں اشکا ہوا، انہوں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا، ہم کو بھی اس حدیث میں اشکال ہوا تھا جب ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ ہنسے اور آپ نے فرمایا: تمہارا اس حدیث سے کیا تعلق ہے، میں نے اس حدیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کی ہیں، میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد یہ ہے:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (المنٰفقون/۱) جب آئے تمہارے پاس منافق لوگ بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک تم یقیناً اللہ کے رسول ہو اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بلاشبہ تم یقیناً اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (معارف القرآن)

When the hypocrites come to you, they say 'we bear witnesses you are undoubtedly, the Messenger of Allah and Allah knows that you are His Messenger. But Allah bears witness that the hypocrites are most surely liars.

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا، پھر کوئی حرج نہیں، تم اس سے بَری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے :

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾

(التوبہ/۷۷-۷۵) اور اُن کے بعض نے منت مانی تھی کہ اگر دیا ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہو جائیں گے لیاقت مند، تو جب اللہ نے اُن کو دیا اپنے فضل سے تو کنجوسی اس میں کی اور پھر گئے منہ پھیرے تو اس کے پیچھے اللہ نے نفاق ڈال دیا اُن کے دلوں میں اس دن تک کہ اس سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ سے خلاف کیا جو اس سے منت کر چکے تھے اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ (معارف القرآن)

And of them there are some who had covenanted with Allah that if He will give us out of His grace, then we shall surely give in charity and we shall surely become good men. Then when Allah gave them out of His grace, they became niggardly of it and turned away turning their faces. Therefore after it Allah put hypocrisy in their hearts, until the Day they meet Him the recompense of that they acted againist what they had promised Allah and the recompense of that they used to lie.

آپ نے فرمایا، بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر کوئی حرج نہیں، تم اس سے بَری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس امانت میں خیانت ہے :

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾(الاحزاب/۷۲) بیشک پیش فرمایا ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انکار کردیا سب نے کہ یہ بار لیں اور ڈر گئے اس سے اور اُٹھالیا اس کو انسان نے بیشک وہ جفا کش نادان ہے۔(معارف القرآن)

Undoubtedly, We offered theTrust to the heavens and the earth and the mountains, but they refused to bear it and were afraid of it, and man bore it. Undoubtedly, he is the bearer of hardship, ignorant.

ہر انسان کے پاس اُس کا دین بطور امانت رکھا گیا ہے۔ مسلمان پوشیدہ اور ظاہر غسل جنابت کرتا ہے' نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور منافق صرف لوگوں کے سامنے احکام شرعیہ کی اطاعت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس طرح ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا' پھر تم اس سے بَری ہو۔

(۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافق صرف عہدِ رسالت میں تھے اب صرف اسلام ہے یا کفر ہے اور جو شخص دل میں کفر رکھے اور ظاہر اسلام کرے وہ بظاہر مسلمان ہے اور حقیقت میں کافر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ عہدرسالت کے منافقین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۹) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ منافقین کی صفات کے ساتھ مشابہ ہے۔

(۱۰) المنافق میں الف لام اگر جنس کا ہو تو پھر اس سے حقیقت نفاق مراد نہیں ہے بلکہ بطور تمثیل اور تشبیہ منافق کا اطلاق ہے اور اگر اس میں الف لام عہد کا' ہو تو کوئی خاص منافق مراد ہے یا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے منافقین مراد ہیں۔(شرح صحیح مسلم' علامہ غلام رسول سعیدی)

امانت میں خیانت (Breach of trust; Embezzlement)

امانت ہر وہ چیز ہے جو کسی کی طرف سے کسی کو بغرض حفاظت سونپی جائے۔

امین' امانت رکھنے والے کی اجازت کے بغیر' اور اُس کے منشا کے خلاف امانت میں جو تصّرف بھی کرے گا وہ خیانت کہلائے گی۔ اس سلسلے میں یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ امانت صرف روپے پیسے' یا سامان ہی کی نہیں ہوا کرتی بلکہ راز' ذمہ داری وغیرہ بھی امانت ہیں مثلاً آپ سے کسی نے کوئی راز کی بات کہدی اور آپ سے اس نے یہ بھی کہدیا کہ خبردار' یہ بات امانت ہے آپ اس کو کسی سے ذکر نہ کریں۔ تو یہ بات بھی امانت ہوگی اور آپ اس کے امین ہوگئے۔ اگر آپ نے اس بات کو کسی سے کہدیا تو آپ نے امانت میں خیانت کی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مال' عقل' اختیار' آنکھ' کان' ہاتھ' پاؤں وغیرہ جسمانی اعضاء اور قسم قسم کی طاقتیں سونپ کر حکم دیا ہے کہ میری ان امانتوں کو میرے حکم کے مطابق استعمال کرنا۔ تو ان سب امانتوں میں بھی اگر خداوندی حقوق کو نہیں ادا کیا ہے تو یہ بھی خیانت ہی کہلائے گی۔ اسی لئے قرآن مجید میں رب العلمین کا فرمان ہے کہ ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾

(بنی اسرائیل/ ۳۶) بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی باز پرس ہوگی۔ (معارف القرآن)

No doubt the ear and the eye and the heart all are to be questioned of.

یعنی کان' آنکھ' دل ...... ہر چیز کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی کہ خدا کی ان امانتوں میں کوئی خیانت تو نہیں ہوئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ '**المستشار مؤتمن**' یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہو جاتا ہے اگر اُس نے جان بوجھ کر غلط مشورہ دیا تو وہ خیانت کرنے والا کہلائے گا۔ **(Adviser is trustworthy)**

غرض 'خیانت' کا دائرہ بہت وسیع ہے تمام حقداروں کے حقوق بھی امانت ہیں۔ کسی حقدار کا حق ادا نہ کرنا بھی امانت میں خیانت ہے۔ بستر جماع پر میاں بیوی کی گفتگو اور معاملات' یہ بھی امانت ہیں۔ اور میاں بیوی ایک دوسرے کے امین ہیں۔ اگر کسی

نے اس راز کو فاش کر دیا تو یہ بھی امانت میں خیانت کہلائے گی۔ ملازم اپنی ڈیوٹی کا' حاکم' رعیت کے ساتھ اپنے فرائض کا امین ہے۔ اگر ملازم نے اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کی۔ یا حاکم نے ظلم کیا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہے۔ غرض امانت میں خیانت کی بہت سی صورتیں ہیں اور ہر قسم کی امانتوں میں خیانت حرام و گناہ ہے قرآن کریم میں غفور رحیم کا ارشاد ہے کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانفال/ ۲۷) اے وہ جو ایمان لا چکے' نہ خیانت کرو اللہ کی اور نہ رسول کی' اور نہ خیانت کرو آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر۔ (معارف القرآن)

'اے ایمان والو! تم اللہ و رسول کے ساتھ خیانت مت کرو اور اپنے آپس کی امانتوں میں بھی خیانت مت کرو اور تم جانتے ہو۔'

O believers ! betray not Allah and Messenger and not commit defalcation in your trusts knowingly.

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے اس رو سے اللہ ہی ان کی دولت و عقل و فہم کا مالک ہے پس جس طرح دُنیاوی معاملات میں امانت رکھنے والا امانت رکھی ہوئی چیز کو مالک کے منشا کے خلاف استعمال کر کے خائن بن سکتا ہے اسی طرح ایک مومن اپنے مال' عقل و فہم' صلاحیت و اختیار کو مالک حقیقی کے منشاء کے خلاف استعمال کر کے خائنین کی فہرست میں داخل ہو سکتا ہے۔ غرض کہ خیانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ مال میں خیانت ہو یا کسی کے راز کو افشاء کر دیا جائے یا کسی عہدہ اور منصب پر فائز ہو کر ظلم کیا جائے۔ یہ سب خیانت کی صورتیں ہیں۔

جھوٹ Telling lie

جھوٹ بہت ہی ملعون عادت' سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (النحل / ۱۰۵) وہی جھوٹے ہیں (They are the liars)...... کہیں مشرکوں کی صفت بتائی گئی ہے' کہیں کافروں کی' کہیں منافقوں کی' کہیں فاسقوں کی۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ 'تم لوگ اپنے کو جھوٹ سے بچائے رکھو۔ اس لئے کہ جھوٹ بدکاری کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بدکاری جہنم میں کھینچ کر لے جاتی ہے اور آدمی ہمشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ دفترِ خداوندی میں وہ **'کذاب'** (یعنی جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور انور ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ پھر اس نے عرض کیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ 'نہیں'۔ (مشکوٰۃ)

جھوٹ میں ہر بات داخل ہے جو حق جاننے کے بعد اُس کے خلاف کہی جائے اور سنی ہوئی بات بغیر تحقیق کے اس طرح روایت کردی جائے جیسے وہ تحقیق شدہ ہے۔

عہد شکنی (وعدہ خلافی) (Breach of faith)

کسی سے کوئی معاہدہ یا وعدہ کر کے بلا کسی شرعی عذر کے اُس معاہدہ اور وعدہ سے پھر جانا' یہ عہد شکنی اور دغا بازی ہے۔ جو شرعًا حرام و گناہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ (المائدہ/۱) اے وہ جو ایمان لاچکے' اپنے عہد پورے کرو۔ (معارف القرآن) اے ایمان والو! اپنے عہدوں اور وعدوں کو پورا کرو۔ (O believers ! fulfil your promises)

واضح رہے کہ جس طرح کسی مخلوق سے عہد شکنی حرام و گناہ ہے اسی طرح اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ سے بھی عہد شکنی و بدعہدی اس سے کہیں بڑھ کر حرام و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے اپنی توحید کے اقرار کا عہد لیا ہے۔ اور علماء کرام سے خصوصی طور پر یہ عہد لیا ہے کہ وہ کبھی بھی اور کسی حال میں بھی حق کو نہ چھپائیں۔اس لئے جو مسلمان یا علماء کرام اپنی کسی دُنیاوی مصلحت کی بناء پر مشرکین کی خوشنودی کے لئے شرک کے کام کر بیٹھتے ہیں یا

کلمہ حق کو چھپاتے' یا اس کو بیان کرنے سے سکوت کرتے ہیں وہ عہد شکنی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دغا کرنے کے جرم ہیں۔

عہد شکنی کے متعلق دو قول ہیں اول یہ کہ مکروہ تحریمہ ہے دوم یہ کہ مکروہ تنزیہہ ہے ۔ **کما قال النودی** لیکن حدیث ترمذی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' جس نے اپنے مسلمان بھائی سے اس نیت کے ساتھ وعدہ کیا کہ اُس کو پورا کرے گا پھر پورا نہ کر سکا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ یہ ہوا وعدہ کرتے وقت عہد شکنی کا عزم ہو تو یہ ممنوع ہے لیکن صدقِ دل کے ساتھ وعدہ کیا جائے اور اس عزم کے ساتھ عہد کیا جائے کہ پورا کروں گا پھر غفلت یا بھول یا کسی رکاوٹ کی وجہ سے پورا نہ کر سکا تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا۔

بدزبانی اور گالی گلوچ (Abusive language)

گالی گلوج اور بدگوئی و بدزبانی خصوصاً اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ انتہائی قبیح خصلت' اور نہایت ہی معیوب اور گھناؤنی عادت ہے۔ گالی گلوج تو کجا' کسی مسلمان سے اس طرح کی ہنسی مذاق کرنا جس سے اُس کو ایذا پہنچتی ہو' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کو حرام قرار دیا ہے سورۂ حجرات کی اس آیت کو نگاہِ عبرت سے دیکھئے اور منافقانہ سیرتوں اور فاسقانہ عادتوں سے توبہ کیجئے۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ**﴾ (الحجرات/۱۱) اے ایمان والو ! نہ ہنسی اڑائیں مرد کسی مرد کی' بہت ممکن ہے کہ وہ بہتر ہوں اُن ہنسی اڑانے والوں سے' اور نہ عورتیں عورتوں سے' ہوسکتا ہے وہ بہتر ہوں ہنسی اڑانے والوں سے (معارف القرآن)

(O believers ! let not the men scoff at the men, perchance they may be better than those who scoff, and nor than those who scoff, and not the women at other women, perchance that they may be better than those women who scoff)

(یعنی نہ مرد، مردوں کا مذاق اڑائیں۔ عجب نہیں کہ وہ ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسی ٹھٹھا کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اُن ہنسنے والیوں سے وہ بہتر ہوں) ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (الحجرات/۱۱) اور نہ طعنہ دیا کرو اپنوں کو اور مت بُرے بُرے رکھو آپس میں نام (معارف القرآن) (آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ مت مارو، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے نام رکھو) (And do not taunt one another and not call one another by nicknames) ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (الحجرات/۱۱) کتنا بُرا نام ہے نافرمانی کرنے کا ایمان لانے کے بعد اور جس نے توبہ نہ کی تو وہی زیادتی کرنے والے ہیں (معارف القرآن) (What a bad name is, to be called a disobedient after being a Muslim, and those who repent not, they are the unjust) (کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں) **اللہ اکبــر** ۔ جب کسی مومن سے اس قسم کا مذاق بھی جائز نہیں ہے جس سے اُس کی دل آزاری ہوتی ہو، اور نہ کسی مومن کو ایسے بُرے القاب سے پکارنا جائز ہے جس میں اُس کی اہانت کا پہلو ہو۔ تو پھر بھلا کسی مومن کو گالیاں دینا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ **سبـب المسلم فسوق وقتاله کفر** یعنی کسی مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور کسی مسلمان سے جنگ کرنا یہ کافروں کا کام ہے۔ بہرحال کسی مسلمان کو گالیاں دے کر یا اُس کے سامنے بیہودہ الفاظ زبان سے نکال کر ایذا دینا، یہ منافقوں کی خصلت اور منافقوں کا طریقہ ہے۔ گالی دنیا، بیہودہ بکنا، فحش کلامی کرنا ہرگز ہرگز مومن کا کام اور مومن کی خصلت نہیں ہے۔

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہے جن کے ہاں تبّرا اور گالیاں بکنا عبادت بلک اصل ایمان ہے۔ اسلام میں شیطان، فرعون و ہامان کو بھی گالیاں دینا بُرا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔

اسلام میں جہاں مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا عبادت ہے، وہاں اس کے ساتھ بدزبانی سے پیش آکر اُس کا دل دُکھانا، اُس کی برائی کا کیا ٹھکانا ہے؟

بعض منافقانہ اعمال وافعال Some bad qualities of Hypocrisy

کچھ بُری عادتیں اور خصلتیں ایسی ہیں جن کو منافقین کے ساتھ خاص نسبت اور مناسبت ہے اسلام چونکہ سچائی' امانت' دیانت' ایفائے عہد اور حق پسندی ایسے اعمال حسنہ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے اس لئے کتاب وسنت میں منافقانہ اعمال وکردار کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ مسلمان منافقانہ اعمال واخلاق سے اپنے آپ کو بچائیں۔ مثلاً سورۂ توبہ میں جن منافقانہ اعمال وکردار کا بیان ہے اُن میں سے بعض یہ ہیں۔

(☆) جہاد یعنی اقامتِ دین کی جد وجہد کو فتنہ کہہ کر گریز کرنا۔

(☆) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں کراہت کرنا' صراط مستقیم پر چلنے سے روکنا اور باطل کی راہوں پر چلنے کا مشورہ دینا۔

(☆) نماز کی ادائیگی میں تساہل برتنا

(☆) دین کے دشمنوں سے مل کر سازشیں کرنا(Anti-Islam activities) ۔

(☆) عہد و پیاں کو توڑ دینا۔

(☆) جھوٹے وعدے کرنا۔

(☆) جھوٹی قسمیں کھانا۔

(☆) دین کے دشمنوں سے دوستی کرنا اور ربط رکھنا......وغیرہ۔

ان سب کو نفاق آلودہ عادات وخصائل قرار دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں کی چند علامتیں ہیں جن کے ذریعہ وہ شناخت کئے جاسکتے ہیں :

۔ سلام کے بجائے اُن کی زبانوں پر لعنت کا لفظ رہتا ہے

۔ لوگ کا مال اُن کی خوراک ہوتی ہے

۔ خیانت کا مال اُن کا مال غنیمت ہوتا ہے

۔ مسجدوں کے قریب نہیں آتے بجز بے ہودہ بکواس کرتے ہوئے

۔ نمازوں میں شریک نہیں ہوتے مگر سب سے آخر میں اتراتے ہوئے

۔ نہ خود کسی سے الفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اُن سے کوئی الفت رکھتا ہے

۔ شب میں شہتیر کی طرح بستروں پر پڑے رہتے ہیں اور دن میں شور مچاتے پھرتے ہیں
(مسند احمد، ابن کثیر فی تفسیر سورۃ المنافقین)

مسلمانوں کو مشرک کہنا اور موقع ملنے پر اُن کو قتل کرنا : حدیث شریف میں منافقوں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جس میں یہ دونوں علامتیں موجود ہوں وہ منافق ہے:

(۱) مسلمانوں کو مشرک کہنا (۲) موقع ملنے پر اُن کو قتل بھی کرنا۔

'حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آجائے گی اور اسلام کی چادر اُس نے اُوڑھ لی ہوگی تو اللہ تعالیٰ جدھر چاہے گا بہکا دے گا۔ وہ اسلام کی چادر سے صاف نکل جائے گا اور اُسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کردے گا اور اُسے مشرک سے مہتم و منسوب کردے گا (یعنی شرک کا فتویٰ لگائے گا)۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! شرک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ شرک کی تہمت لگایا ہوا یا شرک کی تہمت لگانے والا؟ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حقدار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

بدعقیدہ اور بدباطن عناصر اس حدیث شریف کے آئینہ میں اپنا محاسبہ خود کرلیں۔

راہ خدا میں جہاد

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ کبھی جہاد کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی تھی وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس نے ایمان کے دعویٰ کے باوجود نہ تو جہاد کیا اور نہ کبھی اس کے

دل میں جہاد کا شوق اور اس کی تمنا پیدا ہوئی تو یہ منافق کی زندگی ہے اور جو اس حال میں مر گیا تو نفاق کی ایک صفت کے ساتھ دُنیا سے گیا۔

نماز میں سستی: ایک اور حدیث میں فرمایا:

یہ تو منافق کی سی نماز ہے کہ بے پرواہی سے بیٹھا آفتاب کو دیکھتا رہا' یہاں تک کہ وہ زرد ہو گیا اور اس کے غروب کا وقت قریب ہو گیا تو نماز کے لئے کھڑا ہو گیا (اور چڑیا کی طرح) چار چونچیں مار کر نماز ختم کر دی اور اللہ کا ذکر بھی اس میں بہت کم کیا (مسلم)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ شوق کی بے چینی سے نماز کے وقت کا منتظر رہے اور جب وقت آئے تو خوش اور مستعدی سے نماز کے لئے کھڑا ہو اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس وقت مجھے مالک الملک کے حضور حاضری نصیب ہے پورے اطمنان اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ قیام وقعود' رکوع وسجود میں خوب خوب اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس سے اپنے دل کو شاد کرے۔ یہ تو ہے مومن کے نماز پڑھنے کی شان۔ لیکن منافق کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز کو بوجھ سمجھتا ہے وقت آجانے پر بھی ٹالنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً عصر کی نماز کے لئے اس وقت اُٹھتا ہے جب کہ سورج بالکل ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے اور پھر جلدی جلدی چڑیا کی طرح چار چونچیں مار کر نماز ختم کر دیتا ہے نماز کے بعد دُعا بھی ترک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بس برائے نام ہی کرتا ہے پس یہ نماز منافق کی نماز ہے جو کوئی مسلمان اس سستی' کاہلی سے نماز ادا کرتا ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اُس نے مومنوں والی نماز نہیں پڑھی۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے اور وہ اذان کے بعد بھی بلا کسی خاص ضرورت کے مسجد سے باہر چلا جائے **وھو لا یرید الرجعه فھو منافق** اور نماز میں شرکت کے لئے واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ابن ماجہ)

مطلب یہ کہ اذان ہو جانے کے بعد مسجد سے نکل جانا اور شرکت نماز کے لئے واپسی کا ارادہ نہ رکھنا منافقانہ طرز عمل ہے اور ایسا کرنے والا گو منافق حقیقی (منافق اعتقادی) تو نہیں مگر منافق عملی ضرور ہے۔ الغرض حدیث میں نفاق عملی کے بہت مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان شآء اللہ تفصیلی بیان اس کتاب کے آیندہ صفحات میں ہوگا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہر قسم کے نفاق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بلائیں، آفتیں اور مصیبتیں کیوں آتی ہیں ؟

گناہوں کی وجہ سے بلائیں، آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں ۔ شرعی احکام کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے یعنی جس کام کے کرنے کا حکم اللہ ورسول نے دیا ہے اُس کو نہ کرنا اور جس سے منع کیا گیا ہے اُس کو کرنا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم میں رہ کر گناہ کا کام کرے اور وہ قوم قدرت رکھتے ہوئے بھی اس شخص کو گناہ کرنے سے نہ رُوکے تو اللہ تعالیٰ اُس ایک (گنہگار) شخص کے گناہ کے سبب پوری قوم کو اُن کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔(مشکوٰۃ)

گناہوں سے دُنیاوی نقصان : گناہوں سے آخرت کا نقصان اور عذابِ جہنم کی سزائیں اور قبر میں قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا ہونا، اس سے تو ہر مسلمان واقف ہے مگر یاد رکھو کہ گناہوں کی نحوست سے انسان کو دُنیا میں بھی طرح طرح کے نقصان پہونچتے رہتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

(۱) روزی کم ہونا (۲) بلاؤں کا ہجوم ہونا (۳) عمر گھٹ جانا (۴) دل میں اور بعض مرتبہ تمام بدن میں اچانک کمزوری پیدا ہو کر صحت خراب ہو جانا (۵) عبادتوں سے محروم ہو جانا (۶) عقل میں فتور پیدا ہو جانا (۷) لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جانا (۸) کھیتوں اور باغوں کی پیداوار میں کمی ہو جانا (۹) نعمتوں کا چھین جانا (۱۰) ہر وقت

دِل کا پریشان رہنا (۱۱) اچانک لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو جانا (۱۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے نیک بندوں کی لعنتوں میں گرفتار ہو جانا (۱۳) چہرے سے ایمان کا نور نکل جانے سے چہرے کا بے رونق ہو جانا (۱۴) شرم و غیرت کا جاتا رہنا (۱۵) ہر طرف سے ذلتوں رُسوائیوں اور ناکامیوں کا شکار ہو جانا (۱۶) مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا...... وغیرہ۔ (گناہ اور عذاب الٰہی)

ہر گناہ کی دس بُرائیاں: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہیں تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دھوکہ میں نہ ڈال دے ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ جو شخص ایک نیکی لایا، اس کو دس گنا بدلہ ملے گا اور جو ایک بدی لایا اُس کا بدلہ اس کی مثل ہوگا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ کیونکہ گناہ اگرچہ ایک ہے لیکن اُس کے پیچھے دس برائیاں ہوتی ہیں: (Whoso brings one good, then for him there are ten like thereof, and whoso brings an evil, shall not be recompensed but to its equal and they shall not be wronged)

(۱) جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غصہ دلاتا ہے اور وہ اپنے غصہ کو استعمال کرنے پر قادر ہے۔

(۲) گنہگار ابلیس ملعون کو خوش کرتا ہے۔

(۳) گناہ کے سبب جنت سے دُور ہو جاتا ہے۔

(۴) گناہ کے سبب دوزخ کے قریب ہو جاتا ہے۔

(۵) اس نے اپنی جان کو اذیت پہنچائی (۶) اپنے باطن کو ناپاک کر دیا

(۷) اپنے متعلقہ فرشتوں کو اذیت پہنچائی (۸) حضور ﷺ کو غمگین کیا

(۹) اپنے گناہ پر آسمان، زمین اور دیگر مخلوقات کو گواہ بنایا۔

(۱۰) اس نے عظمت انسانیت کی بے قدری اور رب تعالیٰ کی نافرمانی کی (گناہ اور عذاب الٰہی)

(۷۵) بڑے بڑے گناہ (گناہِ کبیرہ) Major evils / sins:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) انسانی قتل (۳) جادوگری (۴) نماز نہ پڑھنا
(۵) بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنا (٦) زکوٰۃ ادا نہ کرنا (۷) طاقت کے باوجود
حج نہ کرنا (۸) والدین کی نافرمانی (۹) رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا (۱۰) زنا کاری
(۱۱) بدفعلی' لواطت (مردوں کا باہم نفس کی تسکین حاصل کرنا) (۱۲) سود خوری (۱۳) یتیم
کا مال کھانا اور اس پر ظلم کرنا (۱۴) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا
(۱۵) میدانِ جنگ سے بھاگنا (۱٦) حاکم کی بد دیانتی اور رعایا پر ظلم کرنا (۱۷) تکبر کرنا
(۱۸) جھوٹی گواہی (۱۹) شراب نوشی (۲۰) جوا بازی (۲۱) پاک دامن پر الزام لگانا
(۲۲) مال غنیمت میں خیانت کرنا (۲۳) چوری کرنا (۲۴) ڈاکہ زنی (۲۵) جھوٹی قسم
(۲٦) ظلم کرنا (۲۷) ناجائز ٹیکس لینے والا (۲۸) حرام خوری (۲۹) خودکشی (۳۰) جھوٹ
کی کثرت (۳۱) حق وانصاف کا فیصلہ نہ کرنے والے (۳۲) حاکموں کا رشوت لینا
(۳۳) مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کا انداز اختیار کرنا (۳۴) دیوث اور فتنہ پرور
(۳۵) حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا (۳٦) پیشاب سے نہ بچنا
(۳۷) ریا کاری (۳۸) دنیا کے لئے حصولِ علم نیز علم کو چھپانا (۳۹) خیانت کرنا
(۴۰) بہت احسان جتانے والا (۴۱) تقدیر کو جھٹلانا (۴۲) لوگوں کی پوشیدہ باتیں سننا
(۴۳) چغلی کھانا (۴۴) لعنت بھیجنا (۴۵) دھوکہ دینا اور وعدہ پورا نہ کرنا
(۴٦) نجومیوں اور کاہنوں سے تصدیق کرنا (۴۷) عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا
(۴۸) تصویر بنانا (۴۹) ماتم کرنا (۵۰) بغاوت وسرکشی (۵۱) کمزور غلام' لونڈی' بیوی
اور جانوروں پر ظلم وزیادتی کرنا (۵۲) پڑوسی کو اذیت پہنچانا (۵۳) مسلمانوں کو
اذیت پہنچانا اور گالی گلوچ کرنا (۵۴) لوگوں کو اذیت دینا اور اُن پر ظلم کرنا (۵۵) تہبند
اور شلوار وغیرہ کو تکبر کے طور پر لٹکانا (۵٦) مردوں کا ریشم اور سونا پہننا (۵۷) غلام کا

بھاگ جانا (۵۸) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا (۵۹) جان بوجھ کر اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرنا (بیوی کے نام کے ساتھ شوہر کا نام ملانا) (۶۰) بحث اور تنقید (۶۱) زائد پانی روکنا (۶۲) ناپ تول میں کمی کرنا (۶۳) اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا (۶۵) کسی عذر کے بغیر با جماعت نماز کو چھوڑنا (۶۶) جمعہ اور جماعت کی نماز مسلسل چھوڑ دینا (۶۷) وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا (۶۸) مکر و فریب اور دھوکہ دہی (۶۹) مسلمانوں کی جاسوسی کرنا (۷۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا...... (۷۱) ڈاڑھی منڈانا (۷۲) قرآن شریف پڑھ کر بھول جانا (۷۳) حافظ قرآن اور علمائے دین کی بے عزتی کرنا (۷۴) فضول خرچی کرنا' کھیل تماشہ میں اپنا پیسہ اور وقت برباد کرنا (۷۵) حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا......

گناہوں سے بچنے کے لئے دُعا : دُعا رُوحِ عبادت ہے۔ دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔ دُعا دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے کیونکہ دعا میں جس خشوع وخضوع' گریہ وزاری اور بندگی و عاجزی کا اظہار ہوتا ہے وہی عباداتِ الٰہیہ کا مغز ہے۔ تقدیر کے فیصلوں کو دعا کے علاوہ کوئی طاقت رَد نہیں کر سکتی اور دُعا بھی مقدر ہے کہ ہر شخص کو دعا کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔ دعا وہ قلعہ ہے جہاں آفات و بلیات اور مصائب و آلام کا گذر نہیں ہوتا۔ دعا نازل شدہ بلاؤں کا بھی دافع ہے اور نازل ہونے والے بلاؤں کا بھی۔ دعا کرنے والا کبھی آفاتِ ناگہانی میں مبتلا ہو کر ہلاک نہیں ہوتا۔ دعا کرنے والا ہمیشہ حفاظتِ خداوندی کے حصار میں رہتا ہے۔ دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ جن دعاؤں کا اثر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا اُن دعاؤں کے عوض آخرت میں بڑے بڑے انعامات ملیں گے۔ دعا کرتے رہنا باعثِ نزول رحمت ہے اور دعا سے غافل ہو جانا خدائے ذوالجلال کے قہر و غضب کو دعوت دینا ہے۔ دعا کرتے رہنا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کا طریقہ اور عملی تعلیم ہے جس کی پیروی اہل ایمان پر لازم ہے۔

قبولیتِ دعا کی شرط : اکل حلال (حرام غذا' حرام لباس اور حرام روزی سے بچنا) اور صدق مقال (سچ بولنا' سچ وحق کا ساتھ دینا' جھوٹ سے بچنا)

قرآن کریم اور علامات نفاق Indications of Hypocrisy in Quran

قرآن کریم' منافقین کی علامتیں یہ بیان فرماتا ہے۔

(۱) ان کے دل میں ایمان وتصدیق کا ذرہ برابر حصہ نہیں ہوتا۔

(۲) وہ مسلمانوں سے نفع حاصل کرنے اور اُن کی گرفت سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنے تئیں مسلمان کہتے اور کلمہ پڑھتے ہیں۔

(۳) ان کے نفاق سے نقصان کسی اور کا نہیں' خود انھیں کا ہوتا ہے اور ہوگا۔

(۴) جوں جوں مسلمانوں کو ترقیاں اور کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اُن کے رشک وحسد میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے ۔

(۵) ان کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں شور وشر اور فساد برپا رہے۔

(۶) مخلص اہل ایمان' ان کی نگاہوں میں فسادی وتخریب کار ہوتے ہیں۔

(۷) یہ غریب مسلمانوں کے مقابلے میں اکڑتے رہتے ہیں لیکن صاحبِ اثر اور مقدور مسلمانوں کے آگے جھکتے اور اُن کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

(۸) عوام منافقین جب تنہائی میں اپنے سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل و جان سے تو آپ کے ساتھ ہیں باقی مسلمانوں کو بنانے کے لئے اُن کی سی کہہ دیتے ہیں۔

(۹) اُن کی بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ یہ ہدایت وایمان جیسی جنس بے بہا' قیمت میں دے کر گمراہی' کفر جیسی نکمی اور بے حقیقت شئے خرید لیتے ہیں۔

(۱۰) عقل سلیم سے محرومی کے باعث' دنیا وآخرت کا وبال اُن کیلئے مقدر ہوتا ہے۔

(۱۱) نور ہدایت سے مستفید ہونے کی بجائے یہ اپنی بصرت ہی سے محروم ہوجاتے ہیں۔

(۱۲) یہ گروہ صدائے حق' گویا سنتا ہی نہیں اور کلمہ حق وایمان کے ادا کرنے سے گویا ان

کی زبان گونگی ہوتی ہے اور دیدِ حق کی طرف سے اُن کی آنکھیں بند۔
(۱۳) اپنی بزدلی، پست ہمتی اور خباثت نفسی کی وجہ سے یہ ہر وقت اپنے اردگرد خطرے منڈلاتے دیکھتے اور بچی سی تدبیروں میں لگے رہتے ہیں۔
(۱۴) صحیح العقیدہ مسلمانوں کی کامیابیاں دیکھتے ہیں تو ہارے جھک مارے، ان کی طرف اضطراری طور پر ان کے قدم اٹھ جاتے ہیں لیکن جب اہل ایمان کو دنیاوی مصائب و آفات کا سامنا ہوتا ہے تو پھر ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں۔
(۱۵) قانون اسلام کے مقابلہ میں وہ راہ تمام تر انکار و بغاوت کی اختیار کئے رہتے ہیں اور انھیں کے متعلق قرآنی فیصلہ یہ ہے کہ۔۔ یہ منافقین، اُن کے کھلے کافروں کی طرح اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے ۔ قدرت الٰہی کے سامنے اُن کی ساری تدبیریں اور حیلے بے اثر رہ جائیں گے کہ جو منافق ہیں وہ کافر تو ہیں ہی، لیکن کفر ہونے علاوہ بھی کچھ اور ہیں یعنی فریب کار، دغاباز۔ تو عذاب بھی اُن پر دہرا ہوگا۔ عظیم یعنی بڑا بھی اور الیم یعنی دردناک بھی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

ہم نے آئینۂ نفاق دیوار پر آویزاں کردیا ہے کہیں اس میں آپ کا چہرہ تو نظر نہیں آرہا ہے؟ آپ کی تصویر تو نہیں دِکھائی دے رہی ہے؟ کہیں نفاق کے داغ دھبّے آپ کے لباسِ تقویٰ کو تو نہیں لگ گئے ہیں؟ یہ دیکھنا آپ کا کام ہے اور اس کی تلافی بھی آپ ہی کو کرنی ہے

اس مرض کے لاحق ہوجانے کے خوف سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے۔ بار بار ایمان کی تجدید کرتے رہیں۔ آخرت کی فکر میں لگے رہیں۔ خدا کے خوف سے لرزتے رہیں، خدا سے عفو دَرگزر اور مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگتے رہیں۔ توبہ کے پانی سے قلب پر جمی ہوئی گرد اور اسے لگے ہوئے زنگ کو دور کرتے رہیں، یہی اس مرض کا علاج یعنی توبہ واستغفار اور احتساب نفس۔ یہی ہیں وہ دو پہرہ دار جو اس مرض سے آپ کے قلب کی حفاظت کرسکتے ہیں۔ اس مرض میں مبتلا مریضوں سے ملنے جلنے میں سخت پرہیز کریں۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

Islamic Beliefs (Soul of Islam) and Hypocrisy) ایمان اور نفاق

اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے یعنی زبان سے توحید ورسالت کے علاوہ دیگر امور کا زبانی اقرار اور دل سے ان امور کی تصدیق تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ زبانی اقرار بغیر تصدیق قلبی کے شریعت اسلامیہ میں مقبوح اور ناپسندیدہ ہے اور اسی کا نام نفاق ہے ارشاد ربّانی ہے ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (المنٰفقون/۱) جب آئے تمہارے پاس منافق لوگ بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک تم یقیناً اللہ کے رسول ہو اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بلا شبہ تم یقیناً اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلا شبہ منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (معارف القرآن)

When the hypocrites come to you, they say 'we bear witnesses you are undoubtedly, the Messenger of Allah and Allah knows that you are His Messenger. But Allah bears witness that the hypocrites are most surely liars.

جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں اور یہ بات علم الٰہی میں بھی ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ یہ منافق ہیں منافق اپنے اس اقرار رسالت میں اس لئے جھوٹے ہیں کہ یہ زبانی اقرار کر رہے ہیں ان کے دل اس بات کی تصدیق نہیں کرتے، وہ آپ کی رسالت اور اللہ کی وحدانیت کے دل سے قائل نہیں ہیں اور تصدیق قلبی کی عدم موجودگی میں ان کا زبانی اقرار بیکار اور بے اثر ہے اور یہ دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔ نہ انھیں مومن کہا جا سکتا ہے اور نہ آخرت میں کسی فائدہ کی توقع۔ اور مومنوں کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے انھیں جہنم کے نچلے حصہ میں عذاب دیا جائے گا ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء/۱۴۵) بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے۔

Undoubtedly, the hypocrites are in the lowest section of the Hell

البتہ اُن کے زبانی اقرار کی وجہ سے دنیا میں اُن کے اسلام کا حکم دے دیا جائے گا کیونکہ ائمہ اور حکام صرف ظاہر پر حکم کرتے ہیں زبان اور دل کے اختلاف کا نام نفاق ہے مومن کے لئے ضروری ہے کہ اُس کی زبان اُس کے دل کی ترجمانی کرے۔ وہی بات زبان پر آئے جو دل میں ہو۔ دیکھا جاتا ہے کہ مسجد یا محفل میں جب الفاتحہ کہا جاتا ہے اس وقت بعض مجبور افراد بادل نخواستہ صرف ہاتھ اُٹھا دیتے ہیں اور چوطرف نظریں گھماتے رہتے ہیں۔ اور جب حاضرین مجلس نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت بھی یہ بے بس افراد خاموش کھڑے ہوجاتے ہیں۔ دل اور زبان کا یہ اختلاف ہی ان بدباطنوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے۔ جھوٹ' فریب و دھوکہ علامت نفاق ہے۔ اہلسنت وجماعت کی محافل اور تقریبات میں بدعقیدہ عناصر کا شریک ہونا بھی نفاق ہے دل سے شدید مخالفت کرتے ہیں اور ظاہری اعتبار سے شریک رہتے ہیں۔ بارہویں شریف' گیارہویں شریف' چہلم' نیاز' عرس' فاتحہ' برسی سب کو حرام قرار دیتے ہیں لیکن کھانے کے دستر پر سب سے پہلے حاضری دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو ان بدباطنوں کے شر و نفاق سے محفوظ رکھیے۔ (آمین)

مومن اور منافق کا فرق : (Beliver and Hypocrite)

حجتہ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العزیز 'مکاشفتہ القلوب' میں فرماتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ سے مومن اور منافق کے متعلق پوچھا گیا' آپ نے فرمایا کہ مومن کی ہمت نماز اور روزے کی طرف رہتی ہے اور منافق کی ہمت جانوروں کی طرح کھانے پینے کی طرف رہتی ہے اور وہ نماز' روزہ کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ مومن اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور بخشش طلب کرنے میں مشغول رہتا ہے جب کہ منافق حرص وہوس میں مصروف رہتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید نہیں لگاتا اور منافق اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق کی طرف رجوع ہوتا ہے (منافق' خدا کو چھوڑ کر اس کے غیر سے رجوع کرتا ہے' مومن اللہ والوں

سے اس معنی کر کے رجوع ہوتا ہے جس طرح کھمبوں سے بجلی روشنی حاصل کرنا کہ روشنی کا تعلق بجلی گھر سے ہی ہے اس کے ہی فیض کو عام کرنے کے واسطے کھمبے نصب کئے گئے ہیں)

۔ مومن دین کو مال سے مقدم سمجھتا ہے اور منافق مال کو دین پر ترجیح دیتا ہے۔ مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور منافق اللہ کے سوا ہر چیز سے ڈرتا ہے۔ مومن نیکی کرتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں روتا رہتا ہے' منافق گناہ کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ مومن خلوت وتنہائی کو پسند کرتا ہے' منافق بھیڑ بھاڑ اور میل جول کو پسند کرتا ہے۔ مومن بوتا ہے اور فصل کی بربادی سے ڈرتا رہتا ہے اور منافق فصل اجاڑ دینے کے بعد کاٹنے کی تمنا رکھتا ہے۔ مومن دین کی تدبیر کے ساتھ اچھائیوں کا حکم دیتا ہے برائیوں سے روکتا ہے اور اصلاح کرتا ہے' منافق اپنی ہیبت اور سطوت کے لئے فتنہ وفساد برپا کرتا ہے اور نیکیوں سے روکتا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے 'منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں' نیکی سے روکتے اور برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند کرتے ہیں' انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے انہیں بھلا دیا' بلاشبہ منافق' فاسق ہیں' اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کے لئے اور کفار کے لئے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے یہ انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے'۔

ایک اور جگہ اُن کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے 'بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے یعنی اگر وہ اپنے کفر اور نفاق پر مر جائیں'۔ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں ابتداء منافقوں کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ کفار سے بھی زیادہ بدبخت ہوتے ہیں اور اللہ نے ان سب کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے 'بیشک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور آپ کسی کو اُن کا مددگار نہیں پائیں گے'

کفار سے جان و مال بچانے کے لیے ایمان کا ظاہر نہ کرنا:

اگر مسلمان، کفار کے نرغہ میں آجائے اور اُسے قتل ہو جانے، مال چھین جانے، عزت وعصمت اور ناموس لٹ جانے کا قوی اندیشہ ہو تو اس بے بسی کے عالم میں اسلام نے اُسے اجازت دی ہے کہ وہ ایسی بات کہہ لے جس سے وہ کفار کے شر سے محفوظ رہے لیکن علمائے اہلسنت نے تصریح کی ہے کہ **فاما مایرجع ضرره الی الغیر کالقتل والزناوغضب الاموال والشهاده بالزور وقذف المحصنات واطلاع الکفار علی عورات المسلمین فذلك غیر جائز البته** (امام رازی) یعنی اگر اس عالم خوف وخطر میں اُسے یہ اجازت ہرگز نہیں کہ وہ ایسا فعل کرے یا بات کہے جس سے دوسرے مسلمان کو ضرر ونقصان پہونچے مثلاً اگر کفار اسے کسی مسلمان کو قتل کرنے، زنا کرنے، مال غضب کرنے، جھوٹی گواہی دینے، کسی پاکدامن عورت پر جھوٹا بہتان لگانے یا کفار کو مسلمانوں کے راز بتانے پر مجبور کریں تو اس مسلمان کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ان کاموں میں سے کوئی کام کرے۔

اگر وہ اپنی جان بچانے کے لئے زبان پر کلمہ کفر لائے اور اس کا دل مطمئن ہو تو اسے ایسا کرنے کی رخصت تو ہے لیکن اس کا ایمان پر ڈٹے رہنا اور اپنی جان دے دینا بہت افضل ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

مذہب شیعہ (روافض) کا تقیہ : Subterfuge and Shia religion

تقیہ کے لغوی معنی چھپانا اور بچانا ہے لیکن روافض (اصلاً یہودی ومنافق) کی اصطلاح میں تقیہ کے معنٰی مصلحتاً سچائی کو چُھپانا، حق کہنے سے بچنا، صداقت سے گریز کرنا اور ضمیر کی آواز سے اجتناب کرنا ہے دیگر الفاظ میں ہوا کا رخ دیکھ کر اپنے مفادات کی خاطر، حالات اور موقع کی نزاکت سے جھوٹ، مکروفریب اور باطل کو اختیار کرتے ہوئے ضمیر فروشی کرنا ہے 'روافض کے نزدیک ضرورتاً اور بلاضروت ہر قسم کا تقیہ دینی اور دنیوی جائز نہیں

بلکہ عبادت ہے اور سُنی (مسلمان) کو دھوکہ دینا ثواب۔ ان کے ہاں مشہور روایت ہے کہ جس نے دھوکہ کی غرض سے سُنّی کے پیچھے نماز پڑھ لی گویا اُس نے نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ جھوٹ بولنا، اپنا دین بدلنا، حتیٰ کہ اپنی بیٹی کفار کے نکاح میں دے دینا سب تقیہ ہی کی قسم ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ کا تینوں خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کرنا، اُن پیچھے نمازیں پڑھنا، اور منبر پر ان کی تعریفیں کرنا، بلکہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دینا سب تقیہ تھا۔ شیعہ (روافض) کہتے ہیں کہ اگر چہ خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے قرآن کی تحریف کر دی، احکام شریعت کو بدل ڈالا سنت رسول کو مٹا دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقیہ پر عمل کیا اور خاموش رہے بلکہ کاروبارِ حکومت میں اُن کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اُن کے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ قبول کرتے رہے۔ اُن کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ استغفر اللہ ۔ شاہ مرداں، شیر یزداں علیہ وآلہ افضل الثناء واکمل الرضوان کی ذات مقدس پر یہ کتنا ناپاک بہتان ہے ایسی بہتان تراشی پر ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں، (تفسیر ضیاء القرآن)

تقیہ مصیبت کے وقت پر ہی ہوتا ہے ہر وقت نہیں۔ تقیہ اسی طرح جائز ہے جیسے مجبوری کی حالت میں مردار کھانا جائز۔ اور جو ہر وقت مردار خوری جائز کہے وہ پورا احمق ہے۔

اگر تقیہ ہر وقت جائز ہوتا تو انبیائے کرام (Prophets) خصوصاً حضور سید الانبیاء ﷺ کو کفار کے ہاتھ تکلیف برداشت کرنے اور ہجرت کی ضرورت پیش نہ آتی اور کربلا کا ایسا دردناک واقعہ امام حسین علیہ السلام پر نہ گزرتا۔ یہ سب تقیہ کر لیا کرتے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (المائدہ/٦٧) اے رسول تبلیغ کر دو (احکام پہنچا دو) جو کچھ اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے (معارف القرآن) O Messenger ! Communicate that which has been sent down to you from your Lord

نیز فرماتا ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ﴾ (الاحزاب/۳۹) جو پہنچاتے رہے اللہ کے پیغاموں کو اور ڈرتے رہے اسے اور نہ ڈرے کسی کو اللہ کے سوا (معارف القرآن) (جو لوگ اللہ کے احکام لوگوں تک خوب پہنچاتے ہیں اور صرف خدا سے ڈرتے ہیں اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے)

Those who deliver the messages of Allah and fear Him and fear none except Allah. And Allah is Sufficient as a Reckoner

ان آیتوں میں مخلوق تک احکام پہنچانے اور ان سے نہ ڈرنے کا حکم دیا گیا نہ کہ تقیہ کا' اس قسم کی آیتیں اور احادیث شمار سے باہر ہیں۔

روافض (شیعہ) کا تقیہ جھوٹ' فریب' منافقت اور دغا بازی کا مجموعہ ہے۔

مصالحت اور صلح کی پالیسی Policy of Compromise

شرارِ بولہبی جو ہر دَور میں چراغِ مصطفوی ﷺ سے ستیزہ کار رہا ہے مختلف ادوار میں اپنے ناپاک مقاصد کے حصول اور باطل مفادات کے تحفظ کی خاطر مخالفت و مزاحمتِ حق کی مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے لیکن مزاحمت کی ایک صورت جو ہر دور میں جُہدِ باطل میں یکساں طور پر کارفرما نظر آتی ہے 'مصلحت پسندی۔صلح کلیت' بالفاظ دیگر 'منافقت'۔

منافقت ایسے طرزِ عمل کو کہتے ہیں جو قول و فعل کے تضاد سے عبارت ہو' جس میں انسان کا ظاہر باطن سے مختلف بلکہ برعکس ہو۔ ہر دور کے مفاد پرست و مصلحت پسند افراد' حق کی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار ہوتا دیکھ کر ظاہراً اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں اور دَر پردہ اپنے باطل نظریات پر کاربند رہتے ہیں اور اس طرح حق و باطل کے ہر دو طبقات سے وابستگی کا اظہار کر کے اپنے مزعومہ مفادات کا تحفظ اور ناپاک عزائم کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں۔ ایمان اور یقین ہی وہ قوت ہے جو شرفِ انسانی کی نگہبان ہے اور اسے ایک مسلک پر قائم اور ثابت قدم رکھتی ہے اور جہاں یہ مفقود ہو وہاں انسان مصلحت اندیشی کے

ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ جدھر ہوا کا رُخ دیکھا اُدھر ہولیا۔ جس میں اپنی وقتی سلامتی نظر آتی وہی چولا بدل لیا' ایسی حالت میں انسان وہ مستحکم چٹان نہیں رہتا جو حوادثات کے طوفان سے ٹکرا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتی' بلکہ اس بے بس تنکے کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے جسے پانی کی تند موجیں جدھر چاہتی ہیں بہالے جاتی ہیں۔ منافقین کی بھی یہی حالت تھی۔ دلوں میں تو اسلام کی دشمنی تھی لیکن اسلامی حکومت کے علاوہ ان کے لئے کوئی اور پناہ گاہ بھی نہ تھی اس لئے وہ کھل کر اسلام کی مخالفت بھی نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے ایک بے ضمیر آدمی کی طرح قسمیں اُٹھا اُٹھا کر اپنے آپ کو ملت اسلامیہ کا ایک فرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب مکر و فریب ہے۔ ان کا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ محض مجبوری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اگر انھیں سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو فوراً تم سے سارے تعلقات توڑ دیں اور وہاں چلے جائیں۔

مکہ مکرمہ میں تو دو ہی قسم کے لوگ تھے کافر اور مومن۔ منافقین کا وہاں کوئی وجود نہ تھا کیونکہ ظاہری غلبہ کفار کو حاصل تھا۔ اسلام لانا تو اپنے آپ کو طرح طرح کی پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دینے کے مترادف تھا۔ کسی کو کیا پڑی تھی کہ ایسا دین قبول کر کے اپنے آپ کو گوناگوں اذیتوں اور رسوائیوں کا ہدف بنادے جس دین پر اس کا ایمان نہیں۔ اُس وقت تو صرف وہی مردانِ وفا کیش حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے غلاموں کے زمرے میں اپنے آپ کو شامل کرتے تھے جو سچے دل سے اسلام کی صداقت کو تسلیم کرتے تھے اور اس کے لئے ہر قسم کے مصائب و آلام کو بخوشی برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہوا کرتے تھے۔ لیکن مدینہ طیبہ میں حالات بڑے مختلف تھے یہاں اوس و خزرج کے بیشتر افراد کے مشرف با سلام ہونے اور مہاجرین کے وہاں اکھٹے ہو جانے کے بعد اسلام ایک عظیم قوت کی حیثیت سے ابھر رہا تھا۔ ادنیٰ سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی اس کے مستقبل کے بارے میں حسن ظن سے کام لے سکتا تھا۔ اس لیے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جن کے دل میں تو کفر کا کھوٹ تھا لیکن اپنی مصلحت بینی کے باعث وہ بظاہر اسلام سے اپنا رابطہ

قائم رکھنا چاہتے تھے تا کہ اگر اسلام کو غلبہ نصیب ہو تو وہ بھی اس میں برابر کے حصہ دار ہوں۔ باوجود ہزار کوشش کے دل کا کفر کسی نہ کسی شکل میں اُن کی زبان پر آہی جاتا تھا اور اُن کے نفاق کا پردہ فاش ہوتا تھا۔

مشرکین عرب کی مصالحتی پیشکش

Polytheist of Arabs and their compromising offer

مشرکین عرب اسلام سے مصالحت اور صلح کی پالیسی چاہتے تھے اس مقصد کے تحت انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی پیش کش بھی کر دی۔ اگر نبی مکرم ﷺ چاہتے تھے تو مشرکیں عرب کی پیش کش کو نہ ٹھکراتے جب وہ یہ کہہ رہے تھے: اے محمد (ﷺ) کیا چاہیئے؟ اگر سرداری چاہیئے تو ہم اپنا سردار مان لیں گے۔ اگر دولت چاہتے ہو تو قدموں پر ہم سرمایہ کا انبار لگا دیں گے۔ اگر حسن و جمال چاہیئے تو عرب کا منتخب حُسن آپ تک پہنچا دیں گے۔ کفار و مشرکین نے یہ نہیں کہا کہ ہم یہ ساری چیزیں آپ کو اس شرط پر دیں گے کہ آپ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنا چھوڑ دیں۔ آپ اپنے دین و اسلام سے باز آ جائیں ......نہیں ......مصالحت تو صرف اس بات پر ہو رہی تھی کہ آپ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہیں۔ خود کسی راستے پر رہیں۔ ہزار بار آپ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتے رہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ اپنے دین کو چھوڑ دیں۔ مگر اتنی بات ہماری مان لیں کہ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہیں۔ اگر آپ ہماری اتنی بات مان لیں تو پھر کیا چاہیئے کہ ہم تمام شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ ہم اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ ہم دولت و سرمایہ آپ کے قدموں پر لانے کے لئے تیار ہیں مگر حضور سید عالم ﷺ نے کیا پیارا جواب دیا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر سنہرے نقوش سے یہ الفاظ آج تک ثبت اور نمایاں ہیں کہ ایک ہاتھ میں لا کر تم سورج رکھ دو اور دوسرے ہاتھ میں لا کر چاند رکھ دو' پھر بھی اپنے مشن سے باز نہیں آ سکتا۔

رسول نے کفار و مشرکین کی اس پیش کش کو منظور نہیں کیا۔ ساری دنیا کی دولت لا کر

رسول کے قدموں پر رکھ دو مگر وہ خدا کے دشمنوں سے کوئی میل و مراسم نہیں رکھ سکتے ۔ یہیں سے سمجھ میں آ گیا۔ اب اگر تم محمد ﷺ کو ماننا چاہتے ہو تو ان کے سارے دشمنوں سے پر ہیز کرنا ہوگا۔ اُن کے سارے دشمنوں سے اجتناب کرنا ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم رسول کے بھی رہو اور رسول کے دشمن کے بھی رہو۔

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی زندگی کا کوئی واقعہ لاؤ کہ وہ رسول کے ماننے والے تھے تو رسول کے دشمنوں سے بھی اُن کا کوئی رابطہ تھا۔ خیر القرون کے اندر ایسی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ ہمارے اتباع کے لائق تو وہی عہد ہے وہی زمانہ ہے۔

(خطبات برطانیہ۔ مجدد دوراں حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی)

افسوس! اس زمانے کے بعض مصلحت پسند عناصر اپنے دُنیاوی معمولی فائدے کے لئے بدعقیدہ افراد سے صلح کر لیتے ہیں۔ منافقین، مشرکین اور بدعقیدہ شیاطین کی دعوت قبول کرتے ہوئے اُن کے دَستروں پر حاضری دیتے ہیں، تقریبات میں شرکت کرتے ہیں۔ سستی شہرت کے لئے بدباطنوں سے صلح کن رویہ اختیار کرتے ہیں اور اُن کے اسٹیج سے مخاطب بھی کیا کرتے ہیں۔ اختلافی مباحث سے گریز کرتے ہوئے مسلک اعتدال اور بین بین مسلک کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ مصلحت پسندانہ رجحان بہت خطرناک اور نقصاندہ ہوتا ہے۔ عقائد و نظریات میں مصلحت پسند رجحان درصل اُن عناصر کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلام دین حکمت ہے دین مصلحت نہیں۔

حکمت اور مصلحت :

Wise Knowledge *(Hikmat)* and Compromising Policy *(Nifaq)*

حکمت سے مُراد وہ پختہ اور یقینی دلائل ہیں جو حق کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیں اور شک و شبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں **ھو الدلیل الموضح للحق المزیح للشبہات** حکمت کا مفہوم سمجھنے سے ایک بہت بڑے فتنے کا اصولی رد ہو جائے گا۔

حکمت کہتے ہیں **وضع الاشیاء علیٰ مواضعھا** ہر چیز کو اپنے محل اور موقع پر رکھنا۔
حضور نبی کریم ﷺ معلم قرآن وحکمت ہیں ﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ (البقرۃ)
اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں **(And teach them Your Book**
and wise knowledge) ---۔ یہاں ﴿**الْحِكْمَةَ**﴾ سے مُراد احکام قرآنی کی ایسی
تفصیل اور ان کا ایسا بیان ہے جسے جاننے کے بعد انسان ان احکام کی ایسی تعمیل کر سکے جیسے
اللہ تعالیٰ کا منشأ ہے۔ نبی کے فرائض میں صرف یہی نہیں کہ قرآن سکھا دے بلکہ ان کا صحیح بیان
اور تفصیل بھی سکھائے تا کہ قرآن پر اللہ تعالیٰ کے منشأ کے مطابق عمل ہو سکے اور اسی حکمت یعنی
بیان قرآنی کو سُنت نبوی کہا جاتا ہے۔ ﴿**يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ**﴾ (البقرۃ) عطا فرماتا
ہے دانائی جسے چاہتا ہے **(Allah grants wisdom to whom He pleases)**
حکمت سے مُراد قرآنی اسرار، علم باطن، تدبر، دانائی، علم نافع، رب کی معرفت، قلبی نور جو
الہام اور وسوسہ میں فرق کر دے، الہام، توفیق خیر، خوف الٰہی، فہم وعلم، خیر کثیر .... ہیں۔
حکمت وہ علم صحیح ہے جو اتنا پختہ اور طاقت ور ہو کہ وہ انسانی ارادہ کو حکماً عمل خیر کی طرف
متوجہ کر دے، حکمت کے معنے ہیں واقعی چیزوں کو صحیح طور پر جاننا ہے۔ وہمی باتوں کا جاننا
حکمت نہیں، یوں ہی غلط تحقیق علم نہیں جہالت ہے۔

دوسری متعدد آیات میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حکمتِ قرآن یعنی
اس کا بیان نبی کا ذاتی اجتہاد نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔
مثلاً ارشاد ہے ﴿**وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ پر
(اے نبی ﷺ) کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے **(And Allah sent down to**
you the Book and Wisdom) ۔ اس سے ثابت ہوا کہ جیسے قرآن کی اطاعت
فرض ہے اُسی طرح صاحبِ قرآن کی سُنّت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سے ان لوگوں
کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا جو سُنّت کو نبی کریم ﷺ کی ذاتی رائے خیال کرتے ہیں اور اس
پر عمل کرنا ضروری یقین نہیں کرتے۔

عقائد و نظریات اور اسلامی تعلیمات کو بدعقیدگی کی آمیزش سے محفوظ رکھنا حکمت ہے اور آمیزش و امتزاج کو قبول کرنا مصلحت نہیں بلکہ جہالت ہے۔ وقت ضرورت ہاتھ میں قلم وتلوار اٹھانا بھی عین اخلاق ہے اور یہی حکمت ہے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام دشمن خارجی فتنوں کو محسوس کرنے کے باوجود بھی منکرین زکوٰۃ کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل مصلحت پسند عناصر کی دانست اور فہم سے یقیناً دور اور اصول مصلحت کے خلاف ہوگا لیکن یہی عین حکمت ہے۔ فتنوں کو بروقت ختم کرنا' امیزش اور امتزاج کو برداشت نہ کرنا اسلامی تعلیمات کو ترمیم وتغیر سے محفوظ رکھنا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' تابعین کرام' تبع تابعین' ائمہ دین فقہاء محدثین مفسرین اور اسلاف صالحین سب نے اپنی حکمت سے دین اسلام کی تعلیمات کو صحیح وخالص حالت میں قائم رکھا اور باطل عقائد وفتنوں کی آمیزش و امتزاج سے محفوظ رکھا۔ مصلحت پسند رجحان اختیار کیا جائے تو اسلامی قوانین کی حیثیت واہمیت ختم ہوکر تبدیلی واقع ہوجائیگی اور اسلامی قوانین کا تشخص باقی نہیں رہے گا۔ یکساں سیول کوڈ نافذ ہوجائے گا ۔۔۔اسلام دین حکمت ہے دین مصلحت نہیں ۔۔۔ مصلحت پسند رویہ اختیار کرتے ہوئے تقیہ کرنا ہی بہت بڑا انفاق ہے۔

خارجیت اور منافقت Khawarij (enemies of Hazrat Ali) and Hypocrisy:

یہ دور بڑا پُر فتن اور ابتلاء و آزمائش کا دور ہے اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کار بند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے اسلام کے واضح مسائل اور مصدقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ کی جا رہی ہے اور مسلمہ عقائد کو مسخ کیا جا رہا ہے چنانچہ اولاد نبوی ﷺ کو بڑی بے باکی سے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ اُن کے وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت سے محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض و عناد منافقت کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **من ابغض اهل البيت فهو منافق** (صوافق محرقہ) اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

جنت کی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دِلوں میں اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کے سمندر موجزن ہیں وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور اہلبیت رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔

حضور سید المرسلین نبی کریم ﷺ اپنی اولادِ مبارکہ کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :
من لم يعرف حق عترتي فهو لاحدى ثلٰث اما منافق واما ولد زانية واما حملته امه علىٰ غير طهر (الصواعق المحرقہ لابن حجر مکی) جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں ایک سے خالی نہیں: یا تو منافق ہے یا حرامی' یا حیضی بچہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سُنا آپ نے فرمایا: **يا ايها الناس انى تركت فيكم من ان اختم به لن تضلوا كتاب الله وعترتى اهل بيتى** (ترمذی شریف) اے لوگو میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ

اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ 'اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عظیم) اور میرے گھر والے 'عترت و اہل بیت' یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت' اُن کا ادب و احترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔جس کے دِل میں اہلِ بیت کے لئے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اُس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اُس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ بے شک اہلبیتِ پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس عمل کی مہک ہے' یہ اس خورشید کی چمک ہے۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں حُبِ آلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔

یہ گرہ اب تک نہ کُھلی کہ بعض لوگوں کے نزدیک حُبِّ آل مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کے لئے بغضِ اصحابِ حبیبِ کبریا کی شرط کہاں سے ماخوذ ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اہلِ بیت کی محبت کا اگر حکم دیا ہے تو اپنے صحابہ (Companions) کے احترام واکرام کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں اہلِ بیت Family Members of the Prophet (Peace and Blessings be upon him) کے بارے میں فرمایا **مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةَ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ** یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو اُس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا ۔۔تو دوسرا ارشاد گرامی یہ بھی ہے **اَصْحَابِى كَالنُّجُوْمِ** میرے صحابہ درخشاں ستاروں کی طرح ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہ شرف اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام کی جگمگاتی ہوئی روشنی پر مرکوز ہیں۔ ہم زندگی کے سمندر کو آزمائشوں اور تکالیف کی کالی رات میں عبور کر رہے ہیں جو اس کشتی میں

سوار نہ ہوا وہ غرق ہوگیا اور جس نے ان روشن ستاروں سے ہدایت حاصل نہ کی وہ راہِ ہدایت سے بھٹک گیا۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دشمنی منافقت کی علامت :

حضور سید عالم نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا مدينة العلم وعلی بابها میں علم کا شہر ہوں علی اس کے دروازہ ہیں۔

یاعلی حبك ایمان وبغضك نفاق اے علی تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض نفاق ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔ **حب علی یاکل الذنوب کما تاکل النار الحطب** یعنی علی کی محبت گناہوں کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کی محبت ایمان کی علامت اور بغض کفر کی علامت ہے۔
ایک روز حضور ﷺ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑے اور فرمائے جو مجھ کو دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں کو دوست رکھے اور ان دونوں کے ماں اور باپ کو دوست رکھے تو، کل قیامت کے روز فردوس اعلیٰ میں میرے ساتھ رہے گا۔ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، تشریف لائے، حضور ﷺ نے اُن کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسوقت حاضر تھے عرض کئے یارسول اللہ ﷺ کیا اُن کو آپ دوست رکھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں چچا میں علی کو بہت دوست رکھتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ اُن کو اور کوئی دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کی اولاد اُس کی پشت میں رکھا ہے مگر میری اولاد علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پشت میں ہے۔ اس کے بعد آپ نے دُعا فرمائی: الٰہی دوست رکھئے اُس کو جو علی کو دوست رکھتا ہے اور دشمن ہو جائے اُس کا جو علی کا دشمن ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی نسلِ مصطفےٰ ﷺ کی اصل ہیں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے سے ولایت تقسیم ہوتی ہے۔۔سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی مُشکل کُشا ہیں۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری نسبت یہ فرمایا کہ تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا' (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے 'علی' سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا اور اُن سے کوئی مومن بغض نہیں رکھتا' (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی انصار' منافقوں کو اُن کے (سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھنے سے پہچانتے تھے (یعنی جو بھی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتا تھا ہم سمجھ لیتے تھے کہ یہ منافق ہے) (ترمذی)

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دشمن : سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لو ضربت خیشوم المؤمن بسیفی هذا ان یبغضنی ماابغضنی ولو صببت الدنیا بجماتها علی المنافق علی ان یحبنی ما احبنی وذلك انه قضی فانقضی علی لسان النبی الامی صلی الله علیه واله وسلم انه قال : یاعلی ! الا لایبغضك مومن ولا یحبك منافق اگر میں مومن کی ناک پر تلوار لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے' تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دُنیا منافق کے آگے ڈھیر کردوں کہ وہ مجھے دوست رکھے' تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا۔ اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو نبی الامی ﷺ کی زبان سے ہوگیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علی ! کوئی مومن تم سے دشمنی نہیں رکھے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا' (نہج البلاغہ)

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے والوں کی سزا

ا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے تمام مخلوق

حساب دے رہی ہے پُل صراط سے گزر رہی ہے یکایک میری نظر جو پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حوضِ کوثر کے کنارہ لوگ جمع ہیں اور سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما حوض کوثر کا پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی سامنے آ گیا اور عرض کیا: یا امام مجھے بھی پانی دیجئے مگر مجھے پانی نہیں دیئے' میں حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے پیاس بے حد ہے لیکن سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما پانی نہیں دے رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تجھ کو پانی کیسے ملے گا' اگرچہ تو محبّ علی (رضی اللہ عنہ) ہے لیکن تیرے محلّہ میں ایک دشمنِ علی ہے جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیتا رہتا ہے اور تو اُس کو منع نہیں کرتا' میں نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ آپ جو حکم دیں حاضر ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' یہ چاقو لے اور جا اُس کو مار ڈال' میں خواب میں ہی وہ چاقو لیا اور اُس شخص کو مار ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا' اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جیسے ارشاد ہوا تھا اس کی تعمیل کر دیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حسن اُن کو پانی دو۔ امیر المومنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ کو پانی دیئے' میں آپ کے دستِ مبارک سے پانی لیا مگر مجھے یاد نہیں کہ پیا یا نہیں' اس کے بعد نیند سے بیدار ہو گیا۔ دِل پر ہیبت تھی' وضو کر کے نماز پڑھنے لگا۔ جب صبح ہو گئی اس شخص کے گھر سے رونے کی آواز آنے لگی کہ سوتے بچھونے پر اُس کو کسی نے مار ڈالا۔

پولیس آ گئی' اطراف کے بے قصور پڑوسیوں کو گرفتار کر کے لے چلے' میں نے دِل میں کہا سبحان اللہ' کیا خواب ہے کتنا سچا ہے۔ میں اُٹھا اور حاکم اعلیٰ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ کام تو میں نے کیا ہے اور ناحق لوگوں کو کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے اور پورا واقعہ سچ سچ کہہ دیا۔ حاکم نے کہا جو حضور نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد کے ساتھ بے ادبی کرے اُس کی یہی سزا ہے۔

۲۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ہشام حاکم مدینہ منورہ ہر جمعہ کو ہم سب اہل بیت کو منبر کے قریب جمع کرتا اور امیر المؤمنین

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شان مبارک میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ حسب معمول سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور میں اونگھ رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک شق ہوئی' اس میں سے سفید لباس پہنے ہوئے ایک صاحب برآمد ہوئے' انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس حاکم کے کہنے سے تمہیں غمگین نہ ہونا چاہیے آنکھ کھولو دیکھو اس کے ساتھ کیا کِیا گیا ہے۔ میں نے آنکھ کھولی' کیا دیکھتا ہوں کہ حاکم' حضرت علی رضی اللہ عنہ' کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا کہ اچانک وہ بدبخت منبر سے گرا اور مر گیا۔

ناکسے کز جام بغض مرتضٰی یک جرعہ خورد
دست ساقی فنا زہر ہلاکش می دھد
حالِ او امروز ازیں نوع است فردا روز حشر
من نمی دانم کہ از خشم الٰہی چوں رہد

جو نالائق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض کے پیالہ سے ایک گھونٹ پیتا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتا ہے) وہ ساقی جو فنا کا پانی پلانے والا ہے اُس کو زہر دیکر ہلاک کر دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کا آج یہ حال ہے کل قیامت میں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے کیسے بچے گا۔

خارجیہ فرقہ سے جنگ کی تفصیل :

باوجود وعیدوں کے ایک گمراہ فرقہ خارجیوں کا بھی ہوا ہے ان ظالموں کو خواہ مخواہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عداوت ہوگئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ خارجیوں کی خبر دینے کے بہت دنوں بعد یہ فرقہ بنا۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ ایک روز کچھ تقسیم فرما رہے تھے بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا کہا یارسول اللہ (ﷺ) انصاف سے بانٹے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا افسوس اگر میں انصاف نہ کیا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ عرض کیا گیا' اگر حکم ہو تو اُس کی گردن اُڑا دی جائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا کہ

اُس کے ساتھ اُس کے ایسے دوست جمع ہو جائیں گے کہ تم اپنی نماز اور روزہ کو اُن کے نماز اور روزہ کے سامنے حقیر جانو گے' یہ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا' وہ اسلام سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتی ہے۔ اُن کا افسر ایک ایسا شخص ہوگا جس کا رنگ سیاہ اور اُس کا ایک بازو عورتوں کی طرح پستان کے مانند ہوگا اور اُس پر چند بال بھی ہوں گے جس طرح گھونس کے دُم پر ہوتے ہیں اور وہ دُنیا کے بہترین فرقہ سے مقابلہ کرے گا۔

خارجی فرقہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں یہ فرقہ پیدا ہوا اور آپ سے مخالفت شروع کیا' بالآخر جب نوبت جنگ کی پہنچی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بہت تفہیم کرائے' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ فرقہ راضی نہ ہوا تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس پہنچکر فرمائے کہ کم از کم اتنا تو کرو کہ تم مجھ سے جنگ نہ کرو' میں بھی تم سے جنگ نہیں کروں گا۔ مگر ظالموں نے اس خوش اخلاقی کی کچھ بھی قدر نہ کی ورنہ ایک بادشاہ وقت کو اتنی نرمی کیا ضرورت تھی؟ الغرض ان لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور یہ ارادہ کر لئے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی دوسری جنگ میں مصروف رہیں تو اس وقت کوفہ پر حملہ کر کے کوفہ لوٹ لیں' اب تو مجبوراً سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی فوجیں لے چلنا پڑا' اس پر بھی آپ نے دوبارہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجکر فہمائیش کئے' کچھ تو توبہ کئے' ماباقی جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ آمادہ جنگ ہونے والوں کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوجیں لئے ہوئے نہروان کی طرف بڑھے۔

راہ میں ایک عبادت خانہ تھا وہاں کے پجاری نے کہا' اے مسلمانوں کے امیر ٹھیرو لشکر کو آگے مت بڑھاؤ اس وقت مسلمانوں کا ستارہ گرا ہوا ہے جب یہ ستارہ عروج پر آئے اس وقت جنگ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ تم کو علم آسمانی کا دعویٰ ہے اچھا بتلاؤ فلاں ستارہ کے سیر کی کیا کیفیت ہے۔ اس پجاری نے کہا میں نے تو آج تک ایسا نام بھی نہیں سنا' اس کے بعد حضرت نے اور چند سوالات فرمائے کسی کا بھی جواب نہ دے سکا حضرت نے فرمایا کہ تم کو علمِ آسمانی کی پوری خبر نہیں ہے۔

اچھا زمین کی چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں' بتلاؤ تمہارے قدم کے نیچے کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا ایک برتن ہے اس میں اس سکہ کی اتنی اشرفیاں ہیں۔ اُس نے کہا' آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا' اس جنگ میں جو کچھ ہونے والا ہے اُس کی خبر' غیب (Knowledge of Unseen) کی خبریں بتانے والے رسول ﷺ دے چکے ہیں۔

جس طرح اس تمہارے واقعہ کی خبر دیئے ہیں' اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ میرے لشکر کے صرف دس شخص شہید ہوں گے اور خارجیوں کے لشکر کے سب مارے جائیں گے صرف دس بچیں گے۔

اس پجارے کے قدم کے نیچے کھودا گیا تو واقعی ایک برتن میں اسی سکہ کی اتنی ہی اشرفیاں نکلیں جتنے آپ فرمائے تھے وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔

جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا' میں ہمیشہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتا رہا لیکن خارجیوں کے مقابلہ کے وقت مجھے شک ہونے لگا تھا کہ آپ اس مقابلہ میں حق پر ہیں یا نہیں' کیوں کہ خارجیوں کی صورتیں نہایت مقدس تھیں اور وہ زاہد اور نیک لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ایک روز ایک سوار آیا اور کہا کہ امیر المومنین' مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمائے **'کَلَّا'** ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دوسرا سوار دوڑے ہوئے آیا اور کہا کہ مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے نہیں بڑھے۔ سوار نے کہا **واللہ** میں اُن کو بڑھتے ہوئے دیکھ آیا ہوں' سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ

فرمائے **واللہ** نہیں بڑھے' اُن کے قتل کی جگہ تو وہی ہے اُس سے آگے کیسے بڑھ جائیں گے۔

جندب کہتے ہیں میں نے دِل میں کہا' اب مجھے موقع ہاتھ آیا ہے کہ آزماؤں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہوئی خبر ہے اور دِل میں یہ عہد کیا کہ اگر مخالفین نہروان سے بڑھ گئے ہیں تو پہلا شخص میں ہوگا جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں گا اور اگر نہیں بڑھے ہیں تو پہلا شخص میں ہی ہوں گا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر حملہ کروں گا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ویسا ہی پایا جیسا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا......مخالفین کا ایک سپاہی بھی نہروان سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ میرا شانہ ہلا کر فرمائے' جندب اب تو ہمارا حق پر ہونا تم کو معلوم ہوا۔ میں نے کہا' بیشک امیر المومنین آپ حق پر ہیں۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔

صبح ظفر از مشرق انوار برآمد — فتح مندی کی صبح نورانی مشرق سے نکلی حاجتمندوں
اصحاب غرض را شب سودا بسر آمد — کے لئے اندھیری رات آخر ہوئی۔

الغرض سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی پورا ہوا اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کے صرف دس شخص شہید ہوئے باقی سب سلامت رہے اور مخالفین کے سب مارے گئے' صرف دس اشخاص نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالثدیہ (وہی شخص ہے جس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ کے پیشن گوئی میں اُوپر آچکا ہے) کو ڈھونڈو' رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اس جنگ میں وہ مارا جائے گا بہت کچھ ڈھونڈا گیا مگر وہ نہ ملا' آپ نے فرمایا' اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا' نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اس جنگ میں اُس کا مارا جانا ضروری ہے پھر ڈھونڈو' دوبارہ ڈھونڈا گیا تو وہ چالیس مُردوں کے نیچے دَبا ہوا ملا۔ سب نے دیکھ لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے جو سنا تھا وہ سب کچھ سچ ہوا۔

فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ

(Al-Munafiquoon (The Hypocrites)

Brief Introduction:

The hypocrites were playing their evil role from very beginning since migration. The leader of the hypocrites was Abdullah Bin Obaee. The Prophet knew everything about thim, particularly their role clearly open in the Battle of Uhud. Inspite of their clear anti-Islam activites, the Prophet did not want to expel them from Islam totally as in the beginning it was not advisable to wage war with the internal and external enemies simultaneously.

After gaining victory in the Battle of Mustalaque the Prophet was going back with his men of Madina, they stayed for rest near a well named as Mursi where the hypocrites played havoc. Two important incidents occured one related to the blasphemy against the pious wif of the Prophet (case of Ifk) will be narrated in chapter 24 (the Light), the second one related to serious rift created between Ansar (Helpers) and Muhajireen (Immigrants) in which both groups called their helpers in the name of Ansar and Muhajireen. It was feared that if both would fight being divided on territorial basis, the entire Muslim Ummah would be adversely effected. The Prophet reached at the spot at once and stopped them from their henious act of the period of ignorance.

Here the Prophet gave a clear warning to entire Muslim nation by declaring that division on the basis of territory, or group created enmity. Islam has come to remove all signs and practices of the time of ignorance.

When Abdullah Bin Ubaee and his men crossed every limit and left no stone unturned in defaming Islam and teasing the Prophet, then Allah revealed the chapter (Al-Munafiquoon) and the believers and hypocrites were clearly seprated from each other. Muslims have been advised to be sincere to their cause and not to be led away by the love of wealth and children.

یثرب میں دو قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے ۔ اُن میں دیرینہ رنجشیں اور رقابتیں تھیں جو معمولی بات پر جنگ کے شعلوں میں بدل جاتیں اور جب ایک مرتبہ جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھتے تو پھر برسوں بجھنے کا نام نہ لیتے، مسلسل خانہ جنگی کے باعث دونوں قبیلے کمزور ہوگئے تھے۔ صُلح وامن سے زندگی بسر کرنے کی خواہش اُنکے دِلوں میں چٹکیاں لینے لگی تھی لیکن اُن میں کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جو دونوں قبیلوں کے لئے قابلِ قبول ہو۔ آخر کار عبداللہ ابن ابی بن سلول جو خزرجی تھا' وہ ایک ایسے قائد کی حیثیت سے اُبھرا جس کی قیادت پر دونوں قبیلے متفق ہوگئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کا شمار اُن بد بخت لوگوں میں ہوتا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت والی اسلامی تحریک میں اپنی منافقت کے سبب انتہائی گھناؤنا کردار ادا کیا اور جو اللہ رب العزت کے غضب کا شکار ہوالہذا وہ شخص تاریخ میں 'رئیس المنافقین' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی' اس کے لئے تاج سُنار کے پاس بن رہا تھا۔ اس اثناء میں یثرب کی فضا میں اسلام کے اثرات بڑی قوت سے نمودار ہونے لگے۔ عقبہ اُولیٰ میں چند یثربی مشرف

باا سلام ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اسلام کی تبلیغ شروع کی ۔ دوسرے سال اسی موقع پر دونوں قبیلوں کے پچھتر افراد مکہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پر اسلام کی بیعت کی۔ اُن میں سے حضرت عباس ابن عبادہ بن نضلہ انصاری بھی تھے۔ اُن کی رائے یہ تھی کہ ابھی بیعت نہ کی جائے' عبداللہ ابن ابی بن سلول کو بھی اس میں شریک کرلیا جائے تا کہ اتحاد وتعاون کی جو فضا یثرب میں بڑی مدّت کے بعد پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی بدمزگی رونما نہ ہو' لیکن دوسرے ساتھیوں نے اُن کی اس تجویز کو کوئی اہمیت نہ دی اور سب نے شرفِ بیعت حاصل کرلیا۔ جب یہ قافلہ واپس یثرب پہنچا اور عبداللہ ابن ابی اور اس کے حواریوں کو اس کا علم ہوا تو اُن کے غم وغصّہ کی کوئی حد نہ رہی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اُس کی تاجپوشی کی رسم اب کبھی ادا نہ ہوگی۔ یہاں کے مسلمان جن میں خزرج کے رؤسا بھی شامل تھے' حضور سرورِ عالم ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا رئیس بنانا ہرگز پسند نہ کریں گے۔ معاہدہ کے مطابق مکّہ سے ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کچھ عرصہ کے بعد ہجرت کر کے یثرب تشریف لے گئے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے قدم رنجہ فرمانے سے یثرب مدینۃ النبی بن گیا۔ عبداللہ بن اُبی نے حضرت اسعد بن زرارہ' حضرت سعد بن مفاذ' حضرت سعد بن عبادہ' حضرت سعد بن ربیع' حضرت اسید بن حضیر' حضرت معاذ بن جبل' حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابوطلحہ انصاری' حضرت ابودرداء' حضرت جابر' حضرت ابوسعید خدری' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیدہ ودل فرش راہ کئے رسول اللہ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے اور جب اُس نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے استقبال میں درود وسلام کی سوغات لئے ہوئے کھڑا دیکھا تو وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور بڑبڑانے لگا۔ عبداللہ ابن ابی اور اس کے ہمراز ساتھیوں نے جب اپنے آقا کے ساتھ مسلمانوں کی والہانہ محبت کو دیکھا تو اُنہوں نے اپنا بھلا اسی میں سمجھا کہ وہ مسلمانوں میں شامل ہو جائیں۔

ظاہری طور پر اُنہوں نے کلمہ شہادت بھی پڑھ لیا۔ نمازوں میں بھی حاضر ہوتے ' بادل نخواستہ زکوٰۃ بھی دیا کرتے ......لیکن حضور نبی کریم ﷺ اور اسلام کے کے بارے میں بغض وعناد کے جذبات شدّت اختیار کرتے گئے ۔ وہ اس گھات میں رہتے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ کھڑا کر کے اُن کی جمعیت کو منتشر و پراگندہ کر دیں اور دوبارہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اوس وخزرج دونوں قبیلے حضور سے مایوس ہو کر عبداللہ ابن ابی بن سلول کو اپنا قائد اور رئیس تسلیم کر لیں ' لیکن عبداللہ ابن ابی تھا بڑا عیار ۔ عبداللہ بن اُبی یقین کرتا تھا کہ میں اکیلا نہیں ہوں ' یہود میرے ساتھ ہیں ' میں اُن سے مل کر ان سب سے انتقام لوں گا ۔ میں محمد (ﷺ) کے مشن کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا ۔ میں محمد (ﷺ) کو مدینہ سے بے دخل کر کے رہوں گا ۔ میں محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کو آپس میں لڑا دوں گا اُن میں تفرقہ پیدا کرا دوں گا اور افتراق کے بیج بو دوں گا ' ملت اسلامیہ کے اندر انتشار پیدا کر دوں گا ' مہاجرین (رضی اللہ عنہم) وانصار (رضی اللہ عنہم) میں پھوٹ ڈال دوں گا ' اسلامی تحریک کے خلاف طوفان اُٹھا کھڑا کر دوں گا ۔ میں دین محمد (ﷺ) کو قائم نہیں ہونے دوں گا ۔ میں ایسی چال چلوں گا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ۔ یہ تھا عبداللہ ابن اُبی ۔ منافقوں کا سرغنہ ' مجسمہ شر وفساد ۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن ۔ رسول اللہ ﷺ کا دشمن ۔ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا دشمن ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن ۔ دین اسلام کا منکر ۔ منکر آخرت ۔ بظاہر مسلمان اور باطن میں کٹر کافر اور پکا منافق ۔ جب بھی اسے موقع ملتا وہ اپنی جھوٹی عقیدت کو بڑے زور دار الفاظ سے ظاہر کرتا ' تا کہ اُس کے دل کا کھوٹ لوگوں پر عیاں نہ ہونے پائے ۔ اُس نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ جمعہ کے روز جب مدینہ اور مضافات کے تمام مسلمان اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نمازِ جُمعہ ادا کرنے کے لئے جمع ہو تے تو یہ بھرے مجمع میں اُٹھ کر یہ اعلان کرتا بھائیو ! یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے درمیان جلوہ فرما ہیں ۔ اُن کے ہر ارشاد کو گوشِ ہوش سے سنا کریں اور جو حکم دیں اس کی تعمیل کیا کریں ۔

اس کے باوجود بسا اوقات اُس کے دل میں چھپا ہوا بغض آشکارا ہو جاتا۔
ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں اس سے مڈبھڑ ہوگئی۔ اُس نے بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے سعد ابن عبادہ کو بلا کر شکایت کی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص قابل رحم ہے۔ حضور کی آمد سے پہلے اس کے لیے تاج بن رہا تھا اور اس کی تاجپوشی کی تقریب منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ حضور کے آنے سے اُس کے سارے خواب پریشان ہو گئے اور اُسکے پروگرام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ یہ تو سمجھتا ہے کہ حضور نے اُس کا تاج اور تخت چھین لیا ہے۔ اس لئے اُس سے نرمی کا برتاؤ بہتر ہے۔

جنگِ بدر کے بعد یہودی قبیلہ بنی قینقاع نے عہد شکنی کی تو حضور ﷺ نے اُن کی گوشمالی کے لیے اُن پر چڑھائی کا ارادہ فرمایا۔ یہ منافق اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اُن کی حمایت کے لئے تیار ہو گیا اور حضور ﷺ کی زرہ کے دامن کو پکڑ کے کھینچ کر کہنے لگا۔ یہ قبیلہ سات سو جنگجو مردوں پر مشتمل ہے یہ میرے حلیف ہیں' میرے اشارہ پر سربکف میدان میں آکودتے ہیں۔ کیا آپ میرے حلیفوں کو ایک دن میں ہی قتل کر دینا چاہتے ہیں؟

جنگ اُحد کا معرکہ مسلمانوں کے لیے انتہائی کرب واضطراب کا باعث تھا۔ کفارِ مکہ تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ طیبہ پر دھاوا بولنے کے ارادہ سے بڑھے آرہے تھے۔ مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی سے اس سے زیادہ جنگجو افراد کا ملنا ممکن نہ تھا۔ ان میں سے تین سو عبداللہ ابنِ ابی بن سلول کے حواری تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہزار کے لشکر کو لے کر میدان اُحد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ اپنے تین سو حواریوں سمیت الگ ہو گیا اور مدینہ واپس لوٹ آیا۔ آپ خود اندازہ لگائیے کہ مسلمانوں پر کیا گزری ہوگی۔ پہلے ہی مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں بہت کم تھی' عین لڑائی کے وقت تین سو ساتھیوں کا الگ ہو جانا مسلمانوں کے صبر وشکیب کی بڑی سخت آزمائش تھی' لیکن اس ظالم کو ایسی بے وفائی سے ذرا شرم نہ آئی۔

اس کا نفاق جس کو وہ اب تک بڑی ہوشیاری اور عیاری سے چھپائے ہوئے تھا مسلمانوں پر ظاہر ہوگیا۔ جنگِ احد کے بعد نماجمعہ کے لیے لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو حسب معمول اُس نے وہی جملے دہرانے چاہے جو ہر جمعہ کو وہ دہرایا کرتا تھا تو ایک مسلمان نے اُسے جھڑک کر کہا: کم بخت بیٹھ جاؤ، تمھیں ایسی باتیں اب زیب نہیں دیتیں۔ اُس نے اس چیز کو اپنی توہین خیال کیا اور بڑبڑاتا ہوا لوگوں کے سروں سے پھلانگتا ہوا مسجد سے نکل گیا۔ مسجد کے دروازہ پر بعض انصار نے اُسے ایسا کرنے سے منع کیا اور اُسے نصیحت کی کہ ابھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس غلطی کی معافی مانگ لو۔ وہ بگڑ کر بولا: میں اُن سے معافی مانگنے کے لئے ہرگز تیا نہیں ہوں۔

غزوۂ بنی نضیر کے موقع پر بھی اُس کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا۔ نبی نضیر کی عہد شکنی اور غداری کی سزا دینے کے لئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا تو اس خبیث نے انہیں کہلا بھیجا کہ گھبراؤ مت، میں اور میرے ساتھی تمہارے ساتھ شانہ بشانہ میدان جنگ میں مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے اور اگر ہمیں شکست ہوئی اور تمھیں یہاں سے جلا وطن ہونا پڑا تو تنہا تم ہی مدینہ کو نہیں چھوڑو گے ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ سے چلے جائیں گے۔ اُن کی اس سازش (Anti-Islam activities) سے یہود کے حوصلے کتنے بلند ہو گئے ہوں گے اور مسلمانوں کو کتنی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اُن کی اس سازش سے مطلع فرما دیا۔ اس طرح اُن کی منافقت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ ڈالا۔

اگرچہ حضور علیہ السلام اور سارے مسلمانوں پر ان لوگوں کی منافقت ظاہر ہو چکی تھی لیکن حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ اُن کو کلیتاً اسلام سے خارج کرنے کا اعلان نہ کیا جائے۔ بیرونی دشمنوں سے جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لیے مدینہ کے اندر ایک دوسرے محاذ پر جنگ کا آغاز مناسب نہ تھا۔ نیز عبداللہ ابن ابی بن سلول کے حواریوں میں اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے ذی اثر لوگ کافی تعداد میں تھے۔ ان حالات میں اُن سے لڑائی بڑے

خلفشار کا باعث بن سکتی تھی۔ دوسری طرف عبداللہ ابن ابی بن سلول اور اُس کے ساتھی بھی اس پوزیشن میں نہ تھے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اعلانیہ جنگ کر سکیں۔ انہوں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کے ساتھ مل جُل کر رہیں۔ اس طرح وہ مسلمانوں سے ہر طرح کا مفاد بھی حاصل کر سکتے تھے اور انہیں مناسب موقع پر مؤثر طریقہ سے گزند بھی پہنچا سکتے تھے۔

یہی حالات تھے جب غزوہ نبی مصطلق کی نوبت پیش آئی اور دوسرے اہل ایمان کے ساتھ عبداللہ ابن ابی بن سلول اور اُس کی پارٹی کے لوگوں کو بھی شرکت کا موقع مل گیا۔ اس سفر کے دوران میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے مسلمانوں پر دو ایسے مہلک وار کیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم مسلمانوں کی دستگیری نہ فرماتا تو مسلمان ان مہلک واروں سے جانبر نہ ہو سکتے۔

بنو مصطلق کا قبلیہ قدید کی سمت میں ساحل سمندر کے قریب آباد تھا۔ حضور کو اطلاع ملی کہ اس کا سردار حارث ابن ضرار اپنے قبیلہ کے جنگ جو بہادروں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھا کر رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زید ابن حارثہ اور بقول ابن ہشام ابوذر غفاری کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور خود بنی مصطلق کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ مریسیع کے کنوئیں کے قریب دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بنو مصطلق شکست کھا کر وہاں سے بھاگے' بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

فتح کے بعد حضور ﷺ نے چند روز اسی جگہ پر قیام فرمایا تا کہ مسلمان مجاہد جنگ کی تھکاوٹ کو دُور کر لیں' اور واپسی کے سفر سے پہلے تازہ دم ہو جائیں۔ اسی اثناء میں ایک خطرناک واقعہ رونما ہوا۔ حصرت عمر رضی اللہ عنہ جہجاہ ابن مسعود غفاری کو بطورِ خدمت گار اپنے ہمراہ لے گئے تھے تا کہ آپ کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرے۔ جہجاہ کنوئیں پر پانی لینے کے لیے گئے تو اُن کا ایک شخص سنان بن وبرہ الجہنی سے پانی بھرنے پر جھگڑا ہو گیا۔ بات بڑھ گئی اور ہاتھا پائی تک نوبت جا پہنچی۔ جہجاہ کی ایک ضرب سے سنان کو زخم آیا اور

خون بہنے لگا۔ اُس نے زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق زور سے پکارا: **یامعشر الانصار** (اے انصار میری مدد کو پہنچو) چونکہ اس کا قبیلہ انصار کا حلیف تھا۔ جہجاہ نے اپنے بچاؤ کے لئے '**یا معشر المهاجر ین**' (اے مہاجرین میری مدد کو پہنچو) کا نعرہ بلند کیا۔ دونوں طرف سے لوگ ہتھیار لیے ہوئے اپنے اپنے ساتھی کی مدد کو پہنچ گئے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ چھڑ جاتی اور نبی مصطلق پر انہیں جو فتح حاصل ہوئی تھی وہ شکست میں بدل جاتی۔ حضور ﷺ اپنے خیمہ سے جلدی جلدی تشریف لے آئے اور دونوں فریقوں کو مخاطب کر کے فرمایا: '**مابال دعویٰ الجاهلیته؟ مالکم ولد عوة الجاهلية دعو ها فانّها منتنة**' یہ تم نے جاہلیت کے نعرے لگانے کیسے شروع کر دیے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جاہلیت کی پکار بڑی بُری بات ہے۔ یہ بڑی گندی چیز ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مداخلت سے فتنہ وفساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد ہو گئے۔ سنان نے جہجاہ کو معاف کر دیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ منافقین تو اس واقعہ سے بہت خوش تھے' یکایک یہ آگ بجھ گئی تو اُن کے دلوں میں حسد کی جو چنگاریاں سلگ رہی تھیں وہ بھڑک اٹھیں۔ ایک ایک کر کے عبداللہ ابن ابی کے پاس پہنچے اور اُس پر برس پڑے کہ تو نے اس موقع پر ہماری کوئی امداد نہیں کی۔ اگر تو ذرا بھی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتا تو آج ہم ان بھکھ منگوں کا کچومر نکل دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اب اُن کے طرفدار بن گئے ہو' اور ہماری وہ توقعات جو ہم نے تم سے وابستہ کر رکھی تھیں اُن پر تم نے پانی پھیر دیا ہے۔ وہ نابکار پہلے ہی غصہ سے بھرا بیٹھا تھا۔ اُن کا یہ طعنہ سن کر وہ پھٹ پڑا اور کہنے لگا یہ سب تمہارے اعمال کا پھل ہے اب اسے چکھو۔ تم نے اُن مہاجروں کو آنکھوں پر بٹھایا۔ ان کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے' اُنکے قدموں میں دولت کے ڈھیر لگا دیئے۔ اب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں تو ہمیں گھورنے لگے ہیں۔ تمہاری مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی نے کہا ہے '**سَمِّن کلَبك یاکُلك**' (اپنے کتے کو پال کر موٹا کر وتا کہ وہ تمہیں ہی کاٹنے لگے)۔ اگر تم اُن لوگوں کو اپنا بچا کھچا کھانا دینا بند کر دو تو دو دن

میں اُن کے دماغ درست ہو جائیں اور بھوک سے تنگ آ کر (حضور کا اسم گرامی لے کر کہنے لگا) اس کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ مجھے مدینہ واپس جانے دو پھر تم تماشا دیکھنا۔

﴿یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنٰفقون /۸)

بکتے ہیں کہ یقیناً اگر ہم واپس ہوئے میدان سے مدینہ کی طرف تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اس سے نہایت ذلیل کو۔ (منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو)

(They say, if we return to Madina, the one most honourable will surely expel there from the one most mean)

الاعـز سے اُس نے اپنے آپ کو مراد لیا اور دوسرے لفظ **(اذل)** سے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ارقم بھی اس مجلس میں موجود تھے' یارائے ضبط نہ رہا' تڑاخ سے بولے: **انت واللّٰہ الذلیل القلیل المبغض فی قومك و محـمـد صـلی اللّٰہ علیه وسَلم فی عز من ارحمٰن و مودةٍ من المسلمین** (بخدا تو ذلیل ہے تو قلیل ہے تو اپنی قوم میں مبغوض ہے اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند رحمٰن نے عزتیں بخشی ہیں اور اہل ایمان اُن سے والہانہ محبت کرتے ہیں)

عبداللہ ابن ابی بولا خاموش ہو جاؤ' میں تو یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔ حضرت زید غصہ سے کانپتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور سارا واقعہ کہہ سُنایا۔ حضور ﷺ کو یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی۔ رُخِ انوار کا رنگ بدل گیا' بات ٹالنے کے لیے حضور ﷺ نے فرمایا' اے نوجوان! شاید تم اس کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ شاید تمہیں شبہ ہوا ہو' شاید تیرے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہو۔ ہر بار زید نے عرض کیا: **واللّٰہ یارسول اللّٰہ** (خدا کی قسم اے اللہ کے رسول میں صحیح عرض کر رہا ہوں) سارے لشکر میں یہ بات پھیل گئی۔ انصار کے ایک گروہ نے بھی زید کو ملامت کرنا شروع کی کہ ناسمجھ بچے نے خواہ مخواہ ہمارے سردار پر الزام لگایا اور اُسے بدنام کیا ہے۔ حضرت زید نے کہا بخدا

جو میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے وہی بتایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا میرے آقا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُس منافق کی گردن اُڑا دوں۔ اگر میرا اس کو قتل کرنا مصلحت کے خلاف ہے تو خود انصار میں سے معاذ ابن جبل یا عباد ابن بشر یا سعد ابن معاذ یا محمد ابن مسلمہ کو حکم فرمائیے کہ وہ اس کا سر قلم کر دیں۔ اللہ کے محبوب نے فرمایا ''ایسا نہ کرو' لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے'' اس کے بعد حضور نے فوراً کوچ کا حکم دیا اور تیس گھنٹے تک لگا تار سفر جاری رہا۔ نہ رات کو آرام نہ دن کو قیلولہ' لوگ تھک کر چور ہو گئے جب حضور ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا تو لوگ سواریوں سے اُترتے ہی زمین پر لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے۔ مقصد یہ تھا کہ مریسیع کے کنویں پر جو سانحہ ہوا تھا لوگوں کی توجہ اس طرف سے ہٹ جائے۔ راستے میں حضرت اُسید بن حضیر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بے وقت سفر کا سبب کیا ہے؟ پہلے تو حضور کا یہ معمول نہ تھا۔ ارشاد فرمایا: تمہیں علم نہیں کہ عبداللہ ابن ابی نے کیا گل کھلایا ہے۔ انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے اس منافق کی زبان سے نکلا ہوا جملہ دہرا دیا۔ وہ بصد ادب عرض پرواز ہوئے' یا رسول اللہ! خدا کی قسم عزت والے تو آپ ہیں اور وہ ذلیل ہے۔ آپ جب چاہیں اسے نکال سکتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس بات کا چرچا سارے لشکر میں ہو گیا۔ تمام انصار کو بھی اس کی گستاخی کا علم ہو گیا۔ اُن کے غصہ کی حد نہ رہی۔ بعض لوگوں نے از راہ خیر خواہی عبداللہ ابن ابی کو کہا کہ جاؤ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لو' حضور کریم ہیں' تیری خطا بخش دیں گے۔ وہ بے حیا جھٹ سے بولا' تم نے کہا اُن پر ایمان لے آؤ' میں ایمان لے آیا۔ تم نے کہا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دو' میں نے تمہاری یہ بات مان لی اور زکوٰۃ دیتا رہا۔ اب بس یہ کسر رہ گئی ہے کہ میں محمد کو سجدہ کروں۔ اُس کا یہ گستاخانہ جواب سن کر سارے مجاہدین غصہ سے بے تاب ہو گئے اور سب کے دِلوں میں اُس کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ جب یہ لشکر مدینہ طیبہ میں

داخل ہونے لگا تو عبداللہ ابن ابی کا لڑکا (اُن کا نام بھی عبداللہ تھا) تلوار کو بے نیام کر کے اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور بولا: اے باپ تم نے کہا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔ اب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عزت والا کون ہے اور ذلیل کون ہے۔ خدا کی قسم تم اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں اجازت نہ دیں۔

اپنے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر عبداللہ ابن ابی چلاّ اُٹھا: اے خزرج کے لوگو ذرا دیکھو میرا بیٹا مجھے مدینہ میں داخل ہونے سے روک رہا ہے۔ یہ خبر جب نبی کریم ﷺ کو ملی تو حضور نے فرمایا 'عبداللہ سے کہو کہ اپنے باپ کو گھر آنے سے نہ روکے'۔ عبداللہ نے کہا اگر میرے آقا کا یہ حکم ہے تو اب میں اپنے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہوں۔

اس قت حضور ﷺ نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو فرمایا: 'اے عمر! اگر تم اُس وقت اُس کو قتل کر دیتے تو تو انصار کے کئی لوگ ناراض ہوتے۔ آج اگر میں چاہوں تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی معترض بھی نہ ہوگا'۔ حصرت عمر رضی تعالی عنہ نے عرض کیا خدا کی قسم اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے رسول کی بات میری بات سے بہت زیادہ مبنی بر حکمت تھی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اسلامی سیاست کا سنگ بنیاد خالص اسلامی برادری قائم کرنا ہے جس میں رنگ و نسل اور زبان اور ملکی و غیر ملکی کے سب امتیازات بالکل ختم کر دیئے جائیں۔

غزوۂ بنی المصطلق میں پیش آنے والا ایک انصاری اور ایک مہاجر کا جھگڑا اور دونوں طرف سے انصار و مہاجرین کو اپنی مدد کے لئے پکارنا' یہ وہ جاہلیت کا بت تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ دیا تھا اور مسلمان کہیں کا رہنے والا ہو' کسی رنگ و زبان

اور کسی نسل وقدم کا ہو' سب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ انصار ومہاجرین میں باقاعدہ پھر مواخات کرا کر اُن کی مشترک اسلامی برادری بنادی تھی مگر شیطان کا یہ پرانا جال ہے جس میں لوگوں کو پھنسا کر باہمی جھگڑوں کے وقت قوم و وطن اور زبان و رنگ وغیرہ کو تعاون وتناصر کی بنیاد بنا دیتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تعاون وتناصر کا اسلامی معیار حق وانصاف سب کے ذہنوں سے اوجھل ہو جاتا ہے صرف برادری اور قومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اصول بن جاتا ہے اس طرح وہ مسلمانوں کو مسلمانوں سے بھڑا دیتا ہے اس واقعہ میں بھی کچھ ایسی ہی صورت بن رہی تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً موقع پر پہونچ کر اس فتنہ کو ختم کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ جاہلیت وکفر کا بدبودار نعرہ ہے اس سے بچو اور پھر سب کو قرآنی اصول وتعاون پر قائم کر دیا جس میں ارشاد ہے ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ/۲) اور تم نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم (سرکشی) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (And help each other in righteousness and piety, and help not one another in sin and transgression) یعنی مسلمانوں کے لئے کسی کی مدد کرنے یا مدد حاصل کرنے کا معیار یہ ہونا چاہئے کہ جو شخص عدل وانصاف اور نیکی پر ہے اس کی مدد کرو اگر چہ وہ نسب وخاندان اور زبان ووطن میں تم سے الگ ہو اور جو شخص کسی گناہ اور ظلم پر ہو اس کی ہرگز مدد نہ کرو اگر چہ وہ تمھارا باپ' اور بھائی ہی ہو۔ یہی وہ معقول اور منصفانہ بنیاد ہے جس کو اسلام نے قائم فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے ہر قدم پر اس کی خود حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت کی سب رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں اب عربی عجمی' کالے گورے' ملکی غیر ملکی کے امتیازات کے بت ٹوٹ چکے ہیں باہمی تعاون وتناصر کی اسلامی بنیاد صرف حق وانصاف ہے سب کو اس کے تابع چلنا ہے۔ اس واقعہ نے ہمیں یہ بھی سبق دیا ہے کہ دشمنان اسلام آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے کے لئے یہی برادری اور وطنی قومیت کا حربہ

استعمال کرتے ہیں۔ جب اور جس وقت موقع مل جاتا ہے اسی سے کام لے کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں۔

افسوس ہے کہ زمانہ دراز سے پھر مسلمان اپنے اس سبق کو بھول گئے' اور اغیار نے مسلمانوں کی اسلامی وحدت کے ٹکڑے کرنے میں پھر وہی شیطانی جال پھیلا دیا اور دین واصول دین سے غفلت کی بناء پر عام دینا کے مسلمان اس جال میں پھنس کر باہمی خانہ جنگیوں کے شکار ہو گئے اور کفر والحاد کے مقابلہ کے لئے متحدہ قوت پاش پاش ہو گئی۔ صرف عربی و عجمی ہی نہیں' عربوں میں مصری' شامی' سوڈانی' فلسطینی' یمنی' لبنانی...... ایک دوسرے سے متحد نہ رہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں پنجابی' بنگالی' سندھی' ہندی' پٹھان اور بلوچی...... باہم آویزش کے شکار ہو گئے۔ دشمنان اسلام ہماری آویزش سے کھیل رہے ہیں اس کے نتیجہ میں وہ ہر میدان میں ہم پر غالب آتے جاتے ہیں اور ہم ہر جگہ شکست خوردہ غلامانہ ذہنیت میں مبتلا انہی کی پناہ لینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ کاش۔ آج مسلمان اپنے قرآنی اصول اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر غور کریں' غیروں کے سہارے جینے کے بجائے خود اسلامی برادری کو مضبوط بنالیں' رنگ ونسل اور زبانی و وطن کے بتوں کو پھر ایک دفعہ توڑ ڈالیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کا مشاہدہ کھلی آنکھوں ہونے لگے۔

صحابہ کرام کی اسلامی اصول پر بینظیر ثابت قدمی اور مقام بلند

صحابہ کرام کے دلوں میں اسلام رچا بسا ہوا تھا۔ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت کا ایسا غلبہ تھا جس میں کوئی رشتہ ناطہ برادری اور قومیت حائل نہ ہوئی۔ اس کی شہادت خود اسی واقعہ میں اول زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوئی کہ وہ خود بھی قبیلۂ خزرج کے آدمی ہیں اور عبداللہ ابن ابی اس قبیلہ کا سردار تھا...... اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اس کی عزت وعظمت کے قائل تھے لیکن جس وقت اُس کی زبان سے مؤمنین مہاجرین اور خود حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف الفاظ سنے تو برداشت نہ

کر سکے، اسی مجلس میں عبداللہ ابن ابی کو منہ توڑ جواب دیا پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکایت پیش کر دی۔ اگر آج کل کی برادری پرستی ہوتی تو اپنی برادری کے سردار کی یہ بات وہ کبھی حضور ﷺ تک نہ پہو نچاتے۔ اس واقعہ میں خود عبداللہ ابن ابی کے بیٹے عبداللہ کے واقعہ نے اس کو کسی قدر روشن کر دیا کہ اُن کی محبت وعظمت کا اصلی تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب حضور نبی کریم ﷺ سے تھا۔ جب اپنے باپ سے اُن کے خلاف بات سنی تو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود اپنے باپ کا سر قلم کرنے کی پیشکش کر دی اور اجازت طلب کی حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے روک دیا، تو مدینہ کے قریب پہونچ کر باپ کی سواری کو بٹھا دیا اور مدینہ جانے کا راستہ روک کر باپ کو مجبور کیا کہ وہ یہ اقرار کرے کہ عزت دار صرف رسول اللہ ﷺ ہیں وہ خود ذلیل وخوار ہے پھر رسول اللہ ﷺ کی اجازت ملنے سے پہلے باپ کا راستہ نہیں کھولا۔

اس کے علاوہ بدر، احد اور احزاب کی جنگوں نے تو بذریعہ تلوار اس قوم پرستی اور وطنی پرستی کے بت کے ٹکڑے اڑائے ہیں جس نے ثابت کر دیا کہ مسلمان کسی قوم ووطن اور کسی رنگ وزبان کا ہو وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور جو اللہ ورسول کو نہ مانے وہ اگرچہ حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو وہ دشمن ہے۔

مسلمانوں کے مصالح عامہ کی رعایت اوران کو غلط فہمی سے بچانے کا اہتمام

اس واقعہ نے ہمیں ایک سبق یہ دیا کہ جو کام فی نفسہٖ جائز و درست ہو مگر اس کے کرنے سے کوئی یہ خطرہ ہو کہ کسی مسلمان کو خود غلط فہمی پیدا ہو گی یا دشمنوں کو غلط فہمی پھیلانے کا موقع ملے گا تو یہ کام نہ کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کا نفاق کھل جانے کے بعد بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ کو قبول نہیں فرمایا کہ اس کو قتل کیا جائے، کیونکہ اس میں خطرہ یہ تھا کہ دشمنوں کو عام لوگوں میں یہ غلط فہمی پھیلانے کا موقع مل جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔

مگر دوسری روایات سے یہ ثابت ہے کہ غلط فہمی کے خطرہ سے ایسے کاموں کو چھوڑا جا سکتا جو مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہوں، گو مستحب اور کارِ ثواب ہوں، کسی مقصد شرعی کو ایسے خطرہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا بلکہ خطرہ کے ازالہ کی فکر کی جائے گی اور اس کام کو کیا جائے گا۔

گروہ منافقین خذلہم اللہ تعالیٰ

یہودی اسلام دشمنی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے وہ اپنی شرارتوں، دل آزاریوں اور فتنہ انگیزیوں سے اسلام کو جس حد تک نقصان پہنچا سکتے تھے وہ اس رنگ کو اختیار کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔ اُن کا ایک ہی مقصد تھا جس کے حصول کے لئے انھوں نے اپنے جملہ مادی وسائل، اپنی جانوں بلکہ اپنے دین اور عقیدہ کو داؤ پر لگا رکھا تھا وہ اسلام کو ہر قیمت پر زک پہچانے کے لئے کسی بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

بعضوں نے منافقت کو اختیار کر لیا تھا کہ بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان بھی لے آئے تھے اپنے آپ کو بہت بڑا اور پکا مسلمان ظاہر کرتے تھے اُن کا مقصد مسلمانوں کو ڈسنا تھا۔ اُن کی صفوں میں داخل ہو کر اُن کے شیرازہ کو منتشر کریں، ملت مسلمہ کے لئے کُھلے کافروں سے بھی یہ زیادہ خطرناک تھے قرآن کریم کی صدہا آیات اُن کی مذمت میں نازل ہوئیں، یعنی اُن کی فتنہ پردازیوں سے نیک دل اور سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا۔ اُن کا طریقہ کار یہ تھا وہ مسجد میں حاضر ہوتے، مسلمانوں کی باتیں سنتے پھر اُن پر پھبتیاں کستے اور اُن کے دین کا مذاق اُڑاتے۔ اور جب بھی انھیں موقع ملتا ذات پاک حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدف تنقید بناتے۔ کبھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرتے (جیسا کہ آجکل بدعقیدہ و بد باطن وہابی حضور نبی کریم ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے ہیں) کبھی دینی تعلیمات پر اعتراض کرتے اور کبھی مسلمانوں کی غربت اور افلاس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے۔

منافقین کے سرداروں میں سے ایک کا نام **زید بن الصلت** تھا۔ ایک دفعہ حضور

سرورِ عالم ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی' اُس نے جھٹ زبان طعن دراز کی۔ کہنے لگا کہ محمد (فداہ ابی وامی) یوں تو دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کے پاس آسمان کی خبر رہتی ہے اور اتنا علم بھی نہیں کہ اُس کی اونٹنی کہاں ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اُس کی یہ بات سنی تو حضور نے فرمایا: بخدا ! میں اس چیز کو جانتا ہوں جس کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کی ٹہنی کے ساتھ اُلجھ گئی ہے اور وہ وہاں رکی ہوئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

چند مسلمان اس وادی میں گئے اس اونٹنی کو اسی حالت میں دیکھا جس طرح نبی کریم ﷺ نے بتایا تھا۔ منافقین میں نعمان بن اوفی۔ عثمان بن اوفیٰ۔ رافع بن حریملہ بہت مشہور تھے۔ جب وہ مرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ مَاتَ اَلْیَو مَ عَظِیْمٌ مِّنْ عُظَمَآءِ الْمُنَافِقِیْنَ۔ آج ایک بڑا منافق ہلاک ہو گیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں سخت آندھی چلی حضور نے فرمایا: **اِنَّھَا ھَبَّتْ لِمَوْتِ عَظِیْمٍ مِّنْ عُظَمَآءِ الْکُفَّارِ۔** ایک بہت بڑا کافر مرا ہے اس لئے یہ آندھی چلی ہے۔

جب مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس روز رفاعہ ہلاک ہوا تھا۔ ایک روز یہ لوگ مسجد شریف میں جمع ہوئے' اللہ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہے ہیں' آہستہ آہستہ بول رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے اُن کی اس حالت کو دیکھ کر حکم دیا کہ اُن کو کان سے پکڑ کر دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے ہم قبیلہ عمرو بن قیس کو اُس کے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور اُسے مسجد سے باہر کر دیا۔ وہ ملعون کہہ رہا تھا۔ اے ابو ایوب ! کیا تم مجھے بنی ثعلبہ کے اونٹ اور بکریاں باندھنے کی جگہ سے نکالتا ہے۔ یہ وہ شخص تھا جو عہد جاہلیت میں بنی نجار کے بتوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ اُس کو باہر پھینکنے کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

ایک دوسرے منافق رافع بن ربیعہ النجاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ بھی اُن کے قبیلہ کا فرد تھا اوراس کی چادر سے اُس کوگھسیٹا **فَلَبَّبَه' بردائه ثُمَّ نَتَرَه' نَتْرًا شَدِيدًا** اور اُس کے چہرے پر خوب طمانچے مارے اور اُس کو مسجد سے نکال دیا۔ آپ اُسے کہہ رہے تھے **اف لك منافقا خبيثاً** اے خبیث منافق تجھ پر ہلاکت ہو۔

ایک دوسرے صحابی عمارہ بن حزم' زید بن عمرو منافق کی طرف لپکے۔اُس کی بڑی لمبی ڈاڑھی تھی اس کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ پھر اُس کو سختی سے کھینچتے ہوئے لے گئے اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے اسے سینے میں دھکا دیا وہ منہ کے بل گر پڑا وہ کہہ رہا تھا۔ اے عمارہ! تو نے مجھے زخمی کر دیا حضرت عمارہ نے کہا:

اَبعُدَكَ اللّٰه يَامُنَافِقْ فَمَا اَعَدَّ اللّٰه لَكَ مِنَ الْعَذَابِ اَشَدَّ مِنْ ذَلِكَ وَلَا تقْرَبَنَّ مَسجِدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰه عَلَيْه وَ سَلَّمه اے منافق! اللہ تجھے ہلاک کرے۔ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ خبردار! آج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مسجد کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا۔

ایک اور صحابی ابو محمد مسعود ابن اوس جو بدری تھے وہ قیس بن عمرو بن سہل' منافق پر جھپٹے۔ وہ نوجوان تھا اور منافقوں میں یہی ایک نوجوان تھا اس کے علاوہ سارے بوڑھے تھے۔ آپ نے اس کو پیچھے سے دھکے دیتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا۔

بنی خدرہ سے ایک مسلمان کھڑا ہوا' وہ حارث بن عمرو منافق پر جھپٹا۔ اُس کے سر پر بڑے خوبصورت بالوں کا گچھا تھا۔ اس بالوں کے گچھے سے اسے پکڑا اور زمین پر اسے سختی سے گھسیٹتے ہوئے لے گیا اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ حارث نے کہا: تم مجھ پر بڑی سختی کی ہے اس مسلمان نے جواب دیا: اے اللہ کے دشمن! تم اسی کے سزاوار تھے۔ تو پلید ہے۔ آج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے قریب ہرگز نہ آنا۔ بنی عمرو بن عوف کا ایک شخص اپنے بھائی زوی بن الحارث منافق کی طرف گیا اور بڑی شدت سے دھکے دیتے ہوئے اور ملامت کرتے ہوئے اس کو مسجد سے نکال دیا۔ اسے کہا کہ شیطان

نے تجھ پر غلبہ پالیا ہے اور تو اس کا بندہ بے دام بن کر رہ گیا ہے۔

منافقین کا گروہ اپنی عیاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ وہ حضور ﷺ کی دل آزادی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اور رات دن مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اسلام کو ناکام بنانے کے لئے سوچ بچار میں غرق رہتے تھے۔ (ضیاء النبی)

اوس وخزرج کے منافقین

ان دو قبائل نے اسلام کی سربلندی کے لئے جس بے مثال کردار کا مظاہرہ کیا۔ جس مالی ایثار' اور جانی قربانیوں کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں پیش کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو انصار کے معزز لقب سے ملقب کیا۔ لیکن ان میں بھی چند ایسے ازلی بد بخت تھے جنہوں نے بظاہر تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اُن کے باطن کفر وشرک کی عفونتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند بدنصیبوں کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

اوس۔ **جلاس بن سوید بن الصامت** یہ بھی منافقوں کا سرغنہ تھا۔ جنگ تبوک میں اُس نے شرکت نہیں کی بلکہ گھر بیٹھا رہا اور اُس نے کہا تھا۔

لَئِنْ كَانَ هٰذَا الرجل صَادِقًا لَنَحْنُ شَرٌّ مِّنَ الْحُمُرِ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی بد تر ہیں۔

اس کی بیوی کا بیٹا حمیر بن سعد' سچا مسلمان تھا۔ اس کے باپ کے فوت ہونے کے بعد اس کی ماں نے جلاس سے نکاح کیا تھا۔ حمیر نے جب جلاس کی یہ بیہودہ بات سنی تو اس نے کہا: بخدا اے جلاس! تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اور سب سے زیادہ میرے نزدیک معزز ہے اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن آج تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں نبی کریم ﷺ تک یہ بات پہنچاؤں تو تم رسوا ہو جاؤ گے اور اگر میں خاموش رہتا ہوں تو میرا دین غارت ہو جاتا ہے۔ تیرا رسوا ہونا مجھے

گوارا ہے۔لیکن میں اپنے دین کو برباد نہیں کرسکتا۔ حمیر گیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جلاس نے جو کہا تھا اُس کے بارے میں عرض کردی۔ جلاس سے جب باز پرس کی گئی تو اُس نے قسم اُٹھادی کہ میں نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ حمیر نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اُس کا پردہ چاک کردیا۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (التوبہ/۷۴) (منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد۔ اورانہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کردیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل وکرم سے' سوا گروہ توبہ کرلیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لئے۔

(They swear by Allah that they said it not, and no doubt, necessarily they uttered the word of infidelity and became infidels after accepting Islam and they has desired that which they could not get; and what they felt bad, only this that Allah and His Messenger has enriched them out of His grace; then if they repent, it is good for them)

بعد میں اللہ تعالیٰ نے جلاس پر توبہ کا دروازہ کھولا۔اُس نے سچے دل سے توبہ کی اوراس پر مستحکم رہا۔

اسی قبلیہ کا ایک اور شخص نبیل بن حاث تھا۔اس نے بارگاہ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا: اِنَّمَا مُحَمَّدٌ اُذُنٌ مَنْ حَدَّثَهٗ شَيْئًا صَدَّقَهٗ کہ محمد (ﷺ) کانوں کے کچے ہیں ہر شخص کی بات مان لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کواس گستاخ کی گستاخی گوارا نہ ہوئی فوراً یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (التوبۃ/٦١) اور کچھ اُن میں سے ایسے ہیں جو اپنی (بدزبانی) سے اذیت دیتے ہیں نبی کریم کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے اُن کے لئے جو ایمان لائے تم میں سے جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(And of them some are those who hurt the Communicator of the hidden news (the Prophet) and say "he is an ear" ; say, "He is an ear for good of you, believes in Allah and believes the words of Muslims, and is a mercy for those who are Muslims among you, And those who hurt the Messenger of Allah, for them is the painful torment)

اسی کے بارے میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَى الشَّيْطٰنِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى نَبْتَلِ بْنِ الْحَارِثْ ’’جوشخص شیطان کو دیکھنا پسند کرتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے۔‘‘

اُس کا جسم بھاری بھرکم تھا' قد لمبا' رنگت سیاہ تھی' بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں سرخ تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ کے پاس ایک شخص آکر بیٹھتا ہے فربہ جسم پراگندہ مو' زرد چہرہ' سرخ آنکھیں' گویا تانبے کی دو ہانڈیاں ہیں اس کا جگر گدھے کے جگر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ آپ کی باتیں سن کر منافقوں کو جا کر بتاتا ہے اس سے محتاط رہئے۔ (الاکتفاء جلد۱ ص ۴۷۸)

ابو عامر فاسق

اس نے زمانہ جہالت میں ہی رہبانیت اختیار کرلی تھی اور کمبل کا لباس پہنا کرتا تھا لوگ اس کے تارک الدنیا ہونے کی وجہ کہ سے بڑی عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ رحمت عالم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اس کی ساری قوم نے اسلام قبول کرلیا لیکن اس نے اپنے لئے کفر کو پسند کیا۔ ایک دن حضور پُر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یہ کون سا دین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: میں ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا دین ابراہیمی پر تو میں ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا یا محمد۔ آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کردی ہیں جن کا اس دین سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا میں نے کوئی غیر چیز اس میں داخل نہیں کی۔ میں نے اس کو ساری آلائشوں سے پاک صاف کرکے پیش کیا ہے۔ اس بد بخت کی زبان سے نکالا: **اَلْکَاذِبُ اَمَاتَہُ اللّٰہُ طَرِیْدًا غَرِیْبًا وَحِیْدًا** 'کہ جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل وعیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا موت دے۔'

اس کا اشارہ سرورِ عالم ﷺ کی طرف تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اَجَلْ فَمَنْ کَذِبَ یَفْعَلُ اللّٰہُ ذٰلِکَ بِہٖ 'بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے۔'

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دس پندرہ عقیدت مندوں کو لے کر وہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو۔ کچھ عرصہ بعد جب مکہ مکرمہ پر اسلام کا پرچم لہرا دیا گیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا جب اہل طائف نے اسلام قبول کرلیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے

اہل وعیال سے دور غریب الوطنی میں کسمپرسی کی حالت میں ہلاک ہوگیا۔ اور جو دُعا خود اُس نے مانگی تھی جس پر سرکار رسالت ﷺ نے آمین فرمائی تھی وہ قبول ہوئی۔ اور دُنیا کو معلوم ہوگیا کہ جھوٹا کون ہے۔ تارک الدنیا ہونیکی وجہ سے جو عزت اور احترام لوگوں کے دِلوں میں اُس کے بارے میں پیدا ہوا تھا وہ اُس کے لئے حجاب ثابت ہوا۔ اور اسلام کی نعمت سے محرومی کا باعث بنا۔ (الاکتفاء جلد ا)

خزرج

عبداللہ ابن ابی بن سلول' جو رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہے وہ اسی قبیلہ کا ایک بد بخت اور بدنصیب فرد ہے۔ یہ بلند قامت' وجیہ اور با اثر شخصیت کا مالک تھا اوس اور خزرج دونوں قبیلوں نے اُس کی سرداری کو تسلیم کرلیا تھا وہ اسے اپنا متفقہ حکمران بنانا چاہتے تھے۔ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی' اس کے لئے تاج سُنار کے پاس بن رہا تھا۔ اسی اثناء میں مطلع نبوت وہدایت کا آفتاب عالمتاب طلوع ہوا۔ جس کے نور سے لوگوں کے قلوب واذہان روشن ہوگئے اور عبداللہ بن ابیؒ کی بادشاہی کے اعلان کیلئے جو تقریب منعقد ہونے والی تھی وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ کردی گئی۔ اس سے اُس کو انتہائی صدمہ تھا۔ اس کے سارے قبیلہ نے کیونکہ اسلام قبول کرلیا تھا اس لئے اس نے بھی مجبوراً اسلام قبول کیا لیکن اس کے دل میں حسد کی آگ ہمیشہ سلگتی رہتی تھی۔ غزوہ نبی مصطلق کے موقع پر یہی وہ بد بخت آدمی تھا جس نے یہ کہا تھا۔

﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنٰفقون / ٨)

(منافق) کہتے ہیں کہ یقیناً اگر ہم واپس ہوئے میدان سے مدینہ کی طرف تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اس سے نہایت ذلیل کو۔

(They say, if we return to Madina, the one most honourable will surely expel there from the one most mean)

اسامہ بن زید' بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ ایک دفعہ بیما ہوگئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے' جس گدھے پر حضور ﷺ سوار تھے اس پر زین کسی ہوئی تھی اور اس پر فدک کا بنا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا اور اس کی باگ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ' عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے' اُس کے اِرد گرد اُس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے جب اسے دیکھا تو یونہی گزر جانا مناسب خیال نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اُترے اور اسے سلام فرمایا اور اُس کے پاس کچھ وقت کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں اور اللہ تعالی کی طرف دعوت دی اس کے ذکر کی تلقین کی۔ پھر نافرمانی سے ڈرایا۔ بشارتیں دیں۔ اور عذاب الٰہی سے خبردار کیا۔ عبداللہ چپ چاپ' گم صم ہوکر بیٹھا رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو عبداللہ نے کہا: **يَـا هٰذَا اِنَّـهٗ لَا اَحْسَـنُ مِـنْ حَـدِيثِكَ هـٰذَا اِنْ كَانَ حَقًّا ۚ فَاجْلِسْ فِىْ بَيْتِكَ فَمَنْ جَآءَكَ فَحَدِّثْهُ اِيَّاهُ وَمَنْ لَّمْ يَأْتِكَ فَلَا تَغْشَهٗ بِهٖ وَلَا تَأْتِهٖ فِىْ مَجلِسِهٖ بِمَا يَكْرَهٗ** 'اے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن گفتگو کا یہ طریقہ پسند نہیں۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اُسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اُس کے ہاں جاکر نہ گھسیں اور اُس کی مجلس میں جاکر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔'

حضرت عبداللہ ابن رواحہ اس کی اس گستاخی کو برداشت نہ کرسکے اور عرض کی:

بَلـىٰ فَا غْشِنَا بِهٖ وَائْتِنَا فِىْ مَجَالِسِنَا وَدُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا ۚ فَهُوَ وَاللّٰهِ مَا نُحِبُّ وَمَا اَكْـرَمَـنَـا اللّٰهُ بِهٖ وَهَدَانَا لَهٗ آپ بصد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں ہماری مجلسوں میں قدم رنجہ فرمائیں ہمارے گھروں اور مکانوں کو اپنی آمد سے شرف بخشیں۔ بخدا یہ ایسی چیز ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔

حضور نبی مکرم ﷺ وہاں سے اٹھ کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اللہ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ مجھے حضور کے رخ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آرہے ہیں' شائد حضور نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور کو ناپسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں بخدا! اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے پاس لے آیا اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوا رہے تھے وہ دیکھتا ہے کہ حضور نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے اس لئے وہ پیچ و تاب کھاتا ہے اور ایسی ناشائستہ باتیں کرتا ہے۔ (الاکتفاء جلد اص ۴۸۰)

مسجد سے منافقین کو نکال دینے کا حکم نبوی

ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے' دیکھا منافقین ایک دوسرے سے سر جوڑے بیٹھے ہیں اور سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان نابکاروں کو مسجد سے باہر نکال دیں چنانچہ اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل میں مسلمانوں نے اُن کو چن چن کر باہر نکالا' کسی کو دَھکے دے کر' کسی کو بازو سے پکڑ کر' کسی کو ٹانگ سے گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ اور انہیں جھڑکتے ہوئے کہا: خبردار آئندہ اس پاک خانہ خدا کو اپنے ناپاک قدموں سے آلودہ کرنے کی جسارت نہ کرنا۔ اس گروہ منافقین میں جن منافقوں کا تعلق قبائل یہود سے تھا وہ مسلمانوں کو پریشان کرنے اور ان کی دل آزاری کرنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ ان کی فتنہ انگیزی کا طریقہ ازبس خطرناک تھا۔ وہ آتے بڑے ذوق شوق سے اسلام قبول کرتے۔ چند روز تک اسلامی احکام کے بجالانے میں بڑے جوش وخروش کا اظہار کرتے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا یہ جوش وخروش مدھم پڑنے لگتا اور آخر کار وہ اچانک اعلان کر دیتے کہ ہم نے بڑے

شوق سے اس نئے دین کو قبول کیا تھا لیکن ان مسلمانوں کو قریب آ کر دیکھا اور آزمایا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ تو اندر سے بہت کھوٹے ہیں اُن کا ظاہر کچھ اور ہے باطن کچھ اور' اس لئے ہم نے انہیں چکھ کر تھوک دیا ہے۔ یہ مذہب اس قابل ہی نہیں کہ کوئی شریف آدمی اس کو قبول کرے......اس ڈرامے سے اُن کا مقصد سادہ لوح لوگوں کو دین اسلام سے متنفر اور برگشتہ کرنا ہوتا' قرآن کریم میں ان کی اس سازش (Anti-Islam activities) کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ (ال عمران/۷۲) اور کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے کہ مان لیا کرو اس کو جو اُتارا گیا ہے ایمان والوں پر صبح سویرے اور مرتد ہو جاؤ اس سے شام کو' شاید مسلمان لوگ بھی مرتد ہو جائیں (معارف القرآن' حضور محدث اعظم ہند)

''کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے کہ ایمان لاؤ اس کتاب پر جو اُتاری گئی ایمان والوں پر صبح کے وقت اور انکار کردو اس کا سر شام۔ شائد (اس طرح) وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔'' (ضیاء القرآن)

A section of the people of the Book said; believe at morning in that which has been sent down upon the believers and deny at evening; perchance they may return.

وہ شب و روز اسی ادھیڑ بن میں رہتے کہ کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کردیں اسلام سے پہلے جس طرح وہ ایک دوسرے سے دست بگریبان رہا کرتے تھے اب بھی وہ ایک دوسرے کی بدخواہی میں لگ جائیں۔ اُن کی یہ کوششیں بسا اوقات اپنے برگ و بار لے آتیں' چنانچہ اوس و خزرج کے نوجوان اپنی تلواریں بے نیام کر کے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے۔ نبی رحمت ﷺ کو خود مداخلت کرنا پڑی' حضور نبی کریم ﷺ بنفس نفیس موقع پر تشریف لے آئے اور دونوں قبیلوں

کولڑنے سے بچالیا۔حضور پرنور ﷺ کی نصیحت کرنے سے اُن کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو دشمن کی چال تھی وہ ایک بار پھر ہمارے درمیان فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا کر جنگ بعاث کے المیہ کو دوہرانا چاہتا تھا۔انہوں نے بارگاہ رسالت میں اپنی اس طفلانہ حرکت پر معذرت کی اور ایک دوسرے سے معافی مانگ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو اپنے اس ارشاد سے سرفراز فرمایا ﴿**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ**﴾(آل عمران/۱۰۰) اے ایمان والو اگر کہنے پر چلے تم کسی کے جن کو کتاب دی گئی ہے تو پھر کر دیں گے تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر۔ (معارف القرآن)

''اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب سے۔تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔'' (ضیاء النبی)

O believers ! if you obey some of the people of the Book, theny they will render you infidels after you belief.

بعض یہودیوں اور منافقین کے عدم قتل کی حکمت

Reasons for not killing some Jews and Hypocriates

منافقین کے ساتھ درگزر فرمانے کا معاملہ توجہ طلب ہے۔ابتداء اسلام میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مانوس اور عقیدت مند بنانے کے لئے اور اُن کے قلوب کو اسلام کی جانب راجع فرمانے کے لئے ان منافقین کے ساتھ نرمی فرماتے تھے۔حضور نبی مکرم ﷺ، صحابہ سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلی اخلاق واقدار کو بلند کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے نفرت بڑھانے کے لئے مبعوث نہیں فرمایا گیا،لہذا تم آسانی اختیار کرو اور مشقت میں نہ پڑو۔اطمینان وسکون حاصل کرو اور دوسروں کو بھی اطمینان دلاؤ، نفرت کا اظہار نہ کرو اور دوسروں کو بھی متنفر نہ ہونے دو اور دوسروں کو یہ موقع نہ دو کہ وہ یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے ہم نشینوں کو قتل کرتے تھے۔ (کتاب الشفاء)

حضور علیہ السلام کا طرزِ عمل : سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین کی خاطر تواضع فرماتے' اُن کے ساتھ حُسنِ اخلاق اور حسن سلوک سے پیش آتے' اُن کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو تحمل کے ساتھ برداشت کرتے اور ان تکالیف پر صبر فرماتے۔ اس طرزِ عمل کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حکم ربی ہی یہ تھا قرآن پاک شاہد ہے:

﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔(المائدہ/۱۳) اور ہمیشہ آگاہ ہوتے رہو گے اُن کی ایک نہ ایک خیانت پر' مگر تھوڑے اُن میں سے' تو اُن سے عفو سے کام لو اور درگزر کرو' بے شک اللہ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔ (معارف القرآن)

اور آپ ہمیشہ اُن کی ایک نہ ایک ادا پر مطلع ہوتے رہیں گے لہٰذا اُن میں سے تھوڑے سے لوگوں سے درگزر فرمالیں اور انہیں معاف کردیں اور اُن سے درگزر فرمائیں بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

And you shall always continue to be told of one or the other of their treachery, save a few of them, so pardon them, and overlook them. Undoubtedly Allah loves the benefactors.

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ﴾

(حٰمٓ/۳۴) ہٹایا کرو ہٹانے کی چیز کو نہایت بھلائی سے' تو اس وقت وہ کہ تمہارے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے گویا کہ دوست ہے رشتہ دار۔ (معارف القرآن)

بُرائی کو بھلائی کے ذریعہ دُور کریں اس طرح کہ تمہارا دشمن بھیا دوست بن جائے۔

O listener; repel the evil with good, then he between whom and you there was enmity will become as though he was your ward friend.

حسن سلوک اور رعایت: ابتداء اسلام میں ضرورت اس بات کی تھی کہ دائرہ اسلام وسیع ہو اور یہ اُسی وقت ممکن تھا جبکہ لوگ کثرت سے حلقہ بگوش اسلام ہوں اور اُن کی بیماری کیلئے تالیف قلب ہی بہترین نسخہ تھا لہٰذا طبیب انسانیت ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسخہ کو استعمال فرمایا لیکن جب شجر اسلام ایک تناور درخت کی طرح ہوا اور نصرت خداوندی سے تمام ادیان پر غالب ہو گیا اور حالات یکسر تبدیل ہو گئے تو آپ نے ہر ممکنہ طریقہ سے دشمنان اسلام کو کیفر کردار کو پہنچایا اور اب سب کو اپنے اور غیروں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اب حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں اور اسلام لقمہ تر نہیں رہا ہے جس کو آسانی سے نگل لیا جائے اور اس طرز عمل کا مشاہدہ ابن خطل اور اُن لوگوں کے ساتھ ہوا جن کے قتل کے متعلق فتح مکہ کے دن ارادہ فرمایا تھا۔

اسی طرح کا معاملہ ان یہود اور دوسرے دشمنان اسلام جو اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے کے ساتھ پیش آیا اور ان میں جو بھی قابو میں آیا اُس کو کیفرِ کردار کو پہنچا دیا گیا' اُن میں کعب بن اشرف۔ ابی رافع' نصر وعقبہ وغیرہم شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے جن کو معاف فرما دیا گیا مثلاً کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ ایسے خوش قسمت بھی تھے جو ان کوتاہیوں کے ارتکاب کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو کر مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ (کتاب الشفاء)

منافقین کی دو عملی: **Dual-character of hypocrites** اسلام کی تعلیم کے مطابق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر حالات پر حکم فرماتے تھے لیکن ان منافقین کے دلوں میں اسلام اور بانی اسلام کی ذات اقدس سے تو بغض دعناد تھا اور یہ بد باطن اپنی مجلس میں بیہودہ اور نازیبا کلمات کہتے تھے لیکن جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تو اپنے اقوال سے اپنی صداقت کے اظہار کے لئے قسمیں کھانے سے گریز نہ کرتے تھے اُن کی اس حرکت کی پردہ دری کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرَ﴾ (التوبہ/۷۴)
اللہ کی قسمیں کھا کر اپنی صداقت کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے یقیناً کلمہ کفر کہا ہے۔

They swear by Allah that they said it not, and no doubt, necessarily they uttered the word of infidelity and became infidels.

ان منافقین کی حرکتوں کے باوجود حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ منافقین اسلام کی جانب رجوع کریں اور اپنی حرکات سے توبہ کرلیں اسی لئے سردار دوعالم ﷺ دوسرے اولوالعزم انبیاء کے طریقِ کار کے مطابق اُن کی رکیک حرکتوں پر صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے لوگوں نے دل سے اسلام قبول کیا اور جس طرح بظاہر خلوص کا اظہار کرتے تھے باطنی طور پر مخلص ہوگئے (اور ان کا ظاہر و باطن یکساں ہوگیا) اور اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے بہت سے لوگوں کو یہ شرف عطا فرمایا کہ اُن کی وجہ سے اسلام کو بہت نفع اور فائدہ ہوا اور بہت سی حدیثیں اس حقیقت کو آشکارا کرتی ہیں کہ اُن میں سے بہت سے اسلام کے حامی اور مددگار بن کر نکلے۔ (کتاب الشفاء)

حضور ﷺ کا منافقین کو چیلنج :

تفسیر خازن کے اندر یہ حدیث موجود ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔
عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِی فِی صُوَرِھَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی آدم فَاُعْلِمَتْ مِن یُّؤْمِنُ بِی وَ مَنْ یَّکْفُرُ بِی یعنی ابھی میری امت آب و گل کی منزلیں طے کر رہی تھی کہ مجھ کو بتا دی گئی جیسے حضرت آدم علیہ اسلام پر سب کچھ ظاہر کر دیا گیا۔ تو اللہ نے مجھے بتا دیا۔ کون مجھے مانے گا اور کون انکار کرے گا۔ کون میرے اُوپر ایمان لائے گا' کون میرا منکر ہوگا۔ یہ سب خدا نے مجھے بتا دیا میں سب کو جانتا ہوں۔ **فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُو اِسْتِھْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ یَخْلُقْ بَعْدَ وَنَحْنُ مَعَہٗ وَمَا یَعْرِفُنَا۔** جب منافقین نے یہ سنا' تو انھوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اور

مذاق کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ میں نے ایمان والے کو بھی پہچان لیا۔ اور جو مجھ سے انکار کرنے والے ہیں اُن کو بھی پہچان لیا اور ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے۔ **نَحْنُ مَعَه' وَمَا يَعْرِفُنَا۔** ہم انہیں کے ساتھ ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے یعنی منافق یہ کہہ رہا ہے ہم تو ایمان والے نہیں ہیں' ہم تو جھوٹا ایمان رکھتے ہیں' ہم تو فریب دینے والا ایمان رکھتے ہیں۔ محمد کا دعویٰ تو یہ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ہم نے ایمان والے کو بھی پہچان لیا اور کفر والے کو بھی پہچان لیا۔ اور دیکھو ہم انہیں کے ساتھ ہیں۔ اور ہمیں نہیں پہچانتے۔ اور اگر وہ ہمیں کافر سمجھتے تو ہمیں مال غنیمت کیوں دیتے؟ ہمارے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیوں کرتے؟ ہمیں اپنی مسجد میں آنے کیوں دیتے؟

دیکھو **مَا يَعْرِفُنَا** یہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ مذاق اڑا رہے ہیں۔

اس کے بعد **فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّم فَقَامَ عَلَى الـمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰه وَاَثْنىٰ عَلَيهِ فَقَالَ مَابَالُ قُوْمٍ طَعِنُوا فِى عِلْمِى اَلَّا تَسْئَلُوْنِىْ عَنْ شَيْئٍى فِيمَا بَيْنَكُم وَبَينَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَاتِكُم بِهٖ** جب حضور ﷺ نے سنا کہ منافق ایسا کہہ رہے ہیں کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کر رہے ہیں کہ ہم نے سب کو پہچان لیا اور ہم کو نہیں پہچانتے۔ ہم کو اپنا ہی سمجھ رہے ہیں۔ تو حضور ﷺ ممبر پر جلوہ افروز ہوئے اللہ کی حمد بیان فرمائی اور اس کی حمد وثنا کے بعد سرکار نے کہا **مَابَالُ قُوْمٍ طَعِنُوا فِى عِلْمِى** ارے یہ قوموں کا کیا حال ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعنہ کر رہے ہیں۔ میرے علم پر طنز کر رہے ہیں۔ میرے علم کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اے لوگو آج سے قیامت تک جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ آؤ آؤ امتحان لے لو' جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک صاحب کھڑے ہو گئے اور گھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ **مَنْ اَبِى يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔** اے اللہ کے رسول بتائیے میرے باپ کا کیا نام ہے؟ تو حضور ﷺ نے کہا' خذافہ۔ تمھارے باپ کا نام خذافہ ہے۔ تو ایک منافق نے سوچا کہ رسول اگر باپ کا نام بتا رہے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے۔ کسی سے سن لیا ہوگا۔ یہ تو ماضی کی بات ہے لاؤ مستقبل کی بات پوچھیں۔ منافق بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا۔

سوچا رسول ہمیں مسلمان سمجھ کر کے جنتی بتادیں گے۔ تو یہ سوچ کر وہ سوال کرتا ہے **اَیْنَ مَدخلی یارَسُولَ اللّٰہِ** ۔ اے اللہ کے رسول میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ **فقال النار** ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ تم اپنے نفاق کو ہم سے چھپا رہے ہو۔ ارے جب تک ہم چھوٹ دیتے ہیں اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہو۔ ہم رعایت کرر ہے ہیں۔ رعایت کا فائدہ اٹھا رہے ہو۔ خدا کو ابھی یہ رعایت منظور ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ ایک ایک منافق کو نکال دیا جائے گا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی کہ جب وہ وقت آ گیا تو حضور ﷺ نے ایک ایک منافق کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ **اُخْرُجْ یَافُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ** اے فلاں تو نکل جا، تو منافق ہے۔ اے فلاں تو نکل جا، تو منافق ہے۔ اس طرح سے جتنے منافقین وہاں بیٹھے تھے حضور ﷺ نے ایک ایک کا نام لیکر نکال دیا۔

(خطبات برطانیہ، مجدد دوراں حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی)

اُس وقت بھی حضور ﷺ کے علم پاک پر طعنہ زنی کرنے والے منافقین تھے اور اب بھی جو لوگ طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں اور اعتراضات کی کلاشنکوفیں چلاتے ہیں یہ انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ ہیں۔ آج کل کے نفاق پرستوں کا بھی وہی حال ہے جب اثبات علم نبوت پر دلائل دیئے جائیں تو ان دلائل کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

شیعہ مذہب کا پس منظر: Religion of Shia

اسلام میں رونما ہونے والے فرقہ ہائے باطلہ میں شیعہ فرقہ قدیم ترین فرقہ ہے جس کا وجود ایک سازش کے تحت لایا گیا۔ یہود کی اسلام دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں، قرآن مجید نے بھی اس کی گواہی دی ہے ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ آمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (المائدہ) مومنین کا سخت ترین دشمن لوگوں میں سے یہود اور مشرکین کو پائے گا

You shall surely find the Jews and polytheists the bitterest enemies of Muslims

اسلام کی آفاقی ہمہ گیر ترقی سے یہودی حیران وخوفزدہ تھے اور اسلام کے سیلاب کو روکنا اُن کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے انھوں نے یہ پالیسی بنائی کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا جائے اور اُن کے عقائد کو مشکوک ومشتبہ بنا دیا جائے تا کہ اُن کے اندر سے دین کی اسپرٹ ختم ہو جائے، چنانچہ اس خطرناک منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہودیوں نے منافقانہ طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور ایک یہودی عبداللہ ابن سبا المعروف بابن سوداء کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ عبداللہ ابن سبا یہودیوں میں سرفہرست تھا اور اس تمام ترتوجہ کا مقصد اسلامی عقائد پر شک وشبہ کا اظہار کرنا اور حضور ﷺ سے منسوب کر کے جھوٹی احادیث تیار کرنا تھا۔ مصر کے ایک مشہور عالم دین شیخ محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، ابن سبا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ شخص حضور ﷺ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے (تاریخ المذاہب الاسلامیہ)

معتبر تاریخی حوالوں کے مطابق عہد عثمانی کے اواخر میں ابن سبا کا ظہور ہوا اور اس کا نصب العین تحریک اسلامی کو ہر طرح شل اور معطل کرنا تھا۔

ابن سبا نے حضور نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کم کرنے کے لئے 'امامت اور عصمت ائمہ' کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ امامت امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا

موروثی حق ہے کیونکہ جس طرح ہر نبی کا ایک وصی چلا آیا ہے اسی طرح امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے وصی ہیں (کشی' معرفۃ اخبار الرجال)

ابتداء میں لفظ شیعہ' حمایتی اور طرفدار کے معنیٰ میں استعمال ہوا۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار اور مداحوں کو شیعانِ عثمان اور حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حمایتی اور بہی خواہوں کو شیعانِ علی کہا جاتا تھا۔۔ یہ نظریاتی نہیں بلکہ سیاسی تقسیم تھی۔ ۳۹ ہجری میں کچھ لوگ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت دینے لگے اور حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دیگر خرافات مثلاً وصی اور بلافصل خلیفۃ الرسول اور امام کی معصومیت کا عقیدہ اُن میں شامل ہوگیا۔۔ بس یہی تھا شیعیت کا نقطۂ آغاز۔۔

شیعان عثمان نے جب دیکھا کہ شیعان علی کہلانے والے اپنے عقیدہ میں غلو کرنے لگے اور اسلام کی روح کے منافی عقیدے اختیار کرتے ہیں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حمایتیوں نے خود کو شیعان عثمان کہنا بند کردیا۔ اب میدان میں صرف شیعان علی رہ گئے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے بھی اضافت کو ختم کر کے اپنے آپ کو مطلقاً شیعہ کہنا شروع کردیا۔ اسلام کو جس قدر فرقہ شیعہ سے نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے کسی بدترین سے بدترین دشمن سے نہیں پہنچا۔ آج تک اُمت اس نقصان کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔

اہلحدیث مذہب کا پس منظر: Ahle-Hadith (Ghair Muqalladeen)

غیر مقلدین (اہلحدیث) ایک نومولود فرقہ ہے جو ۱۸۵۷ء کے بعد معرض وجود میں آیا جس کا مقصد بھی شیعوں کی طرح اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے اور یہ اُن کا محبوب اور پسندیدہ ترین مشغلہ ہے۔ اہلحدیث کا وجود ڈیڑھ سو سال سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ شیعوں اور غیر مقلدین میں یکسانیت اور اتحاد ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شیعہ فرقہ صیہونیت اور استعاریت کے ناجائز ملاپ کا نتیجہ اور پیدا کردہ ہے اور فرقہ غیر مقلدین اُن کا پروردہ۔ جماعت اہلحدیث دورِ جدید کا ایک نہایت ہی پُرفتن، بدعقیدہ، دہشت گرد، وحشت ناک اور بدعتی فرقہ ہے۔ جس کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار نظریات و افکار اور صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین ملت، فقہائے امت، اولیاء اللہ، ائمہ دین، مجتہدین ومجددین اسلام اور اسلاف صالحین کے خلاف اعلان بغاوت، تفسیر بالرائے، احادیث مبارکہ کی من مانی تشریح، خود ساختہ عقائد و مسائل، انکار فقہ اور ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبی وبکواس اس فرقہ کا خصوصی وصف ہے۔ اہلحدیث کی ولادت انگریزی دور میں ہوئی تھی اور انگریز نے اپنی پرانی عادت 'لڑاؤ اور حکومت کرو' کے مطابق مسلمانوں کی تحریک آزادی میں نقب لگانے کے لئے ان غیر مقلدوں (اہلحدیثوں) کو جاگیر اور مناصب اور نوابی دے کر ایک نئے مذہب کے طور پر کھڑا کیا تھا۔ اُن کے ہاتھ میں آزادی مذہب اور عدم تقلید کا جھنڈا تھما دیا اور عام مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے خلاف مختلف انداز سے اُن کی پشت پناہی کرتے رہے، اُن کے دینی اور شرعی مسائل جمہور مسلمین سے الگ تھے اور اُن کا عقیدہ بھی بالکل نئے قسم کا تھا جس سے مسلمانان ہند بھی واقف نہیں تھے۔ پہلے ان لوگوں نے اپنی جماعت کو موحدین کی جماعت کہا یعنی صرف یہ موحد بقیہ سب مشرک ۔۔مگر یہ نام چل نہ سکا تو انہوں نے خود کو محمدی کہنا شروع کیا مگر اس پر بھی زیادہ دن قائم نہ رہ سکے، پھر خود کو غیر مقلد مشہور کیا۔ یہ اُن کا

مقلدین کے خلاف فخریہ نام تھا۔ مگر یہ بھی اُن کوراس نہیں آیا' اس لئے کہ پورا ہندوستان مقلد اور اُن کے بیچ میں تنہا یہ غیر مقلد' اُن کو جلد ہی محسوس ہوگیا کہ وہ تمام مسلمانوں میں اچھوت بن کر رہ گئے' اُن کے بیشتر عقائد کی بنا پر عوام نے اُن کو وہابی کہنا شروع کر دیا۔ وہابی کا لفظ اُن کے لئے گالی سے بدتر تھا۔ اُن کو فکر ہوئی کہ اپنی جماعت کے لئے دل لبھاتا ہوا' چمچماتا ہوا اور تاریخ اسلام میں جگمگاتا ہوا نام ہو' اُن کو تاریخ اسلام میں کہیں (اہل حدیث) کا نام نظر پڑ گیا' بس اب کیا تھا' انھوں نے جھٹ سے اپنے لئے اس کا انتخاب کرلیا اور خود کو اہل حدیث کہنے لگے اور استمداد واعانت کے لئے انگریزی سرکار کا دروازہ کھٹکھٹایا اور انگریزی سرکار سے 'اہل حدیث' نام الاٹ کرانے کے چکر میں لگ گئے۔ اہلحدیث کے ایک بڑے اور معتبر عالم نے انگریزی سرکار کی خوشی حاصل کرنے کے لئے نسخ جہاد میں 'الاقتصاد' نامی ایک کتاب لکھ ڈالی' جس میں ثابت کیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے۔ یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہوسکتا۔ ایک نواب صاحب نے 'ترجمان وہابیہ' نامی کتاب لکھی جس میں انگریزوں سے لڑنے والوں کے خلاف خوب خوب زہر اگلا۔ غرض انگریزی سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تمام ذرائع استعمال کئے گئے اور جب سرکار کو اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا اور سرکار اُن کی وفاداری پر ایمان لا چکی تو محمد حسین صاحب بٹالوی نے جماعت غیر مقلدین کے مقتدر علماء کی رائے اور دستخط سے اپنی جماعت کے لئے 'اہل حدیث' کا لقب الاٹ کرانے کے لئے سرکار کی خدمت میں درج ذیل متن کی درخواست پیش کر دی جو سرکار انگریزی نے منظور کر لی' درخواست کا متن یہ تھا۔

برطانیہ سرکار سے 'اہل حدیث' نام الاٹ کرانے کی درخواست کا متن بخدمت جناب سکریڑی گورنمنٹ۔

میں آپ کی خدمت میں سطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواستگار ہوں ۱۸۸۶ء میں میں نے اپنے ماہواری رسالہ 'اشاعۃ السنۃ' میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی اور نمک حرام کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے' لہذا

اس لفظ کا استعمال مسلمانان ہند کے اس گروہ کے حق میں جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور ہمیشہ سے انگریز سرکار کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں اور یہ بات بار بار ثابت ہوچکی ہےاور سرکاری خط وکتابت میں تسلیم کی جاچکی ہے۔

ہم کمال ادب اور انکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے اور اُن کو اہل حدیث نام سے مخاطب کیا جائے۔

اس درخواست پر فرقہ اہل حدیث کے تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں (اشاعۃ السنۃ ص ۲۴ جلد ۱۱ شمارہ ۲ بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری)

منافقین ایمان کے دعویٰ کے باوجود مومن نہیں

In spite of declaration Hypocrates are non believers

منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے اسلام کا اقرار کرے لیکن دل سے منکر ہو۔
منافقین، کفر اور ایمان کے درمیان مذبذب تھے۔ یہ زبان سے ایمان لائے اور دل سے ایمان نہیں لائے، یہ کفر کی بدترین قسم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے کیونکہ انہوں نے کفر پر ایمان کا ملمع چڑھایا، دھوکہ اور فریب سے کام لیا اور دَر پردہ مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے خبث، جہل ان کے فریب اور اُن کی ہٹ دھرمیوں کا طویل بیان فرمایا۔ اُن کی کئی مثالیں بیان فرمائیں اور یہ اعلان فرمایا کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔
کفر اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر دُنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے کئی موقع شناس اپنے آپ کو مسلمان بتانے لگے تھے نیز وہ بد باطن حاسد جو کھلے طور پر اسلام کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے وہ مسلمانوں میں شامل ہو کر سازشوں اور فتنہ انگریزیوں کا جال بچھا کر مسلمانوں کو پریشان کرنا چاہتے۔ ہجرت سے پہلے منافقین کا نشان نہیں ملتا، کیونکہ اُس وقت مسلمان ہونا ہر قسم کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بننا تھا اس لئے کسے کیا پڑی تھی کہ ایسے دین کے لئے مصیبتوں کو دعوت دے جس پر اس کا ایمان ہی نہیں۔ وہاں تو صرف وہ لوگ ہی اسلام قبول کرتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کے لئے جان، مال، اولاد غرض کہ سب کچھ قربان کرنا اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان وہی ہے جو زبان کے اقرار کے ساتھ دل سے تصدیق بھی کرے اور جو دل سے تصدیق نہ کرے وہ مومن نہیں ہوسکتا، خواہ ایمان واسلام کے دعویٰ میں وہ کتنا ہی چرب زبان ہو۔

مدینہ منورہ ایک شخص عبداللہ ابن ابی تھا جس کو وہاں اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا

اور قریب تھا کہ اس کو وہاں کا سردار بنا دیا جائے لیکن جب آفتاب اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جلوہ گری فرمائی اور مدینہ والوں کے دل نور ایمان سے جگمگائے تو اس کی عزت وآبرو میں فرق آ گیا۔ اُس کی طرف مدینہ والوں کا وہ رجحان نہ رہا جو پہلے تھا۔ اس کے دل میں بغض وعناد کی آ بھڑک اٹھی، مگر یہ بہت چالاک تھا۔ اُس نے خیال کیا کہ اگر میں ظاہر طور پر مسلمانوں کا مخالف رہوں تو میری خیر نہیں۔ اس لئے بظاہر تو یہ مسلمان ہو گیا مگر دل سے سخت دشمن رہا اور اُس نے یہ روش اختیار کی کہ مسلمانوں کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتا اور کہتا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی۔ اور جب کفار سے ملتا تو مسلمانوں کے خلاف باتیں کرتا اور دل میں خوش ہوتا تھا کہ ہم دونوں جماعتوں کے پیارے ہیں۔ اُس کے ساتھ بہت سے لوگ مل گئے جس سے کہ اس کی پوری جماعت ہوگئی جن کا نام منافقین ہے اُن لوگوں کے بارے میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

(البقرۃ/۸) اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ مومن نہیں۔ (ضیاء القرآن)

And some people say, have believed in Allah and the Last Day; yet they are not believers.

منافق بظاہر کہتے تھے کہ ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے تا کہ مسلمانوں میں مل کر دُنیاوی فائدہ حاصل کریں اور اپنے ظاہری اسلام کو آڑ بنا کر ہر قسم کی سختی سے بچے رہیں مگر چونکہ یہ ایمان حقیقی نہ تھا اور خلوص دل سے انھیں میسر نہ تھا، فقط زبان سے دعویٰ اسلام کرنا حق تعالیٰ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ لہٰذا مسلمانوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ فریبی ہیں، مسلمان نہیں۔ اُن کے عیوب قرآن کریم نے مختلف جگہ بیان فرمائے ہیں اور جو کچھ انھوں نے غزوات میں فتور برپا کئے وہ بھی قرآن پاک میں بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے اُن

کے نفاق کی جڑ کاٹ دی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو کسی خاص لفظ سے مخاطب فرمانا بھی گوارا نہ کیا' صرف یہ فرمایا: لوگوں میں سے جو کہتے ہیں......یعنی اُن کے ظاہری دعویٰ ایمان کو مسترد فرماتے ہوئے دائرہ ایمان میں داخل نہ کیا اور ایمان کا معیار ذات مصطفیٰ ﷺ کو ٹھہرایا تا کہ دِلوں میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا پہلو جاگر ہو اور مومن و منافق میں بھی فرق واضح ہو جائے۔

منافقین کا اقرار زبان کی حد تک ہے مگر دل کی تصدیق سے محروم ہے اس بیان سے یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ جو بات محض زبان سے کہی جائے' دل اس کی تصدیق و تائید نہ کر رہا ہو تو یہ منافقت کی سب سے پہلی پہچان ہے خواہ کہی ہوئی بات خدا و آخرت پر ایمان لانے کی ہی کیوں نہ ہو۔ جب ایسی پاکیزہ بات کا' جو اسلام اور ایمان کا اصل الاصول ہے صرف زبان سے ادا ہونا خدا کے ہاں منافقت ہے تو زندگی کے عام معاملات میں باہمی گفتگو اور تعلقات کا یہ انداز منافقت کیوں نہ قرار پائے گا۔ اس معیار کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے شب و روز کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم جس کسی سے جو کچھ بھی کہتے ہیں کیا دل سے کہتے ہیں یا محض زبان سے۔ اگر دل کی کیفیت ہماری زبان کی ہمنوا نہ ہو تو زبان میں تاثیر کہاں سے آئے اور اس منافقانہ رویہ زندگی میں برکت و نتیجہ خیزی کہاں سے پیدا ہو؟

منافقت کی دوسری علامت جس کا اشارہ اس آیت سے ملتا ہے وہ رسالت محمد ﷺ کی نسبت سُوءِ ظن ہے کیونکہ منافقین کے دعویِ ایمان کی طرف جو الفاظ منسوب ہوئے ہیں اُن میں صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا ذکر ہے۔ ایمان بالرسالت کا نہیں۔ کیونکہ منافقین کو اصف عداوت اور بغض و عناد نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے تھا جس کے باعث ان کے مفاد پرستانہ عزائم خاک میں مل گئے تھے اس لئے وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا ظاہری اعلان بھی کرتے تو اس انداز سے کہ گویا خدا اور آخرت پر ایمان ہی مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ رسول اکرم ﷺ پر ایمان اس قدر ضروری اور ناگزیر تصور نہ کرتے تھے اس لئے یہاں قرآن مجید میں اُن کے دعویٰ ایمان کے مذکورہ الفاظ ایمان بالرسالت کے ذکر سے خالی ہیں۔

اس اعلانِ خداوندی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ منافق فی الواقع حضور ﷺ کی رسالت کے قائل نہ تھے اور جو کوئی ثبوت اُن کے اقرارِ رسالت کی نسبت ملتا ہے وہ قرآنی وضاحت کے مطابق محض جھوٹ اور مکر وفریب تھا۔ اس جگہ بھی رسالت مآب ﷺ کی اہمیت کو گھٹاتے بلکہ نظر انداز کرتے ہوئے وہ اللہ اور آخرت پر ایمان کا دعوی کر رہے ہیں جس کا جواب قرآن نے ﴿ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کے الفاظ میں دیا ہے کہ جو لوگ پیکر رسالت ﷺ پر صحیح ایمان کے بغیر خدا و آخرت پر ایمان لانے کی بات کرتے ہیں اُن کا دعویٰ ایمان باطل اور مردود ہے اور وہ منافق ہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کامل ایمان کے بغیر وہ کس خدا اور کس یوم آخرت کو مانتے ہیں۔ جب کہ خدا اور آخرت کی معرفت وشناسائی بھی انسانیت کو نبی اور رسول کی ذات ہی کے توسط سے ہوتی ہے جس اس ذات پر ایمان نہ رہا تو باقی عقائد کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟ اس لئے ایمان بالرسالت کے بغیر باقی دعویٰ ایمان کو منافقت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اِس دور میں منافقت کی یہ صورت ذاتِ مصطفوی ﷺ سے عشق ومحبت کے فقدان یا کمی کی شکل میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور سنتِ نبوی ﷺ کی حجیت کے انکار کی شکل میں بھی۔

منافقین نے خصوصیت سے یہ کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے' کیونکہ یہودیوں کا درحقیقت اللہ پر ایمان تھا نہ آخرت پر۔ اللہ پر ایمان اس لئے نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اس لئے وہ مشرک تھے اور آخرت پر اس لئے ایمان نہیں تھا کہ اُن کا اعتقاد تھا کہ جنت میں یہودیوں کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا اس لئے انہوں نے ملمع کاری کے لئے اللہ اور آخرت پر ایمان کا ذکر کیا تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ وہ یہودیت سے تائب ہوکر خالص مسلمان ہوگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کا رَد کرتے ہوئے فرمایا وہ مومن نہیں ہیں' یعنی وہ ان سچے اور مخلص مسلمانوں میں داخل نہیں ہیں' جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی خلوت اور جلوت پر مطلع ہے کیونکہ منافقین بعض ظاہری عبادات کرلیتے تھے اور یہ زعم کرتے تھے کہ اُن سے اُن کا رب

راضی ہو جائے گا اس کے بعد حرص، طمع، شر اور فساد اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور دسیسہ کاری میں مشغول رہتے تھے۔ (تبیان القرآن)

منافقین چونکہ حقیقی ایمان نہ لائے تھے اس لئے مسلمانوں کو متنبہ فرما دیا گیا کہ یہ لوگ فریبی اور دھوکہ باز ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کی راہیں اُن کے لئے اول ہی سے بند نہ تھیں۔ اگر بند ہوتیں تو انہیں عذر کی جگہ نہ ملتی کہ ہمیں تبلیغ مبلغ نہیں ہوئی بلکہ ہدایت کرنے والے پہنچے۔ انہوں نے تبلیغ کی۔ منکروں نے سن کر بعض نے **آمــنــا** کہا اور بعض نے **کـفـرنـا** اور اس اقرار و انکار سے اُن کے کفر و عناد، سرکشی، بے دینی، مخالفتِ حق اور عداوتِ انبیاء علیہم السلام کا یہ انجام ہے جیسے کوئی شخص طبیب کی مخالفت کرے اور زہرِ قاتل کھالے اور اُس کا یہ اثر ہو کہ اُس کے لئے دوا سے انتفاع کی صورت نہ رہے تو ایسی حالت میں وہ خود ہی مستحق علامت ہے۔ (تفسیر الحسنات۔ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمۃ)

تاجدار اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اشاد فرماتے ہیں: یہ منافق وہی ہیں جو کلمہ پڑھتے تھے، جو نماز پڑھتے تھے، جو روزہ رکھتے تھے، جو رسول کی بارگاہ میں بیٹھتے تھے، جو رسول کی اقتداء کرتے تھے، جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان کا ادعا کرتے تھے، اُن کو قرآن نے منافق کہا ہے یعنی نام نہاد مسلمان بلفظ دیگر مسلم نما کافر۔

یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ محض کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لئے کافی نہیں اور نماز، روزہ ادا کر لینا بھی مومن ہونے کی دلیل نہیں جب تک دل میں تصدیق نہ ہو۔

منافقین سب سے خطرناک دشمن ہیں۔ میرے رسول نے تمام فریبیوں کے چہرے سے نقاب الٹ دیا۔ دیکھو دشمن وہ بھی ہے جو دشمن بن کر سامنے آئے، اور دشمن وہ بھی ہے جو دوست بن کر سامنے آئے۔ مگر انصاف سے بتاؤ کون سا دشمن زیادہ خطرناک ہے؟ جو یہ کہہ کے آتا ہے کہ میں دشمن ہوں، میں دشمن ہوں، شور مچا کے آتا ہے اُس کے لئے آپ کا دروازہ پہلے ہی سے بند ہو جاتا ہے اور وہ دشمن جو دوست بن کر آتا ہے اُس کے لئے

دروازہ بھی کُھلا ہے دسترخوان بھی لگا ہے۔ دیکھا آپ نے کتنا خطرناک دشمن ہے۔ یہیں چائے پی رہا ہے اور یہیں منصوبے بنا رہا ہے' کتنا خطرناک دشمن ہے۔ جو منافق ہیں وہ کافر تو ہیں ہی ......لیکن کافر ہونے کے علاوہ بھی کچھ اور ہیں۔ فریب کار' دغا باز۔ تو عذاب الٰہی بھی اُن پر دہرا ہوگا...... بڑا اور دَردناک۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

میرے رسول نے جہاں جہاں کُھلے ہوئے دشمنوں کو سمجھا دیا' وہیں ملے ہوئے دشمنوں کو بھی سمجھا دیا (چُھپے ہوئے کو چھپا دیا)۔ اُس زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے۔ قرآن کہہ رہا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

(البقرۃ/۸) اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ مومن نہیں۔ (ضیاء القرآن)

کلمہ پڑھتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں' نماز پڑھتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں' حج کرتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں۔ یہ اسلامی احکام پر عمل کرتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

ایسوں کو کچھ چھوٹ دی گئی تھی۔ اُن کے ساتھ مسلمانوں جیسا تعلق برتا جاتا تھا۔ یہ مالِ غنیمت کے لالچ میں مومن بنے رہے۔ جب اس زمانے میں منافق تھے تو اب اس سے اچھا کون سا زمانہ ہوگا کہ منافق نہ رہیں۔ جب آپ اُس دور کے منافقوں کو سمجھ لیں گے تو اس دور کے منافقوں کو بھی سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی تو اُس دور کے منافقوں کا حال یہ تھا کہ قرآن چیلنج کے ساتھ کہتا ہے یہ کلمہ پڑھتے ہیں مگر اُن کا کلمہ جھوٹا ہے اُن کی نماز' نماز نہیں۔ اُن کا روزہ' روزہ نہیں۔ اُن کا حج' حج نہیں۔ اُن کی زکوٰۃ' زکوٰۃ نہیں...... کچھ نہیں۔ ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ یہ مومن نہیں ہیں۔

رسول نے ایسے چھپے ہوؤں کو بھی چھپا دیا۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری علامہ ابن حجر عسقلانی اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری علامہ بدرالدین عینی۔ میں ایک واقعہ ہے

جمعہ کے دن ممبر رسول پر بیٹھ کر رسول نے کہا **اخرج یا فلاں فانك منافق** ۔اے فلاں تو میری محفل سے نکل جا' تو منافق ہے **اخرج یا فلاں فانك منافق** اے فلاں تو بھی نکل جا' تو بھی منافق ہے۔ جب تک چھوٹ دینے کا حکم تھا چھوٹ دیتے رہے اور جب نکالنے کا حکم ہوا ایک ایک کو نکالتے رہے۔ اے فلاں نکل جا۔ اے فلاں نکل جا' سب کھڑے ہو کر چلے گئے۔ یقین جانو' کسی نے یہ نہیں کہا کہ اے رسول' نفاق تو دِل کی کیفیت و حرکت ہے ہماری پیشانی پر کہاں لکھا ہے کہ ہم منافق ہیں۔ اے سرکار ہم تو آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں آپ ہمیں منافق کیسے کہتے ہیں۔ کسی نے نہیں کہا۔ خاموشی کے ساتھ سب منافقین نکلتے چلے گئے وہ جانتے تھے کہ یہ علیم وخبیر کی بات ہے یہ علم والے کی بات ہے' یہ علم رکھنے والے کی بات ہے۔ خریت سے نکل چلو' اگر حجت کریں گے تو ابھی نفاق کُھلا ہے دوسرے عیب بھی کھل جائیں گے خیریت اسی میں ہے نکل چلو۔ اور جب نکلنے لگے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ دیکھا کہ پوری جماعت نکل رہی ہے منافقین یہ سوچ کر شرمندہ ہو رہے تھے کہ ہمیں مسجد سے نکلتے ہوئے صرف حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ' نے ہی نہیں دیکھا تھا انہوں نے بھی دیکھ لیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ' مسجد میں آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ' نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو رُسوا کر دیا ہے رسول نے آج ساری جماعت کو نکال دیا ہے بہت بے آبرو ہو کر تری محفل سے ہم نکلے۔ سوال یہ ہے کہ جب نکالنا ہی تھا ''جماعت'' کو بلایا کیوں تھا؟ مسجد اور محفل میں آنے کیوں دیا گیا تھا؟

حکیمانہ جواب یہ ہے کہ بُلا کے نکالنے میں رُسوائی زیادہ ہے۔ کعبۃ اللہ میں پہلے تین سو ساٹھ کو آنے دیا اور پھر رُسوا کر کے نکال دیا۔

بہر حال میرے رسول نے ایک ایک کو نکال دیا **اخرج یا فلاں فانك منافق** ۔ اب منافق اپنے کو چھپا نہیں سکتا۔ ایسے بد مذہب کلمہ پڑھنے والوں اور ایسے نماز پڑھنے والے بد عقیدہ افراد کو مسجد سے نکالنا یہ رسول کی سنت ہے اور جگہ دینا بدعت ہے۔ رسول کی سنت پر تو اہل سنت ضرور عمل کریں گے۔ (خطبات برطانیہ)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اول یہ کہ انسانوں میں چند گروہ ہوئے ایک وہ جو دل وزبان سے مومن ہوں اُن کو مخلصین کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ کہ جو ظاہر باطن کافر......اُن کو مجاہر کہتے ہیں۔
تیسرے وہ کہ جو دل میں کافر اور زبان سے مومن' اُن کو منافق کہا جاتا ہے۔
جو شخص دل سے مومن اور بظاہر کافر ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے تو وہ مخلصین میں داخل ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔
﴿**الا من اکرہ وقلبه مطمئن با لایمان**﴾۔ مگر اس صورت میں ضروری ہے کہ مجبوری کے دُور ہوتے ہی اپنے ایمان کو ظاہر کردے اور اگر بلا سخت مجبوری کے کفر ظاہر کرتا ہے تو وہ شرعاً مسلمان نہیں' اور نہ اُس پر اسلامی احکام (جیسے کہ تجہیز و تکفین' نماز جنازہ وغیرہ وغیرہ) جاری ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ کبھی نہ کبھی ان کی نجات ہو جائے ۔ حدیثِ شفاعت (Hadith of Intercession) میں ہے کہ جنتیوں کو حکم ہوگا کہ جہنم میں سے اُن لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو' چنانچہ جنتی اس حکم پر عمل کریں گے حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ **شفعَآءُ** اپنی شفاعت (Intercession) سے بخشوا لئے گئے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو شرعاً کافر تھے دل میں مومن (تفسیر نعیمی)
(☆) منافقین کے قول ﴿**اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر**﴾ میں غور کیجئے کہ یہ لوگ پرلے درجے کے .... کافر ہونے کے باوجود اپنی دانست میں جھوٹ بولنے سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ دعویٰ ایمان کے لئے صرف اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان کا ذکر کرتے ہیں **ایمان با الرسول** کا ذکر اس لئے نہیں کرتے کہ جھوٹ نہ ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ ایسی گندی اور گھناؤنی چیز ہے کہ کوئی آدمی خواہ' کافر' فاسق ہو جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اُن کا دعویٰ **ایمان بـا للہ و بـالیوم الآخر** بھی قرآنی اصطلاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے نتیجۃً جھوٹ ثابت ہوا۔

منافقین اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں

Hypocrites seek to deceive Allah

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾

(البقرہ/۹) فریب دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور (حقیقت میں) نہیں فریب دے رہے مگر اپنے آپ کو (اور اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے۔ (ضیاء القرآن)

دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو، اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنے آپ کو، اور محسوس نہیں کرتے۔ (معارف القرآن)

They seek to deceive Allah and the believers, and in fact they deceive not but their own souls, and they perceive not.

یہ منافقین کی تیسری علامت ہے جسے مخادعت سے تعبیر کیا گیا ہے **یخٰدعون** ، **خَدْعٌ** سے مشتق ہے جس کے لغوی معنٰی چھپانا اور اصطلاحی معنی دھوکہ دینا ہے۔ **خادع** کسی کو دھوکہ دینے کے ارادے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہی معنٰی یہاں مراد ہے۔ منافقین زبانی اقرار اور قلبی انکار کے ذریعے یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ ہم خدا اور اہلِ ایمان سے اپنی حقیقی فکر اور باطنی حالت چھپا کر انہیں فریب اور غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں حالانکہ یہ اُن کی خود فریبی اور ناسمجھی تھی۔ (تفسیر منہاج القرآن)

وہ یہ فریب اللہ تعالیٰ سے نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ سے کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں بتا دیا کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ فریب کرتے ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب کرتے ہیں۔ اور اس دھوکہ بازی کا وبال اُن پر ہی پڑے گا۔ وہ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے کیونکہ یہ وہ نور ہے جس کو ہمیشہ تاباں و درخشاں رکھنے کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں اُسے دل سے نہیں مانتے اور جو کچھ دل میں رکھتے ہیں اسے زبان پر نہیں لاتے۔ وہ صرف فائدہ حاصل کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اُن کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ اللہ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں بھلا اس سے بڑی نادانی اور کیا ہوسکتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نادان ہیں حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔

اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ جتنے فرقے مدعی ایمان ہیں اور اعتقادات کفریہ رکھتے ہیں سب کا یہی حکم ہے کہ وہ کافر خارج از اسلام ہیں۔ شریعت مطہرہ میں ایسے ہی لوگوں کو منافق کہتے ہیں اور منافق، مومنوں کے لئے کافروں سے زیادہ مضرت رساں ہے۔

منافقوں کا مسلمانوں کو دھوکہ دینا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ مومن ہیں اور اپنے کفر کو مخفی رکھتے تا کہ مسلمانوں کے خفیہ منصوبوں پر مطلع ہوں اور پھر اس کی خبر مسلمانوں کے دشمنوں یہودیوں اور مشرکوں تک پہنچا دیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی تو وضاحت ہوگئی۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ کو دھوکہ دینا کس طرح صحیح ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور نہ وہ خود اللہ کو دھوکہ دینے کا قصد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُسے کوئی فریب یا دھوکہ دے سکے اور وہ ذات ارفع واعلیٰ ہے جو اسرار ومخفیات کا جاننے والا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ﴿**يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ**﴾ سے یہ مراد ہے کہ منافق اپنی غلط گمانی میں انہیں فریب دینے کے خواہشمند ہیں جسے کوئی فریب نہیں سکتا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کو فریب دے بھی کون سکتا ہے۔ مگر مومنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا حضور نبی مکرم ﷺ کو فریب دینا چاہیں اور چونکہ رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ مطلق ہے اس لئے عطاء خلافت کا مقتضاء یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ کو اسرار کا علم عطا فرمائے، چنانچہ آپ کی ذات علم سے فیض یاب ہوئی اور آپ کے پرتو صحبت سے مومنین بھی واقف اسرار مکنونہ بنے جیسا کہ فرمایا **اتقوا من فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله** مومن کی فراست ایمانی سے ڈرو کہ وہ تمہاری فطرت کو نور لم یزل کی روشنی سے دیکھتا ہے۔ تو رسالت مآب ﷺ اور مومنین مقربین، منافقین کے مخفی کفر پر مطلع ہیں اور عامۃ المسلمین اُن

کی اطلاع سے باخبر۔ تو یہ بے دین انہیں فریب تو دینا چاہتے ہیں مگر اُن کا فریب کارگر نہیں ہوتا بلکہ اُن کی جانوں پر ہی اس کا وبال پڑتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ' اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ مطلق ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے' وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا اللہ کو دھوکہ دینا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کو واضح فرمایا ہے :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء/۵۹)

اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

O believers ! Obey Allah and Obey the Messenger

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ (النساء/۸۰)

Whoso obeys the Messenger has indeed obeyed Allah, and whoso turns away his face, then We did not send you to save them.

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کے واسطہ سے کی جائے۔ اطاعت الٰہی کے لئے اطاعت رسول شرط ہے کیونکہ اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خُدا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی تفہیم و ترجمانی کے لئے رسول کے اقوال و اعمال و کردار کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن تو کتاب صامت ہے اور رسول قرآن ناطق ہیں۔ کتنا کھول کر بتا دیا کہ اللہ کا مطیع وہی ہے جو اس کے رسول کا مطیع ہو۔ لاکھ دعویٰ کرے اطاعت رسول اور اتباع قرآن کا وہ جھوٹا ہے جب تک رسول کریم کی سنت کا پابند نہ ہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے

میری اطاعت کی اُس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی' اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی' تو منافقین آپس میں کہنے لگے کہ یہ شرک کی تعلیم ہے۔ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اُسی طرح خُدا مان لیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا مان لیا' تب حضور ﷺ کی تائید اور اُن مَردودوں کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن' روح المعانی وغیرہا) روح المعانی نے فرمایا کہ منافقین نے حضور ﷺ کو مشرک کہا اور بولے کہ حضور فرماتے تو یہ ہیں کہ غیر خُدا کی عبادت نہ کرو اور خود معبود بننا چاہتے ہیں۔

آج جن لوگوں کو حضور ﷺ کی تعریف و تعظیم میں شرک نظر آتا ہے وہ حضور ﷺ کی تعریف پر شرک کے فتوے دیتے ہیں' یہ بیماری آج کی نہیں بلکہ بڑی پُرانی اور موروثی ہے یہ بیماری زمانہ نبوی میں منافقین کو بھی تھی جو اِدھر منتقل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بیماری سے بچائے۔ (آمین)

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب/۷۱) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

And whoso obeys Allah and His Messenger has got a great success

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (المائدہ/۹۲) اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی' اور فرمانبرداری کرو اُن رسول کی' اور ڈرتے رہو' پس اگر منہ پھیرو تم' تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنز الایمان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی' اور محتاط رہو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے احکام کو) کھول کر۔ (ضیاء القرآن)

And obey Allah and obey the Messenger and be careful, then if you turn back, know then that the responsibility over Our Messenger is only to deliver the message clearly.

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (النور/۵۴)

آپ فرمایئے' اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی' پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسُول کے ذمّہ اتنا ہے جواُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمّہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمّہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

Say you, 'Obey Allah and obey His Messenger; therefore, if you turn your faces, then for the Messenger is that which was made incumbent on him and for you is that whoso burden was put upon you, and if you will obey the Messenger, you will be guided. And upon the Messenger there is no responsibility but to deliver clearly.

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (التغابن /۱۲)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمّہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

And obey Allah and obey the Messenger, but if you turn your faces, then let it be know to you that Our Messenger is only responsible to deliver the Message clearly.

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا مومنین کو حکم دیا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبہ/۶۲)

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

And Allah and His Messenger had greater right, that they should please him, if they had faith

منافقین تنہائی میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منافقین کے نفاق کو ظاہر فرمادیا اور انکے تمام کاموں پر مطلع کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے۔ ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کر دیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

﴿مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا﴾ (التوبہ/۶۳) جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

Whoso opposes Allah and His Messenger, then for him is the fire of the Hell in which he will abide for ever.

﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا، پھر اُسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔

And he who comes out from his home, emigrating towards Allah and Messenger, then death overtakes him, then his reward lies on Allah

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت عبادت کو مکمل کر دیتی ہے شرک نہیں، ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ فرمایا گیا۔ بخاری شریف میں ہے **ومن كان هجرة الى الله ورسوله......** مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ

کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظّمہ چھوڑ کر عرض اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا' بلکہ مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے' حج' جہاد' زیارت مدینہ منورہ' طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا' یہ اللہ ورسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات/۱) اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو' اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے' تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

O believers ! exccd not over Allah and his Messenger and fear Allah. Undoubtedly, Allah hears, knows.

بعض صحابہ کرام نے بقرعید کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کرلی اور بعض صحابہ کرام' رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کردیئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ ان حضرات نے حضور ﷺ پر پیش قدمی کی' تو فرمایا گیا کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ/۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

And what a good it had been, if they would have been pleased with what Allah and His Messenger had given them.

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے

رسول کی طرف بھی، یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا، اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔

﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ (التوبہ/۷۴) انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

Allah and His Messenger has enriched them out of His grace

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ .... ﴾ (الاحزاب/۲۹) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔

And if you wish Allah and His Messenger and the home of the Hereafter, then undoubtedly Allah has kept prepared for the well doers among you a great reward.

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے۔ جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی۔ جو حضور نبی کریم ﷺ سے دور ہوا، وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

﴿سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ﴾ (التوبہ/۵۹) اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

Now Allah is to give us of His Bounty, and so the Messenger of Allah.

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں

﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب/۳۷) اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔ **Allah bestowed a favour and you (The Prophet) had bestowed a favour.**

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد' اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرما دیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انھیں کوئی اختیار رہوا پنے اس معاملہ میں ۔۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

And it is not befitting to a Muslim man or Muslim woman when Allah and His Messenger have decreed something that they would have any choice in their matters, and whoever disobeys Allah and His Messenger, he undoubtedly, has strayed away manifestly.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۹۴) اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔ **And now Allah and His Messenger will see your works**

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ المنافقون)

اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

The honour is for Allah, and His Messenger and Muslims, but the hypocrites know not.

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۳۰)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔ **Fight those who believe not in Allah and in the Last Day, and accept not as unlawful what Allah and His Messenger made unlawful.**

یہ آیت کریمہ بہ بانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت و حرمت کا اختیار رسول اعظم واکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں معمولی سا سوءِ ظن اور ادنیٰ سی گستاخی یا بے ادبی بھی خود شانِ الوہیت میں بے ادبی و گستاخی ہے۔ منافقین کی نفسیات کو بیان کرتے ہوئے انہیں بتایا گیا کہ تم خدا اور رسول اور اہل ایمان کو کسی قسم کے دھوکے میں مبتلا نہیں کر سکتے بلکہ تم اس غلط خیال سے خود کو دھوکے میں رکھے ہوئے ہو اور تمہاری ناسمجھی و نادانی کا یہ عالم ہے کہ تم اپنی اس خود فریبی سے بھی آگاہ نہیں۔ اس آیت کریمہ نے یہ عمومی اصول بھی واضح

کر دیا ہے کہ دوسروں سے دھوکہ دہی کی نفسیات حقیقت میں منافقت بھی ہے اور نادانی بھی۔ وہ لوگ چرب زبانی اور چالاکی وعیاری سے اپنے ظاہر وباطن کے تضاد پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دوسروں کو بے وقوف بنالیا ہے وہ منافق تو ہیں ہی لیکن ساتھ ساتھ خود بے سمجھ اور نادان بھی ہیں کونکہ ملمع کاری، تصنع، بناوٹ اور منافقت کچھ عرصہ کے لئے تو مخفی رہ سکتی ہے ہمیشہ کے لئے نہیں۔ یہ حقیقت بالآخر بے نقاب ہوکر رہتی ہے اس لئے ان مصنوعی کاوشوں سے دوسروں کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس اصول کی روشنی میں ہمیں اپنے کردار کا بھی دیانتدارانہ جائزہ لینا چاہئے کہ اس نوعیت کی عملی منافقت کس حد تک ہماری زندگی کا جزولاینفک بن چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگی اور تعلقات کا بیشتر حصہ اسی قسم کی عملی منافقت سے عبارت ہے۔ ہر شخص دوسرے کو دھوکہ دینے میں مگن ہے اور وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس عمل کے نتیجے میں فی الواقع وہ خود دھوکہ کھا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **المکر والخدیعة والخیانة فی النار** (ابوداؤد) دھوکہ دہی، وعدہ خلافی اور بددیانتی سب جہنم کا باعث ہیں۔

اس حدیث نبوی کے مطابق کیا ہم معاشرتی سطح پر جہنمی زندگی بسر نہیں کررہے؟

منافقین جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔ اپنے گمان میں وہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو فریب دے رہے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ خود کو فریب دے رہے ہیں کیونکہ جو شخص اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ادنیٰ اختیار کرے اور پھر اپنے کو کامیاب جانے وہ بڑا بے وقوف ہے اور سخت دھوکے میں ہے۔ منافقین نے دین چھوڑ کر دُنیا اختیار کی اور اس پر خوش ہوئے، لیکن دُنیا بھی ہاتھ نہ آئی بلکہ رُسوائی ذلت نصیب ہوئی، تو اپنے کو دھوکہ ہی دیا۔ صحابہ کرام نے فانی دُنیا اور اُس کی نعمتوں پر لات ماری اور اللہ و رسول کو اختیار کیا تو دُنیا بھی قدموں میں آگری۔ درحقیقت یہی لوگ (صحابہ کرام) بہت کامیاب رہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیوب ہے اس پر کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ اور فریب اسی کو دیا جاسکتا ہے جو حقیقت سے ناواقف ہو...... اور رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں کہ

اُس نے اپنے حبیب کو سارے علومِ غیبیہ(Knowledge of Unseen) عطا فرمائے ہیں۔ وہ تو ابتداء ہی سے ہر ایک کی حقیقت اور انجام سے خبردار ہیں کیونکہ معراج میں سب کفار اور مومنین کو دیکھ کر آئے ہیں۔ صحابہ کرام کو بھی مومنین اور کفار کے ناموں کے رجسٹر دکھا دیئے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ انھوں نے بڑے بڑے بدکاروں کے ایمان کی خبر دے دی۔ تو وہ آخر کار مومن ہی ہو گئے اور بڑے بڑے ظاہر متقیوں کے جہنمی ہونے کی خبر دے دی تو او آخر کار جہنمی ہو کر ہی مرے۔ انھوں نے تو یہ بھی بتا دیا کہ سیدنا حسن و سیدنا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جوانان جنت کے سردار ہیں۔ میری لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ ابو طالب دوزخ میں نہیں بلکہ اس کے جھیرے میں رہیں گے اور اُن کے تلوے میں آگ کی محض ایک چنگاری ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ جنتیوں اور جہنمیوں کو پہچانتے ہیں اور اُن کے درجات اور درکات سے بھی واقف ہیں۔ لہذا یہ منافق اُن کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اسی طرح مسلمان بھی اپنے نورِ ایمانی سے مومن اور کافر کو پہچان لیتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کی فراست (ذہانت) سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے بلکہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے جانور بھی کافر و مومن کی تمیز کر لیتے ہیں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شیر آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شیر میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں وہ یہ سن کر کتے کی طرح دُم ہلانے لگا۔ (مشکوٰۃ شریف باب الکرامات)

ابولہب کے بیٹے عتبہ کو جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی شیر نے اُس کا منہ سونگھ کر پھاڑ دیا۔ لہذا وہ مسلمانوں کو بھی دھوکہ نہیں دے سکتے۔ لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں نے اُن کے عیبِ نفاق کو ظاہر نہ فرمایا اس لئے منافق سمجھے کہ ہم دھوکہ دہی میں کامیاب ہو گئے۔ حقیقتاً نہ تو اللہ تعالیٰ کو دھوکا ہوا اور نہ رسول اللہ ﷺ کو اور نہ ہی مسلمان کو بلکہ خود منافقوں کو ہوا ہے لیکن وہ اس راز کو نہ سمجھ سکے کہ ان کی اس بکواس پر مسلمانوں کا خاموش ہو جانا در حقیقت عیب پوشی ہے جس میں ہزار ہا راز و حکمتیں ہیں لہذا اسی فریب کا اثر

الٹا اُن ہی منافقین پر پڑا کہ آخر کار دُنیا میں اُن کو رسوائی ہوئی ۔ اور آخرت میں سخت عذاب کے مستحق ہوئے ۔ مگر چونکہ اُن کے حواس میں فرق آ گیا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ نہ سکے ۔ ان کم بختوں کے حواس بھی ایسے بگڑ گئے کہ یہ اس قدر ظاہر چیز کو بھی محسوس نہیں کر سکتے' اس لئے کہ یہ دن رات دیکھ رہے ہیں کہ ہماری خفیہ مخالفتوں سے اسلام کی اشاعت میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور مسلمانوں کو ہم پر بالکل اعتماد نہیں مگر اس پر بھی اپنی روش کو نہیں چھوڑتے ۔ تو گویا یہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں اور جمادات (اینٹ پتھر) کی طرح ہیں کیونکہ محسوسات کو جانور بھی معلوم کر لیتے ہیں ۔

انبیاء و اولیاء کے ساتھ بُرا سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُرائی کرنا ہے ۔

منافقین کا حال یہ بتلایا جا رہا ہے **یخادعون اللہ** یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے اور اس کے ساتھ چالبازی کرتے ہیں حالانکہ گروہ منافقین میں شاید کوئی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کا قصد رکھتا ہو یا یہ سمجھتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فریب دے سکتا ہے ۔ بلکہ حقیقت یہ تھی کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو دھوکہ دینے کے قصد سے شنیع حرکتیں کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کو اللہ کو دھوکہ دینا قرار دے کر یہ بتلا دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی رسول یا ولی کے ساتھ کوئی بُرا معاملہ کرتا ہے وہ دَرحقیت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کے حکم میں ہے دوسری طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کرتا ایسا ہی جرم ہے جیسا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی جرم ہے ۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تقیہ شعاری اسلام میں اسی لئے حرام رکھی گئی کہ صاحب تقیہ قابل اعتماد نہیں رہتا اس کی توبہ نا قابل اطمینان ہوتی ہے اور اسلام میں اُسے زندیق مانا گیا ہے اور علماء نے فیصلہ کیا **لاتقبل توبة الزندیق** کاش باطل پرستوں کو سمجھ آئے ۔

منافقین کے دلوں میں مرض ہے

In their hearts is a disease

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منافقین کے دل میں عداوت کے جو جذبات پرورش پا رہے تھے اور حسد اور غصہ کی جو چنگاریاں چیخ رہی تھیں اُن کو قرآن نے مرض سے تعبیر فرمایا ہے جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی روز افزوں عزت اور ترقی کو دیکھتے تو حسد و عناد کے شعلے بھڑک اُٹھتے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ فرماتا ہے کہ اگر انھوں نے اس مرض کو یونہی بڑھنے دیا اور اس کا علاج نہ کیا تو جس طرح جسمانی بیماریاں جسمانی موت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح اُن کا یہ مرض اُن کے قلب و رُوح کا گھلا گھونٹ کر رکھ دے گا۔

﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ﴾

(البقرۃ/۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی اللہ نے اُن کی بیماری اور اُن کے لیئے دردناک عذاب ہے بوجہ اِس کے کہ وہ جُھوٹ بولا کرتے تھے۔

In their hearts is a disease, so Allah has increased their disease and for them is a painful torment, the recompense of their lies.

لغت میں بدن کی اس عارضی حالت کو 'مرض' کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے طبعی کاموں میں خلل پڑ جائے' جیسے کہ بخار جسم انسانی کو طبعی کاموں سے روک دیتا ہے لیکن مجازاً ان نفسانی عوارضات کو بھی کہہ دیتے ہیں کہ جو نفس کے کمالات کو ختم کر دیں جیسے جہالت' بدعقیدگی' حسد' بغض' دُنیا کی محبت' جھوٹ اور ظلم وغیرہ کہ ان کی وجہ سے نفس کے کمالات زائل ہو جاتے ہیں اور کبھی یہ عیوب کفر تک بھی پہنچا دیتے ہیں جو کہ روحانی موت ہے دل کی بیماریاں چند قسم کی ہیں' ایک وہ کہ جن کا تعلق اخلاق سے ہے جیسے کہ حسد کینہ وغیرہ۔

دوسرے وہ کہ جن کا تعلق افعال سے ہے جیسے کہ بُرے ارادے۔ یہاں پہلی قسم کی بیماری مراد ہے یعنی اُن منافقین کے دِلوں میں بدعقیدگی اور کفر تو پہلے ہی سے موجود ہے اب دن بدن اس میں زیادتی ہورہی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے تینوں قسم کی بیماریاں مراد ہوں یعنی منافقین کے دلوں میں بدعقیدگی' بدخلقی' بدعمل موجود ہے اور اس میں زیادتی ہو رہی ہے۔ اللہ نے ان کی بیماریاں بڑھا دی۔ اس کے بڑھانے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انھیں اسلام کو دیکھ کر غم ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اشاعت فرما کر اُن کے غم کو بڑھا دیا اور اس طرح اُن کے دل میں بدعقیدگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر اس طرح لگا دی کہ اُن میں وعظ ونصیحت اثر نہ کرے' کفر کو بڑھا دیا۔ جس قدر شرعی احکام بڑھے' اُن کا انکار بھی بڑھا۔ مثلاً جب تک دس احکام آئے تو وہ دس کے منکر رہے اور جب مزید پانچ احکام آئے تو پندرہ احکام کے منکر ہوگئے۔ یا اس طرح کہ پہلے فقط عبادات آئی تھیں وہی اُن پر بھاری تھیں۔ جب سزائیں اور جہاد آ گئے تو اُن پر اور مصیبت ٹوٹ پڑی۔ اللہ کی شان ہے کہ شرعی احکام اور قرآنی آیتیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کریں لیکن اُن سے کفار کا کفر بڑھے۔ جیسے کہ بارش کا پانی گندگی پر پڑ کر اُس کو زیادہ پھیلا دیتا ہے مگر پاک چیزوں پر پڑ کر اُن کو اور بھی صاف کر دیتا ہے۔ یہی بات یہاں پر ہے یا اس طرح کہ جب وہ کھلے کافر تھے تو اُن میں بہادری تھی مگر اسلام کے دبدبے اور شوکت کو دیکھ کر ان میں بزدلی پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ سے وہ منافق بننے پر مجبور ہوگئے۔ جس طرح کہ دُنیا میں انکی بیماریاں بڑھتی جارہی ہیں اسی طرح آخرت میں اُن کا عذاب اور مسلمانوں کا ثواب بڑھتا رہے گا۔ کفار کے عذاب کو 'عظیم' بڑا فرمایا ہے اور منافقوں کے عذاب کو 'الیم' دردناک اور تکلیف دہ فرمایا گیا ہے اس لئے کہ بمقابلہ کفار کے اُن کو عذاب کی زیادہ تکلیف ہوگی کیونکہ کافروں نے ایمان کی لذت بالکل نہ چکھی تھی اور نورِ ایمانی اُن کے ظاہری حواس تک بھی پہنچا تھا' انھیں خبر ہی نہ تھی کہ نماز میں کیا لطف ہے اور ایمان میں کیا بہار۔ لیکن منافقین ایمان کے دَروازے تک پہنچ چکے تھے اور اس کی

شیرینی اُن کے تالو اور زبان میں لگ چکی تھی پھر اس کے پھل نہ کھا سکیں گے تو اُن کو اپنی محرومی پر بہت صدمہ ہوگا جیسے کہ ایک شخص نے عمدہ میووں کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ دوسرے نے چکھا تھا۔ مگر اب اس کو میسر نہیں تو یقیناً نہ ملنے کی حسرت زیادہ انھیں کو ہوگی جو کچھ محروم ہو گئے۔ (تفسیر عزیزی) نیز کھلے کافروں کو تو صرف دوزخ کا عذاب ہی ہوگا اور منافقوں کو عذاب بھی اور طعنے بھی۔ اس لئے اُن کو تکلیف زیادہ ہوگی۔ منافقین نے چونکہ جھوٹ بھی بولا تھا اس لئے ان کو جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں رکھا جائے گا جہاں کہ اور طبقات سے دوزخیوں کی پیپ وغیرہ بہہ کر آئے گی اور وہ ہی اُن کو پلائی جائے گی تو کفر کی وجہ سے اُن کو یہ عذاب ہوا اور فریب کی وجہ سے یہ درد پہنچا۔ جھوٹ کئی قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) قول میں جھوٹ: وہ اس طرح کہ خلاف واقعہ خبر دے

(۲) فعل میں جھوٹ: وہ اس طرح کہ عمل قول کے خلاف ہوں یعنی کچھ کہے اور کچھ کرے۔

(۳) عقیدے میں جھوٹ: وہ اس طرح کہ غلط عقائد اختیار کرے مثلاً خالق تو ایک ہے لیکن کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ خالق چند ہیں' یہ عقیدے کا جھوٹ ہوا۔ ہر جھوٹ بُرا ہے لیکن عقیدے کا جھوٹ سخت بُرا۔ یہ منافق ہر طرح جھوٹے تھے۔ جھوٹ سے جس طرح اُخروی عذاب آتا ہے ایسے ہی دُنیا میں بھی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔

عام طور پر دل میں اچھے خیالات بھی آتے ہیں اور بُرے خیالات بھی۔ اچھے خیالات رحمانی الہام ہوتے ہیں جس کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے اور بُرے خیالات شیطانی وسوسے۔ جن دِلوں پر اللہ کا کرم ہے اُن کو الہام زیادہ اور وسوسے کم ہوتے ہیں بلکہ بعض مقبولان خدا ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ان وسوسوں سے بالکل محفوظ ہو جاتے ہیں اور جن کے دِلوں میں بیماری ہے انہیں الہام کم اور وسوسے زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر اس مرض کا علاج کسی قابل طبیب رُوحانی سے کرایا جائے تو صحت ہو جاتی ہے ورنہ یہ مرض بڑھتا بڑھتا اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دل میں اچھے خیالات کا آنا ہی بند ہو جاتا ہے اور کبھی یہاں تک ترقی ہو جاتی ہے بُرے کاموں کو اچھا اور اچھے کاموں کو بُرا سمجھنے لگتا ہے اور بدکاروں کو

عزیز رکھنے اور نیکو کاروں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے یہی دِل کی موت ہے۔ اسی طرح بعض اوقات دل سے غیبی آواز آتی ہے جو انسان کو برائی سے روکتی ہے اور بُرے کام کرنے پر ملامت کرتی ہے اللہ کے مقبول بندوں کی یہ آواز نہایت قوی ہوتی ہے کہ وہ بُرے راستے پر آتے ہی نہیں۔ گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے یہ آواز کمزور پڑ جاتی ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بند ہو جاتی ہے پھر غلط آوازیں آئی شروع ہو جاتی ہیں کہ گناہ کرنے پر خوشی کی آواز نکلتی ہے یہ قلب کی موت ہے اس آیت میں انہی بیماریوں کا ذکر ہو رہا ہے جس طرح سے کہ بعض دوائیں اور بعض جگہ کی آب و ہوا تندرستی بخشتی ہے اسی طرح بعض اعمال اور کسی جگہ کی آب و ہوا رُوحانی تندرستی دیتی ہے اولیاء اللہ کی زیارت' اُن کی قبور پر حاضری دینے کا اسی لئے حکم ہے کہ وہاں کی آب و ہوا ایمان کے لئے زیادہ مفید ہے جس طرح کہ بیمار سفر کر کے طبیبوں کے پاس جاتے ہیں اسی طرح گناہوں کا بیمار اگر سفر کر کے رُوحانی اطباء کے پاس حاضری دے تو کیا حرج ہے۔ سفر عرس اور سفر زیارت قبور میں یہی حکمتیں ہیں۔ جس طرح بعض بیماریاں اڑ کر لگتی ہیں اسی طرح روحانی بیماری بھی اُڑ کر لگنے والی ہے اسی لئے بد مذہبوں اور بے دینوں کی صحبت سے دُور رہنا سخت ضروری ہے۔

قرآن و حدیث کی اصطلاح میں ان انسانی کیفیات کو بھی مرض کہا جاتا ہے جو نفس انسانی کے کمال میں خلل انداز ہوں اور جن کی وجہ سے انسان اپنے انسانی اعمال سے محروم ہوتا چلے جائے' جس کا آخری نتیجہ رُوحانی موت و ہلاکت ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دلوں کے امراض خواہشات نفسانی کے اتباع سے پیدا ہوتے ہیں جیسے بدنِ انسان کے امراض اخلاط انسان کی بے اعتدالی سے پیدا ہوتے یں۔ اس آیت میں اُن کے دلوں میں مخفی کفر کو مرض فرمایا گیا ہے جو رُوحانی اور جسمانی دونوں اعتبار سے بڑا مرض ہے۔

نفاق مہلک' خطرناک' موذی اور متعدی مرض ہے :

(☆) نفاق ایک خطرناک مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے اس کے جراثیم قلب پر حملہ کرتے ہیں اور خون میں سرایت کر کے سارے جسم میں پھیل جاتے ہیں اس کا جرثومہ نا قابل تقسیم ہے جو کسی ایک جگہ قرار نہیں پکڑتا اور اس کے وجود کو ختم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

(☆) نفاق انسان کے ذہن' سوچ' فکر اور خیال پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کی زندگی کا دھارا ہی بدل دیتا ہے اور اس قدر ارزاں کر دیتا ہے کہ اسے کوئی بھی چند روپیوں کے عوض آسانی سے خرید سکتا ہے۔

(☆) جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک اور انتہائی کمینہ وذلیل ہوتے ہیں۔ اُن کا مَن کالا ہوتا ہے اور کرتوت سیاہ۔ یہ لوگ فتنہ انگیز' فتنہ گر' فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ان میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی' جو ایک دوسرے کے ہم رنگ ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی میں زہر گھول دیتے ہیں' خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں' جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں' افواہیں پھیلا کر امن کی فضا کو مکدر کر دیتے ہیں۔ غیرت اُن کے اندر نام کو نہیں ہوتی' چند روپیوں کی خاطر اپنا ایمان' اپنا ضمیر اور اپنی عزت وآبرو بیچ دیتے ہیں۔ اپنے مفاد کے لئے ملک وملت کے مفاد کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ نام ونمود اور شہرت کے لئے مرتے ہیں۔ کسی مجلس میں شریک ہوتے ہیں تو صفیں پھلانگتے ہوئے آگے کی صف میں جا بیٹھتے ہیں۔ ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ ایثار وقربانی کا درس دیتے ہیں لیکن جب قربانی دینے کا موقع آتا ہے تو چپکے سے سرک جاتے ہیں اور اس طرح غائب ہو جاتے ہیں جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔ ایسے افراد کے عزائم کو طشت از بام کرنا ہے اور اُن کی قلعی کھول کر رکھ دینا ہے تاکہ سوسائٹی میں اُن کا مقام متعین ہو جائے اور معاشرہ میں یہ اپنا سر اُٹھا کر چل نہ سکیں۔

کوئی جماعت جو اپنے اندر منافقوں اور غداروں کو پرورش کرتی ہو اور جس میں گھریلو

سانپ عزت اور تحفظ کے ساتھ آستینوں میں بٹھائے جاتے ہوں' اخلاقی زوال اور بالآخر کامل تباہی سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کو آبادی میں آزادی کے ساتھ چلنے پھرنے کا موقع دینا گویا پوری آبادی کو موت کے خطرے میں ڈالنا ہے۔ ایک منافق کو مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت واحترام کا مرتبہ حاصل ہونے کے معانی یہ ہیں کہ ہزاروں آدمی غداری ومنافقت پر دلیر ہو جائیں اور یہ خیال عام ہو جائے کہ اس سوسائٹی میں عزت پانے کے لئے اخلاص' خیرخواہی اور صداقت ایمانی کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ جھوٹے اظہار ایمان کے ساتھ خیانت اور بے وفائی کا رویہ اختیار کر کے بھی یہاں آدمی پھل پھول سکتا ہے۔ یہی بات سیدِ عالم حضور نبی مکرم ﷺ نے اس مختصر سے حکیمانہ فقرے میں بیان فرمایا ہے کہ **من وقر صاحب بدعته فقد امان علی هدم الاسلام** جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی تعظیم وتوقیر کی وہ دراصل اسلام کی عمارت ڈھانے میں مددگار رہوا۔

قابل ذہن نشین نکات : (☆) آیت میں منافقین کے عذاب الیم (دَردناک وسخت) کی وجہ **بما کانوا یکذبون** یعنی ان کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا ہے حالانکہ اُن کے کفر ونفاق کا جرم سب سے بڑا تھا اور دوسرے جرائم مسلمانوں سے حسد' اُن کے خلاف سازشیں (Anti-Islam activities) بھی بڑے جرائم تھے مگر عذاب الیم کا سبب اُن کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا ہے اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت اُن کا اصلی جرم تھا اُسی بُری عادت نے اُن کو کفر ونفاق تک پہونچا دیا تھا اس لئے جرم کی حیثیت اگرچہ کفر ونفاق کی بڑھی ہوئی ہے مگر اُن سب خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ بولنا ہے اسی لئے قرآن کریم نے جھوٹ بولنے کو بُت پرستی کے ساتھ جوڑ کر اس طرح ارشاد فرمایا ہے: ﴿**واجتنبوا الرجس من الاوتان واجتنبوا قول الزور**﴾(الحج/۳۰) تو بچو بتوں کی گندگی سے (بت پرستی) اور بچو جھوٹ کے بولنے سے۔ (معارف القرآن)

منافقین فسادی ہیں اور اپنے کو مصلح سمجھتے ہیں

Hypocrites create disorder

منافقین دن رات فتنہ وفساد پھیلانے اور حق کی شمع بجھانے میں مصروف ہیں اور اگر اُن کی فتنہ پروازیوں کی طرف توجہ دلا کر انھیں باز رہنے کو کہا جاتا ہے تو الٹا گھورتے ہیں اور کہتے ہیں آپ ہمیں فسادی کہتے ہیں ہم ہی تو امن و اصلاح کے لئے ہر وقت کوشش کر رہے ہیں۔ اب جو شخص فساد پھیلانے اور حق کا چراغ گُل کرنے کو اصلاح کہنے پر مصر ہو اس کے قلب ونظر کو اگر بیمار نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ اب آپ اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالیے۔ جتنے نئے فرقے، نئے مذہب جنہم لے رہے ہیں اُن کے بانی بھی دُنیا کی اصلاح اور قوم کی فلاح کا دعویٰ ہی کرتے ہیں لیکن اُن کی فتنہ پروزایاں آئے دن جو گُل کھلا رہی ہیں اُن کے باعث تو قوم کا ذہنی اتحاد بھی پاش پاش ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نادان دوستوں یا دانا دشمنوں کے مکر وفریب سے امت کو بچائے اور ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اُن کو پہچان سکیں۔ آمین

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (البقرہ/۱۲)

اور جب کہا جائے اُنھیں کہ مت فساد پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں۔ ہوشیار! وہی فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ (ضیاء القرآن)

And when it is said to them, create not disorder on the earth; they say, 'We are but reformists' Beware it is they who are the mischief-makers, but they perceive not.

منافقین کا فساد یہ تھا کہ وہ کفار سے تعاون کر کے اور مسلمانوں کے راز اُن پر ظاہر کر کے جنگ کی آگ بھڑکاتے تھے اور فتنوں کو جگاتے تھے کیونکہ جنگ کے نتیجہ میں

زمین پر لہلہاتے ہوئے کھیت اُجڑ جاتے تھے' مال اور مویشی ہلاک ہو جاتے تھے اور انسانوں کا قتل ہوتا تھا۔ یا ان کا فساد یہ تھا کہ وہ زمین پر اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور شریعت کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور اس کے نتیجہ میں زمین پر خوں ریزی ہوتی تھی اور فتنہ اور فساد ہوتا تھا اور چونکہ منافقین کے دلوں میں بیماری تھی اس لئے وہ اپنے فساد کرنے کو اصلاح اور اپنی شرانگیزی کو کارِ خیر گمان کرتے تھے۔ (تبیان القرآن)

منافقین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم خود بگڑے ہوئے ہو تو اوروں پر مہربانی کرو اور اللہ کی زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ منافقین کی بیماری متعدی یعنی پھیلنے والی تھی فساد سے کیا مراد ہے؟ اس میں چند قول ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس حسن قتادہ سدّی رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے کہ یہا فساد سے مراد ہے علانیہ گناہ کرنا' کیونکہ علانیہ گناہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بند ہو جاتی ہیں عذاب نازل ہوتے ہیں۔ قتل وخون وغارت گری وغیرہ شروع ہو جاتی ہے چونکہ وہ لوگ موقع پا کر علانیہ گناہ بھی کرتے تھے اور اس سے ان کو روکا گیا۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے ایسے منجھ گئے تھے کہ اولاً تو وہ گناہ کرتے نہ تھے۔ اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو چھپانے کی کوشش نہ کرتے بلکہ بارگاہ نبوی میں آ کر اقرار کر کے سزا لیتے تھے۔ منافق وہ مردود ازلی ٹولہ تھا جو اس آستانہ میں آ کر بھی درست نہ ہوئے۔ فرمایا جا رہا ہے' تم اپنے کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بٹہ نہ لگاؤ فساد نہ کرو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فساد سے مراد کفار سے ملنا' اُن کی تواضع وخاطر اور خوشامد کرنا ہے۔ تو گویا یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ تم ایک طرف کے ہو کے رہو۔ تمھاری یہ منافقانہ حرکتیں فساد پھلا دیں گی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فساد سے مراد ہے مسلمانوں کے راز کفار تک پہنچانا' چونکہ منافقین مسلمانوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اس لئے ان کو کچھ مسلمانوں کی جنگی تدبیریں معلوم ہو جاتی تھیں اور وہ کفار کو اُن کی خبر کر دیتے تھے اس حرکت سے اُنھیں روکا گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ منافقین نومسلموں سے خفیۃً مل کر اُن کے دِلوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات ڈالتے تھے وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جب پرانے مسلمان

اسلام پر مطمئن نہیں تو ضرور اسلام میں کچھ خرابی ہوگی، یہاں فساد سے اُن کی یہی حرکت مراد ہے اور اسی سے اُن کو رُوکا جا رہا ہے۔ منافقین کو جب فساد سے روکا جاتا تو کہتے کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں۔ منافقین کہتے تھے کہ اے مسلمانوں، جس چیز کو تم فساد کہتے ہو اس کو ہم اصلاح سمجھتے ہیں کیوں کیونکہ تمھارا اسلام فساد ہے اور اسی کو ہم مٹانا چاہتے ہیں۔

منافقین پر دلی بیماری اس قدر غالب آ گئی کہ بُرے بھلے کی تمیز نہ رہی کیونکہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ چغل خوری غمازی اور گناہوں سے ملک میں فساد برپا نہ کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم بھلائی کرتے ہیں وہ اُن گناہوں کو بھلائی سمجھ بیٹھے۔ مبارک وہ شخص ہے جب کو دُنیا میں ہی حقیقت حال کی خبر ہو جائے اور بُرے بھلے کی تمیز کرے ورنہ مرنے کے بعد تو ہو ہی جائے گی۔ منافق اول درجہ کے مفسد ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ اول درجہ کے بےشعور بھی ہیں کہ اُن کو فساد و اصلاح کی تمیز نہ رہی۔ دل کے اندھے ہونے سے ظاہری اعضا ربھی بیکار ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی منافقین سے یہ کہتا کہ اپنے نفاق کے ذریعہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ بڑے زور اور تاکید سے کہتے تھے ﴿ **اِنَّمَا نَحنُ مُصلِحُوْنُ** ﴾ یعنی ہم تو مصلح (Reformer) ہی ہیں، ہمارے کسی عمل کو فساد سے کوئی واسطہ نہیں، مگر قرآن کریم نے ان کے جواب میں فرمایا ﴿ **الا انهم هم المفسدون ولكن لايشعرون** ﴾ یاد رکھو کہ یہی لوگ فسادی ہیں مگر اُن کو اس کا شعور نہیں۔

منافقین کی حرکات حقیقتاً زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے کا سبب تھی۔ منافقین فتنہ و فساد پھیلانے کی نیت اور قصد سے یہ کام نہ کرتے تھے بلکہ ان کو معلوم بھی نہ تھا کہ اس کا نتیجہ فتنہ و فساد ہے۔

وجہ یہ ہے کہ زمین میں فتنہ و فساد جن جن چیزوں سے پھیلتا ہے اُن میں کچھ تو ایسی چیزیں ہیں جن کو ہر شخص فتنہ و فساد سمجھتا ہے جیسے قتل چوری، غارت گری، دھوکہ فریب، اغواء۔۔ وغیرہ۔

ہر سمجھدار آدمی ان کو شر وفساد سمجھتا ہے اور ہر شریف آدمی ان سے بچتا ہے اور کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو اپنی ظاہری سطح کے اعتبار سے کوئی فتنہ وفساد نہیں ہوتیں مگر اُن کی وجہ سے انسانوں کے اخلاق برباد ہوتے ہیں اور انسانوں کی اخلاقی گراوٹ' سارے فتنوں اور فسادوں کے دروازے کھول دیتی ہے ان منافقین کا بھی یہی حال تھا کہ چوری' ڈاکہ' بدکاری وغیرہ سے بچتے تھے اسی لئے بڑی زور سے اپنے مفسد ہونے کا انکار اور مصلح (Reformer) ہونے کا اثبات کیا۔

مگر نفاق اور کینہ وحسد اور اس کے ماتحت دشمنوں سے سازشیں' یہ چیزیں انسان کے اخلاق کو ایسا تباہ کردیتی ہیں کہ انسان بہت سے حیوانوں کی سطح سے بھی نیچے آجاتا ہے اور ایسے کام کرنے پر اُتر آتا ہے جو کبھی کسی بھلے مانس سے متصور نہیں ہوتے' اور جب انسان اپنے انسانی اخلاق کھو بیٹھا' تو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں فساد ہی فساد آجاتا ہے فساد بھی ایسا عظیم جو نہ دَرندے جانوروں سے متوقع ہے نہ ڈاکوؤں اور چوروں سے۔ کیوں کہ ان کے فساد کو قانون اور حکومت کی طاقت سے روکا جاسکتا ہے مگر قانون تو انسان ہی جاری کرتے ہیں جب انسان' انسان نہ رہا تو قانون کی جوگت بنے گی اس کا تماشہ آج کھلی آنکھوں ہر شخص' ہر محکمہ اور ہر ادارہ میں دیکھتا ہے۔ آج دنیا کا تمدن ترقی پذیر ہے تعلیم وتعلم کے اداروں کا جال گاؤں گاؤں تک پھیلا ہوا ہے۔ تہذیب تہذیب کے الفاظ ہر شخص کی زبان پر ہیں قانون سازی کی مجلسوں کا بازار گرم ہے۔ تنفیذِ قانون کے بے شمار ادارے اربوں روپے کے خرچ سے قائم ہیں۔ دفتری انتظامات کی بھول بھلیاں ہے مگر جرائم اور فتنے فساد روز بروز بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ وجہ اس کے سوا نہیں کہ قانون خود کار مشین نہیں ہوتا' بلکہ اس کو انسان چلاتے ہیں۔ جب انسان اپنی انسانیت کھو بیٹھا تو پھر اس فساد کا علاج نہ قانون سے ہوسکتا ہے نہ حکومت اور محکموں کے چکّر سے' اسی لئے انسانیت کے عظیم ترین محسن نبی کریم ﷺ نے اپنی تمامتر توجہ اس پر مرکوز فرمائی ہے کہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنادیں تو پھر فساد و جرائم خود بخود ختم ہوجاتے ہیں' نہ پولیس کی زیادہ ضرورت

رہتی ہے نہ عدالتوں کے اس پھیلاؤ کی جو دنیا میں پایا جاتا ہے۔اور جب تک دنیا کے جس حصے میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات و ہدایات پر عمل ہوتا رہا دُنیا نے وہ امن و امان دیکھا جس کی نظیر نہ پہلے کبھی دیکھی گئی نہ ان تعلیمات کو چھوڑنے کے بعد متوقع ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کی روح ہے اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کے حساب کتاب کی فکر‘ اس کے بغیر کوئی قانون و دستور اور کوئی محکمہ اور کوئی مدرسہ اور یونیورسٹی انسان کو جرائم سے باز رکھنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔

آج کی دنیا میں جن لوگوں کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے وہ جرائم کے انسداد کے لئے نئے سے نئے انتظام کو تو سوچتے ہیں مگر اس روحِ انتظام یعنی خوفِ خدا سے نہ صرف غفلت برتے ہیں بلکہ اس کو فنا کرنے کے اسباب مہیا کرتے ہیں‘ جس کا لازمی نتیجہ ہمشہ یہی سامنے آتا ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کھلے طور پر فساد مچانے والے چوروں‘ غارت گروں کا علاج آسان ہے مگر انسانیت فراموش انسانوں کا فساد ہمیشہ برنگ اصلاح ہوتا ہے وہ کوئی دلچسپ دلفریب اصلاحی اسکیم بھی سامنے رکھ لیتے ہیں۔اور خالص ذاتی اغراضِ فاسدہ کو اصلاح کا رنگ دے کر ﴿ **انما نحن مصلحون** ﴾ کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعائی نے جہاں فساد سے رُوکا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا **وَ اللّٰہ یعلم المفسد من المصلح** یعنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ مفسد کون ہے اور مصلح کون؟ جس میں اشارہ فرمادیا کہ فساد و اصلاح کی اصل حقیقت حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں جو دلوں کے حال اور نیتوں سے بھی واقف ہیں اور ہر عمل کے خواص و نتائج کو بھی جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ صلاح ہوگا یا فساد۔ اس لئے اصلاح کے لئے صرف نیت اصلاح کافی نہیں بلکہ عمل کا رخ بھی شریعت کے مطابق صحیح ہونا ضروری ہے۔ بعض اوقات کوئی عمل پوری نیک نیتی اور اصلاح کے قصد سے کیا جاتا ہے مگر اس کا اثر فساد وفتنہ ہوتا ہے۔

عہدرسالت سے لے کر آج تک افساد کو اصلاح کا نام دینے کا تسلسل :

ہر زمانہ میں مفسدین کا یہی حال رہا ہے جو لوگ دین میں نئی نئی بدعات پیدا کرتے ہیں اور نئے نئے مذاہب ایجاد کرتے ہیں اور الحاد اور بے دینی کی تحریکات چلاتے ہیں وہ اپنی مخترعہ بدعات' مذاہب اور تحریکات کو نہایت خوش نما اور خوبصورت نام دے دیتے ہیں' جیسے محبت اہلبیت کے نام پر تعزیہ داری' ماتم اور سَب صحابہ (صحابہ کرام کو گالیاں کہنے) کی بدعات نکل آئیں ہیں اور توحید کے نام پر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شان اور عظمت کو کم کیا جاتا ہے اور جب ان لوگوں کا محاسبہ کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں' اہل بیت کی عظمت اجاگر کر رہے ہیں اور شرک کو مٹا رہے ہیں۔ (تبیان القرآن)

نام نہاد اصلاح کے پردے میں فساد انگیزی :

فساد فی الارض (زمین میں فساد) ایسی جامع اصطلاح ہے کہ اس میں ہر ظلم وزیادتی' بے اصولی' ناانصافی' حق تلفی واستحصال' اثم وعدوان' گمراہی وضلالت' شرانگیزی وفتنہ پروری' منافقت ومنافرت' تخریبی وسازشی کاروائیاں اور منفی اندازِ فکر وعمل شامل ہیں۔ عقائد ونظریات اور اعمال وافعال کے جس نظام سے ارضی زندگی اور سوسائٹی میں عدل وانصاف اور صداقت وشرافت کی اقدار قائم ہیں بلکہ فروغ پاتی ہیں اور ہر حقدار کو اس کا صحیح حق ملتا رہے وہ نظام حق پر مبنی ہوتا ہے اور اسی حالت کو صلاح وفلاح کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کسی عمل سے اس نظام حق وعدل کے فروغ میں تعطل پیدا ہو یا حصول فلاح کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو تو اُسے فساد فی الارض سے تعبیر کیا جائے گا۔ قرآن حکیم جملہ منافقین کی نسبت یہ واضح اعلان کر رہا ہے کہ اُن کا اندازفکر وعمل ہمیشہ مفسدانہ' منفی' تخریبی اور استحصالی ہوتا ہے جو انسانی سوسائٹی کے لئے ضرور کسی نہ کسی طور پر نقصان دہ ہوتا ہے۔ طرّہ یہ کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد کرنے والے نہ بنو تو وہ اپنے آپ کو کبھی بھی مفسد تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے' وہ خود کو پورے معاشرے میں نہ صرف سب سے بڑا صالح بلکہ واحد مصلح (Reformer)

تصور کرتے ہیں۔ اُن کا گمان یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہی حق ہے اور اسی سے معاشرے کی اصلاح ممکن ہے چنانچہ اس نام نہاد صالحیت اور مصلحیت کے زعم میں مبتلا ہو کر فساد انگیزی جاری رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے زعمِ باطل کو رَدّ کرتے ہوئے برملا اعلان کر رہا ہے کہ اُن کی مصلحانہ نعرہ بازی اور نیکی کی ظاہری دعوت دیکھ کر کہیں انہیں مخلص رہنما اور قومی مصلح تصور ہی نہ کر لیا جائے بلکہ آگاہ ہو جاؤ ! یہی لوگ حقیقت میں فساد برپا کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ فتنہ وشَر کا منبع وسرچشمہ ہیں۔ ان کی تمام نام نہاد تبلیغی واصلاحی کارروائیاں منافقت کے سوا کچھ نہیں۔ پھر ان کی بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ یا تو انہیں اپنے مفسدانہ عمل کا علم وشعور ہی نہیں ہوتا اور اصلاح کی خوش فہمی میں ہی فساد بپا کرتے چلے جاتے ہیں یا وہ اپنے منافقانہ مفادات میں اس قدر حریص ہو چکے ہیں کہ جانتے ہوئے بھی اپنے عمل کو فساد انگیزی تصور نہیں کر سکتے گویا یہ احساس ان کی لوحِ قلب ودماغ سے مٹ چکا ہوتا ہے کہ کیا ہم بھی فساد کا باعث ہو سکتے ہیں؟ قرآنِ مجید نے منافقت کی یہ ایسی اہم بیان کی ہے کہ جس کا صدور وظہور ہر دور میں یکساں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ آپ تاریخِ اسلام کا مطالعہ فرما لیجئے۔ مسلمانوں میں جس قدر باطل فرقے ' الحادی تحریکیں' متشدد وسازشی جماعتیں اور متکبر قیادتیں معرضِ وجود میں آئی ہیں اُن کا ہمیشہ یہی دعوی اور نعرہ رہا ہے کہ ہم مسلمانوں کی اصلاح چاہتی ہیں۔ مسلمان اپنے عقائد واعمال کے لحاظ سے تباہ ہو چکے ہیں اس لئے ہماری کاوش انہیں اعتقادی اور عملی گمراہیوں سے نجات دلا کر صحیح اسلامی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ کسی نے بھی خود سے بڑھ کر کسی اور کو مصلح (Reformer) تصور نہیں کیا۔ نتیجۃً ایسی تحریکیں کئی مسلمانوں کو اصلاح احوال کے دلکش اور دلفریب نعروں کی جاذبیت کے باعث اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں اور دینِ حق کی صحیح راہ سے بہکانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی عمومی اعتقادی اور عملی حالت اصلاح طلب ہے اور اصلاح طلب رہتی ہے چنانچہ ان کی اصلاح کا فریضہ بھی اہل علم کو ادا کرنا ہوتا ہے بلکہ اہلِ اقتدار بھی جنہیں فی الواقع مصلح کا کردار ادا کرنا چاہیے اکثر اوقات خود اصلاح

کے ضرورت مند ہوتے ہیں اور یہ کام بھی معاشرے کے زعماء وعلماء کے ذمے ہوتا ہے لہذا کئی سمتوں سے اصلاح احوال کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ یہاں وہ نازک منزل آتی ہے جہاں اہلِ اسلام کو حق پرستانہ اور منافقانہ نعروں میں امتیاز کرنا ہوتا ہے کیونکہ اس امتیاز کو پیش نظر رکھے بغیر اگر ہر قیادت اور ہر دعوت کی پیروی شروع کر دی جائے تو احوال سنورنے کی بجائے اور بگڑتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر کوئی ظاہراً دعوتِ اصلاح دے رہا ہو تو حق و باطل میں امتیاز کا معیار کیا ہوگا؟ قرآنِ کریم کی یہ آیات اسی معیارِ امتیاز کو واضح کر رہی ہیں قرآن منافقت کے مختلف روپ چُن چُن کر بے نقاب کر رہا ہے۔ اگر سب علامات کو سامنے رکھ کر اسی قرآنی معیار پر حق پرستی اور منافقت کی پرکھ کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دھوکہ وفریب کی گنجائش باقی رہے۔

منافقین کے سامنے صحیح ایمان کا ایک معیار رکھا گیا کہ ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ یعنی ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ۔

'Believe as others (Companion of The Messenger - SAHABA) have believed'

صحابہ کرام کا ایمان ایک معیار بن چکا ہے جس کا ایمان اُن حضرات کی طرح ہو وہ تو مومن ہے ورنہ نہیں۔ (آئندہ صفحات میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں)

کیا یہ حقیقت نہیں؟

اُن منافقوں کی طرح بظاہر اللہ کے دین کی دعوت اور تبلیغ کے بہانے اُمت مسلمہ کو اپنے ایک مرکز سے جدا کرنے کی سعی ناپاک کی جا رہی ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ناموس مصطفٰی ﷺ پر کٹ مرنے کو فرقہ پرستی کا نام دیا جا رہا ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ بظاہر بظاہر فرقہ پرستی کے خاتمے کے لیبل لگا کر اُمت مسلمہ کے شیرازہ ملی کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ احوالِ امت کی اصلاح کے بہانے اُمت میں فساد کا بیج بویا جارہا ہے؟
کیا یہ حقیقت نہیں کہ غلامی مصطفیٰ ﷺ کے جذبات کو معاذ اللہ شخصیت پرستی کا نام دیا جارہا ہے؟
کیا یہ حقیقت نہیں کہ فروغ دین کے حوالے سے محبت رسول سے خالی لٹریچر کی ترویج واشاعت کو خدمتِ دین کا نام دیا جارہا ہے؟
کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج بزرگانِ دین سے نفرت رکھنے کی تلقین کی جارہی ہے؟
کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان تمام ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اُمت مسلمہ پر شرک اور بدعت کے فتوے لگائے جارہے ہیں؟

یہ کون لوگ ہیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جو عبداللہ بن اُبی کی معنوی اولاد ہیں جنہیں چاروں طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے۔ یہ وہ ظالم ہیں جن کے دِلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا نام ونشان تک نہیں اور نہ حضور ﷺ کی اُمت کا دَرد ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفر دَرحقیقت فساد ہے کیوں کہ یہ حق تعالیٰ کی بغاوت ہے اور بغاوت سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں ہوسکتا۔

(☆) اسلام اور شریعت مطہرہ کی اطاعت زمین کی اصلاح ہے کیوں کہ یہ وفاداری ہے اگر کوئی شخص کفر کر کے کشت وخون بند کردے تو وہ بھی مفسد ہے' دوسرا شخص اسلام پھیلانے اور ہدایت دینے کے لئے جہاد وقتال بھی کرے تو وہ مصلح ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی مریض کا کوئی عضو گل گیا۔ اگر اسے نہ کاٹا جائے تو دوسرے اعضا رکے گلنے کا بھی اندیشہ ہے۔ طبیب حاذق اس کو کاٹنا چاہے اور وہ بے وقوف اس سے بچے اور کہے کہ عضو کا کاٹنا جسم کو فاسد کرتا ہے' میں تو اصلاح چاہتا ہوں ہر عضو کو اپنے حال پر ہی رہنے دوں گا۔ اگرچہ بظاہر ڈاکٹر جسم کو بگاڑ رہا ہے' اور وہ بیمار اس فساد سے بچانا چاہتا ہے لیکن درحقیقت ڈاکٹر مصلح ہے اور مریض مفسد۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔ منافقین

جسم کی اصلاح چاہتے تھے وہ دونوں جہان میں خرابی کا باعث تھی۔ ضرورت کے وقت جہاد نہ کرنا فساد ہے اور وقت ضرورت جہاد کرنا اصلاح۔

(☆) کفار سے میل جول رکھنا اور اُن کے دینی معاملات میں خاطر تواضع کرنا اُن کے ساتھ چاپلوسی کرنا اور خوشامدیں کرنا' اُن کی خوشی کے لئے صلح کل بن جانا' اور حق گوئی سے باز رہنا منافقوں کی شان ہے۔ منافق دو قسم کا ہے۔ منافق عملی اور منافق اعتقادی۔ نفاقِ عملی حرام ہے' نفاقِ اعتقادی کفر اور حرام۔ جیسا کہ اس زمانہ میں بہت لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا ہے' سمجھ لو کہ مسلمانوں کی ترقی محض تعداد بڑھنے سے نہ ہوگی بلکہ حق کے ذریعہ ہوگی۔ اتفاق بے شک اچھی چیز ہے مگر کس سے؟ مسلمانوں سے۔ تنظیم بڑی ضروری چیز ہے' مگر کس کی؟ مسلمانوں کی۔ غلط تنظیم کو مٹانا اسلام کا اولین فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جلوگر فرما کر غلط تنظیم کو ہی مٹایا اور شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' نے یزیدی تنظیم کی دھجیاں اڑادیں' اپنی قلت اور مخالفین کی کثرت کی بالکل پروانہ کی۔

اس وقت تنظیم کی رٹ لگانے والے اور اتفاق اتفاق کا گیت گانے والے' اسلامی تنظیم سے منہ موڑ کر غلط سیاسی تنظیم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اور باطل فرقے بلکہ ہندو اور عیسائی وغیرہ سب مل کر ایک ہوجائیں۔ نہ ایسا ہوسکا ہے اور نہ ہوسکے گا۔ روشنی اور تاریکی' کفر وایمان میں کبھی اتفاق ہوا ہی نہیں۔ اگر چہ خود ساختہ تنظیم کی بجائے قوم مسلم کی صحیح معنی میں تنظیم کرتے تو یقیناً بہت کامیاب ہوتے اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں کبھی کی فنا ہوکر اسلام میں داخل ہوچکی ہوتیں۔ ان تمام باطل عقیدہ جماعتوں کا پھیلنا اس بیہودہ تنظیم کے شور کا نتیجہ ہے۔ میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ مسلمان ہر ایک سے لڑتے پھریں بلکہ یہ ہے کہ اُن سب سے علحدہ رہیں۔ اور اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنائیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے ﴿ **لایتخذون المؤمنون الکفرین اولیاء** ﴾۔ ان کفار کو دوست نہ بنائیں۔ حق تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(☆) منافقین ہی مفسد ہیں۔ منافقین اپنے زبان' خیال اور سارے اعضاء کو کفر سے

بگاڑنے والے ہیں اور لوگوں کو بھی ایمان سے روک کر بگاڑتے ہیں۔ کافروں کو کفر میں مضبوط کر کے بگاڑتے ہیں۔ زمین کو اللہ کے ذکر سے روک کر بگاڑتے ہیں۔ اسی لئے ہر طرح مفسد یہی ہوئے۔

(☆) منافقوں کا مفسد ہونا ایسا ظاہر ہے کہ گویا آنکھوں سے نظر آ رہا ہے مگر اُن کی آنکھیں بھی پھوٹی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے ایسی کھلی ہوئی چیز بھی محسوس نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ تقیہ کا بُرا ہونا تمام دینوں میں مسلم ہے۔ دوغلے آدمی کو سب ہی بُرا کہتے ہیں یہ ایسے اندھے ہیں کہ اچھا سمجھتے ہیں۔

(☆) صحابہ کرام کو فسادی کہنا منافقوں کا کام ہے۔ منافقوں نے کہا تھا کہ ہم ہی مصلح ہیں اور فسادی تم ہو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ منافق ہی فسادی ہیں کوئی صحابی فسادی نہیں۔

منافقین اہل ایمان کو بے وقوف کہتے ہیں

Hypocrites tell 'fools' to the believers

یہاں منافقین کی ایک اور توجہ طلب نفسیاتی علامت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ اپنے سوا دوسرے مسلمانوں کو بے وقوف' کم فہم اور کم عقل سمجھنا۔ بلکہ دوسروں کو اپنی نام نہاد عقل و دانش اور فہم و فراست کے مقابلے میں اس قدر ہلکا تصور کرنا کہ ان کی ڈگر کو بے عقلی اور گمراہی تصور کرنا۔ منافقین کا حال یہ ہے کہ جب کوئی خیر خواہ اُن سے کہتا ہے کہ تم اللہ والوں کی طرح حقیقی ایمان لے آؤ جس سے فتنہ فساد بند ہو جائے اور دنیا سے نفرت اور آخرت سے الفت حاصل ہو اور تمہارا شمار بھی آخرت کے ان لوگوں میں ہو جائے جو حقیقتاً انسان ہیں تو منافقین جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم بھی ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جنھوں نے خیالی جنت کے لئے دنیوی راحتوں کو ٹھکرا دیا۔ دُنیا' دین سے مقدم ہے ۔آخرت کس نے دیکھی ہے اور وہاں کی نعمتیں کیا خبر کیسی ہیں۔ اس جگہ آرام کر لینے دو۔ اُس ادھار کی امید پر یہ نقد کیوں چھوڑیں اور کیا ہم اُن کی طرح ہو جائیں کہ جو دُنیا کے عیش و آرام کو چھوڑ کر دِن کو روزے اور رات کو عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ انھیں دُنیا سازی آتی ہی نہیں۔ یہ مسلمان ناعاقبت اندیش ہیں' اندھا دھند ایک طرف چل پڑے۔ ہم عقل منداور نہایت پولیٹیکل آدمی ہیں۔ دُنیا سازی کوئی ہم سے سیکھے۔ ہم نے وہ تدبیر کی ہے اور ایسی چال چلی ہے کہ جس سے ہمارا کبھی نقصان ہوسکتا ہی نہیں۔ اگر مسلمانوں کا دَور دَورہ رہا تو ہم اُن کے یار بنیں رہیں گے اور دَر پردہ کفار سے بھی ساز باز رکھیں گے تا کہ اگر اُن کا غلبہ ہو جائے تو بھی ہمارا مدعا ہاتھ سے نہ جائے۔ چند غریبوں کی وجہ سے سب بڑے بڑے آدمیوں کو ناراض کر لینا عقل مندوں کا کام نہیں۔ حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ بڑے ہی احمق اور بے وقوف ہیں' کیوں کہ اُن کی یہ دورنگی چال ہر طرح خطرناک ہے کبھی ایسا وقت آجائے گا کہ دُنیا میں انھیں کوئی نہ پوچھے گا اور قیامت تک ان پر لعن وطعن ہوتی رہے گی۔

﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا کَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ کَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَہَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّہُمۡ ہُمُ السُّفَہَآءُ وَ لٰکِنۡ لَّا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ (البقرۃ/۱۳)

'اور جب کہا جائے اُنھیں ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے (اور) لوگ' تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف۔ خبردار! بے شک وہی احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔' (تفسیر ضیاء القرآن)

'اور جب اُن سے کہا گیا اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں تو انہوں نے کہا' کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں۔ سنو یہی لوگ (منافقین) بے وقوف ہیں لیکن اُن کو علم نہیں ہے۔ (تبیان القرآن)

And when it is said to them 'believe as others have believed' they say, 'Shall we believe as fools believed.' Beware ! it is they who are the fools, but they do not know.

اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ مومنین و صالحین کو بُرا کہنا یہ پُرانا طریقہ اہل باطل کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے باطل فرقے بھی پچھلے لوگوں کو بُرا کہہ رہے ہیں۔ مرزائی (قادیانی) تمام مسلمانوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ خوارج (دشمنانِ سادات) حضرت سیدنا علی مرتضٰی کو اور اُن کے رفقاء کو بُرا سمجھتے ہیں۔ متعصب روافض خلفاء ثلٰثہ (سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم) اور اُن کی شان میں گستاخ ہیں۔ غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیث) ائمہ مجتہدین بالخصوص امام ہمام سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخ ہیں۔ چکڑالوی جو اپنے کو اہلِ قرآن کہتے ہیں محدثین و صحابہ کرام کی بُرائی کرتے ہیں اور عام آزاد لوگ تمام اکابر دین کے خلاف ہیں اور اُن کی شان میں زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ﴿اَلَاۤ اِنَّہُمۡ ہُمُ السُّفَہَآءُ﴾ فرما کر مومنین اور دیندار علماء کو تسلی فرمادی اور سمجھا دیا کہ گمراہوں کی بدزبانی سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ سمجھ لیں کہ یہ اہل باطل کا قدیم دستور ہے۔ (مدارک)

منافقین (اصلاً یہودی) بظاہر مسلمان تھے لیکن محض زبانی ایمان بالکل معتبر نہیں ۔
منافقین سے کہا جا رہا ہے کہ جس پر سب لوگ ایمان لائے اس پر تم بھی ایمان لاؤ ۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے تمام جانثار صحابہ کرام کی طرح ایمان لاؤ ۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ تم آدمیوں کی طرح ایمان لاؤ ۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو صحیح مومن نہ ہو وہ حقیقت میں آدمی ہی نہیں، بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے کہ وہ تو اپنے مالک کو پہنچانے اور یہ نہ پہنچانے ۔

صحابہ کرام کا ایمان ایک معیار بن چکا ہے جس کا ایمان ان حضرات کی طرح ہو وہ تو مومن ہے ورنہ نہیں ۔ گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ اے منافقو! تم ظاہری ایمان تو لے آئے مگر یہ بیکار ہے اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو صدیق و فاروق والا ایمان لاؤ ۔ بازار میں اس چیز کی قدر و منزلت ہوتی ہے جس پر کارخانے کی مہر ہو ۔ ایسے ہی بازارِ محبت میں اسی ایمان کی قیمت ہے جس پر مصطفےٰ ﷺ کی مہر ہو اور وہ صدیقی اور فاروقی ایمان ہے ۔ (تفسیر نعیمی)

منافقین کے سامنے صحیح ایمان کا ایک معیار رکھا گیا کہ ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ یعنی ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ ۔ اس میں لفظ **ناس** سے مراد باتفاق مفسرین صحابہ کرام ہیں کیونکہ وہی حضرات ہیں جو نزول قرآن Revealation of the Holy Quran کے وقت ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی ایمان معتبر ہے جو صحابہ کرام کے ایمان کی طرح ہو، جن چیزوں میں جس کیفیت کے ساتھ اُن کا ایمان ہے اسی طرح کا ایمان دوسروں کا ہوگا تو ایمان کہا جائے گا ورنہ نہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا ایمان ایک کسوٹی ہے جس پر باقی ساری اُمت کے ایمان کو پرکھا جائے گا ۔ جو اس کسوٹی پر صحیح نہ ہو، اُس کو شرعاً ایمان اور ایسا کرنے والے کو مومن نہ کہا جائے گا، اس کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل خواہ ظاہر میں کتنا ہی اچھا نظر آئے اور کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے، اللہ کے نزدیک ایمان معتبر نہیں ۔

Companion of The Messenger (SAHABA): صحابہ کرام اور جنتی فرقہ
and the Divine Sect of Islam

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں ایک فرقے کے سوا باقی تمام فرقے والے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقے والے کون ہیں (یعنی جنتی فرقے کی پہچان کیا ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ اسی مذہب پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

The Prophet said, My followers will get divided into seventy three (73) sects. All of them will be in hell-fire except one. His companions asked him, "O, Prophet of Allah, which one will be that group? He said, "the group that will follow me and follow my companions.

مجدد دوراں حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس حدیثِ شریف کی تشریح فرماتے ہیں کہ اُمّت میں ابھی تہتر (۷۳) فرقے ہوئے نہیں مگر حضور ﷺ نے ارشاد فرمادیا کہ میری امت (۷۳) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ ہر راستہ پر آپ کی نظر ہے ہر بھٹکنے والے پر آپ کی نظر ہے۔ ہدایت کا راستہ وہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ یعنی سنت کا راستہ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کا راستہ ہی ہدایت کی منزل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روش 'سنت رسول' صحابہ رضی اللہ عنہم کی روش 'سنت صحابہ' جس کو مختصر کیا اہل سنت و جماعت اور بھی مختصر کیا تو آپ نے سنی کہدیا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے کیا بات فرمائی۔ 'اہل سنت و جماعت' جو ایمان والے ہیں جو سنت والے ہیں اُن کا راستہ صحیح راستہ۔ مگر سنو! حل تلاش کرنے سے پہلے میرے اس سوال کا

جواب دو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں کون سی کمی تھی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت کا باعث بنے؟ کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی ' **ما انا علیه و اصحابی** 'جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ ان کو مانو؟ وہ کون سی بات تھی کہ کہا جائے ' **علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین** ' تم پر میری سنت لازم ہے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ وہ کون سی روش تھی کہ کہا جائے ' **ما انا علیه واصحابی** ' میری روش پر چلو' میرے صحابہ کی روش پر چلو؟ مختصر جواب یہ ہے کہ بعض چیزیں جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نہیں مل سکتی' وہ صحابہ کی سنت میں ملے گی۔ قانون تمہیں رسول اللہ ﷺ سے ملے گا' ضابطہ رسول اللہ ﷺ سے ملے گا اصول رسول اللہ ﷺ سے ملے گا......مثال کے طور پر اللہ کے رسول یہ قانون تو دیں گے ﴿**وتعزروہ توقرہ**﴾ اللہ کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو' مگر کیسے کریں؟ ﴿**اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ**﴾ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ یعنی رسول کی اطاعت کرو' کیسے کریں؟ یہ کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیں گے ﴿**وا تبعونی**﴾ میری اتباع کرو' کیسے کریں؟ اپنی اتباع کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیں گے مجھ سے محبت کرو۔ کیسے کریں؟ یہ رسول ﷺ کر کے نہیں بتلائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ تعظیم کا قانون' رسول اللہ ﷺ سے لو' طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لو۔ محبت کا قانون رسول اللہ ﷺ سے لو' طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لو۔ صرف سنت رسول کو حق سمجھنے والا حق پر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ جو رسول معیار حق ہیں وہ خود صحابہ رضی اللہ عنھم کو معیار حق بنا رہے ہیں اس لئے قرآن نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ اے لوگو! ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔ یہاں لوگوں سے مراد صحابہ کرام ہیں (خطبات حیدرآباد)

صحابی ایسے خوش نصیب مومن کو کہیں گے جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا اور ایمانی حالت میں دنیا کو خیر باد کیا۔ حضور ﷺ کو ایمان سے ایک نگاہ دیکھنا صحابی بنا دیتا ہے۔ حضور ﷺ کے صحابی ساری اُمت سے افضل و بہتر ہیں۔ ملت اسلامیہ کی عظمت اور اسلام کی عظمت صحابہ کرام سے ہی بلند ہوئی ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں

جنھوں نے اپنی آنکھوں سے حضورﷺ کے جمال کو دیکھا' آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ قرآن اور دین کو حضورﷺ کی زبان سے سنا اور اپنی جان و مال حصورﷺ پر نثار کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کی صحبت اور نصرت کے لئے صحابہ کرام کو پسند کیا۔ حبیب خدا ﷺ نے اپنے صحابہ کی ظاہری و باطنی ایسی تربیت فرمائی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اہل علم وفضل نے اس حقیقت کا اعتراف یوں بھی کیا ہے: اگر صحابہ کرام کے علاوہ حضور نبی کریمﷺ کا اور کوئی معجزہ (Miracle) نہ ہوتا تو یہی اثبات نبوت کے لئے کافی ہوجاتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی سانچے میں ڈھلی ہوئی پاکیزہ ترین جماعت ہے۔ صحابی رسول کے مرتبہ کو اب کوئی نہیں پاسکتا۔ دُنیا بھر کے اولیاء' اقطاب ابدال' غوث قطب...... صحابی رسول کے درجہ و مقام کو حاصل نہیں کرسکتے۔ صحابہ کرام کو ساری اُمت پر جو شرف حاصل ہے وہ محض دیدارِ مصطفیٰﷺ اور صحبتِ مصطفیٰﷺ کا نتیجہ ہے۔ اب قیامت تک کوئی بھی عمل سے صحابیِ رسول نہیں بن سکتا۔ جب صحابی بننے میں عمل کا دخل نہیں تو صحابی کے عمل پر بحث کیوں؟ حضورﷺ کے سارے صحابیؓ پوری اُمت سے افضل و بہتر ہیں خواہ جنگِ صفین میں وہ اس جانب تھے یا اُدھر کی جانب تھے' قبولیتِ اسلام سے قبل کا عمل زیر بحث نہیں ہوگا' فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کرے یا فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرے......صحابیت کی فضیلت بہر حال رہے گی۔ یہ قرآن مجید کے اولین مخاطب ہیں اور حضورﷺ سے بلا واسطہ شرف تعلیم و تربیت صحابہ کرام کو حاصل ہوا تھا اسلام کی اشاعت کے اولین داعی' راہ حق میں مخلصانہ سرفروشی اور دین کی راہ میں مصائب والآم اُٹھا کر ثابت قدمی کے تاج انہیں کے زیب وزینت بنتے رہے۔ تمام صحابہ کرام مومن مخلص سچے مسلمان جنتی اور عادل ہیں۔ سب کی تعظیم وتوقیر محبت واحترام مسلمانوں کے لئے لازم وواجب ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق ارشاد ہوا کہ :

﴿اِمۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی﴾ (الحجرات/۳) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں امتحان لے لیا۔ 'کھرا کر دیا اللہ نے اُن کے دِلوں کو خوفِ خدا کے لئے' (معارف القرآن)

Allah has tested their hearts for piety

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ وَاَعَدَّلَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خَالِدِیۡنَ فِیۡہَا اَبَدًا﴾ (التوبہ/۱۰۰) اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جنتوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ (صحابہ) ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ (ضیاء القرآن)

Allah is Pleased with them and they are pleased with Allah and for them He has prepared gardens under which rivers flow, they will dwell therein forever.

﴿وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی﴾ (الحدید/۱۰) سب صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ 'اور ہر ایک سے وعدہ فرمایا اللہ نے اچھے گھر کا' (معارف القرآن)

And to all has Allah already promised the reward of the paradise.

یعنی اچھا ثواب بہترین جزا' اور وہ جنت ہے جیسا کہ مجاہد وقتادہ سے مروی ہے ایک قول ہے کہ اس کے علاوہ یعنی آخرت میں جنت کا وعدہ اور دُنیا میں فتح ونصرت اور غنائم کا وعدہ بھی شامل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی عمل خواہ صواب ہو یا خطا پر مبنی دونوں صورتوں میں وہ اجر وثواب کے مستحق ہیں مغفور ہیں اور اُن کی شان میں معمولی سی بات بھی اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے عادل وثقہ ہیں اور ہدایت کے ستارے ہیں اور دُنیا وحشر میں ہمارے پیش رو امام' صف اول ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وعدہ حسنیٰ یعنی جنت وانعامات دینوی ان کے ظاہر وباطن اور اعمالِ مقدم موخر سب کو جان کر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال وافعال کو جو نزولِ آیت سے قبل یا بعد کو ہوں گے خوب جانتا ہے اور اس

کا وعدہ حسنیٰ قطعی ومحیط ہے لہذا اُن کے کسی مشاجرہ واقعہ پرتحری یا طعن علم الٰہی اور فضل الٰہی پر طعن ہے جب اُن کا پروردگار ان پر کرم وفضل وعطا فرمانے والا' اُن کی سلامتی کا وعدہ فرمانے والا اور انہیں کامیابی سے ہمکنار فرما کر داخلِ جنت کرنے والا ہے تو کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ارشاد باوجود تحری اور سَب وشتم کرے اور پھر اپنے ایمان کا دعویٰ بھی کرے۔ مومن وہی ہے جو ارشاد باری کے بعد ہر خرابی فکر اور ہر وسوسہ باطل اور ہر قسم کے شک وشبہ سے خود کو روکے اور بچائے اور بجز خیر و بھلائی کے کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ صحابہ کی تکریم وتعظیم ہی ایمان وسلامتی کا راستہ ہے اور ہر دوسرا راستہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ (تفسیر الحسنات' علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمۃ)

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح/۱۸)

'یقیناً ضرور راضی ہو گیا اللہ مسلمانوں سے جن بیعت کر رہے تھے تمہاری درخت کے نیچے (معارف القرآن) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لئے اپنی بخشش اور اجر عظیم کا اعلان فرمایا۔

Surely, Allah was Pleased with the believers when they were swearing allegiance to you under the tree.

کُل صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ ہیں۔ تمام صحابہ کرام معیار حق ہیں۔ ابن عساکر کی روایت ہے کہ ایک شخص کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں اس کے پڑھنے پر قادر نہیں ہوں کیونکہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا جو مجھے ابوبکر وعمر کو بُرا بھلا کہنے کی تلقین کرتے تھے۔

اللہ اکبر ! کتنا عظیم ہے اُن حضرات کا مقام۔ جب اُن بزرگوں کو بُرا کہنے والوں کے ساتھ نشست وبرخاست کی یہ سزا ہے تو جو بُرا کہتا ہے خود اُس کی کیا سزا ہوگی؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی دیتا ہوا مرا' تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک جانور کو مسلط کر دے گا جو اس کے گوشت کو کھائے گا اور وہ اس کی تکلیف قیامت تک پائے گا۔ (شرح الصدور)

ابن ابی الدنیا نے ابواسحاق سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ میں نے ایک میت کو غسل دیا۔ اب جو میں نے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو اس کی گردن میں ایک سانپ لپٹا ہوا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا۔ معاذاللہ۔

کسی بھی صحابیِ رسول کے بارے میں بغض ونفرت کا جذبہ پالنا حرام قطعی ہے۔۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ' جس نے اُن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی' اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا' جس سے انھیں تکلیف پہونچائی اُس نے مجھے تکلیف دی' اُس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جو اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ وہ اُس کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ (ترمذی)

اکابر اُمت نے صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کو جانا تھا اس وجہ سے اُن کے قلوب میں اُن کی عظمت ومحبت اور اُن کا احترام تھا۔اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت ومحبت سے کیا جائے' اُن کا ذکر بُرائی سے کرنا حرام ہے۔

مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام واہلبیت اطہار سے اچھی عقیدت رکھے۔

قرآنِ مجید نے یہ دُعا بیان فرمائی ہے ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (الحشر/۱۰) اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے (صحابہ کرام' سلف صالحین) اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (کنزالایمان)

O our Lord ! forgive us and our brothers who preceded us in the faith, and put not into our hearts any rancour towards those who believe. O our Lord ! undoubtedly, you are the Beneficent the Merciful.

ہمیں صرف اپنی ذات کے لئے ہی دُعا نہ کرنا چاہئے بلکہ صحابہ کرام' سلف صالحین کے لئے دُعا گو ہونا چاہئے۔ ان کے لئے دُعائے مغفرت (مراتب ودرجات کی بلندی کی دُعا) کرے۔ مومنین کی تین جماعتیں ہیں (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) ان کے دُعا گو مومن ۔۔لہذا روافض (شیعہ)' اہلحدیث (غیر مقلد)' خوارج (وہابی) ان تینوں سے خارج ہیں کیونکہ اس آیت میں صحابہ کرام کے بعد والے مومنوں کی علامات بتائی گئی ہیں کہ وہ اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام کے دُعا گو ہیں اور اُن کے سینے عام مسلمان خصوصاً صحابہ کرام کے لئے پاک ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اُن میں سے جن کی بھی اقتداء کرو گے' ہدایت پاؤ گے۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین ہیں۔ میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ مجھے اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا تو وہ صحابہ میں سے کسی ایک مد بلکہ نصف مد کے ثواب کو بھی نہ پاسکے گا۔ (مشکوٰۃ' مسلم' فضائل صحابہ)

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اُن کو تنقید کا نشانہ نہ بناؤ۔جس نے انہیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا۔ جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور اللہ کو ایذا دینے والا جہنمی ہے۔ (ترمذی)

جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیں تو کہو تمھاری اس شرارت پر تم پر لعنت۔ (بخاری)

اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ جو صحابہ کرام پر طعن کرے وہ ملحد اور اسلام کا دشمن ہے اس کا علاج اگر توبہ نہ کرے تو تلوار ہے ۔۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والا زندیق اور منافق ہے (الکبائر للذہبی)

حضور ﷺ نے فرمایا: **خیر القرون قرنی** سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں صحابہ کرام کے فضائل ملاحظہ فرمانے کے بعد اب جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا بے باک گستاخانہ لب ولہجہ بھی ملاحظہ ہو: موصوف نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں خلفائے رشدین اور دیگر صحابہ کرام کو زبردست تنقید کا نشانہ بنایا اور دستور جماعت اسلامی میں لکھا کہ 'رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو' (دستور جماعت اسلامی ترجمان القرآن)

مودودی صاحب نے مذکورہ بالا تینوں جملوں کو محمد رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے میں داخل کیا ہے گویا ان باتوں پر ایمان نہ رکھنے والا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ہی منکر ہے سچ وحق تو یہ ہے کہ مودودی صاحب کی مذکورہ باتوں پر یقین رکھنے والا قرآن کریم اور محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی منکر ہے دلائل ملاحظ فرمائیں۔

﴿**اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم** ﴾(الفاتحہ) اے اللہ ہم کو اُن لوگوں کا رستہ چلا جن پر تیرا انعام ہوا۔ **Guide us in the straight path. The path of those whom you have favoured.**

انعام والے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ **انعم اللہ علیھم من النبین وا لصدیقین والشھداء والصالحین** ﴾(سورۃ النساء)

اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین پر۔

Allah has blessed the Prophets, and the truthful, and martyrs and the righteous.

قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیار حق بنایا ہے اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتا ہے:

﴿فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا﴾ (البقرہ/۱۳۷) اگر لوگ تمہاری مثل ایمان لائیں تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ **Then if they believe too as you have believed, then they are guided.**

صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام معیاری ایماندار ہیں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو معیاری انسان قرار دیا ہے تو وہ تنقید سے بالاتر بھی ثابت ہوئے۔

﴿اذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس﴾ (البقرۃ) جب کہا جاتا ہے کہ تم ایسا ایمان لاؤ جیسا دیگر انسان (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں۔

And when it is said to them 'believe as others have believed.

یہ دوسری دلیل قطعی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معیاری انسان اور تنقید سے بالاتر ہونے کی یہ ہے۔

﴿السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوا عنه﴾ (توبہ/۱۰۰) مہاجرین اور انصار جو ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں اور جو عقائد اور اعمال میں اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔

And the first and foremost emigrants and helpers and those who followed them with good, Allah is Pleased with them and they are pleased with Allah.

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ اور جو لوگ اُن کے تابع ہیں اُن سب کو رضائے الٰہی کی سند حاصل ہے۔ اب کون ایماندار ہے جو اُن پاکیزہ نفوس کو معیارِ حق اور تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کیونکہ اگر یہ لوگ معیارِ حق نہ ہوتے اور تنقید سے بالاتر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے سے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ جس طرح صحابہ کرام کا ہر فعل اور قول نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں رضا الٰہی

کے لئے ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے بعد بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔

صحابہ کرام وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے کوئی تنقید نہیں کی' چودھویں صدی کے سیاسی لیڈر اور غیر مقلدین ان پاکیزہ نفوس کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بے باک و گستاخانہ لہجہ اختیار کرنا نہ صرف بدعقیدگی' بے دینی اور گمراہی کی دلیل ہے بلکہ بہتر۷۲ گمراہ فرقوں میں اپنی شمولیت کا اعلان اور نجات یافتہ فرقہ اہل سنت و جماعت سے اخراج کا ثبوت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً معیار حق اور تنقید سے بالاتر ہیں۔ ہمارے ایمان کی کسوٹی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کا ایمان اُن کا سا ہو مومن' ماسوائے بے دین۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں شیعوں کی گستاخی : اہلسنت و جماعت کے علاوہ تمام فرقے صالحین سے منحرف ہیں۔ صحابہ کرام پر طعن و تشیع اور اُن سے اظہار برأت شیعیت کا شعار ہے۔ باقر مجلسی اپنی کتاب حق الیقین میں لکھتا ہے: 'جب قائم الزماں ظاہر ہوں گے عائشہ کو زندہ کر کے اُس پر حد جاری کریں گے اور اُس سے حضرت فاطمہ کا انتقام لیں گے'

اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ جو صحابہ کرام پر طعن کرے وہ ملحد اور اسلام کا دشمن ہے اس کا علاج اگر توبہ نہ کرے تو تلوار ہے ۔۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والا زندیق اور منافق ہے (الکبائر للذہبی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اہلحدیث کی گستاخی : اہلحدیث میں چونکہ رفض و تشیع کے جراثیم پوری طرح سرایت کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے فقہی اور اعتقادی مسائل میں دونوں جماعتوں کے درمیان توافق پایا جاتا ہے اور یہی چیز دونوں فرقوں کے درمیان گہرے روابط کی نشاندہی کرتی ہے۔ شیعوں کے مانند اہلحدیث

بھی صحابہ کرام کوطعن وتشنیع اور باطنی خباثتوں کا نشانہ بنانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے۔ شیخ عبدالحق بنارسی کا نام کون نہیں جانتا' اہلحدیث کے مشہور ومعروف عمائدین اور علماء میں سے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں اُن کے تشنیع زدہ الفاظ کوتاریخ نے محفوظ کررکھا ہے:

'حضرت علی سے جنگ کر کے حضرت عائشہ مرتد ہوچکی تھیں' اگر بلاتوبہ مری تو کفر پر مری' (کشف الحجاب ص۲۱ بحوالہ آئینہ غیر مقلدین ص۲۳۹)

اہلحدیث مذہب میں جس طرح صحابہ کرام کا قول وفعل اور اُن کی رائے حجت نہیں ہے اسی طرح صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے: عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ اس زمانہ میں ہوتے تو آپ عورتوں کومسجد میں جانے سے منع کردیتے' فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے (فتاویٰ نذیریہ/ص۶۲۲)

اس مسئلہ کے ضمن میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کومسجد میں جانے والی بات اپنی فہم سے فرمائی ہے' جو حجت شرعی نہیں۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں زبردست گستاخی کی ہے' انھیں حضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے اور اُن کوقرآن کی آیت کے مصداق قراردیا ہے﴿ومن یشاقق الرسول من بعدھا تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہٖ ونصلہ جھنم وساء ت مصیرا﴾ جو رسول سے اختلاف کرے گا جب کہ کھل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور مومنین کے علاوہ راستہ چلے گا تو ہم اس کو وہی حوالہ کردیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کوجہنم میں پہونچادیں گے۔

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی بات ملاحظہ ہو: پھر اب جو شخص بعد ثبوت قول رسول وفعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کے مصداق ہے' جوحکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہوجائے اس میں ہرگز رائے وقیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ **انا خیر منہ** حکم صریح الٰہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا ہے اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے (فتاویٰ نذیریہ/ص۶۲۲)

فتاویٰ نذیر یہ کے مفتی کی گمراہی ملاحظہ فرمائیں' اُس نے دَر پردہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کیسا زبردست حملہ کیا ہے۔ افسوس اس فتویٰ پر میاں نذیر حسین صاحب کا بھی بلا اختلافی نوٹ کے دستخط موجود ہے۔مفتی کے اس بیہودہ کلام کا حاصل یہ نکلتا ہے:

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔

(۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مسئلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کر کے آیت مذکورہ بالا کا مصداق ہوئیں۔

(۳) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دین کے حکم میں رائے اور قیاس کو دخل دے کر وہی کام کیا جو شیطان نے **انا خیر منه** کہہ کر کیا تھا۔

(۴) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معاذ اللہ یہ کہہ کر کہ موجودہ وقت عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ جانا مناسب نہیں ہے' شریعت کو بدل ڈالنے کی جرأت کی۔

جس مسلمان کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے اُس کے لئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس طرح کی گستاخیوں کا تصور بھی محال ہوتا ہے۔ کسی بھی صحابی رسول کے بارے میں بغض ونفرت کا جذبہ پالنا حرام قطعی ہے۔۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ' جس نے اُن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی' اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا' جس سے انھیں تکلیف پہونچائی اُس نے مجھے تکلیف دی' اُس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جو اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ اس کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ (ترمذی)

اکابر اُمت نے صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کو جانا تھا اس وجہ سے اُن کے قلوب میں اُن کی عظمت ومحبت اور اُن کا احترام تھا۔اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت ومحبت سے کیا جائے' اُن کا ذکر بُرائی سے کرنا حرام ہے۔

شیعوں کی صحابہ دشمنی: صحابہ کرام کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اہل ایمان سے دشمنی یہود کا شیوہ اور کافروں کی علامت ہے۔ شیعہ بھی چونکہ اپنی عادات واطوار عقائد وخصوصیات کے اعتبار سے یہود کا ایک فرقہ ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیعیت یہودیت ہی کا چربہ ہے۔ ابن عبدالبر صدیوں پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہودی اور رافضی ایک ہی سکہ کے دو رُخ ہیں' ابن عبدالبر نے یہودیوں اور رافضیوں کے درمیان عقائدی مماثلت ومشابہت کی نشاندہی کی ہے۔

شیعہ' یہود کے مانند مخلصین مومنین خصوصاً صحابہ کرام سے جو کہ روئے زمین پر پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جماعت ہیں دلی بغض اور عداوت رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں یہود ومشرکین کو مومنین کا شدید دشمن بتایا ہے ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ﴾ (المائدہ) مومنین کا سخت ترین دشمن لوگوں میں سے یہود اور مشرکین کو پائے گا۔ **You shall surely find the Jews and polytheists the bitterest enemies of Muslims**

یہود کے مانند شیعہ بھی صحابہ کرام کے سب سے بڑے اور بدترین دشمن ہیں' کفار قریش کی صحابہ دشمنی قبول اسلام کے بعد محبت صحابہ میں تبدیل ہوسکتی ہے مگر شیعوں کی دشمنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جلائے جانے کے بعد بھی ہرگز نہیں بدل سکتی۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کو خدا کہنے والی ایک جماعت کو آپ نے آگ میں جلایا تھا مگر جلتے وقت بھی انہوں نے شرک وبغض صحابہ نہ چھوڑا۔ عمرو بن شرجیل کا یہ قول بڑا عبرت آموز ہے کہتے ہیں کہ رافضی' یہود ونصاریٰ سے بھی ایک قدم آگے ہیں۔ اگر یہود سے پوچھا جائے کہ تمہاری ملت میں سب سے افضل کون ہے تو وہ جواب دیں گے اصحاب موسیٰ۔ عیسائیوں سے یہی سوال پوچھا جائے تو وہ کہیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری۔ لیکن اگر رافضیوں سے پوچھا جائے کہ **من شر اهل ملتكم** تمہاری ملت سے بدترین لوگ کون ہیں تو یہ بدبخت کہیں گے اصحاب محمد ﷺ۔ (العیاذ باللہ)

امام باقر فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ سوائے تین (ابوذر، مقداد، سلمان کے) مرتد ہو گئے تھے انہوں نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا جب سب لوگ حضرت علی کو بھی لے آئے اور امیر المؤمنین نے بھی مجبوراً ابوبکر کی بیعت کر لی پھر اُن صحابہ نے بھی امیر کی اتباع میں بیعت کر لی (تفسیر صافی ص ۳۸۹ ج ۴ ب ۴)

مامتانی نے ارتداد صحابہ کی روایت کو متواتر کہا ہے (تنقیح المقال ص ۱۲۶ ج ۱)

تقریب المعارف میں روایت ہے کہ حضرت زین العابدین سے اُن کے آزاد کردہ غلام نے کہا میرا جو آپ پر حق الخدمت ہے اُس کی وجہ سے حضرت ابوبکر و عمر کا حال سنائیے۔

حضرت فرمود ہر دو کافر بودند و ہر کہ ایشاں دوست دارد کافر است (حق الیقین ص ۵۲۲)

اہلحدیث کی صحابہ دشمنی:

صحابہ کرام کے بارے میں بُری ذہنیت شیعیت کی دین ہے۔ جن کے دل و دماغ میں شیعیت اور رافضیت کے جراثیم ہوتے ہیں انھیں کی زبان سے صحابہ کرام کے بارے میں اُن کی عظمت و شان کے خلاف بات نکلتی ہے۔ اہلحدیث نے توہین صحابہ کرام کے علاوہ کوئی اور جرم نہ بھی کیا ہوتا تو یہی اُن کو گمراہ ہونے کے لئے کافی تھا لیکن یہ لوگ توہین صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ سینکڑوں قسم کی ضلالتوں میں مبتلا ہیں۔

اہلحدیث کے مشہور عالم نواب وحید الزماں نے اپنی کتاب 'کنز الحقائق' میں اپنی جماعت کا عقیدہ بیان کیا ہے: صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے لیکن ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے۔ (کنز الحقائق ص ۲۳۴)

خطبہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ شیعہ اور اہلحدیث کے نزدیک بدعت ہے۔ نامور اہلحدیث وحید الزماں لکھتے ہیں: اہل حدیث خطبہ میں بادشاہ وقت اور خلفاء کے ذکر کا التزام نہیں کرتے کہ یہ بدعت ہے (نزل الابرار)

وحید الزماں مزید لکھتے ہیں:۔بعض صحابہ بھی فاسق ہیں' (نزل الابرار)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امیر معاویہ کونفوس مقدسہ پر قیاس کیا جائے' وہ نہ مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں سے' اور نہ وہ نبی کریم ﷺ کے خدمت میں رہے۔ وہ تو ہمیشہ آپ ﷺ سے جنگ کرتے رہے اور اسلام لائے بھی تو فتح مکہ کے دن ڈر کر' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زبیر اور طلحہ کو قتل کردیں' اہلحدیث خانصاب' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص کے بارے میں لکھتے ہیں: مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہ اور عمرو بن عاص دونوں باغی اور سرکش تھے (رسالہ اہلحدیث جلد ۹۲)

حکیم فیض عالم صاحب اہلحدیث' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: اس شعر میں دوسرے نمبر پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے جو ابن سبا کے کمیونسٹ نظریہ سے متاثر ہوکر ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹھ لیکر دوڑتے تھے (خلافت راشدہ ص ۱۴۳)

یہی حکیم' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے۔ 'پس اُو سنو' بہت صاف صاف اور موٹے مسائل میں بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلطی کرتے تھے ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے خبر تھے (طریق محمدی ص ۴۰)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں: 'خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام کی تفسیر سے دلیل قائم نہیں ہوسکتی بالخصوص اختلاف کے موقعہ پر (بدور الاہلہ)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: 'صحابی کا فعل حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (التاج المکلل)

نواب صاحب کے صاحبزادے نور الحسن لکھتے ہیں: 'اصول میں یہ بات طے ہوچکی ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں' (عرف الجادی)

میاں نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں :

'صحابہ کے افعال سے استدلال نہیں کیا جا سکتا' (فتاویٰ نذیریہ ص ۱۹۶)

اہلحدیث کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان صحابہ کرام سے بھی افضل ہو سکتے ہیں۔ عہد صحابہ کرام کے بعد بہت سے لوگ ایسے ہوئے بھی جو صحابہ کرام سے افضل تھے ۔۔ وحیدالزماں لکھتے ہیں: آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم** ۔۔ یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں سے افضل نہ ہوں، اس لئے کہ بہت سے اس امت کے متاخرین علماء علم ومعرفت اور سنت کی نشر واشاعت میں عوام صحابہ سے افضل تھے اور یہ وہ بات ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا (ہدیۃ المہدی ص ۹۰)

اہلسنت ......اہلِ جنت : The only successful Sect of Islam

حضور نبی کریم ﷺ نے نجات پانے والے جنتی فرقہ کا نام **'الجماعة'** اور **'سواد اعظم'** (The largest group) بتایا یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت' اسی وجہ سے اس جنتی جماعت کا نام اہلسنت وجماعت ہوا۔ اہلسنت وجماعت کے سوا تمام فرقے باطل وگمراہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **ان اللہ لایجمع امتی علی ضلالة وید الله الجماعة ومن شذ شذ فی النار** (ترمذی، مشکوٰۃ)

Follow the largest group because if some one isolates from the large group, he will be isolatedly thrown in the Hell fire.

اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا اکثریت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا۔

یہ امت ساری گمراہ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ حق پر رہے گا یہ اس اُمت کی خصوصیت ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء اولیاء متفق ہو جائیں۔ وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے۔

اجماع اُمت کا حجت ہونا یہ بھی جماعت اہلسنت کی ہی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دست کرم جماعت پر ہے اس سے مراد حفاظت رحمت اور مدد ہے یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کو غلطی اور دشمنوں کی ایذا سے بچائیگا۔ حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ حضور ﷺ فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔ لہذا جس کام کو عام علماء صلحاء اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔ خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی۔ اگر کسی بستی میں ایک سُنی ہے سب بدمذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ کرام سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔ یہ حدیث تا قیامت بدمذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے اگر مسلمان اس حدیث کو پیش نظر رکھیں تو چھوٹے چھوٹے فرقے خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

اجماع امت دلیل قطعی ہے اس کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسے حضور ﷺ کی مخالفت کفر ہے اللہ تعالیٰ نے مخالفت رسول اور مخالفت اجماع دونوں کی سزا جہنم قرار دی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی یہ اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن اُن میں سے صرف ایک فرقہ والے جنتی ہوں گے باقی سب جہنمی ہوں گے۔ اور جنتی مذہب والوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ اور اُن کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں گے اور اُن کے عقیدے پر قائم رہیں گے۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ نے اپنے عارفانہ، ناصحانہ اور عالمانہ خطابات میں فرمایا ہے' قرآن مجید نے صاف لفظوں میں کہا ہے ﴿امنوا كما امن الناس﴾ اے لوگو! ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔ لوگوں سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ ایمان لاؤ جیسا قرآن کہتا ہے ایمان لاؤ جیسا رسول کی سنت مگر یہ کہا جا رہا ہے ایمان لاؤ جیسا لوگ' یعنی صحابہ کرام' ایمان لائے۔ اگر یہ کہا جاتا' ایمان لاؤ جیسا کہ قرآن میں ہے' **آمنو اكما في القرآن** تو بڑا غضب ہو جاتا'

اس لئے کہ قرآن سے ایمان لینے کے لئے ہم سب چلتے ہیں کہ ایمان لانا ہے' قرآن ایک ہے مگر چلنے والوں کی طبیعتیں مختلف ہیں' خواہشیں مختلف ہیں' ارادے مختلف ہیں' عزائم مختلف ہیں اب ارادوں کو لے کر لغت (ڈکشنری) بغل میں دبائے......ایک کی بغل میں لسان العرب ہے دوسرے کے بغل میں قاموس' کسی کے پاس صراح ہے۔ تمام لغتوں (ڈکشنریز) کو بغل میں لے کر قرآن سمجھنے کیلئے چلے۔اس لئے اب انھیں قرآن ہی سے تو ایمان سیکھنا ہے جب تو ہمارا حال یہ ہوگا کہ اس کی مثال بھی بتادوں 'اقیموا الصلوٰۃ' کسی نے اُٹھا کر لغت دیکھا کہ 'صلوٰۃ' کے معنی کیا ہیں؟ کہا 'صلوٰۃ' کے معنی طلبِ رحمت کے ہیں......لہذا رحمت طلب کرلیا کرو۔تو خواہش بدلتی جارہی ہے تو معنی بھی بدلتے جارہے ہیں۔'صلوٰۃ' کے معنٰی دعا کرنا ہے۔ 'اقیموا الصلوٰۃ' کے معنٰی دعا کرلیا کرو۔کسی نے کہا: نہیں صاحب 'صلوٰۃ' کے معنٰی ارشکان مخصوصہ کوادا کرنا ہے ارکان مخصوصہ کوادا کیا کرو۔ کسی نے کہا نہیں جی: 'صلوٰۃ' کے معنٰی استغفار کرنا ہے لہذا استغفار کرلیا کرو' کسی نے مراد درود شریف لے لیا' غرض کسی نے کچھ' کسی نے کچھ' اپنی خواہش کے مطابق معنی اختیار کرلیا۔اگر قرآن سے ایمان سیکھنے کے لئے قوم جاتی تو جتنے سَر ہوتے اُتنے ہی مذہب ہوتے۔ تو قرآن نے احتیاط کیا کہ مجھ سے مت سیکھو' اگر تمھیں سیکھنا ہے تو اُن سے سیکھو جوتم سے پہلے سیکھ چکے ہیں یہ علمی رابطہ لگا ہوا رہے۔اگر چہ قرآن عربی زبان میں ضرور ہے مگر عربی سیکھ کر قرآن سمجھ لینا ضروری نہیں ہے۔ صدیق اکبر عربی تھے' فاروق اعظم عربی تھے' علی مرتضٰی عربی تھے' عثمان غنی عربی تھے (رضی اللہ عنہم)۔باوجود عربی ہونے کے قرآن سمجھنے کے لئے رسول عربی کے محتاج تھے۔ بتاؤ پہلے کتاب آئی یا پہلے رسول آئے؟ یعنی پہلے سکھانے والا آیا' پھر کتاب آئی اور جیسے جیسے لوگ سمجھتے جارہے ہیں ویسے ہی آیتوں کا نزول ہورہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک بار ہی سب نازل کردیا گیا ہے۔معلوم یہ ہوا کہ یہ کتاب ایسی نہیں ہے جو عربی جان کر تم سیکھ لو۔دُنیا کی ہر کتاب کا ترجمہ کرسکتے ہو۔دُنیا کی ہر کتاب دیکھ کر سیکھ اور سمجھ سکتے ہو۔ قرآن سمجھنے کے لئے صرف عربی ہی جاننا کافی نہیں ہے مقام مصطفٰی ﷺ کو بھی جاننا

ضروری ہے۔ مقام کبریاء کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ بے شک قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے اور وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا' شناور کی ضرورت ہے۔ قرآن حفظ کیلئے آسان ہے کہ بچے بھی یاد کر لیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کے لئے۔ اسی لئے'**الذکر**' فرمایا گیا یعنی یاد کرنے کے لئے۔

قرآن کے اصطلاحات کو جاننے کے لئے ہم سب کو بارگاہ نبوت میں پہونچنا ضروری ہے۔ دیکھو یہ رابطہ لگا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین نے سیکھا۔ تابعین سے تبع تابعین نے سیکھا' ائمہ مجتہدین نے سیکھا' اُن سے علماء صالحین نے سیکھا۔ وہاں سے یہاں تک ایک رابطہ ہے ایک تسلسل ہے سیکھنے کا۔ اس کڑی سے دُور ہو جاؤ تو تم قرآن سے ایمان نہیں لے سکتے۔ جب ہی تو کہا ﴿**امنو اکما امن الناس**﴾ ایمان کا دعویٰ کرنے والو! ایسا ایمان نہیں چاہئے جیسا تم کہہ رہے ہو۔ ایمان لاؤ جیسا لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جس کا تعلق نہ سُننے سے ہے اور نہ دیکھنے سے ہے بلکہ سمجھنے سے ہے وہ کونسی چیز ہے؟ وہ میرے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ ﴿**امنو اکما امن الناس**﴾ ایسا ایمان لاؤ جیسا یہ لوگ ایمان لائے۔ لوگوں کو معیارِ حق قرآن نے بھی بتا دیا اور رسول ﷺ نے بھی بیا دیا۔ جو رسول ﷺ کی سنت پر چلے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر چلے گا وہی منزل تک پہونچ جائے گا۔ (خطبات حیدرآباد)

صحابہ کرام اور تعظیم: Respect of the Prophet by his Companions

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ اپنے دل میں تعظیم رسول کا جذبہ بیدار کرے ورنہ ہر چیز بے معنیٰ ہو جائے گی۔ صحابہ عظام علیہم الرضوان کے نزدیک یہ جذبہ بہت ہی اہمیت کا حامل تھا۔

بخاری 'کتاب الشروط' میں روایت ہے کہ عروہ بن مسعود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے اصحاب رسول کو غور سے دیکھا کہ جب بھی سرکار ابدقرار ﷺ تھوکتے تو وہ

لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پرآتا جس کووہ اپنے چہرے اور بدن پرمل لیتا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی۔ جب آپ وضوفرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ہرایک کی لگن ہوتی کہ یہ پانی میں حاصل کروں۔ جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے اور غایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہ دیکھتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا:

ای قوم والله لقد وفدت علی الملوك ووفدت علیٰ قیصر وکسریٰ والنجاشی والله ان رایت ملکاً قط یعظمه' اصحابه' مایعظم اصحاب محمدٍ (ﷺ) محمدًا والله ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلك بها وجهه' وجلده' واذا امرهم ابتدروا امره' واذا توضآء کادوا یقتتلون علیٰ وضوئهٖ واذا تکلم خفضوا اصوٰتهم عنده' وما یحدون الیه النظر تعظیماً له' اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔ میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا مگر اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پرہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پرمل لیتا ہے۔ جب وہ حکم دیتے ہیں تو فوراً تعمیل ہوتی ہے۔ جب وضو کرتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پرآمادہ ہوجائیں گے۔ وہ لوگ اُن کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیم کے باعث اپنی آنکھیں نیچی رکھتے ہیں۔

آخر یہ کون سی مقدس ہستیاں ہیں جو محبوب خُدا تاجدارِ دارین ﷺ کے حضور اس قدر نیازمندی کا مظاہرہ کررہی ہیں۔ یہ وہی مقدس ہستیاں ہیں جن کے ہر قول وفعل کو قرآن نے ہر مسلمان کے لئے اولین معیار قرار دیا ہے اور جن کو اپنی دائمی رضامندی کا مژدہ جاں فزا سُنایا ہے۔

یہ صحابہ کرام ہیں۔قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا اور اُن لوگوں نے قرآن کریم کو خود صاحبِ قرآن سے پڑھا۔ اُن سے زیادہ قرآن مجید کو کون سمجھ سکتا تھا؟ یہ صحابہ کرام بھی ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴾ کی آیت تلاوت کرتے تھے مگر کبھی ان صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا۔ اگر صحابہ کرام، حضور ﷺ کو اپنے ہی جیسا ایک بشر سمجھتے تو آپ کے لعاب دہن اور وضو کے دھوون کو لوٹ لوٹ کر اپنی آنکھوں اور چہروں پر نہ ملتے، اور ایسی تعظیم و تکریم نہ کرتے کہ شاہانِ عجم کے درباری بھی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم نہیں کر سکتے تھے۔

حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ کو صحابہ کرام طیب و طاہر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک عام لوگوں کے اجسام کے مثل نہیں ہے وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں۔ چنانچہ وہ فضلات مبارک بابرکت سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ اُن کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانیت ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں۔ مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے، فرمایا۔ **انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علیٰ ارواح اھل الجنة فما خرج منھا من شیءٍ استلعته الارض** (زرقانی، خصائص الکبریٰ) ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں (یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے، وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے، اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبودار ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اُسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اُسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ منسوب ہر چیز کا

احترام کرنا جزوِایمان سمجھتے تھے۔ وہ لعابِ دہن ہو یا وضو کا پانی' اُن کے قریب دنیا جہان کی دولتوں سے زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ وہ اُن کے محبوب کے ساتھ نسبت رکھتا تھا۔

حضرت ابن سرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں۔ ہم نے انہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اُن کے اہل خانہ سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر اُن بالوں میں سے مجھے ایک بال بھی مل جائے **احب الی من الدنیا وما فیھا** تو وہ بال مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا سرانور منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال محفوظ کر لئے (بخاری کتاب الوضو)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بُلایا اور سر مبارک کے دہنی طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر حضور ﷺ نے بائیں طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا 'یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کردو' (بخاری' مسلم' مشکوۃ' سیرت رسول عربی)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ بال بنوا رہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے تھے۔ یہ سب چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

قیام تعظیمی اور دست بوسی : Standing and Kissing the hands

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ' سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتیں **فاخذت بیدہٖ وقبلتہ' واجلستہ' فی مجلسھا** اور وہ آپ کا ہاتھ

مبارک پکڑ کر چومتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور جب سیدہ آستانہ رسالت ماب پر حاضر ہوتیں **واخذ بیدھا وقبلھا واجلسھا فی مجلسہ** تو آپ بھی اُن کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے (ابوداؤد، مشکوٰۃ، مدارج النبوۃ، حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ہم اس سے پہلے آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔ کسی نے کہا، یہ اللہ کے رسول جلوہ گر ہیں۔ **فاخذنا بیدیه ورجلیه فقبلنٰھما** تو ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ (الادب المفرد)

معلوم ہوا کہ سرکار دو جہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا صحابہ کی سنت ہے اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا بھی صحابہ کی سنت ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جب روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑے ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے (عالمگیری باب زیارت قبر النبی کتاب الحج)۔

کمال ادب : Utmost respect

حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کا قیام حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر رہا۔ حضور ﷺ مکان کے نچلے حصے میں ٹھہرے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اہل وعیال اُوپر والے حصے میں رہے۔ ایک رات ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکان کے نچلے حصے میں رہتے ہیں اور ہم اُوپر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ سوچ کر رات ایک کونے میں ہو کر بسر کی۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ آقا! میں اس چھت پر نہیں رہنا چاہتا ہوں جس کے نیچے آپ موجود ہوں۔ بہرحال اُن کی گذارش پر حضور نبی کریم ﷺ نے اُوپر والے حصے میں رہائش اختیار فرمالی۔ پھر حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ سے کھانا کھاتے جس جگہ پر حضور ﷺ کی انگلیاں لگی ہوتیں۔ (مشکوٰۃ، بخاری، سیرت رسول عربی)

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی کیونکہ ان میں وصف حیاء جو منشاء ادب ہے سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ اُن کو غسل کی حاجت تھی۔ اُن کا بیان ہے کہ میں پیچھے ہٹ گیا پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔مَیں نے عرض کیا کہ مجھے غسل کی حاجت تھی۔آپ نے فرمایا کہ مومن نجس نہیں ہوتا (ترمذی)

حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر جس طرح آپ کی حیات دنیوی میں واجب تھی اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے۔ سلف وخلف کا یہی طریقہ رہا ہے۔

حضور ﷺ کے منبر شریف کے تین درجے تھے حضور ﷺ سب سے اُوپر کے درجہ پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں بپاس ادب درمیانی درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے پہلے چھ سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح کرتے رہے پھر رسول اللہ ﷺ کے جلوس کی جگہ پر چڑھے۔ (وفاء الوفاء)

حضرت اسحٰق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابہ کرام خشوع وانکسار ظاہر کیا کرتے۔اُن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور وہ حضور ﷺ کے فراق اور اشتیاقِ زیارت میں رویا کرتے۔ یہی حال بہت سے تابعین کا تھا (شفاء شریف)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے' اور حدود مدینہ منورہ میں بعض حضرات پائخانہ کے لئے نہ بیٹھتے تھے' اس تعظیم کا کوئی ثبوت

نہیں ملتا' نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے' مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ دل ہے اور کوئی بھی اس کو منع نہیں فرماتا' اس آیت میں چونکہ عزت وتوقیر مطلق ہے' اس لئے کسی طرح کی اس میں قید لگانا غلط ہے۔

روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمد تھا۔ سلطان محمود غزنوی اُس کا نام ادب سے لے کر پُکارتے تھے۔ ایک بار کہا کہ اے ایاز کے لڑکے یہاں آنا' ایاز نے عرض کیا کہ حضور آج کیا قصور ہوا کہ آپ نے اس کا نام نہ لیا' فرمایا کہ میں اُس وقت بے وضو تھا اور یہ نام پاک میں بغیر وضو نہیں لیتا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

تعظیم حدیث: Respect of Hadith (Traditions)

حضور ﷺ کی تعظیم میں سے ایک امر یہ ہے کہ آپ کی حدیث شریف کی تعظیم کی جائے۔ حدیث شریف کے پڑھنے یا سُننے کے لئے غسل اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طلب علم کے لئے آتے تو خادمہ دولتخانہ سے نکل کر اُن سے دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہو یا مسائل فقہیہ کے لئے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث کے لئے آئے ہیں تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غسل کر کے خوشبو لگاتے' پھر تبدیل لباس کر کے نکلتے۔ آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ روایت حدیث کرتے ۔ اثنائے روایت میں مجلس میں عود جلایا جاتا۔ یہ تخت صرف روایت حدیث کے لئے رکھا ہوا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا' میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کروں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ہم سے حدیثیں بیان کررہے تھے۔ اثنائے قراءت میں آپ کو ایک بچّھو نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا۔ آپ کا رنگ زرد ہورہا تھا مگر آپ نے رسول اللہ ﷺ

کی حدیث کو قطع نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے اور سامعین چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ میں نے آج آپ سے ایک عجیب بات دیکھی ہے۔فرمایا' ہاں۔مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت واحترام کے لئے صبر کیا۔ (مواہب لدنیہ وشفاء شریف)

صحابہ کرام پر سب وشتم (گالیاں بکنے اور بکواس کرنے) کی مذمت اور رَد:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سنو یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن اُن کو علم نہیں ہے۔منافقین نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو جاہل کہا' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا رَد کیا اور اُن کی زیادہ جہالت بیان کی کہ وہ نہ صرف جاہل ہیں بلکہ اُن کو اپنی جہالت کا علم بھی نہیں ۔ اصحاب رسول جاہل نہیں ہیں بلکہ یہی جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور خود کو عالم سمجھ رہے ہیں۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت میں رہیں گے اور اُن کو اپنی جہالت کا علم نہیں ہوگا اور ایسی جہالت زیادہ لائق مذمت ہے کیونکہ جس شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ ہو اُس میں صرف ایک جہالت ہے اور وہ بسا اوقات معذور ہوتا ہے اور جب اُس کو اس چیز کا پتہ چل جائے یا اُس کو مسئلہ بتا دیا جائے تو اُس کی جہالت زائل ہو جاتی ہے اور اس کو ہدایت سے نفع پہنچتا ہے اور جو شخص جاہل ہو اور وہ اپنی جہالت سے بھی جاہل ہو اس میں دو جہالتیں ہیں ایک مسئلہ سے جہالت' دوسری اپنی جہالت سے جہالت ۔ اس کو جہل مرکب کہتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو سب وشتم کرنا اللہ کو بہت ناگوار ہے۔ منافقین نے ایک بار صحابہ کو جاہل کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کر دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ جاہل نہیں بلکہ اُن کو جاہل کہنے والے خود جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور اُن کا جہل دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جہل سے براءت کی اور اُن کو جاہل کہنے والوں کی مذمت کی' منافقوں نے تو ایک بار صحابہ کو جاہل کہا تھا لیکن جب تک قرآن مجید پڑھا جاتا رہے گا یہ کہا جاتا رہے گا کہ منافق جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور دائمی جہل میں گرفتار ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ پر سب

وشتم کرنے والوں کا رَد کرنا چاہئے اور صحابہ کا دفاع کرنا چاہئے کہ یہ سنت الٰہیہ ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

منافقین نے صحابہ کرام کو سفہاء یعنی بے وقوف کہا ہے اور یہی ہر زمانے کے گمراہوں کا طریقہ رہا ہے کہ جو اُن کو صحیح راہ بتلائے اُس کو بے وقوف جاہل قرار دیتے ہیں مگر قرآن مجید نے بتلا دیا کہ دَرحقیقت وہ خود ہی بیوقوف ہیں کہ ایسی کھلی نشانیوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

منافقین اپنی قوت کے بل بوتے پر بہت مغرور تھے انہیں یقین تھا کہ اُن کے مقابلہ میں مسلمان نہیں ٹھہر سکیں گے اُن کا خیال تھا کہ اسلام چند روز کا مہمان ہے جو خود بخود ختم ہوجائے گا اس لئے جو لوگ اس میں داخل ہورہے ہیں وہ انجام سے غافل ہیں۔ ان کے اس قول کا جواب دیا گیا' فرمایا کہ یہی لوگ احمق اور بے وقوف ہیں کیونکہ صداقت آخر غالب آکر رہے گی۔ منافق عاقبت کا خیال نہیں کرتے وہ ابدی نفع ونقصان سے غافل رہتے ہیں اس لئے وہی بے وقوف اور احمق ہیں۔

منافقین خود کو عقل مند اور مسلمانوں کو بے وقوف خیال کرتے تھے منافقین نے مخلص مسلمانوں کو چند وجوہ سے بے وقوف کہا۔ ایک یہ کہ اکثر مسلمان فقراء ومساکین تھے اور منافقین مالدار' اُن کی حقارت بیان کرتے ہوئے یہ لفظ بولا۔ دوسرے اس لئے کہ منافقین اسلام کو باطل دین اور کفر کو سچا دین سمجھتے تھے اور جو باطل دین اختیار کرے وہ بے وقوف ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کو اس لفظ سے یاد کیا۔ تیسرے اس لئے کہ مسلمانوں نے دین کے مقابلہ میں دُنیا پر لات ماردی تھی۔ منافقین سمجھے کہ دُنیوی نفع نقد ہے اور دینی نفع اُدھار۔ اور اُدھار بھی ایسے کہ موت یا قیامت سے پہلے وصول نہ ہوسکیں تو نقد کو چھوڑ کر اُدھار لینے والا اُن کے نزدیک بے وقوف تھا۔ چوتھے اس لئے کہ منافقین کے خیال میں دُنیوی راحتیں یقینی تھیں اور دینی فائدے جنت اور وہاں کی نعمتیں وغیرہ محض خیالی اور وہمی کہ اولاً تو یہی نہیں معلوم کہ اُن کی کچھ حقیقت بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر کچھ ہے تو ہمیں ملیں یا نہ ملیں۔ اور اگر ملیں تو نہ معلوم کب اور کس طرح۔ تو محض وہمی اور خیالی چیزوں کی امید پر

ان یقینی نفعوں کو چھوڑنا بیوقوفی ہے۔ پانچویں اس لئے کہ کفار مدینہ سے ہمشہ اچھے تعلقات رہے ہیں اور رہیں گے' اسلام ایک پردیسی مذہب ہے اور مسلمان مسافر لوگ' نہ معلوم کہ یہ دین باقی رہے یا نہ رہے۔ ان پردیسی لوگوں اور عارضی دین کی محبت میں اپنے اصلی اور حقیقی دوستوں سے بگاڑ لینا بے وقوفی ہے۔ ہم نے ایسی عقل مندی کی ہے کہ اس پر شیطان بھی قربان ہو جائے۔ وہ یہ کہ دونوں کو راضی رکھنا۔ اگر مسلمان غالب رہے تو ہم اُن سے نفع حاصل کریں گے اور اگر کفار غالب آگئے تو ہم اُن سے فائدے حاصل کریں گے۔ دو طرفہ رہنا نہایت عقل مندی ہے۔ رب تعالیٰ نے اُن کے اس جھوٹے خیال کی نہایت نفیس تردید فرمائی کہ ارشاد فرمایا ﴿**الا انهم هم السفهاء**﴾۔

وہ لوگ جن کے نزدیک نفع ونقصان اور سود وزیاں جانچنے کی کسوٹی صرف دُنیا کا عیش وآرام اور عزت و جاہ ہے اُن کے نزدیک وہ ہستیاں عقل و دانش سے محروم ہیں جو اپنے دین وایمان کے لئے سَر دھڑ کی بازی لگا دیتی ہیں لیکن حقیقت میں اُن سے زیادہ دانا اور کون ہے جنھوں نے فانی دے کر باقی کو لے لیا۔ جنھوں نے جان دے کر اپنے مالک کی رضا حاصل کری۔ 'ورضوان من الله اکبر ' اور اُن سے بڑھ کر احمق کون ہے جنھوں نے چندروزہ زندگی کی راحتوں کے عوض اپنے آپ کو ابدی راحتوں بلکہ اپنے رب کریم کی خوشنودی سے محروم کر دیا۔ اس لئے قرآن نے فرمایا ﴿**الا انهم هم السفهاء**﴾۔

حق تعالی نے اُن منافقین کو چند وجہوں سے بیوقوف فرمایا ہے۔ اولاً اس لئے کہ انھوں نے مٹنے والے نفع کی خاطر باقی رہنے والی نعمتوں کو چھوڑ دیا' اور جو باقی کے مقابل فانی اختیار کرے وہ نہایت بے وقوف ہے۔ دوسرے اس لئے کہ انھوں نے قوی دلائل کے مقابلہ میں اپنے فاسد خیالات پر اعتماد کیا' اور ایسا شخص بڑا احمق ہے۔ تیسرے اس لئے کہ یہ دو گھر کے مہمان بنے اور دو گھر کا مہمان ہمیشہ بھوکا رہتا ہے یعنی انکی حرکتوں سے نہ تو مسلمانوں میں اُن کا اعتبار رہے گا اور نہ ہی کفار میں۔ چوتھے اس لئے کہ ان کا یہ مکر اس وقت چل سکتا تھا جب مسلمان اُن کی حقیقت سے بے خبر رہتے' حالانکہ رب اُن کی قلعی کھول دی

اور مسلمانوں کو اُن کے دِلی ارادوں سے خبردار کر دیا۔ پانچویں اس لئے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی جو کہ درحقیقت رب تعالیٰ کی مخالفت ہے اور رب تعالیٰ کی مخالفت کر کے کوئی بھی عزت نہیں پا سکتا۔ ان کی مثال تو بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص شفا حاصل کرنے کے لئے سانپ سے کٹوا لے۔

منافقین نے مسلمانوں کو بے وقوف کہا تو رب تعالیٰ نے ان کو جاہل فرمایا۔ رب تعالیٰ نے انھیں بے وقوف فرمایا اور پھر فرمایا کہ انھیں اپنی بے وقوفی کی خبر بھی نہیں۔ کیونکہ علم تو عقل سے حاصل ہوتا ہے جب یہ عقل ہی سے محروم ہیں تو علم کیسے پا سکتے ہیں۔ روح البیان شریف نے اس جگہ بیان فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی خدمت میں جبریل امین تین تحفے لے کر حاضر ہوئے۔ علم، حیاء اور عقل۔ اور عرض کیا کہ آپ ان میں سے ایک اختیار فرمائیں۔ حضرت آدم علیہ اسلام نے عقل اختیار فرمائی، جبریل امین نے علم اور حیاء سے کہا کہ تم واپس جاؤ۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم عالم ارواح میں بھی عقل کے ساتھ ہی رہے اور اب بھی ساتھ ہی رہیں گے۔ عقل دماغ میں اور علم دل میں اور حیاء آنکھوں میں قائم ہو گئے۔

مودودی صاحب کا گستاخانہ لب ولہجہ :

اُس دور کے منافقین نے صحابہ کرام کو ایک مرتبہ جاہل کہا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام کی حمایت اور منافقین کی مذمت میں آیت قرآنی نازل فرمائی۔ بانی جماعت اسلامی مودودی صاحب اتنے بے باک اور گستاخ ہیں کہ منافقین کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جاہل، اَن پڑھ اور ناواقف لکھ دیئے ہیں:

''حضرت خاتم الانبیاء ﷺ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں ہیں، نہ وہ فوق البشر ہے، نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔ کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے،

(ترجمان القرآن اپریل/۱۹۷۶) جو شخص لوازم بشری اور بشری کمزوری کے درمیانی فرق سے بھی بے خبر ہو وہ جاہل ہے یا وہ جاہل ہے جو حضور ﷺ کو بشری کمزوریوں سے بالاتر تصور کرتا ہے؟

نبی ان پڑھ چرواہا: ’یہ قانون جو ریگستان عرب کے اَن پڑھ چرواہے نے دُنیا کے سامنے پیش کیا‘ (پردہ/۱۵۰) **نبی کریم کچھ نہ جانتے تھے:** ’آپ کا یہ حال تھا کہ جب تک وحی نے رہنمائی نہ کی آپ ٹھُٹھکے کھڑے تھے اور کچھ نہ جانتے تھے کہ راستہ کدھر ہے‘ (ترجمان القرآن) **حضور کو ایمان کا حال معلوم نہ تھا:** ’تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے‘ (رسائل ومسائل)

حضور کا اندیشہ صحیح نہ تھا: ’حضور کو اپنے زمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا اندیشہ صحیح نہ تھا‘ (ترجمان القرآن)

’’**حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے** جذبہ کا شکار ہو گئے تھے‘‘ (تفہیم القرآن)

یونس علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں: ’حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں‘ (تفہیم القرآن)

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ بار بار غلطیاں کرتے تھے :

’صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے‘ (ترجمان القرآن) ’ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا بے نفس متورع اور سراپا للّٰہیت بھی اسلام کے نازک ترین مطالبہ کو پورا کرنے سے چوک گیا‘ (ترجمان القرآن)

خلفائے راشدین کی دینی وشرعی حیثیت کو پامال کرنے کا یہ انوکھا انداز قابل غور ہے:

’خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون نہیں قرار پاتے جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کئے تھے‘ (خلافت وملوکیت)

'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن پر اس کارِ عظیم (خلافت) کا بار رکھا گیا تھا' ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو اُن کے جلیل القدر پیشروؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا' (تجدید واحیائے دین)

'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلا شبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو' اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا' نہ عقل وانصاف کا تقاضا اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے' کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے' (خلافت وملوکیت)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) دینی باتوں میں اللہ کے مقبول بندوں کی پیروی کرنی ضروری ہے کیوں کہ یہاں حکم دیا گیا ہے کہ مقبولوں کی طرح ایمان لاؤ۔ مذہب اہل سنت و جماعت حق ہے اسلئے کہ اس میں سنت رسول اللہ اور صالحین کی پیروی ہے۔

(☆) صالحین کو بُرا کہنا منافقوں کا طریقہ ہے آج کل بھی رافضی' خلفاء راشدین کو اور خارجی' سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں بلکہ تبرا روافض کا رکن ایمان ہے حالانکہ یہ منافقوں کا کام ہے کہ صحابہ کرام کو **'سفہاء'** کہکر تبرا کرتے تھے۔ غیر مقلد (اہلحدیث) اماموں خاص کر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ بدعقیدہ باطل فرقے تمام زمانے کے اولیاء اللہ' مقبولین بارگاہ' علماء کرام کو مشرک اور کافر جانتے ہیں کیوں کہ میلاد شریف حضور ﷺ کی تعریفیں کرنا ہی شرک ٹھرا تو اس صورت میں کوئی عالم اور ولی شرک سے نہ بچا۔

(☆) مقبولانِ خدا کا دشمن دَرحقیقت حق تعالیٰ کا دشمن ہے۔ منافقین نے مسلمانوں کو بے وقوف کہا تھا حق تعالیٰ نے خود اُن کو بدلہ دیا اور اُن کو بے وقوف فرمایا۔ (تفسیر نعیمی)

(☆) قرآن کی اصطلاح میں ایمان ﴿**واذا قیل لهم امنوا کما اٰمن الناس**﴾ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعویٰ صحیح یا غلط کے جانچنے کا معیار صحابہ کرام کا ایمان ہے جو اس کے مطابق نہیں وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ایمان نہیں۔

اگر کوئی شخص قرآنی عقیدہ کا مفہوم قرآنی تصریح یا رسول اللہ ﷺ کی تشریح کے خلاف قرار دے کر یہ کہے کہ میں تو اسی عقیدہ کو مانتا ہوں تو یہ ماننا شرعاً معتبر نہیں، جیسا کہ آج کل قادیانی گروہ کہتا ہے کہ ہم بھی عقیدہ ختم نبوت کو مانتے ہیں مگر اس عقیدہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات اور صحابہ کرام کے ایمان سے بالکل مختلف تحریف کرتے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے لئے جگہ نکالتے ہیں۔ قرآن کریم کی اس تصریح کے مطابق وہ اسی کے مستحق ہیں کہ اُن کو ﴿وما هم بمؤمنين﴾ کہا جائے، یعنی وہ ہرگز مومن نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف کوئی شخص کسی عقیدہ کا نیا مفہوم بنائے اور اس عقیدہ کا پابند ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو مومن مسلمان بتلائے اور مسلمانوں کے نماز روزہ میں شریک بھی ہو مگر جب تک وہ قرآن کے اس بتلائے ہوئے معیار کے مطابق ایمان نہیں لائے گا اُس وقت تک وہ قرآن کی اصطلاح میں مومن نہیں کہلائے گا۔

منافقین کی دوغلی پالیسی(Dual policy)اور مسلمانوں سے مذاق

منافقین کا رویہ یہ تھا کہ مسلمانوں سے ملتے تو انھیں کہتے کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور کفار کے سرغنوں کے پاس تنہائی میں جا جا کر اُنھیں یقین دلاتے کہ ہم اپنے مذہب پر قائم ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ ہماری بات چیت اور اٹھنا بیٹھنا اس وجہ سے ہرگز نہیں کہ ہم اُن کا دین قبول کر چکے ہیں بلکہ ہم تو اس طرح ان کو بے وقوف بناتے ہیں اور اُن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (البقرہ/۱۴)

'اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (اُن کا) مذاق اُڑا رہے تھے۔' (ضیاء القرآن)

And when they meet believers, they say, 'we believed; and when they are alone with their devils, they say, 'we are with you, we are only mocking'.

یہاں منافقت کی ایک اور علامت بیان کی گئی ہے اور وہ ہے کردار کا دوغلا پن۔ اسی کو ظاہر و باطن کا تضاد کہتے ہیں۔ منافقین کا رویہ بزدلانہ تھا۔ وہ اپنے اندر کے کفر کو مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رُسوخ کے باعث ظاہر کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی اپنا تعلق اپنے وڈیروں اور سرمایہ داروں سے منقطع کرنا چاہتے تھے اُن کا وطیرہ اس دوغلے کردار کی غمازی کرتا تھا: باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

اپنی طرف سے اُن کا یہ طریقِ کار نہایت مخفی اور رازدارانہ تھا لیکن قرآن اُن کی منافقانہ نفسیات اور بزدلانہ روشِ زندگی کو بے نقاب کر رہا ہے کہ جب غلامانِ محمد ﷺ سے ملتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں یعنی ہم مسلمان ہیں اور سابقہ حالتِ کفر سے تائب

ہو چکے ہیں اور جب اپنے کفر کے رؤسا و قائدین کے پاس علیحدگی میں جاتے ہیں تو انہیں اپنی وفاداری اور کفر سے وابستگی کا یقین دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے راہ و رسم اور ملنا جُلنا انہیں بے وقوف بنانے کے لئے ہے اوران سے ہم جواپس ے مسلمان ہونے کا ذکر کرتے ہیں وہ محض تمسخراور استہزاء ہے یہ تھا اُن کے کردار کا دوغلا پن جسے قرآن نے نمایاں طور پر انہی کے الفاظ میں واضح کردیا۔

مجدد دوراں حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

سورۂ بقرہ کی ابتدائی سات آیتیں مومنین کو سمجھانے کے لئے ہیں اور تین آیتین کھلے کافروں کو سمجھانے کے لئے ہیں۔ اس کے بعد مسلسل تیرہ آیتیں منافقوں کو سمجھانے کے لئے ہیں۔ سورۂ کافرون سے بھی زیادہ آیتیں ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ منافقین کو سمجھانا مشکل ہے۔ جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اُن سے مذاق کررہے تھے۔ یہ شیاطین کا لفظ' قرآن کا لفظ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ جب شیاطین سے ملتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم اُن سے مذاق کررہے تھے اب وہ نہ اُدھر ہے نہ اِدھر ہے۔ جب موقع ہوتا ہے تو اِدھر چلے جاتے ہیں اور جب موقع ہوتا ہے تو اِدھر آجاتے ہیں۔ جب دیکھا اِدھر کی فضا اچھی تو اِدھر اور اُدھر کی فضا اچھی تو اُدھر۔ ایک لطیفہ کسی نے سنایا کہ چرندوں (Grazing animal) میں اور پرندوں (Birds) میں جھگڑا ہوگیا اور دونوں نے طے کیا کہ اس دُنیا میں یا تو تم رہو یا ہم رہیں۔ چلو دونوں لڑیں' جو بچ جائیں وہ رہیں۔ اس میں ایک تھی چمگاڈر (Bat / Flying fox) اس میں کچھ باتیں چرندوں کی اور کچھ پرندوں کی ہیں۔ وہ چڑیا دودھ بھی دیتی ہے اور اُڑتی بھی ہے۔ دودھ دینے کے معاملے میں وہ چرندوں سے مل جاتی ہے اور اُڑنے کے معاملہ میں پرندوں سے۔ تو اُس نے یہ کیا کہ جب پرندے جیب رہے ہیں تو کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب چرندے جیت رہے ہیں تو کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کبھی اِدھر' کبھی اُدھر۔ ایک مرتبہ دونوں نے سوچا کہ یہ کون ہے کبھی اِدھر' کبھی اُدھر۔

دیکھو ہم صلح کرلیں گے اور بعد میں سمجھوتہ کریں گے مگر پہلے اس سے نمٹ لیں گے کہ یہ ہمارا نہ تمہارا۔ جب دونوں مل کر بڑھے تو یہ غائب ہوگئی۔ تو کہنے والے کہتے ہیں کہ دن بھر چمگاڈر اس لئے چھپا رہتا ہے جب کہ سب بیدار رہتے ہیں۔ جب رات کو سب سو جاتے ہیں تو یہ نکلتا ہے۔ منافقین بھی جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں۔ پکے مسلمان ہیں، صحیح العقیدہ سنی ہیں، حنفی بھی ہیں، قادری بھی ہیں، چشتی بھی ہیں، نقشبندی بھی ہیں، سہروردی بھی ہیں۔ جو تم نہ ہو وہ ہم ہیں۔ اور یہ جب اُن سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا کریں میلاد پڑھنے والوں اور فاتحہ کہنے والوں سے پالا پڑ گیا تھا، کھڑے نہ ہوتے تو کیا کرتے، فاتحہ نہ کہتے تو اور کیا کرتے۔ مگر ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم اُن سے مذاق کررہے تھے۔

اُن شیاطین کا بیان جن سے منافق خلوت میں ملتے تھے: امام ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بعض یہودی (یعنی منافق) جب نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے ملاقات کرتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہیں اور جب اپنے اصحاب سے تنہائی میں ملتے جو کافروں کے سردار تھے تو کہتے یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف مذاق کرتے ہیں۔ (جامع البیان)

یہاں اس امر کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے کہ منافقین کا قولِ کفر، خلوت میں ہوتا تھا یعنی یہ اُن کا باطن تھا۔ اور قولِ ایمان وہ ظاہر میں کرتے تھے۔ گویا اُن کے ظاہر اور باطن میں تضاد تو تھا ہی لیکن اس کی نوعیت یہ تھی کہ وہ ظاہراً ایمان، اسلام، نیکی اور اچھائی کی بات کرتے تھے لیکن اُن کا باطن کفر اور بدی سے لبریز تھا۔ اسی نوعیت کے تضاد کو قرآن نے منافقت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ایسا دائمی معیار ہے کہ ہر شخص اپنے ظاہر و باطن اور جلوت وخلوت کے تضاد کو پرکھ کر یہ متعین کرسکتا ہے کہ وہ کس مقام پر کھڑا ہے۔

شیطان کے معنی دور ہونے کے ہیں اس لحاظ سے شیطان رحمتِ الٰہی سے دور اور محروم ہونے والے کو کہتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک مشتعل مزاج، جلد باز، شریر، سرکش اور بھڑکانے کے معنی میں ہے انسانوں (بدعقیدہ و بدمذہب) اور جنوں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے ﴿ **شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ** ﴾۔

اور ایک جگہ فرماتا ہے ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ یہاں شیاطین سے مراد منافقین کے سردار لئے گئے ہیں اور سرکشی کی وجہ سے شیطان بنے ہیں۔

علامہ خازن اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں: یہ آیت عبداللہ ابن ابی منافق وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک بار اُس نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو آتے دیکھا تو اپنے یاروں سے کہنے لگا کہ دیکھو میں انھیں کیسے بناتا ہوں۔ جب یہ حضرات قریب پہنچے تو عبداللہ ابن ابی نے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دست مبارک پکڑا اور بولا کہ مبارک ہیں آپ کہ جناب صدیق ہیں' بنی تمیم کے سردار ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کے ساتھی' اپنی جان و مال کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان فرمانے والے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بولا کہ سبحان اللہ آپ بنی عدی کے سردار ہیں' فاروق آپ کا لقب ہے' اپنی جان و مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان فرمانے والے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ' نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ ! رب سے ڈر' نفاق چھوڑ' منافقین سب سے بدتر ہیں۔ وہ بولا کہ اے علی آپ یہ کیوں فرماتے ہیں ہمارا ایمان بھی آپ حضرات کی طرح ہے۔ پھر یہ حضرات وہاں سے روانہ ہوگئے۔ عبداللہ اپنی جماعت والوں سے کہنے لگا کہ دیکھا میں نے کیا چال چلی۔ اُن لوگوں (منافقین) نے اس کی تعریف کی۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن' روح البیان وتفسیر خزائن العرفان)

منافقین کے نفاق اور دورُخی پالیسی کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے تھے کہ ہم مومن مسلمان ہوگئے اور جب اپنی قوم کے کافروں (شیاطین) سے ملتے تو کہتے تھے کہ ہم تو تمھارے ہی ساتھ ہیں اور تمھاری قوم کے فرد ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ تو محض مذاق اور انھیں بے وقوف بنانے کے لئے ملتے ہیں۔ منافقین جب مسلمانوں سے ملتے تھے تو اُن کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیتے تھے کہ ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ منافقین' مومنین سے ملتے وقت اظہارِ ایمان واخلاص کرتے ہیں اور اُن سے علحدہ ہوکر اپنے حلقوں اور جماعتوں میں پہنچ کر اُن کی ہنسی اُڑاتے ہیں اور استہزاء کرتے ہیں۔ اس سے

معلوم ہوا کہ انبیاء تو انبیاء ہیں صحابہ کرام اور پیشوایانِ دین کا تمسخر کرنا بھی کفر ہے اور ایسا مسخرہ آخرت میں مستحق عذاب ہے۔

منافقین بار بار قسمیں کھا کھا کر اپنے اخلاص کا لوگوں کو یقین دلایا کرتے تھے کہ ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ بے دین اور بدعقیدہ لوگوں کا یہی طریقہ ہے کہ قسمیں کھا کھا کر اپنا ایمان ظاہر کرتے پھریں مگر اُن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ منافقین جب اپنے سرداروں اور دوستوں کے پاس جاتے تو نہایت تاکید سے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم تو ہر طرح تمھارے ساتھ ہیں۔ منافقین کے سردار شیطان کی طرح سرکش اور گمراہ کن ہیں اس لئے قرآن مجید نے منافقین کو شیطان کہا ہے۔ اہل عرب ہر سرکش کو شیطان کہہ دیتے ہیں بدعقیدہ عناصر سب سے بڑے شیطان ہوتے ہیں جو عقیدے بگاڑ دیتے ہیں۔ منافقین اپنے شیطانوں (سرداروں اور ساتھیوں) کے پاس آ کر کہتے تھے کہ ہم دینی عقائد میں ہر طرح تمھارے ہی ساتھی ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں' اُن کے ساتھ وعظوں میں جاتے ہیں' اُن کے ساتھ جہادوں میں شریک ہوتے ہیں اس کے باوجود بھی ہم اُن کے ساتھی نہیں ہیں یعنی اے دوستوں ہمارے ظاہری برتاؤ سے تم دھوکا نہ کھانا' ہم تو مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لئے یہ حرکتیں کرتے ہیں۔ ہم تو ہر طرح تمھارے ساتھ ہیں ہم مسلمانوں سے دل لگی کرنے کے لئے اُن کے سامنے کلمہ پڑھ دیتے ہیں۔ اور وہ بڑے بے وقوف ہیں' ہماری باتوں کو سچا سمجھ کر اپنی خاص مجلسوں میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں جس سے کہ ہم ان کے دلی ارادہ اور خاص مشوروں سے خبردار ہو کر تمھیں آگاہ کر دیتے ہیں۔ اے کافرو! ہمارا یہ طریقہ تمھارے لئے بھی مفید ہے تمھیں ہمارا احسان ماننا چاہے۔ ہمارا یہ ظاہری برتاؤ محض اس لئے ہے کہ اُن کے ساتھ رہ کر اپنے جان' مال واولاد کی حفاظت کر لیں اور ان کے ساتھ غنیمتیں حاصل کریں۔ اُن کے خفیہ راز معلوم کر کے تم تک پہنچا دیں۔

منافقین کے راز کو منکشف کیا کہ یہ منافقین' مومنین کے ساتھ اُن کے سامنے بدزبانی نہ کرتے تھے بلکہ اُن کے سامنے تو آ کر آمنا ہی کہتے تھے اور اپنے کو با اخلاص مومن ظاہر

کرتے تھے اور تبرا بازیاں اور سب وشتم اپنی خاص مجلسوں میں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا خفیہ راز بھی فاش کردیا۔ (خازن)

رہے آج کل کے باطل گروہ یہ بھی بحد مقدور عامہ مومنین سے اپنے عقائد فاسدہ کا سدہ مخفی رکھتے ہیں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ وہ فاسد خیالات شائع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں اُن کے فریب میں نہ آئیں۔

منافقت کا یہ بیان اس حقیقت کی نشاندہی کررہا ہے کہ مخفی اور سازشی انداز کی کاروائیاں اور بند کمروں کے منصوبے سب اپنی اصل کے لحاظ سے منافقت ہوتے ہیں۔ اہل حق، سچائی کی بات کو ہر جگہ یکساں طریقے سے پیش کرتے ہیں اگرچہ دینی تقاضے کے تحت کسی کی مخالفت بھی کرتے ہیں تو وہ بھی کھلی اور دوٹوک ہوتی ہے۔ اس کی مخالفت میں بھی مخفی سازش کا عنصر کارفرما نہیں ہوتا۔ ہمارے معاشرے میں اپنے مفادات کی خاطر دوسروں کے خلاف سازش کرنا اور مخفی طریقوں سے ایک دوسرے کی مخالفت کرنا ایک عمومی رویہ بن گیا ہے۔ یہاں تک کہ مذہب کے کئی نام نہاد داعی بھی دوسروں کے خلاف سازش (Conspiracy) اور مخفی منصوبہ بندی (Intrigue) میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ کسی کی مخالفت بھی کرتے ہیں تو چھپے انداز میں۔ یہ منافقت بعض طبیعتوں میں اتنی عام ہوتی جارہی ہے کہ ان کا پورا کردار اسی عمل سے عبارت ہوکررہ گیا ہے طریقِ کار کے اعتبار سے یہ حق وباطل کے درمیان معیارِ امتیاز ہے۔ آپ کسی بھی فرد، طبقے، گروہ یا جماعت کے طور طریقوں سے اس امر کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس کی بنیاد حق ہے یا منافقت۔ کیونکہ قرآن کی یہ تعلیمات محض واقعات پر نہیں بلکہ ابدی اصولوں کے بیان پر مشتمل ہیں۔ اگر ہم اپنے ذہنی تراشیدہ معیارات کے بجائے قرآنی معیارات پر جانچ کر حق وباطل کا تعین کریں تو بہت سی حقیقتیں بے نقاب ہوسکتی ہیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) دل لگی اور مذاق کے لئے کلمہ پڑھنا کفر ہے کیوں کہ قرآن پاک نے منافقین کے

اس اظہا ایمان کو کفر قرار دیا۔

(☆) انبیاء علیہم السلام اور دین کے ساتھ تمسخر کرنا کفر ہے۔

(☆) صحابہ کرام اور دینی پیشواؤں کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے (خزائن العرفان) بلکہ ہر دینی چیز قرآن مجید، مسجد، علماء کرام، رمضان المبارک، اولیاء اللہ کے مزارات وغیرہ کی توہین بھی کفر ہے۔ اور اُن کی تعظیم ایمان وتقوی کی علامت۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ جو کوئی شعائر اللہ' اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے وہ دلی پرہیز گار ہے'۔

(☆) ہر ایک کی مجلس میں بیٹھنا اور بدمذہبوں کو اپنا دوست بنانا منافقوں کا طریقہ ہے آج کل یہ مرض عام مسلمانوں میں ہے۔

(☆) آداب گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات بھی کہی جائے، اُس کا منشاء ومراد اپنے ظاہر وباطن کے لحاظ سے متضاد نہیں ہونا چاہیے۔

(☆) لوگوں کا مذاق اڑانا سخت بُرا ہے قرآن کریم نے فرمایا ﴿ **لایسخر قوم من قوم** ﴾ کوئی قوم دوسری قوم سے مذاق نہ کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام سے بنی اسرائیل نے عرض کیا تھا کہ آپ ہم سے دل لگی کرتے ہیں تو فرمایا کہ خدا مجھے اس سے بچائے کہ میں جہلا میں سے ہو جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا مذاق اڑانا جہالت ہے۔ خیال رہے کہ مذاق اڑانا اور بات ہے اور خوش طبعی کرنا اور چیز۔ خوش طبعی کو مزاح کہتے ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مذاق اڑانے میں کسی کو ذلیل کرنا مقصود ہوتا ہے اور خوش طبعی میں صرف دل خوش کرے اور غم دُور کرنے والی باتیں ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں جھوٹ نہ ہو۔ یہ بھی واضح رہے کہ مذاق کی ابتداء منع ہے اگر کوئی شخص ہمارا مذاق اڑائے اور ہم جواب میں اس کا مذاق اڑا دیں تو ہم کو جائز ہے ہاں مسلمان سے دَرگزر کرنا اور کافر کی رعایت نہ کرنا سنت صحابہ ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت گو اور نعت خواں ہیں وہ جوابًا کفار کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دعائیں دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ، منافقین کو ڈھیل دیتا ہے

Delay in punishment to Hypocrites

منافقین خود کو عقل مند اور مسلمانوں کو بے وقوف سمجھتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ ہم تو اُن سے دل لگی کیا کرتے ہیں۔حق تعالیٰ نے اُن کی بکواس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ بے چارے تو مسلمانوں سے کیا دل لگی کریں گے خود مسلمانوں کا رب اُن کو ذلیل و خوار کررہا ہے اور کرتا رہے گا وہ اس طرح کہ جیسے اُن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اور۔دُنیا میں تو اُن پر سارے اسلامی احکام بظاہر جاری کردئے گئے...... نہ اُن سے جہاد نہ اُن پر جزیہ۔ نہ اُن کو مسجدوں میں آنے سے کوئی رُوک ٹوک اور نہ اسلامی کاموں میں شرکت کرنے سے ممانعت، مرنے کے بعد کفن دفن وغیرہ سارے احکام اُن پر جاری، جس سے کہ وہ سمجھے کہ مسلمانوں پر ہمارا داؤ خوب چلا۔مگر جب قبر میں پہنچیں گے تو پتہ لگے گا کہ اُن کے سارے اعمال اور حماقتوں کا کیا انجام ہوا ہے تب رو رو کر کہیں گے کہ ہمیں بڑا دھوکا ہوا ہم کچھ سمجھتے تھے اور کچھ ظاہر ہوا۔ پھر اُن کی حالت یہ ہے کہ جب اسلام کے دلائل سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں شاید اسلام سچا دین ہو مگر جب کفار کی مال داری، اُن کا عیش اور مسلمانوں کی غربت وافلاس پر نظر کرتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ اگر رب تعالیٰ کفار سے ناراض تھا تو اُن کو اتنا مال کیوں دیا اور اگر مسلمانوں سے راضی تھا تو اُن کو اس حال میں کیوں رکھا۔لہذا کفر سچا ہے اور معاذ اللہ اسلام جھوٹا۔غرض کہ وہ ایسے حیران و پریشان ہیں کہ اس کے متعلق کچھ فیصلہ ہی نہ کر سکے۔بخلاف مسلمانوں کے کہ وہ جب مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں تو صابر بن کر درجات حاصل کر لیتے ہیں اور جب نعمتیں پاتے ہیں تو شاکر بن کر خدا کے پیارے اور مقبول بن جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دُنیاوی مصیبتیں اور راحتیں مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ کی نعمتیں ہی ہیں منافقین اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ صرف انھیں ڈھیل دے رہا ہے۔

﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (البقرہ/۱۵)
اللہ سزا دے رہا ہے انھیں اس مذاق کی اور ڈھیل دیتا ہے اُنھیں تا کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ (ضیاء القرآن)

Allah mocks at them (befitting His Dignity) and leaves them to wander about in their contumacy.

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے لفظ استہزاء کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

'**اصل الاستھزاء الانتقام**' استہزاء کا معنی انتقام لینا ہے۔

اس تحقیق کے مطابق ﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کی شرارتوں کا انتقام لیتا ہے۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف استہزاء کی نسبت میں کوئی قباحت نہیں۔ نیز اہل عرب میں یہ محاورہ ہے کہ جب کوئی کام کسی فعل کی سزا دینے کے لئے کیا جائے تو اس کی تعبیر بھی اسی لفظ سے کر دیتے ہیں جس لفظ سے اس فعل کی تعبیر کی گئی ہو جس پر سزا یا عتاب کیا جا رہا ہے مثلا **جزاء سیئة سیئة مثلها** یعنی بُرے فعل کی جزاء بھی اسی طرح بُری ہوا کرتی ہے حالانکہ سزا جو عدل و انصاف کا عین تقاضا ہوتا ہے بُری نہیں ہوتی۔ یا **نسوا اللّٰه فانسٰهم** انھوں نے خدا کو بھلا دیا اور خدا نے اُن کو بھلا دیا۔ حالانکہ خدا کی ذات بھول سے پاک ہے لیکن اُن کے بھلانے پر جو سزا دی گئی اُس کو بھلانے سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح **استھـــزاء** پر منافقین کو جو سزا دی گئی اس کو بھی استہزاء سے بیان کر دیا۔ کیونکہ یہ استعمال محاورہ عرب کے عین مطابق تھا اس لئے کفار جو قرآن پر اعتراض کرنے کے لئے کسی ادنیٰ سے بہانے کے متلاشی رہتے تھے اس استعمال پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ (ضیاء القرآن)

علامہ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ٹھٹھا کرنا یہ ہے کہ اُن کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ جب وہ دروازہ تک پہنچیں گے تو فوراً بند کر دیا جائے گا اور آگ کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے۔ (تفسیر الحسنات)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھٹھا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے نفاق کو مومنین پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ (مظہری)

فعل کے معنی فاعل کے لحاظ سے ہوتے ہیں جیسا فاعل ویسے فعل کے معنی۔ دیکھو اردو میں بولتے ہیں 'میں بیٹھ گیا' یعنی کھڑے سے بیٹھ گیا۔ فلاں سیٹھ بیٹھ گیا یعنی اُس کا دیوالیہ ہو گیا۔ فلاں دیوار بیٹھ گئی یعنی زمین میں دھنس گئی یا گر گئی۔ فلاں کا دِل بیٹھ گیا یعنی اُس کی حرکت بند ہو گی۔ فلاں کی دُکان بیٹھ گئی یعنی اب چلتی نہیں فلاں کی آنکھ بیٹھ گئی یعنی دماغ میں گھس گئی۔ فلاں مشین کا پرزہ ٹھیک بیٹھ گیا یعنی اپنی جگہ میں فٹ یعنی ٹھیک آ گیا۔ تمھاری بات میرے دل میں بیٹھ گئی یعنی دل نے اُسے قبول کر لیا۔ شکر نیچے بیٹھ گئی یعنی تہہ میں جم گئی۔ نشانہ صحیح بیٹھ گیا یعنی تیر نشانہ پر لگا........... وغیرہ وغیرہ۔ خیال تو کرو کہ ان باتوں میں بیٹھنا ایک ہی لفظ ہے مگر فاعلوں کے لحاظ سے کتنے معنی بن گئے۔ اسی طرح قرآن پاک میں ایک لفظ جب بندوں کے لئے آئے گا تو اُس کے معنی کچھ اور ہوں گے اور جب رب کے لئے بولا جائے تو کچھ اور۔ بندوں کے لئے استہزاء کے معنی ہیں مذاق کرنا' دل لگی کرنا۔ مگر رب تعالیٰ کے لئے اس کے معنی ہوں گے ذلیل کرنا یعنی اللہ اُن کو ذلیل کرتا ہے۔

بہت دفعہ جرم اور اس کی سزا کو ایک ہی لفظ سے بیان کر دیتے ہیں جیسے کہ کہتے ہیں کہ جتنا کوئی تم پر ظلم کرے اتنا ہی تم بھی اس پر ظلم کرو۔ عربی زبان میں بولتے ہیں **جزاء سیئة سیئة** یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے۔ دیکھو ظلم کی سزا دینا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہے لیکن اس کو بھی ظلم کہہ دیا گیا۔ اسی طرح اس آیت میں مذاق کی سزا کو بھی استہزاء یعنی مذاق کہہ دیا۔

کسی سے ابتداء مذاق کرنا جہالت ہے لیکن مذاق کے بدلہ میں مذاق کرنا عین حکمت اور کمال انصاف ہے خاص کر جب کوئی اپنے محبوبوں سے دل لگی کرے تو محبّ کے بدلہ میں استہزاء فرمانا دُنیائے محبت میں ضروری ہے۔ (تفسیر عزیزی) چونکہ اللہ کے پیاروں کا منافقین نے ابتداء مذاق اڑایا' یہ عین جہالت تھی اور رب تعالیٰ کا اُن سے بدلہ لینا عین حکمت۔ کسی کو مار ڈالنا ظلم ہے مگر قاتل کو پھانسی دینا عین انصاف۔ (تفسیر نعیمی)

جب کوئی شخص خدا کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے گویا اُسے ڈھیل اور مہلت دیتا ہے کہ چاہے تو کسی وقت بھی تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لے یا پھر اپنی گمراہی اور سرکشی کی انتہا کو پہنچ جائے تا کہ اس کی رسی دراز کئے رکھنے کے بعد اس کی گرفت ہو تو اتنی ہی شدید ہو جتنی شدید اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔ اس آیت سے لوگوں کے اپنے اعمال اور گمراہی وسرکشی کی راہ اختیار کرنے کی نسبت اللہ کی طرف سے عطا کردہ آزادی اور اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کسی کو غلط راہ پڑنے کے لئے مجبور کرتا ہے اور نہ غلط کاری کے بعد مہلت دیئے بغیر کسی کی گرفت کرتا ہے۔ چنانچہ منافقین کو بھی عہدِ رسالت میں ڈھیل دی گئی حتّٰی کہ غزوۂ تبوک کے بعد حضور نبی مکرم ﷺ کی عمر مبارک کے آخری ایّام میں انہیں سزا دی گئی۔

یہاں تعلیم وتربیت کا یہ پہلو مضمر ہے کہ اگر اس دُنیا میں کسی شریر وسرکش کو اپنی منفی اور تخریبی کارروائیاں جاری رکھنے کا کچھ موقع ملا رہے اور اس کے منصوبے کچھ عرصے تک قائم رہیں تو اس سے یہ مطلب نہ اخذ کیا جائے کہ وہ حق ہے کیونکہ باطل ہوتا تو نیست و نابود ہو جاتا۔ اور نہ یہ مراد لیا جائے کہ وہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اسے زوال نہیں آ سکتا۔ یہ سب انسان کی ناقص عقل کی بھول ہے۔ حقیقت میں یہ مہلت نہ اس کی حقانیت کی علامت ہے اور نہ اس کے ہمیشہ باقی رہنے کی دلیل۔ اس میں اس کی کوئی کامیابی نہیں۔ اسے اس مہلت اور (Duration) پر خوش نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ باری تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے تا کہ وہ اپنی گمراہی کے نقطۂ عروج پر پہنچ جائے اس تصور کو ﴿وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ کے الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں ڈھیل دیتا ہے تا کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کی نافرمانی کے باعث ایسے لوگ باطنی روشنی اور صحیح فکری رہنمائی سے محروم ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ اپنی گمراہی وسرکشی میں بھٹکتے رہتے ہیں تاوقتیکہ اپنے تمرد اور بغاوت سے تائب ہو جائیں یا بدبختی میں اس انتہا کو پہنچ جائیں کہ پھر ان پر عذابِ الٰہی کی گرفت اتنی سخت ہو کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت بن جائے۔

قابل ذہن نشین نکات

(☆) ایمان سے دل کا اطمینان حاصل ہوتا ہے اور کفر میں بے اطمینانی رہتی ہے مومن اس مضبو ط درخت کی طرح ہے جو کہ تیز آندھیوں کا مقابلہ نہایت اطمنان سے کر لیتا ہے۔ نہ تو مصیبت میں گھبراتا ہے اور نہ راحتوں پر اتراتا ہے۔ کافر اس کچی کھیتی کی طرح ہے جو ہر ہوا کا اثر لے لیتی ہے، مصیبت آئے تو گھبرا جائے اور راحتیں پا کر غرور کرے۔

(☆) بندے کو چاہئے کہ درازی عمر اور زیادتی مال و اولاد پر فخر نہ کرے اور اس سے دھوکا نہ کھا ئے۔ بہت دفعہ یہ چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوتی ہیں۔ کفار کے لئے اُن چیزوں کی زیادتی عذاب کی زیادتی کا باعث بن جاتی ہیں کہ اُن کو دنیا میں مال محدود اور آخرت میں وبال محدود ملتا ہے اور مخلصین کے لئے یہ چیزیں زیادتی ثواب کا باعث ہیں یعنی اس کے لئے دُنیا میں مال محدود اور آخرت میں ظل ممدود ہیں۔

بعض بزرگان دین زیادہ دُنیاوی راحتوں سے گھبراتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ راحتیں ہمارے نیک اعمال کا بدلہ ہو گئی ہوں۔

(☆) دنیوی ترقیاں قابل اعتماد نہیں۔ اس کی مثال پتنگ کی سی ہے کہ وہ اس قدر اونچی اُڑتی ہے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے مگر اس کی ڈور پتنگ والے کے ہاتھ میں ہے کہ ایک جھٹکے میں اُس کو زمین پر لے آتا ہے انسان دنیوی ترقی کرتے کرتے بادشاہ بن جائے، مگر ایک جھٹکے میں قصر و محل سے نکل کر قبر میں پہنچ جاتا ہے۔

(☆) حق تعالیٰ مسلمانوں کا ایسا والی ہے کہ جو انھیں تکلیف پہنچائے خود رب تعالیٰ اُس سے بدلہ لیتا ہے۔

(☆) جو کوئی اپنے ذاتی معاملے میں کسی سے بدلہ نہ لے تو حق تعالیٰ اُس کی طرف سے بدلہ لیتا ہے اور جو خود بدلہ لینے کے درپے ہو جائے وہ یہ درجہ نہیں پاتا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے ذاتی معاملات میں درگزر کیا کریں اور دینی معاملات میں ہرگز کسی کی رعایت نہ کیا کرے۔ مگر افسوس کہ آج ہمارا طریقہ اس کے برعکس ہو گیا کہ جس شخص سے ہمیں کوئی ذاتی نقصان پہنچ جائے ہم اس کے پکے دشمن ہیں، لیکن جن بدمذہبوں سے کہ دین کو نقصان پہنچ رہا ہو اُن کو اپنا بھائی بنانے کیلئے تیار۔

منافقین نے ہدایت کے بدلے کفر کو پسند کیا ہے

Hypocrites puchased error for guidence

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ (البقرہ/۱۶)

'یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خرید لی گمراہی ہدایت کے بدلے مگر نفع بخش نہ ہوئی اُن کی (یہ) تجارت اور وہ صحیح راہ نہ جانتے تھے۔' (ضیاء القرآن)

They are those people who purchased error for guidance but their trade earned them no profit, and they indeed knew not the way of trading.

یہ آیت یا تو ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو کہ مخلص بننے کے بعد کافر ہو گئے یا اُن یہود کے حق میں آئی جو پہلے سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو منکر ہو کر بعض تو مجاہر کافر اور بعض منافق بن گئے یا اُن تمام کفار کے حق میں آئی جنھیں اللہ نے عقل سلیم عطا فرمائی تھی اور جن کے سامنے دلائل قائم فرما کر ہدایت کا راستہ فرما دیا مگر انھوں نے عقل وانصاف سے کام نہ لیا ضد سے گمراہ ہو گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اس جگہ خرید وفروخت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو اختیار کر لیا' اُن کے سامنے قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی پیش کردہ ہدایت بھی تھی اور اس کے مقابلہ میں یہودیت کے عارضی منافع بھی تھے لیکن انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو اختیار کر لیا۔ اس تجارت میں ان کا راس المال (سرمایہ) بھی ضائع ہو گیا کیونکہ ان کی فطرت میں ہدایت کو قبول کرنے کی جو استعداد اور صلاحیت تھی وہ بھی ضائع ہو گی۔ (تفسیر تبیان القرآن)

حق تعالیٰ کی طرف سے انسان کو عقل ملتی ہے اور پھر نیک و بد راستے اس کے سامنے ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اچھے راستے کو اختیار کرے اور بُرے سے بچے۔ ان منافقوں نے اپنے اندر بُرے اخلاق پیدا کر کے اس نورِ حق کو بجھا دیا اور ہمیشہ کی مصیبتوں کو مول لے لیا۔ انھوں نے کلمہ توحید کی صرف یہ قیمت جانی کہ اس کے ذریعہ دنیاوی نفع حاصل کر لیے حالانکہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں ان نفعوں کی کوئی حقیقت نہیں، تو ان لوگوں نے عقل اور کلمہ توحید کو دُنیا کے لئے خرچ کیا اور پھر اس پر خوش بھی ہوئے۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہوئی کہ کوئی احمق قیمتی موتی دے کر مٹی کا کھلونا خریدے۔ تجارتی اصول سے یہ لوگ بہت گھاٹے میں رہے۔ عقل مند لوگ پنی عقل مال و جان اولاد صرف کر کے سچا ایمان لیتے ہیں اور وہ واقعی عقل مند بیوپاری ہیں، کیوں کہ فانی کے عوض باقی حاصل کرتے ہیں۔

اشتراء کے معنی ہے خریدنا، قیمت ادا کر کے کوئی چیز لینا۔ یہاں اشتراء کا یہ معنی تب درست ہوسکتا تھا جب کہ منافقوں کے پاس دولت ایمان ہوتی اور اسے دے کر وہ کفر خریدتے۔ وہاں تو پہلے بھی کفر ہی تھا۔ اس لئے علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں اشتروا بمعنی استحبوا ہے یعنی انھوں نے کفر کو پسند کر لیا اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ فرماتے ہیں لغت عرب میں شراء کا لفظ ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل لینے کے معنی میں عام مستعمل ہے **والمعنی استحبوا الکفر علی الایمان -- وانما اخرجه بلفظ الشراء توسعا -- والعرب تستعمل ذلك فی کل من استبدال بشیئی** (القرطبی)

منافقین نے منافقت کا نقاب تو اس لئے ڈالا تھا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو کر دنیاوی فوائد حاصل کریں گے۔ مال غنیمت سے انھیں حصہ ملے گا اور ان کی چودھراہٹ قائم رہے گی لیکن ان کی کوئی امید بر نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا پردہ چاک کر دیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرِ محفل ایک ایک کا نام لے کر اُسے مسجد سے نکال دیا۔

انسان کے لئے دو ہدایتیں ضروری ہیں ایک فطری ہدایت جو کہ عالم ارواح میں مل

چکی ہے اور جس پر ہر بچہ پیدا ہوتا ہے دوسری جو کسبی جو دُنیا میں اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے جو شخص ان دونوں ہدایتوں کو پالے وہ نورعلی نور ہے جو اس دوسری ہدایت سے محروم رہا اُس کی پہلی ہدایت بیکار ہے جیسے کہ آفتاب اور آنکھ کا نور مل کر فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اگر آفتاب نور دے رہا ہے کسی کی آنکھ میں نور نہ ہوتو وہ کچھ نہیں دیکھ سکتا یا آنکھ میں نور موجود ہے اور دوسرا نور اُسے حاصل نہیں یعنی وہ اندھیرے میں ہے وہ بھی دیکھنے سے محروم۔

ان منافقوں کو پہلا نور یعنی ہدایت فطری حاصل تھی لیکن نور مصطفائی سے علحدہ رہے۔ اس فطری کو چھور کر گمراہی حاصل کی' لہذا اس تجارت میں کامیاب نہ ہوئے۔

حکایت مثنوی شریف میں اسی کے مطابق ایک نہایت معتبر حکایت بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ ایک شکاری ترکش میں تیر لے کر باز کے شکار کے لئے نکلا۔ باز ہوا میں اُڑتا ہوا ملا جس کا سایہ زمین پر پڑ رہا تھا۔ اُس نے تاک تاک کر اس سایہ پر تیر چلائے یہاں تک کہ سارا ترکش خالی ہوگیا مگر باز ہاتھ نہ آیا محروم واپس ہوا۔ اپنے کسی دوست سے کہنے لگا کہ میں نے صحیح نشانے پر تیر لگائے مگر باز نہ مرا کیا وجہ ہوئی؟ اُس نے کہا: اے بے وقوف' جس کو تو نے نشانہ بنایا وہ باز نہ تھا اصل باز اُوپر تھا جہاں تیری نگاہ نہ پہنچ سکی۔ ان منافقین نے بھی اسی طرح اپنے تیر کش کے سارے تیر دُنیا کے لئے استعمال کئے۔ لہذا دین اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ قیمتی تیر بھی برباد ہوگئے۔

انہوں نے منافقت کا وطیرہ اس لئے اپنایا تھا کہ دونوں طرف سے مفادات حاصل کرسکیں گے۔ وہ کفر سے اپنا دیرینہ تعلق قائم رکھنے کی بناء پر ادھر سے حاصل ہونے والے مفادات کو بھی ملحوظ کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں سے ایمان کا تعلق ظاہر کر کے ادھر سے دنیوی منافع' اموالِ غنیمت اور دیگر مفادات کے حقدار بننا چاہتے تھے لیکن ان کی توقعات پوری نہ ہوسکیں چونکہ اُن کی منافقت خدا اور رسول پر مخفی نہ تھی۔ اس لئے وہ ہر ایک کے سامنے بے نقاب ہوگئے۔ یوں دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی اُن کے حصے میں آئی اور آخرت میں اذیت ناک عذاب کے مستحق قرار دیئے گئے۔ ان کی یہ تجارت کسی لحاظ سے

بھی سودمند اور نفع بخش ثابت نہ ہوئی۔ یہ سودا بجائے منفعت کے خود انہی کے حق میں مضرت اور نقصان کا باعث ہوگیا۔ جو 'راس المال' (سرمایہ Capital) فطری ہدایت کی صورت میں ان کے پاس موجود تھا وہ بھی گمراہی کے بدلے ضائع کر بیٹھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہدایت کے باعث جو فائدہ انہیں آخرت کی زندگی میں پہنچتا' وہ اس سے بھی محروم ہوگئے۔ اس آیت کریمہ نے منافقت کو صریح نقصان اور گھاٹے کا سودا قرار دیا ہے اور تنبیہ کی ہے کہ کردار کا دوہرا پن کبھی بھی مطلوبہ مقصد حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کا نتیجہ بہر صورت ذلت و رسوائی ہے خواہ جلد ہو یا بدیر۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) جو شخص بڑے سے بڑے دنیوی نفع کو چھوڑ کر دینی معمولی نفع حاصل کرے وہ کامیاب تاجر ہے اور اس کا برعکس کرنے والا شخص بے وقوف ہے کیوں کہ دُنیا بھر کے نفع آخرت کے معمولی نفع کے مقابل ہیچ ہیں۔

(☆) جو شخص دینی کام ریاکاری کے لئے کرتا ہے وہ نہایت ہی بے وقوف ہے کیوں کہ وہ بھی انھیں منافقین کی طرح ہے جنھوں نے محض مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔

(☆) دینی کاموں کی قیمت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی ہے۔ جو شخص نوافل ادا کرے اور واجبات و فرائض میں غفلت کرے وہ بے وقوف ہے۔ بعض لوگ کثرت سے وظیفے پڑھتے ہیں لیکن فرض نماز' زکوٰۃ اور روزوں وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ فرض نماز اصل پونجی ہے اور نوافل اس کا نفع' اصلی پونجی کھو کر نفع کے چند پیسے حاصل کرنا کونسی عقل مندی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

(☆) مجبوری سے نیکی کرنے کا کوئی ثواب نہیں۔ ثواب اسی نیک عمل کا ملے گا جو انسان دلی رغبت اور خوشی سے کرے کیونکہ منافقین کلمہ اور نماز وغیرہ مجبوراً پڑھتے تھے اس لئے انھیں کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ رغبت عبادت کا نمک ہے مجبوراً تو چاند سورج وغیرہ سب حرکت کررہے ہیں مگر انھیں اس پر کوئی ثواب نہیں۔

منافقین کی مثال

Example of Hypocrites

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ﴾ (البقرۃ/۱۷)

'اُن کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب جگمگا اُٹھا اُس کا آس پاس تو لے گیا اللہ اُن کا نور اور چھوڑ دیا اُنھیں گھپ اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے' (ضیاء القرآن)

'اُن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس کا ماحول روشن ہوگیا تو اللہ نے اُن کا نورِ بصارت سلب کرلیا اوا اُن اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے' (تبیان القرآن)

Their example is like the one who kindled a fire, so when it lit up all around him, Allah took away their light and left them in darkness where nothing is seen.

اصطلاح میں اس مشہور کہاوت کو مثل کہتے ہیں جو عجیب وغریب چیز کے لئے بیان کی جائے چونکہ دلائل سے فقط عقل مند بات سمجھتے ہیں مگر مثالوں سے بے وقوف بھی جاتے ہیں اس لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بے شمار مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ توریت وانجیل میں تو مثالوں کی پوری سورتیں تھیں جن کا نام سورتہ الامثال۔

منافقوں کے دو گروہ تھے ایک وہ جو دل سے کفر پر جمے ہوئے تھے اور صرف زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے۔ دوسرا وہ جو ایمان تو قبول کرتے لیکن مصائب و مشکلات سے گھبرا کر پھر اسلام سے دست بردار ہوجاتے۔ پہلے گروہ کی مثال اس آیت میں بیان کی گئی ہے مدینہ منورہ کے لوگ اول تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہوئے۔ اور بہت سے لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا لیکن ان میں سے بعض نے دُنیاوی اغراض و مقاصد کی بنا پر بعد میں منافقت شروع کردی تو اُن کی اس حالت کو اس جماعت کے ساتھ

تشبیہ دی گئی کہ جو اندھیرے جنگل میں گھیر گئی ہوں پھر انھوں نے روشنی اور گرمی حاصل کرنے اور درندوں سے بچنے کے لئے خوب آگ بھڑ کائی۔ جب آگ بھڑ کنے لگی اور انھوں نے گرمی اور نور بھی حاصل کرلیا تب وہ اس پر مطمئن ہوگئے کہ اب یہ آگ نہ بجھے گی اور ہم اُس کے فوائد سے محروم نہ ہوں گے وہ اسی خیال میں تھے کہ اچانک آگ بالکل بجھ گئی۔ اور ایسی بجھی کہ اس کا کوئی شعلہ اور چنگاری بھی باقی نہ رہی کہ جس سے دوبارہ آگ جلا لیں اور نہ ہی اندھن آگ قبول کرنے کے قابل رہا۔ اب یہ حیران و پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کدھر جائیں۔

اسی طرح ان منافقین نے مسلمانوں کے خوف اوران کے نفع کی امید سے بظاہر اسلام قبول کرلیا جو مثل آگ جلانے کے ہوا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے بھی اُن پر ظاہری اسلامی احکام جاری کردیئے گئے۔ یہ اس آگ کی روشن ہوئی۔ منافقین مطمئن ہوگئے کہ جس طرح ہم نے اس زبانی کلمے اور ظاہری اسلام سے دنیا میں کام نکال لیا' آخرت میں بھی نکال لیں گے۔ یہ ان کا اس ظاہری روشنی پر اعتماد ہوا۔ وہ اسی خیال میں تھے کہ اچانک اُن کو موت نے آدبایا۔ یہ اس آگ کا گل ہونا ہوا...... مرتے ہی آنکھ کھل گئی اور بزبان حال یوں کہنے لگے' خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا' جو سنا افسانہ تھا۔ خیال رہے کہ ہر انسان تاجر ہے زندگی دوکان۔ سانسیں اور زندگی کی گھڑیاں اصلی رقم۔ جن کو خرچ کرکے وہ اعمال کے سودے خریدنا ہے نیک اعمال کرنے والا نفع میں' گناہ کرنے والا نقصان میں' کفر کرنے والا پورے خسارہ میں ہے جیسے بعض دوکانیں دن رات کھلی رہتی ہے ایسے ہی بعض لوگ سوتے جاگتے چلتے پھرتے نیکیاں کرتے ہیں بلکہ بعد وفات بھی ان کی دوکان بند نہیں ہوتی ﴿ **بل احیاء ولکن لاتشعرون** ﴾ منافقین جب قبر میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اُن کا ظاہری اسلام کا چراغ یہاں کام نہ آیا۔ اب اُن کو نہ تو نیک اعمال کرنے کا موقع رہا اور نہ وہاں سے لوٹنے کی کوئی صورت رہی کہ دنیا میں آکر نیکیاں کر جائیں۔ یہ اس کی مثال ہوئی کہ دوبارہ آگ جلنے کے قابل نہ رہی۔ منافقین نے چونکہ ظاہری کلمے سے مسلمانوں کی تلوار

اور جزیہ سے امن پایا اور اُن کے ساتھ غنیموں اور جہادوں اور نمازوں میں شریک ہو گئے یہ اس کلمے کا عارضی نور تھا جو اُن کو حاصل ہو گیا لیکن چونکہ مرنے کے بعد اُن کی یہ کلمہ گوئی کام نہ آئی اس لئے نور کا بجھنا ان پر خوب چسپاں ہو گیا۔ اس مثال میں چند جماعتیں شامل ہیں۔ ایک تو منافق جنھوں نے دل میں کفر رکھ کر اظہار ایمان کیا' دوسرے وہ جو مخلص مومن ہونے کے بعد مرتد ہو گئے۔ تیسرے وہ جنھیں قدرت نے صحیح فطرت عطا فرمائی اور دلائل نے ان پر حق واضح کر دیا مگر انھوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب منافق **لاالٰہ الا اللہ** کہتا ہے تو اس کے لئے دنیا میں روشنی ہو جاتی ہے وہ مسلمانوں سے اپنی جان و مال کو محفوظ کرتا ہے زکوٰۃ' صدقات اور مال غنیمت کے فوائد حاصل کرتا ہے اور مسلمانوں میں نکاح کرتا ہے اور اُن کا وارث ہوتا ہے اور جب اس کو موت آتی ہے تو اسلام کے تمام ثمرات اور فوائد ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان نہ تھا۔ (جامع البیان بحوالہ تفسیر تبیان القرآن)

ظلمت اس چیز کو کہتے ہیں جو دیکھنے سے منع کرتی ہے منافقوں کے لئے کئی ظلمات ہیں۔ ظلمت کفر' ظلمتِ نفاق اور ظلمت یوم قیامت۔ جس دن مومنوں کا نور اُن کے آگے اور دائیں جانب چمک رہا ہوگا اور منافقوں کے سامنے اندھیرا ہوگا یا اس سے مراد ہے گمراہی کی ظلمت' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ظلمت اور دائمی عتاب کی ظلمت۔

خالص ایمان ان شآء اللہ پائیدار ہے اس کی حرارت رہنے والی جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ﴿ **یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ** ﴾ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کلمہ طیبہ پر زندگی موت' قبر و حشر میں ثابت رکھے گا۔ اسی طرح اس کا نور زندگی و قبر و حشر میں برقرار۔ قرآن شریف فرماتا ہے ﴿ **یسعی نورھم بین ایدھم** ﴾ یعنی قیامت میں مسلمانوں کا نور اُن کے آگے آگے چلے گا۔ ان شآء اللہ حقیقی و خالص ایمان کی آگ کے بجھنے کا اندیشہ نہیں۔ منافقین کا ایمان چونکہ خالص نہ تھا بلکہ ریا کاری اور دینوی اغراض سے مخلوط تھا لہٰذا بجھ گیا۔ نیز یہ مخالفین ایمان پر تو کیا ثابت رہتے' کم بخت اپنے کفر

پر بھی پورے طور پر قائم نہ رہے ۔ یہ منافقین توحید کے تو قائل تھے مگر نبوت اور ولایت سے علحدہ ۔ لہٰذا اُن کا نور بجھ گیا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) جو چیز نام ونمود کے لئے ہو وہ دنیا ہے اوراس کا فائدہ عارضی' اور جو حق تعالیٰ کے لئے ہو وہ عین دین ہے اور اُس کا فائدہ لازوال ۔ جو نماز روزہ دِکھاوے کے لئے ہو وہ بالکل دنیا ہے اور جو دُنیوی کاروبار بھی سنت پر عمل کی نیت سے کئے جائیں وہ دین ۔ دیکھو منافقین کے سارے اعمال دنیا بن کر رہ گئے ۔

(☆) کوئی شخص اپنے ان اعمال پر بھروسہ نہ کر بیٹھے جب تک کہ اس کو خاتمہ بالخیر میسر نہ ہو جائے ۔اس جگہ اعمال کی بہت ڈکیتیاں ہوتی ہیں ۔

(☆) ظاہری اعمال قالب ہیں اور نیت اخلاص مثل قلب کے ۔ قالب بغیر قلب کے بیکار ہے اور اعمال بغیر صحیح نیت کے بے فائدہ ۔

منافقین بہرے گونگے اور اندھے ہیں

Hypocrites are Deaf, Dumb and Blind

﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ (البقرہ/۱۸) 'یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سوؤہ نہیں پھریں گے (ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے)'۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

Deaf, Dumb, Blind, so they are not to return.

اس مثال میں جن لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے ان کی وضاحت حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی قدس سرہٗ نے خوب کی ہے فرماتے ہیں۔ 'جنھوں نے اظہار ایمان کیا اور دل میں کفر رکھ کر اقرار کی روشنی کو ضائع کردیا۔ اور وہ بھی جو مومن ہونے کے بعد مرتد ہوگئے اور وہ بھی جنھیں فطرت سلیمہ عطا ہوئی اور دلائل کی روشنی نے حق واضح کردیا مگر انھوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور گمراہی اختیار کی۔ اور جب حق سننے' ماننے' کہنے اور راہ حق دیکھنے سے محروم ہوئے تو کان' زبان' آنکھ سب بے کار ہیں۔ (خزائن العرفان)

منافق اگرچہ بظاہر بہرے نہیں لیکن انہیں بہرہ اس لئے کہا گیا کہ وہ اسلام کی حق باتیں سنتے اور ٹال دیتے۔ منافقین سچی بات سے گریز کرتے ہیں گویا گونگے ہیں۔ منافقین اندھے ہیں یعنی آنکھوں کے باوجود اللہ کی نشانیاں دیکھ کر قبول نہیں کرتے۔

انسان کے راہ راست پر آنے کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی بینائی قائم ہو جس سے وہ راستہ دیکھ لے۔ دوسرے یہ کہ اس میں بولنے کی طاقت ہو کہ کسی کو پکار کر اس کی مدد سے راہ راست پر آجائے' تیسرے یہ کہ اس کے کان درست ہوں کہ کسی ہادی کی آواز سن کر درست ہوجائے۔ جب ان منافقین کی یہ تینوں قوتیں ختم ہوچکیں تو اب اُن کے کفر سے لوٹنے کی کوئی امید نہیں۔ منافق اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث تینوں کو کھو بیٹھا' اب نہ کسی ہدایت دینے والے کی بات سنتا ہے نہ وہ سچی تعلیم کے بارے میں پوچھتا ہے نہ حق

کی نشانیوں کو آنکھوں سے دیکھتا ہے اب امید نہیں کہ وہ سے اسلام کی طرف واپس آئے۔
مسلمانوں کو یہ امید ہوگی کہ شاید منافقین کبھی تو ہدایت پر آ جائیں۔ اس لئے وہ ان کو ہدایت پر لانے کی کوشش بھی کرتے ہوں گے اور پھر اپنی ناکامی پر رنجیدہ ہوں گے۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس رنج وغم کو دُور فرمانے کے لیئے ان کے ایمان سے مایوس فرمادیا اور فرمادیا کہ اے مسلمانو۔ یہ تو بہرے، گونگے، اندھے ہو چکے یں اب تم ان کے ایمان لانے کی بالکل امید نہ رکھو۔ وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئیں گے۔ چونکہ ناامیدی بھی ایک راحت ہوتی ہے۔ اس لئے مسلمان اُن کے ایمان سے ناامید ہو کر انتظار کی تکلیف سے بچ گئے منافقین حق کو سننے سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں اور حق کو دیکھنے سے اندھے ہیں، پس وہ (ہدایت کی طرف) رجوع نہیں کریں گے۔ (تبیان القرآن)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہی عضو کام کا ہے جو اپنے مقصود کو پورا کرے اور جس میں یہ صفت نہیں وہ محض بیکار ہے چونکہ زبان حق بولنے، کان حق سننے اور آنکھیں حق دیکھنے کے لئے عطا فرمائی گئی ہیں اس کے علاوہ جو بھی دُنیاوی کام اس سے لے جاتے ہیں وہ سب تابع ہیں جب ان اعضاء نے اپنا اصل کام نہ کیا تو ان کو بیکار کہا گیا۔ اولیاء اور شہداء اگر چہ بظاہر وفات پا جاتے ہیں لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے اپنی زندگی کے مقصود کو پورا کر دیا جیسے کہ سرکاری ملازم سرکاری کام کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اور اُن کے آرام وآرائش کے لئے بڑی تنخواہ عمدہ مکان، سواریاں وغیرہ کا انتظام حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اصل مقصود تو خدمتِ سرکار ہے یہ موٹر اور کوٹھی وغیرہ اس کے لئے ہے جو نوکر آرام کرے اور کام نہ کرے وہ شاہی نوکر ہی نہیں ہے اور ہ تنخواہ پانے کا مستحق، لیکن جس نے اپنی خدمت کے زمانہ میں بخوبی خدمت کی، بعد میں اُس کی پنشن ہوگئی اگر چہ وہ اب کوئی خدمت نہیں کر رہا ہے مگر ملازم سرکار ہے۔ یہ کفار اور منافقین کام چور نوکر ہیں اور یہ وفات شدہ اولیاء اللہ، شہداء پنشن یافتہ سرکاری عہدہ دار۔

(☆) جوحق تعالیٰ کی طرف بخوشی رجوع کرتا ہے وہ اس کی بارگاہ میں عزت وکرامت سے بلایا جاتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کہا جاتا ہے ﴿**ارجعی الی ربك راضیہ مرضیہ**﴾ یعنی اے مبارک روح اپنے رب کی طرف چل کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ اور جو کہ بخشی اس طرف رجوع نہیں کرتے' انجام کار اُن کو بھی وہیں جانا پڑے گا ہتھکڑی اور بیڑی کے ساتھ اوران کے لیئے فرمایا گیا ﴿ **ونحشرهم یوم القیمة علی وجوههم عمیا وبکما وصمًا**﴾ یعنی ہم ان کو قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اندھا' گونگا' بہرا اُٹھائیں گے۔صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تین چیزیں دل کی آنکھ کو اندھا کردیتی ہے۔ (۱) اعضاء کو گناہوں میں مشغول رکھنا (۲) ریا سے عبادت کرنا (۳) خالق کو چھوڑ کر خلق سے امید رکھنا۔

یہ بیماری تپ ودِق کی طرح اولاتو ہلکی معلوم ہوتی ہے لیکن آخر میں مہلک ثابت ہوتی ہے

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمھاری یاد ہے   جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

منافقین کی سخت گھبراہٹ اور پریشانی کا حال

Hypocrites and fear of death

منافقین میں سے دو شخص حضور ﷺ کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے۔ راستے میں بارش ہوگئی اس میں سخت گرج اور چمک تھی ان کا یہ حال ہوا کہ جب گرج ہوتی تو کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں اس سے ہمارے کان نہ پھٹ جائیں اور جب چمک ہوتی تو چلنے لگتے۔ جب اندھیری ہو جاتی تو ٹھیر جاتے۔ آپس میں کہنے لگے کہ شاید اس گناہ سے ہم پر مصیبت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر سے سویرا کر دے تو ہم حضور ﷺ کی خدمت میں واپس جا کر اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں گے۔ رب تعالیٰ نے اُن پر فضل فرمایا' اس مصیبت سے نجات دی۔ انھوں نے ایسا ہی کیا کہ سچے مسلمان بن گئے اور پھر اسلام پر صحیح معنی میں قائم رہے اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ اُتری۔ حق تعالیٰ نے اُن کے اس واقعہ کو باقی منافقین کے لئے کہاوت بنایا اور اس قصے کو اُن کی روش پر منطبق فرمایا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

بعض منافق نفاق میں پختہ تھے تھے جن کے ایمان میں آنے کی کوئی امید نہ تھی ان کے لئے فرمایا گیا کہ بہرے گونگے' اندھے ہیں اب نہ لوٹیں گے۔ بعض منافق نفاق میں کمزور تھے جن کے ایمان کی امید تھی اُن کے لئے ارشاد ہوا کہ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اُچک لے۔

﴿اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ/۱۹)

'یا پھر جیسے زور کا مینہ برس رہا ہو بادل سے جس میں اندھیرے ہوں اور گرج اور چمک ہو ٹھونستے ہیں اُنگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے باعث موت کے ڈر سے اور اللہ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو'

Or like a rain pouring from the sky, wherein is darkness and thunder and lighting, they thrust fingers in their ears because of the thunderclaps, for fear of death and Allah has encompasses the disbelievers.

اس آیت میں کئی چیزوں کا ذکر آیا ہے۔ بارش' اندھیرے' بادل کی کڑک اور بجلی کی روشنی' اور ایسے وقت میں سفر کرنے والا شخص۔ یہ سب مشبّہ بہا ہیں جب تک ان کے مشبھات (یعنی یہ کن چیزوں کی تشبیہیں ہیں) کا تعین نہ کرلیا جائے اس مثال کا حُسن نکھر کر سامنے نہیں آتا۔ بارش سے مراد اسلام' اندھیروں اور بادل کی کڑک سے مراد وہ مصائب اور مشکلات ہیں جنہوں نے چاروں طرف سے اسلام کو گھیر لیا ہے اور بجلی کی روشنی سے مراد وہ فتوحات وغیرہ ہیں جو ان ناسازگار حالات میں اسلام کو حاصل ہوتی رہیں۔ جس طرح بارش مردہ زمین کو نئی زندگی بخش دیتی ہے۔ اسی طرح اسلام مردہ دلوں کو نئی زندگی مرحمت فرماتا ہے جیسے بارش برستے وقت گھنگھور گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور تاریکی پھیل جاتی ہے۔ بادل کی خوفناک کڑک سے دل ہلنے لگتے ہیں اسی طرح اسلام کا مینہ برستے وقت کھلی عداوتوں اور پوشیدہ سازشوں کا ایک ہنگامہ برپا ہوگیا فضا یکسر مکدر ہوگئی۔ مصیبتوں کے بادل گرجنے لگے۔ جو سچے دل سے ایمان لا چکے تھے نہ اندھیروں سے انھیں وحشت تھی نہ بادل کی کڑک سے وہ ہراساں تھے مصائب کے ہجوم میں بھی وہ چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔ لیکن وہ لوگ جو مذبذب تھے اُن کی حالت عجیب ڈانوال ڈول تھی وہ اسلام کے حیات بخش چھینٹوں سے سیراب بھی ہونا چاہے تھے لیکن مصائب کی تاریک گھٹائیں دیکھ کر مشکلات کی کڑک سن کر ان کے دل ڈوب ڈوب جایا کرتے تھے اور اسلام کا دامن چھوڑنے میں ہی انھیں اپنی سلامتی نظر آتی تھی۔ پھر اگر اسلام کو کوئی کامیابی نصیب ہوتی تو وہ اسلام کی طرف لپکنے کی تیاری کرتے۔ ایسے میں اگر مصائب کا کوئی تند و تیز جھونکا آجاتا تو وہ بددل ہوکر رہ جاتے۔
(تفسیر ضیاء القرآن)

منافقین کی حالت کونفیس کہاوت سے سمجھاتا جارہا ہے کہ ان کی حالت ان لوگوں کی طرح ہے جو اندھیری رات میں سنسان جنگل طے کررہے ہوں کہ اچانک اُن کو نہایت کالا بادل آگھیرے۔ یہ لوگ سخت اندھیرے میں پھنس جائیں پھر اس سے بارش تیز بجلیاں اور گرج ظاہر ہو۔ گرج کو سن کر تو اُن لوگوں کو اپنی موت کا اندیشہ ہو جائے۔ جس سے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے لگیں کہ کہیں اس آواز سے ہمارے کان کے پردے نہ پھٹ جائیں اور بجلی کی روشنی پا کر چلنے لگیں۔ اور اندھیرا ہو جانے پر کھڑے رہ جائیں۔ غرض کہ عجیب کش مکش میں پھنس جائیں اور وہ اسی حالت میں نہایت حیران و پریشان ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا ہو کہ کیا کریں اور کدھر جائیں۔ یہی حال ان منافقین کا ہے کہ یہ اپنی زندگی کی اندھیری رات میں دنیا کا جنگل طے کررہے تھے کہ اچانک اُن کے شہر میں حضور انور ﷺ تشریف لے آئے جو کہ رحمت الٰہی کا گہرا بادل ہیں اور آپ پر قرآن کریم اُترنے لگا جو مثل تیز بارش کے ہے جس طرح بارش تمام زمین کو سرسبز وشاداب بنا دیتی اور اس میں باغ کھیت اور ان میں پھل پھول لگا دیتی ہے اسی طرح قرآن کریم کی بارش نے دلوں کی زمین میں ایمان کے باغ لگا دیئے اور ان باغوں میں تقویٰ اور پرہیز گاری کے پھول کھلا دیئے۔ مگر اسی قرآن میں شرعی احکام اور جرموں کی سخت سزائیں اور دنیا سے بے رغبتی کرنے کا حکم بھی ہے جو کہ مثل گرج اور کڑک کے ہے۔ یہ منافقین کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں یہ کلام ہمارے دلوں میں اثر نہ کر جائے جس سے کہ ہمارے دُنیاوی عیش و آرام میں فرق آجائے۔ مال کی زکوٰۃ دینی پڑ جائے۔ جہاد میں اسلام پر جان نثاری کرنی پڑے کیونکہ یہ چیزیں اُن کے نزدیک موت ہیں۔ مگر جب کبھی اُن کے مال یا اولاد میں برکت ہوتی یا غنیمت اور زکوٰۃ کا مال اُن کے ہاتھ آتا تو بجلی کی چمک والوں کی طرح کچھ جل پڑتے اور کہتے کہ اسلام سچا دین ہے جب سے ہم نے ظاہری کلمہ پڑھا ہے ہمارے گھر میں اللہ کا فضل ہے اور اگر کوئی مصیبت آپڑے مثلاً اولاد یا مال میں کمی ہو جائے وغیرہ وغیرہ تو بارش اور اندھیروں میں ٹھٹک رہنے والوں کی طرح کہنے لگتے ہیں کہ جب سے ہم نے ظاہری کلمہ

پڑھا ہے تب ہی سے ان مصیبتوں میں گرفتار ہوئے ہیں یہ دین سچا دین نہیں ۔ یہ کہکر اسلام سے پلٹ جاتے ہیں مگرحق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کفر کر کے ہمارے قبضے سے باہر نہیں ہو سکتے کیونکہ سب مخلوق اور خاص کر کفار پر ہماری قدرت کا پورا احاطہ ہے کوئی بھاگ کر کہاں جاسکتا ہے اور کسی کی کیا مجال کہ اپنی تدبیری قلعے کے ذریعہ ہم سے بچ جائے ۔طبیب کی تلخ دوا سے بچ کر یعنی شریعت کی پابندی چھوڑ کر اپنی غلط تدبیروں سے شفا چاہنا حماقت ہے ۔

منافقین حیران اور تذبذب کا شکار ہوتے ہیں

Hypocrites become confused and astonished

﴿يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۚ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (البقرۃ/۲۰) 'قریب ہے کہ بجلی اُچک لے جائے اُن کی بینائی جب چمکتی ہے ان کے لیے تو چلنے لگتے ہیں اس (کی روشنی) میں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے اُن پر تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی' بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے'

It so seems that the lightning would snatch away their sights, whenever there is some flashing they walk therein and when it is dark, they stand still, and if Allah willed, He would have taken away their ears and sights, surely Allah can do everything.

منافقین شک اور تذبذب میں مبتلا تھے۔ زکوٰۃ اور مالِ غنیمت کو تو دِلی رغبت سے قبول کرتے لیکن اسلام کی خاطر جہاد کی آزمائشوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس آیت میں منافقین کے حال کو واضح فرمایا گیا کہ جس طرح بارش میں بجلی کی چمک سے آنکھیں چندھیاتی اور بند ہو جاتی ہیں اور اس کی روشنی سے مسافر کچھ چلنے لگتا ہے اور اندھرا ہونے پر ٹھہر جاتا ہے اس حال میں وہ حیران ہوتا ہے نہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے اور نہ لوٹ سکتا ہے اسی طرح یہ منافقین جب رحمت عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے ہوئے معجزے اور قرآن پاک کی آیات دیکھتے ہیں جو مثل چمکتی ہوئی بجلی کے ہیں تو مجبوراً دل سے تصدیق کر لیتے ہیں جیسے کہ مسافر اور اس روشنی میں کچھ چل لیتے تھے اور پھر شک وشبہات کی تاریکی میں آ کر رک جاتے تھے جیسے کہ وہ مسافر اندھیرا ہو جانے پر ٹھہر جاتے ہیں لہذا ان

کے دل کوسکون وقرارنہیں بلکہ حیران ہیں کہ اسلام کو مانیں یا نہ مانیں۔ نیز برقِ قرآن کی روشنی سے آنکھ بند کرنا اوراس کا انکار کیئے جانا بیکار ہے کیوں کہ اول تو اس سے بصیرت دُور نہیں ہوتی اور پھربھی رب تعالیٰ اُن کو اندھا بہرا کرسکتا ہے۔اب بھی بہت لوگ دیکھے جاتے ہیں جو دل سے اسلام کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں پھران کے دلوں میں ایسے شبہات آجاتے ہیں کہ جس سے وہ حیران رہ جاتے ہیں۔

منافقین عیش وآرام پاکر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوجاتے ہیں اور اگر کوئی مصیبت پڑجائے تو منکر۔خیال رہے کہ بادل سے جنگل کا مسافر گھبراتا ہےاور گھر والے خوش ہوتے ہیں یعنی سایہ والوں کے لئے بادل رحمت وخوشی کا سبب ہے۔بے سایہ لوگوں کے لئے عذاب۔ زمین مدینہ میں صحابہ دامن محبوب کے ساتھ تھے منافق بے سایہ والے۔ حضور ﷺ نبوت کے آسمان' قرآن اس آسمان کا بادل' احکام قرآن بارش' عذاب کی آیتیں گرج' سزا دنیاوی کی آیات گویا برق جن سے صحابہ خوش تھے منافق گھبرائے ہوئے۔ یہ اختلاف حال تاقیامت رہے گا۔انسان کو جسمانی ورُوحانی سایہ کی ہر وقت حاجت ہے گرمی سردی بارش سے بچنے کے لئے سایہ کا محتاج' بچہ ماں باپ کے' رعایا بادشاہ کے' شاگرد استاد کے سایہ کے حاجت مند' ایسے ہی امتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کے قبر وحشر میں محتاج ہیں۔

آیا عہد رسالت کے بعد منافقوں کا وجود ہے یا نہیں؟ منافقوں کا وجود صرف رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں ہی ممکن تھا۔ یہ آپ ہی کا منصب تھا کہ آپ وحی الٰہی سے یہ بتائیں کہ فلاں شخص منافق ہےاوراب جب کہ وحی منقطع ہوچکی ہے تو اب کسی شخص کے متعلق یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ وہ منافق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص قطعی طور پر کسی کے دل کے حال پر مطلع نہیں ہوسکتا' لہٰذا جو شخص اسلام کو ظاہر کرے گا وہ مسلمان ہےاور جو کفر کو ظاہر کرے گا وہ کافر ہےاور جو اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جائے گا وہ مرتد ہے اور جو شخص اپنے کفریہ عقائد پر اسلام کا ملمع چڑھائے گا وہ زندیق ہےاور حقیقی منافق کوئی نہیں ہے البتہ جو شخص بے عمل ہو اس کو عمل کے اعتبار سے منافق کہا جاتا ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

قابل ذہن نشین نکات

(☆) اسبات کی تاثیر اللہ کے ارادے پر موقوف ہے اگر وہ نہ چاہے تو کسی سبب سے کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔

(☆) حق تعالیٰ کا کسی سبب کا محتاج نہیں وہ جو چاہے بغیر سبب بھی کرسکتا ہے کیونکہ یہاں فرمایا جارہا ہے کہ بجلی اور گرج نہایت تیز تھیں مگر ان کی آنکھیں اور کان سلامت رہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا اور بہرہ کرنا نہ چاہا اور اگر وہ چاہتا تو بغیر ان اسباب کے بھی کرسکتا تھا۔

(☆) آج بھی جو لوگ اللہ کی عبادت دنیوی آرام کے لئے کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں ہم نے بعض ایسے لوگ دیکھے کہ اگر اُن کا کوئی نقصان ہوگیا تو نماز چھوڑ دی اور کہنے لگے کہ نماز سے کوئی فائدہ نہیں' اگر ہم کو فائدہ ہوتا تو ہمارا یہ نقصان نہ ہوتا۔ یہ لوگ اس آیت سے عبرت حاصل کریں اگرچہ نیک کاموں سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ نیکوکار پر کبھی کوئی دنیاوی مصیبت آئے ہی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام خصوصًا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی تکلیف نہ آتی بلکہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اپنے ذاتی فائدے کو مدنظر رکھ کر عبادت کرنا ٹھیک نہیں۔ لہذا محض جنت کے لئے نماز نہ پڑھو وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے گی۔ نماز وغیرہ تو رب کو راضی کرنے کے لئے ہیں بارگاہ الٰہی میں تاجر بن کر نہ آؤ یعنی یہ نہ کہو کہ اللہ ہمارے اعمال کے بدلے جنت دے بلکہ یہ کہو کہ اپنے فضل سے ہمارے گناہ معاف کردے۔

(☆) ایمان اطمینان سے حاصل ہوتا ہے نیز ایمان حضور ﷺ کو ماننے کا نام ہے نہ کہ محض جاننے کا۔مشرکین بھی جانتے تھے کہ قرآن کریم فرماتا ہے ﴿ بعرفو نه کما بعرفون ابناء هم ﴾

مسلمانوں سے ملتے ہیں تو مومن بن کر اپنوں سے ملتے ہیں تو اور قسم کی سرگوشی کرتے ہیں

Hypocrites meet with dual faces

یہودی منافقین جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو بطور خوشامد یہ ظاہر کر بیٹھتے ہیں کہ ہم تو سچے دل سے اس رسول پر ایمان لائے ہیں کیونکہ نبی برحق کی جو نشانیاں ہماری کتاب میں بیان کی گئی ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی ایسی باتوں پر دوسرے یہودی اُن کو ملامت کرتے کہ تم مسلمانوں کو ایسی باتیں بتا کر اپنا راز افشاء کر رہے ہو تمھاری ان ہی باتوں سے وہ تمھارے مذہب کی تردید کریں گے اور تم پر دلیل قائم کریں گے اور تورات کی وہ آیات جن کا تم اُن سے ذکر کرتے ہو انھیں آیات سے وہ تم پر حجت قائم کردیں گے۔ یہود سب کچھ جاننے کے بعد اصل دین کی طرف نہیں لوٹے۔ گویا یہ احمق سمجھ رہے تھے کہ ان باتوں کا علم صرف یہودیوں کے ذریعہ ہی مسلمانوں کو ہوا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اُن کی ظاہر و باطن تمام باتوں کو اپنے پیارے نبی پر ظاہر فرماتا ہے۔

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (البقرة/۷۶)

''اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لاے ہیں اور جب تنہا ملتے ہیں ایک دوسرے سے تو کہتے ہیں (ارے) کیا بیان کرتے ہو اُن سے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر' یوں تو وہ دلیل قائم کریں گے تم پر ان باتوں سے تمھارے رب کے سامنے' کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔'' (ضیاء القرآن)

And when they meet Muslims, they say, 'we accepted the faith, and when they are alone among themselves, then they sau. 'Do you explain to Muslims that knowledge which Allah disclosed to you, that they there by with you before your Lord. Have you no wisdom?

حضور ﷺ کے زمانہ میں کچھ یہودی (منافقین) صحابہ کرام سے ملتے تو کہتے تھے کہ ہم بھی اس پر ایمان لائے ہیں جس پر تمھارا ایمان ہے اور تمھارے نبی سچے ہیں ان کا فرمان حق ہے ان کی صفتیں توریت شریف میں موجود ہیں۔ اُن لوگوں پر علماء یہود ملامت کرتے تھے۔ ان لوگوں کے لئے آیت کریمہ آئی۔ (خزائن العرفان)

منافق یہودی، مخلص مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں اٰمنا۔ ہم بھی تمھاری طرح دل سے ایمان لائے ہیں لیکن اپنے قرابت اور بزرگوں کے ڈر سے اپنے باپ داداؤں کا دین نہیں چھورنے، بظاہر تو ہم توریت کے عامل ہیں مگر دَرحقیقت تمھارے ساتھی ہیں۔ (تفسیر عزیزی)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہود (منافقین) کی بُری خصلت سے مطلع کر رہا ہے اور فرماتا ہے کہ ان کی بے دینی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان کی ایک جماعت نے کفر و ایمان کو معمولی بات سمجھ رکھا ہے کہ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو اپنے ایمان کا اظہار اور حضور ﷺ کے فضائل کا اقرار کرتے ہیں اور جب اکیلے (تنہائی میں جہاں کوئی مسلمان نہ ہو) میں جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے پر ملامت اور انکار کرتے ہیں اور ان میں دوسری جماعت وہ ہے جو منافقین کی زبانی تعریف کو بھی گوارہ نہیں کرتی، وہ اُن کو تنہائی میں سمجھاتی ہے کہ تم مسلمانوں کے سامنے توریت وغیرہ کی وہ باتیں کیوں کرتے ہو جن سے اسلام کی حقانیت ثابت ہو، اس کا انجام یہ ہوگا (نتیجہ یہ نکلے گا) کہ جس طرح وہ تم کو اور دلائل سے الزام دیتے ہیں اسی طرح ان آیتوں اور تمھارے اقرار سے بھی تم کو الزام دیں گے۔ نیز بارگاہ الٰہی میں ابھی تم بے علمی کا بہانہ کر سکتے ہو مگر پھر نہ کر سکو گے۔ بلکہ اقبالی مجرم کی حیثیت سے سخت سزاء کے مستحق ہوں گے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا یہ بے وقوف ہم کو بے علم جانتے ہیں۔ یہ مسلمانوں سے کچھ کہیں یا نہ کہیں، ہمیں سب کچھ روشن ہے نیز ہم نے ہی توریت اُتاری ہے ہم اپنے نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو ان کی چھپائی ہوئی آیتیں بتا دیں گے۔ (تفسیر نعیمی)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) دُنیا کی ہوس اور یہاں کی عزت وآبرو کی طمع انسان کے دین کو برباد کر دیتی ہے دیکھو علماء یہود کو خدا سے خوف بھی تھا اور آخرت کے اقبالی جرم سے بھی ڈرتے تھے مگر پھر دُنیوی لالچ میں اپنی ضد پر قائم تھے۔

(☆) حق بات اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف چھپانا اور حضور ﷺ کے کمالات کا انکار کرنا خبیث یہودیوں کا طریقہ ہے اس زمانہ کے عام بدعقیدہ افراد کا بھی یہی طریقہ ہے کہ فضائل کی آیات واحادیث نہ پڑھیں نہ کسی کو بتائیں۔اگر ان کا بس چلے تو ان آیتوں اور حدیثوں کو مٹا ہی دیں اور جن آیتوں سے ان کے خیال میں حضور ﷺ کی اہانت نکلے' ان کا ہر جگہ اعلان کریں ۔ یہ بالکل ان محرفین یہودیوں کے قدم بقدم ہیں اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں صاف لکھ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام انسانوں کی طرح تعریف کرو بلکہ اس میں بھی کمی کرو۔مگر میرے رب کا یہ حکم ہے﴿ **و تعزوروه و توقروه** ﴾اس شہنشاہ کی خوب تعظیم کرو۔لہذا رب کی ہی بات مانی جائے گی نہ کہ کسی خبیث کی'

(☆) بُری نیت سے کتاب اللہ پڑھنا بھی حرام بلکہ کفر ہے۔دیکھو علماء نبی اسرائیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف چھپانے ی نیت سے توریت پڑھتے تھے ان کا یہ فعل کفر تھا۔ حصرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امام کو قتل کر دیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی نیت سے ہر نماز میں سورہ عَبَسَ پڑھا کرتا تھا آج بھی بدعقیدہ افراد کا یہی دستور ہے کہ ان کا قرآن وحدیث پڑھنا پڑھانا بُری نیت سے ہے۔ہم نے تو دیکھا ہے کہ یہ نماز میں بھی وہی آیتیں پڑھتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توہین سمجھتے ہیں۔ان بدعقیدہ خبیثوں کو سورہ حجرات' طٰہٰ اور سورۂ فتح ...... وغیرہ یاد ہی نہیں ہوتیں۔ایسے ہی لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں آیا کہ وہ قرآن پڑھیں گے قرآن اُن پر لعنت کرے گا۔ جب قرآن لانے والے کی عظمت دل میں نہ ہو تو قرآن پڑھنا بیکار ہے۔قرآن پڑھنا پڑھانا' چھونا' دیکھنا'

سننا سب عبادت ہے مگر جب کہ اچھی نیت سے ہو۔ بُری نیت سے یہ تمام کام گناہ بلکہ کبھی کفر ہوتے ہیں۔ مسجد میں آنا عبادت ہے مگر اچھی نیت سے، جوتی چرانے کی نیت سے مسجد جانا گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ثابت کرنے کے لئے قرآن پڑھنا بے دینی ہے

(☆) کوئی شخص حضور ﷺ سے اپنا راز چھپا نہیں سکتا، بنی اسرائیل نے چھپ کر جو مشورے کئے تھے رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرما دیئے۔

(☆) مسلمانوں کو اپنے ایمان کا اعلان کرنا بلکہ اپنی صورت و سیرت سے اسلام ظاہر کرنا ضروری ہے صرف زبانی اظہار کافی نہیں۔

(☆) مسلمانوں کو کفار سے محبت، ان سے خلوتوں میں ملاقتیں، قابل راز باتیں ممنوع ہیں۔

منافقین بڑے شیریں گفتار (چاپلوس) ہوتے ہیں

Hypocrites seems pleasing talk

اخنس ابن شریق بڑا فصیح و بلیغ اور بہت تیز زبان منافق تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاصر ہوکر بہت لجاہت سے میٹھی باتیں کرتا اور اپنے اسلام اور آپ کی محبت کے لئے لمبے چوڑے دعوے کرتا اور قسمیں کھا کر اپنی سچائی کا یقین دلاتا اور در پردہ فتنہ و فساد میں مشغول رہتا تھا۔ اُس نے کئی مسلمانوں کے جانور ہلاک کر ڈالے اور اُن کے کھیتوں کو آگ لگا دی۔ کچھ مسلمانوں نے اس سے کہا کہ خدا سے ڈر اور فساد سے باز آ جا۔ تو اور بھی ضد میں آ گیا۔ اس کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (خزائن العرفان وروح البیان)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ، وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۰ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۰ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۰ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرۃ/۲۰۶-۲۰۴)

'اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اچھی لگے تم کو اس کی بات چیت دنیاوی زندگی میں اور وہ گواہ بنائے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے اور جہاں پیٹھ پھیری تو زمین میں دوڑ دھوپ کرنے لگا تاکہ اس میں فساد مچائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کر دے اور اللہ نہیں پسند فرماتا فساد کو۔ اور جب اس سے کہا گیا کہ اللہ سے ڈر تو اس کی نخوت نے ابھار دیا اس کو گناہ کے لئے تو کافی ہے اس کو جہنم اور وہ ضرور بڑا بستر ہے' (معارف القرآن)

And someone of men is he whose talk seems pleasing to you in the life of the world and brings Allah as a witness on what is in his heart, while he is the greatest disputer.

And when he turns his back, then wanders spreading

mischief in the land and destroys the crops and lives and Allah agrees not with the mischief.

And when it is said to him, 'fear Allah' then he becomes more persistence in sin, to such the hell is enough and that is necessarly, a very bad bed..

ان آیتوں کا حکم عام ہے سب منافقین کی یہی عادت ہے یہی اُن کا طریقہ کار اور یہی انجام ہے۔

مومن کا کلمہ دل و جان میں رہتا ہے اسی لئے وہ ایمان پر دونوں جہاں میں قائم رہتا ہے منافق کا کلمہ صرف زبان پر ہے اس لئے وہ مرتے وقت ہی بھول جاتا ہے اس لئے مومن بغیر دیکھے ہوئے بھی قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لے گا اور منافق جس نے عمر بھر تک حضور کو دیکھا تھا حضور ﷺ کو نہ پہچان سکے گا۔ مومن کا کلمہ اس درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوط ہو' ہمیشہ پھل دے' منافق کا کلمہ ان پودوں کی طرح ہے جو برسات میں چھتوں دیواروں پر اُگ جاتے ہیں بعد میں پھینک دئے جاتے ہیں یا دینوی کاروبار کے متعلق اس کی باتیں آپ کو پسند آتی ہیں نہ کہ آخرت کے متعلق۔ کیونکہ ان باتوں میں اس کی زبان لکنت کرتی ہے یا دنیوی تدابیر میں بڑا ہوشیار رہے وہ تدبیریں سوچتا ہے اور ایسی باتیں کرتا ے کہ آپ کو بھی خوش کردے مگر آخرت کی تدبیروں میں اس کا ذہن کند ہے اور زبان گنگ۔ منافق کی عقل دُنیا خوب بنالیتی ہے دین نہیں بناسکتی' مومن کی عقل دین بناتی ہے اور دین کے تابع دُنیا بھی۔

منافق اپنا اطمنان بڑھانے کے لئے اپنی ادعائی محبت اور بناوٹی خلوص پر قسمیں کھا کھا کر رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر آپ کو اطمنان دلاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ دشمنی میں بہت سخت ہے اور تمام دشمنوں سے بڑھ کر موذی ہے۔

حضور ﷺ کو کبھی منافقوں سے نہ ہی دھوکہ ہوا اور نہ آپ نے کسی منافق کو کبھی مسلمان یا متقی جانا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلص صحابہ کی تعریفیں فرمائی کہ صدیق

جنتی ہیں، حسین جنتوں کے سردار۔ کبھی کسی منافق کی تعریف نہ کی۔ جیسے رب تعالیٰ نے کبھی شیطان کے اعمال وعبادات کی تعریف نہ کی تھی۔ دُنیوی غرض سے دینی کام کرنا بھی دُنیا ہی میں داخل ہے۔ دیکھو اخنس کا کلمہ پڑھنا چاپلوسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا، ان سب چیزوں کو رب تعالیٰ نے **حیوٰۃ دنیا** یعنی دُنیوی کاروبار فرمایا۔ اعمال کا مغز اچھی نیت ہے۔ کھلے کافر سے منافق بدتر ہے کہ اُسے رب نے **الد الخصام** یعنی سخت تر دشمن فرمایا۔ قول کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے نہ کہ فقط جھوٹی قسموں سے۔ رب نے اخنس کے قول کی اس کے عمل سے تردید کی اور اس کی قسم کو جھوٹا قرار دیا۔ چاہیئے کہ اپنے اعمال قول کے مطابق رکھو۔

منافق کو اقتدار مل جائے تو فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں یا جب مسلمانوں کے پاس سے اُٹھ کر چلے آتے ہیں تو پھر وہی منافقت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں کے دِلوں میں شبہات ڈالنا، انھیں کفار سے ڈرانا اور کفار کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی رغبت دنیا اور انھیں طریقہ جنگ سکھانا سب منافقین کی حرکات ہیں یہی فتنہ وفساد ہے۔ منافقین کو حکومت مل جائے تو سب کو پتہ چل جائے کہ یہی زمین میں فساد پھیلا ڈالے اور انسانوں اور کھیتی باڑیوں کو تباہ کر ڈالے۔ اللہ تعالیٰ جانی، مالی، جنگی کسی قسم کا فساد پسند نہیں فرماتا...... لہٰذا مفسد اُس کی بارگاہ میں مردود ہیں۔

منافقین کو خدا کا خوف دلایا جائے تو وہ اسے عزت نفس کا سوال بنا لیتے ہیں۔ اس کی سختی قلب کا یہ حال ہے کہ جب اسے کوئی نصیحت کے طور پر کہتا ہے کہ رب سے ڈرو تو وہ ضد میں آ کر اور بھی زیادہ گناہ کرتا ہے ایسے ضدی کو دوزخ کافی ہے بعض مخلوق کو فیض دینے والا بنایا اور بعض کو لینے والا۔ آسمان، بادل، سورج دینے والی مخلوق ہے اور زمین، کھیت، باغ تمام جانور وانسان لینے والی مخلوق۔ سب دینے والوں میں بڑے دینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ایمان، عرفان، کلمہ، قرآن، رحمان سب کچھ عطا فرمایا۔ مگر لینے دینے کے لئے جیسے یہ شرط ہے کہ دینے والے میں دینے کی

طاقت ہو' ایسے ہی یہ شرط ہے کہ لینے والے میں لینے کی صلاحیت ہو۔ زمین شورہ بادل سے فیض نہیں لیتی' چمگاڈر سورج سے روشنی نہیں لیتا' کیونکہ دینے والا تو زوردار ہے مگر لینے والے میں زور نہیں ہے وہ کمزور ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دینے کا زور تو ہے مگر منافقین وکفار میں لینے کی قوت نہ تھی محروم رہے۔ آج جو کہتے ہیں کہ نبی ولی کچھ نہیں دے سکتے وہ اپنی کمزوری اس طرف منسوب کرتے ہیں' انھیں کہنا چاہئے کہ ہم نبی ولی سے کچھ نہیں لے سکتے۔ یہ بدنصیب تو خدا سے بھی کچھ نہیں لے سکتے۔ غرض کہ حضرت سیدنا صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما میں لینے کی طاقت تھی انھوں نے سب کچھ لے لیا' ابوجہل وغیرہ میں یہ طاقت نہ تھی وہ محروم رہے۔

منافقین اپنی ساری طاقتیں اپنے جھوٹے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے وقف کردیتے ہیں' چلو وہ مر گئے۔ اپنا کیا حال ہے۔ کیا ہم تو یہ حق کے سامنے سر جھکانے کو عار نہیں سمجھتے اور اپنی ناحق بات پر اڑے رہنے میں اپنی عزت تصور نہیں کرتے۔ آپ ہی اپنے ذرا طرز عمل کو دیکھیں۔ منافقین کی بدبختی اس درجہ کی ہے کہ اگر اس سے کہا جائے کہ تو خدا سے خوف کر تو بجائے اسے قبول کرنے اور فساد سے باز آنے کے ضد میں آکر زیادہ گناہ کرتا ہے یا اس کی آبرو اور بڑائی اُسے اور بھی زیادہ گناہ میں گرفتار کردیتی ہے کہ وہ کہتا ہے مجھ عزت والے کو اس معمولی مسلمان نے نصیحت کیوں کی۔ اب تو ڈبل گناہ کروں گا۔ بدترین شخص وہ ہے جو نصیحت کی بات' یا رب کا نام سن کر اُلٹا ضد میں آجائے' حدیث شریف میں اسے گناہ کبیرہ فرمایا گیا۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عمر ! اللہ سے ڈرو۔ آپ نے فوراً اپنا منہ مبارک زمین پر رکھ دیا۔ (درمنثور)

دیکو رب کے نام پر الٹی ضد کرنے والے کے متعلق فرمایا گیا کہ اسے جہنم کافی ہے اگر کسی کو سخت غصہ ہو اور کوئی رب تعالیٰ یا نبی کریم ﷺ کا نام شریف لے تو چاہئے کہ فوراً غصہ جاتا رہے۔ گناہوں کی نحوست سے کبھی بارش بھی بند ہوجاتی ہے جس سے بے گناہ انسانوں اور جانوروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور اس کا وبال گناہ گاروں پر ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ

عزت بمعنی آبرو دو قسم کی ہے۔ عزت خیالی جسے شیخی کہتے ہیں کہ انسان اپنے کو بڑا جانے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو' دوسری عزت واقعی جسے وقار کہتے ہیں کہ لوگ بھی اس کی عزت کریں۔ وقار دو قسم کا ہے وقار عارضی جو فانی ہے۔ وقار اصلی جو باقی ہے۔ جو وقار دولت' حکومت' فوج سے حاصل ہو وہ عارضی ہے جیسے گھڑے یا حوض کا پانی جو عنقریب فنا ہو جائے گا اور جو وقار حضور ﷺ کی غلامی سے نصیب ہو وہ اصلی اور باقی ہے جیسے سورج کی روشنی یا سمندر کا پانی۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے تاروں کے لئے سورج کو نور کا مرکز بنایا' دنیا والوں کے لئے سمندر کو پانی کا مرکز بنایا' اسی طرح رب نے حضور ﷺ کو عزت اور وقار کا مرکز بنایا ہے کہ اُن کی دی ہوئی عزت فنا نہیں ہوتی **العزۃ للّٰہ و لرسولہ وللمومنین۔**

افسوس ہے کہ جو چیزیں اسلام میں نفاق کی تھیں ان کا نام آج پالیسی ہو گیا۔ عیب ہنر بن گئے۔ آج مہذب قومیں زبانی دعوے خوب کرتی ہیں اور اپنے کو نسل انسانی کا سچا خیر خواہ ظاہر کرتی ہیں مگر موقع پا کر کمزوروں پر ظلم کرنے اور دوسروں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتیں۔ موجودہ مسلمان قرآنی راستہ چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو گئے۔ مسلمانوں میں بہت سی تحریکیں اسی قسم کی ہیں جن کے دعوے لمبے چوڑے مگر مقصود عیاشی' خود غرضی قوم فرشی۔ غرض کہ ہم میں منافقوں کے صفات آ گئے۔ خدمت قوم کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت قوم کے سخت دشمن ہیں کہ موقع پا کر کسی عہدہ پر پہونچ کر اپنی ہی قوم کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ حکومت کا مقصد دین کی عظمت' خلق کی ہمدردی' زمین کی آبادی و شادابی ہے نہ کہ اپنی بڑائی اور خلق خدا کی تباہی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اخلاص عطا فرمائے (آمین)

منافق اور ریا کار کے مال خرچ کرنے کی مثال

Hypocrites and their charities

منافق اور ریا کار کے عمل کی مثال یہ ہے کہ جس طرح پتھر پر مٹی نظر آتی ہے لیکن جب بارش برستی ہے تو اس مٹی کو بہا کر لے جاتی ہے اور پتھر پھر چٹیل رہ جاتا ہے اسی طرح منافق کے اعمال خیر کی حالت ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو بہت کچھ دکھائی دیتے ہیں لیکن قیامت کے روز وہ یوں ناپید ہو جائیں گے جیسے بارش کے بعد پتھر سے مٹی ناپید ہو جاتی ہے۔

منافق اور ریا کار دونوں میں اخلاص نہیں ہوتا۔ ریا کاری بھی دراصل منافقت ہے کیونکہ ریا کار کے ظاہر اور باطن میں فرق ہوتا ہے نام نمود عزت وشہرت کے لئے سب کچھ بناوٹی حرکتیں کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ منافق اور ریا کار کے اعمال کو ضائع کر دے گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۚ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرہ/۲۶۴)

'اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور دُکھ پہنچا کر اس آدمی کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دِکھانے کے لئے اور یقین نہیں رکھتا اللہ پر اور دنِ قیامت پر۔ اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنی چٹان ہو جس پر مٹی پڑی ہو پھر برسے اس پر زور کی بارش اور چھوڑ جائے اُسے چٹیل صاف پتھر (ریا کار) حاصل نہ کر سکیں گے کچھ بھی اس سے جو انھوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کفر اختیار کرنے والوں کو'۔ (ضیاء القرآن)

O believers ! Void not your charities by boasting of your favours conferred and injuring, like him who spends his wealth for showing to people and believes not in Allah and Last Day. Then the example of him is like that of a smooth rock on which is dust of earth, now a heavy rain fell upon it leaving it a bare stone. They shall have no control on anything of what they have earned And Allah guides not the infidels.

اس آیت کی تفسیر وتشبیہ سمجھنے سے پہلے ایک مثال ذہن نشین کرلو۔ کسی بادشاہ نے کارخانہ والے کو جہاں ہر قسم کا مال تیار ہوتا ہے آڈر دیا کہ ایک لاکھ فوجی وردیاں دو لاکھ گھوڑوں کی کاٹھیاں بہت جلدی جلدی تیار کرو جن کا میٹریل فلاں فلاں قسم کا ہو اور ساتھ ہی نمونے دیئے گئے کہ اس انداز سے اور اس نمونے کی چیزیں ہوں۔ کارخانہ والوں نے میٹریل تو صحیح استعمال کیا مگر نمونہ بدل دیا۔ ناپ نمونے میں فرق کر دیا۔ لہذا بادشاہ اس مال کو نہ قبول کرے گا' نہ قیمت دے گا۔ اب سمجھو کہ ہم لوگ کارخانہ دار ہیں' ہماری زندگیاں کارخانہ ہیں۔ جن میں اعمال تیار ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ خریدار شہنشاہ' اُس نے ہم کو نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج وغیرہ کا آڈر دیا۔ جس کے ارکان بتا دیئے مگر ساتھ ہی فرما دیا ﴿**لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ**﴾۔ ہمارے رسول کے نمونہ پر اعمال تیار کرو' اب جس کے اعمال اس نمونے کے مطابق ہوں گے وہ قبول ہوں گے جنت بھی ملے گی اور جس کے اعمال کفار شیاطین کے نمونہ کے ہوں گے وہ رد ہوں گے۔

صدقہ پر طعن تشنیع کرنا کفار کا نمونہ ہے۔ ہمارے محبوب نے ایسا صدقہ نہ کیا تھا لہذا وہ رَد نہ ہوگا۔ یہی حال نماز' حج بلکہ زندگی موت کا ہے۔ جب یہ مثال سمجھ لی تو اب تفسیر سنو۔ اے مسلمانوں۔ فقیر پر احسان رکھ کر' یا اُسے ایذا پہنچا کر اپنے خیرات کے ثواب اُس منافق کی طرح برباد نہ کرلو جو اپنا مال محض لوگوں کے دِکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے کہ لوگ مجھے سخی کہیں۔ نہ اُس کا ایمان خدا پر ہے' نہ قیامت پر' اُس منافق کی حالت یا طعنہ اور تکلیف

سے ثواب برباد کرنے والے کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی نادان کسان ایسے پتھر پر بیج بودے جن پر ہلکی سے گرد وغبار کی تہہ جمی ہوئی ہے اس کے بیج سے کچھ سبزی اُگ آئے وہ سمجھے کہ میں اس بونے میں کامیاب ہوا' اور دوسرے کسانوں کی طرح وقت پر میں بھی کھیت کاٹوں گا۔ وہ اسی خیال میں تھا کہ اچانک تیز بارش آگئی جس نے اس مٹی کی تہہ کو اور اُس پر جمے ہوئے گھاس پھوس کو بالکل ختم کر دیا اور اس پتھر کو دھو دھلا کر بالکل صاف بنا دیا کہ نہ اس پر گھاس پھوس رہی اور نہ ہی مٹی کی وہ تہہ۔ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن اپنے ان اعمال میں سے کچھ ہاتھ نہ لگے گا اور رب تعالیٰ انھیں اس دن جنت کا راستہ نہ بتائے گا۔ ریا سے دیا ہوا مال اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جائے۔ اس کے عمل اس ظاہری گھاس پھوس کی طرح جو اس پتھر پر جم گیا' اس کا کفر یا ریاکاری یا اس کی موت' یا قیامت اس تیز بارش کی طرح ہے جو پتھر کو دھو کر صاف کر دے۔ قیامت کے دن مخلصین اپنے صدقات کے پھل کاٹیں گے اور ریاکار حسرت سے اپنے ہاتھ۔

امام ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ کسی آدمی کو اللہ کی راہ میں بھیجتے ہیں (مثلاً عمرہ یا حج بدل کرواتے ہیں) یا کسی آدمی پر خرچ کرتے ہیں' پھر اس پر احسان رکھتے ہیں اور اس کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں میں نے اللہ کی راہ میں اتنا اتنا خرچ کیا' اللہ کے نزدیک اس عمل کا شمار نہیں ہوگا اور جو لوگ کسی کو دے کر یہ کہتے ہیں کہ کیا میں نے تم کو فلاں فلاں چیز نہیں دی تھی وہ اس کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احسان جتانے والا' ماں باپ کا نافرمان' عادی شرابی' جادو پر ایمان رکھنے والا اور کاہن جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اگر کسی کو صدقہ دینے کے بعد طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی تو اس سے بہتر ہے کہ اس کو صدقہ نہ دیا جائے اور اس سے کوئی نیک اور اچھی بات کہہ دی جائے مثلاً سائل سے یہ کہہ دے کہ اس وقت ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے اور اس سے معذرت کرے' یا اس کی

کسی اور دینے والے کی طرف رہنمائی کر دے' یا کسی مسلمان کو کوئی نصیحت نا' اس کی خیر خواہی میں کوئی بات کرنا' کسی کو نیک مشورہ ایسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے جس کے بعد اس شخص کی دل آزاری کی جائے جس کو صدقہ دیا ہے۔ صدقہ اور خیرات کرنے والے اخلاص کے ساتھ' محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صدقہ دیں' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے صدقہ نہ دیں' وہ ضرورت مندوں سے اپنی سخاوت اور دریا دلی کے قصیدے سننے کی خواہش نہ رکھیں' نہ یہ چاہیں کہ عام لوگوں میں ان کی فیاضی کا ذکر ہو۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا یہ تمام عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔
خلاصہ یہ ہے کہ صدقہ کی مقبولیت اور اس پر اجر ملنے کی تین شرطیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں (۱) احسان نہ جتایا جائے (۲) جس کو صدقہ دیا ہو اس کو طعنہ دے کر اذیت نہ پہنچائی جائے (۳) اخلاص کے ساتھ صدقہ دیا جائے' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے نہ دیا جائے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) طعن' تشنیع' قلبی اذیت' بدترین جرم ہے جس سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں حتٰی کہ زانی کو سنگسار کرو' چور کے ہاتھ کاٹ دو مگر اسے طعن تشنیع نہ دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر کو غیر پر لعنت کرنے' طعن دینے سے رُوکا اگرچہ اُسے سنگسار کر دیا۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثلہ کیا۔ اُن کی آنکھیں وجگر نکال کر چبائیں۔ اُن ہی کی بیٹی ام حبیبہ حضور ﷺ کے نکاح میں تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طعن نہ کیا کہ تمھارے ماں باپ نے ہمارے چچا سے یہ سلوک کیا۔ ان پر افسوس ہے جو آج کل اپنے دل میں طعن تشنیع کی وجہ سے فساد رکھتے ہیں رب تعالیٰ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کی توفیق دے۔ (آمین)

(☆) نیکیوں کی درستی اور بقا کے لئے جیسے ایمان شرط ہے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں اور اگر اطاعت کے بعد کافر ہو جائے تو وہ باقی نہیں رہتی۔ جس کی اصطلاح میں حبط اعمال

کہتے ہیں ۔ایسے ہی اعمال کی صحت اور بقا کے لئے اخلاص اور دیگر برباد کرنے والی چیزوں سے پاک رہنا بھی شرط ہے اسی لئے نفاق' ریا' طعنہ ایذا رسانی کو مبطل اعمال کہا گیا۔

(☆) ریا اور طعنہ وغیرہ سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا' بلکہ اس کا ثواب' لہذا اگر کوئی ریا کار بعد میں توبہ کرے' مخلص بن جائے تو امید ہے کہ ثواب پائے۔

(☆) ریا کار منافق عملی ہے کہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے ریا کاری اور طعنہ وغیرہ کفار کی خصوصیات ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے کہ چند لوگ جنت میں نہ جائیں گے احسان جتلانے والے' والدین کا عاق' شرابی' جادوگر' کاہن' دیوس......

(☆) ریاء طعنے اور ایذاء کے ساتھ جو بھلائی کی جائے وہ بھلائی ہی نہیں ۔وہ شروع ہی سے باطل ہے اس لئے کہ اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ طعنے اور ایذاء کے ساتھ باطل صدقے نہ دو۔

(☆) نیکیوں کو ہر اس چیز سے پاک رکھنا ضروری ہے جس سے نیکی نیکی نہ رہے دنیوی فعل بن جائے لہذا عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں کہ اجرت سے عبادت عادت بن جاتی ہے (احکام القرآن) البتہ علمائے متاخرین نے ضروری باتوں پر مجبوراً اجرت لینا جائز رکھی جیسے تعلیم دین واذان' امامت وغیرہ کہ اگر ان پر اجرت جائز نہ ہو تو یہ کام بند ہو جائیں گے اور دین میں حرج واقع ہوگا۔

مسلمان شہداء کے متعلق منافقین کا رویہ

Journey and Holy War

منافقین میں دو عیب خصوصی ہیں ایک یہ کہ وہ دلی کافر ہیں اگر چہ بظاہر تمھارے ساتھ دوسرے یہ کہ وہ بے صبرے ناشکرے ہیں خود بھی بزدل ہیں دوسروں کو بھی بزدل کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان کے ہم مذہب منافق یا اُن کے رشتہ دار مسلمان کسی لمبے سفر میں جائیں کاروباری سلسلے میں یا کسی اور وجہ سے' اور وہاں اتفاقاً فوت ہو جائیں یا جہاد میں جائیں اور وہاں شہید ہو جائیں تو اُن مرحومین کے عزیزوں وقرابت داروں کے پاس بڑے خیر خواہ اور غمگسار بن کر پہنچتے ہیں اور بظاہر خیر خواہی کرتے ہوئے مگر دَرحقیقت انہیں بزدل بنانے کے لئے کف انسوس ملتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی انھیں منع کرتے تھے کہ نہ جاؤ' اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور مدینہ منورہ ہی میں ہمارے پاس رہتے تو نہ سفر میں مرتے اور نہ جہاد میں مارے جاتے۔ خیال رہے کہ اس گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں' یہ محض ایک حسرت ہے جو اُن کے دل میں رہ جاتی ہے۔ رہا مرنا جینا تو خیال رکھو کہ یہ اللہ کے قبضہ میں ہے جسے چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے لہذا موت کا خوف تمھارے لئے دنیوی و دینی سفروں اور جہادوں سے رکاوٹ نہ بنے' کہ بات بات میں ڈرنے والے کمزور دل ہو کر نکمے ہو جاتے ہیں اور نکما آدمی کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہا ہے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم نہ بھی شہید ہوئے تب بھی ضرور مر جاؤ گے قسم رب تعالیٰ کی تلوار کی ہزار ضربیں بستر پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے سے آسان ہیں جو موت کے خوف سے چھپ کر گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں وہ جہالت اور ذلت کی موت میں رہتے ہیں اور عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ آل عمران/۱۵۶)

'اے ایمان والو ! نہ ہو جاؤ اُن لوگوں کی طرح جنھوں نے کفر اختیار کیا اور جو کہتے تھے اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کرتے کسی علاقہ میں یا ہوتے تھے جہاد کرنے والے کہ اگر وہ ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تا کہ بنائے اللہ تعالیٰ اس (خیال باطل) کو حسرت (کا باعث) ان کے دلوں میں اور (دَرحقیقت) اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔'

O believers ! be not like those infidels who told about their brothers when went on journey or holy war; that had they been with us, they would not have died and not been slain, in order that Allah may make it a cause of regret in their hearts. And Allah gives life and causes death, and Allah is seeing your works.

منافقین جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور مسلمانوں کے ساتھ بھائی چارے کا دعویٰ کیا کرتے وہ اپنی بزدلی اور نامردہ کو حزم واحتیاط اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور شوق سرفروشی کو دیوانگی سمجھا کرتے اور جب کوئی مسلمان جہاد میں جام شہادت نوش کرتا تو رونی صورت بنا کر خیر خواہی کے انداز میں کہا کرتے کہ کاش یہ ہمارے بھائی جو جنگوں میں کٹ کٹ کر مر رہے ہیں ہماری طرح آرام سے گھروں میں پڑتے تو کیوں یہ مصیبت آتی۔ بچے یتیم ہوئے، بیگم کا سہاگ اُجڑا، ماں کی دُنیا تاریک ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہوشیار فرمارہا ہے کہ ان مکاروں کے فریب میں نہ آنا۔ موت وحیات میرے قبضہ قدرت میں ہے میں چاہوں تو گھر میں رُوح قبض کرلوں اور چاہوں تو گھمسان کی لڑائی میں جہاں گولیاں برس رہی ہوتی ہیں اور طیارے بموں کی بارش کررہے ہوتے ہیں بچالوں۔

منافقین کی یہ حسرت تھی کہ مسلمان اُن کی باتوں کو نہیں مانتے تھے باپ شید ہو چکا ہے اور بیٹا کفن باندھے میدان جہاد کا رخ کر رہا ہے بھائی سر کٹا چکا ہے اور دوسرا بھائی خون شہادت سے سُرخرو ہونے کی دُعائیں مانگ رہا ہے ماں اپنے ایک شہید بیٹے کو سپرد خاک کرنے کے بعد دوسرے بیٹے کو اپنے دودھ کی لاج رکھنے کی نصیحت کر کے سر پر خود اور ہاتھ میں تلوار دے رہی ہے۔ ان منافقین کیلئے اس سے زیادہ حسرت آمیز اور الم انگیز کیا چیز ہو سکتی ہے۔

مسلماوں کو لازم ہے کہ کافروں کی سی باتیں بھی منہ سے نہ نکالا کریں۔ صورت' سیرت اعمال' افعال' اقوال میں اُن سے ممتاز رہیں۔ کھلے کافر اور منافقین دَر پردہ ایک ہی ہیں۔ مومن تدبیر کر کے تقدیر پر صابر ہوتا ہے۔ شبہات میں مبتلا ہونا' اگر مگر کرنا کفار کی علامت ہے۔ تقدیر پر صابر نہ ہونے سے غم و تکلیف زیادہ ہوتے ہیں۔ صبر و شکر دلی راحت کا ذریعہ ہیں۔ دنیا میں زیادہ مشغولیت زندگی کی زیادہ چاہت موت کو سخت بنا دیتی ہے اور آخرت سے تعلق موت کو آسان کر دیتا ہے۔ موت زندگی حقیقتاً رب تعالیٰ ہی دیتا ہے سانپ کو مارنے والا یا بعض نبیوں اور ولیوں کو زندہ کرنے والا مجازاً کہا جاتا ہے۔ زندگی کی چاہت اور موت سے کراہت انسان میں بزدل پیدا کرتی ہے۔ کوئی تدبیر موت سے نہیں بچا سکتی' موت آنی ہے اور ضرور آنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منافقوں کے وسوسوں سے خبردار کیا ہے۔ جو شیطان کے مددگار ہیں کیونکہ منافقین مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کرنے سے عار دلاتے تھے۔

یوں کہنا منع ہے کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو فلاں مصیبت نہ آتی۔

منافقین یہ بات اس لئے کہتے تھے کہ ان کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا۔ جو چیز جس شخص کے لیے مقدر کی جا چکی ہے وہ کسی عمل سے ٹل نہیں سکتی' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر کوئی نقصان ہو جائے تو یوں نہ کہو کہ اگر یہ شخص فلاں کام کر لیتا تو نقصان نہ ہوتا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوی مومن' اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ

محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر ہے جو چیز تمہیں نفع دے اس پر حرص کرو اور اللہ سے مدد حاصل کرو اور عاجز نہ ہو' اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو مجھے یہ مصیبت نہ پہنچتی' البتہ یہ کہو کہ یہ چیز اللہ نے مقدر کر دی ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور 'اگر' (کا لفظ) شیطان کے عمل کو کھول دیتا ہے۔ (کتاب القدر)

اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ جب کوئی امر واقع ہو جائے تو پھر یہ نہ کہا جائے کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو یہ مصیبت نہ آتی' اگر وہ یہ بات جزم و یقین کے ساتھ کہتا ہے یعنی اگر میں یہ کام کر لیتا تو یقیناً یہ مصیبت نہ آتی تو ایسا کہنا حرام ہے کیونکہ اس سے تقدیر کا انکار ظاہر ہوتا ہے اور اگر وہ اظہار افسوس کے لئے ایسا کہتا ہے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے جیسے کوئی طالب علم کہے اگر میں امتحان کی اچھی طرح تیاری کرتا تو فیل نہ ہوتا' لیکن یہ کہنا بہر حال ناجائز ہے کہ اگر میں اس مریض کا فلاں ڈاکٹر سے علاج کرا لیتا یا فلاں دوائی پلا دیتا تو یہ مریض نہ مرتا کیونکہ موت وحیات کا تعلق قضاء مبرم سے ہے اور امتحان میں فیل یا پاس ہونے کا تعلق قضاء معلق سے ہے۔

اُحد میں منافقین کا طرز عمل
(یہ جنگ نہیں خودکشی ہے)

Escape fro the war

غزوۂ احد میں جو کچھ ہوا وہ یوں ہی اتفاقاً نہیں ہوگیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ وعلم سے ہوا۔ احد کی مصیبت محض مسلمانوں کے دُکھ کے لئے نہیں آتی بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص راز ہیں اس ہزیمت سے مخلص مومن نکھر گئے' ہر شخص کو پتہ لگ گیا۔ مخلصین وہ ہیں جو اس موقع پر ثابت قدم رہے اگر ان کے قدم اُکھڑ بھی گئے تو بعد کو نادم ہوگئے اور منافق وہ ہیں جو جنگ سے پہلے ہی پیٹھ دکھا گئے۔ منافق بالکل چھٹ گئے۔ تم نے دیکھ لیا کہ جب احد سے پلٹنے لگے تو ان سے مومنین نے فرمایا کہ جاتے کہاں ہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اگر تمھیں جہاد کی توفیق نہیں ہے تو کم ازکم ہم میں رہ کر دشمن کا دفاع کرو کہ تمھاری موجودگی سے ہماری تعداد بڑھے اور دشمن کے دِل میں خوف پیدا ہو' یا اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کر سکتے تو کم ازکم اپنی جان اپنے بال بچوں اور اپنے گھر بار کی حفاظت کے لئے تو لڑو کہ مدینہ سے حملہ آور دشمنوں کو بھگا دو تو وہ نہایت بے حیائی سے بولے کہ ہم کیا کریں ہمیں تو جنگ کرنا آتی ہی نہیں۔ اگر ہم اس فن سے واقف ہوتے تو تمھاری بات مان لیتے اور تمہارے ساتھ رہتے۔

مسلمانو! تم نے دیکھ لیا اور آج تمھیں پتہ لگ گیا کہ یہ منافق بمقابلہ مسلمانوں کے کفار سے زیادہ نزدیک ہیں کیونکہ ان کی زبانیں تمھارے ساتھ تھیں' دِل کفار کے ساتھ اور آج تو اُن کی زبانیں بھی کفار کے ساتھ ہوگئیں اور یہ بھی جو کچھ انہوں نے کہا ہے کہ ہم فنون جنگ سے واقف نہیں' صرف اُن کے منہ کی بکواس ہے' دل میں اُن کے کچھ اور ہے انکے ساتھ مل جائیں گے اور ان سے بھی نفع اٹھائیں گے۔ کہدیں گے کہ تمھاری یہ فتح

ہماری تدبیر کے طفیل ہوئی کہ موقع پر ہمارے ہٹ جانے سے مسلمان دل چھوڑ گئے اور تم غالب آ گئے ۔ اللہ تعالیٰ اُن کی چھپی ہوئی سازشوں کو خوب جانتا ہے وہ سزا دے گا جو اُن کے لائق ہوگی ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِادْفَعُوا ۚ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۚ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ﴾ (آل عمرآن/ ۱۶۷)

’اور دیکھ لے جو نفاق کرتے تھے اور کہا گیا اُن سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمھاری پیروی کرتے ۔ وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے بہ نسبت ایمان کے‘ کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں اُن کے دلوں میں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں ۔‘ (تفسیر ضیاء القرآن)

And that He might make one to distinguish the hypocrites; and it was said to them, "come, fight in the way of Allah or drive out the enemy". They said, 'if we knew fighting, then certainly we would have sided you. And they on that day were nearer to apparent infidelity than to expressed faith,. They say with their mouths, what is not in their hearts. And Allah knows what they are concealing.

جب منافقین کو شرکت کی دعوت دی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ اپنے سے چار گنا مسلح اور ہر ساز و سامان سے لیس لشکر کے ساتھ کھلے میدان میں نکل کر ٹکر لینا لڑائی نہیں بلکہ خودکشی ہے ہم جنگ میں تو تمھارا ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہیں لیکن جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرانے کے لئے تیار نہیں **ولکن ما انتم علیه لیس بقتال بل القاء بالنفس الی التهلکة** (بیضاوی)

مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت سے پہلوتہی کی اصلی وجہ ان کا نفاق تھا جسے

وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے دوسری باتیں تو ملمع سازی کے لئے تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن منافقوں کا پردہ چاک کر دیا اور جو لوگ اُن کو مسلمان سمجھتے تھے اُن پر اُن کا نفاق ظاہر کر دیا اور جس دن اُن کا حال ظاہر ہو گیا اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ منافق اپنی زبانوں سے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور اپنے کفر کو چھپاتے تھے۔

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی لکھتے ہیں: میں نے بعض مفسرین سے سمرقند میں سنا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اسی دن ستر منافقین مر گئے تھے۔ (تفسیر بیان القرآن)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) مصیبتیں اور تکلیفیں، دوست دشمن مخلص و منافق کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہیں۔

(☆) جہاد میں صرف رضائے الٰہی کی نیت چاہئے، ملک گیری یا مال حاصل کرنے کی نیت ہرگز نہ ہو۔

(☆) ضرورت کے وقت جہاد سے باز رہنا اور جھوٹے بہانے بنانا بھی منافقوں کی علامت ہے۔

(☆) جسمانی قرب سے رُوحانی قرب قریب تر ہے دیکھو منافق بظاہر مسلمانوں سے قریب تھے کہ اُن کے ساتھ مدینہ میں رہتے تھے اور کافروں سے دور، مگر رب تعالیٰ نے فرمایا وہ کافروں سے قریب ہیں، مسلمانوں سے دور۔ ابوجہل اگرچہ مکہ معظّمہ میں رہتا تھا مگر حضور ﷺ سے دُور تھا۔ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ یمن میں رہتے تھے مگر حضور ﷺ سے قریب تھے۔

(☆) مسلمانوں میں مسلم نما یعنی ملک، قوم و دین کے غدار ہمیشہ ہی رہیں گے جن کا خیال یہ ہوگا کہ کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ۔ مسلمانوں کو اُن کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔

(☆) بزرگوں کی خطاء بھی عبث نہیں ہوتی اس میں رب تعالیٰ کے راز ہوتے ہیں حکمتیں ہوتے ہیں۔

(☆) مقبولوں کی لغزشیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں نہ کہ محض نفس یا شیطان کی طرف سے، اگرچہ بظاہر شیطان اس کا سبب بن جاتا ہے۔

منافقین اپنی موت کو بچالیں

Avert your own death

منافقین وہ بے ایمان ہیں جو خود تو جہاد میں جاتے نہیں اور جانے والے غازیوں اور شہداء کا مذاق اڑاتے ہیں۔ منافقین خود تو بیٹھے رہتے ہیں یا میدان میں جا کر لوٹ آتے ہیں اور جو اُن کے عزیز' قرابت دار مسلمان جہاد میں شہید ہو جاتے ہیں اُن پر طعن کرتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ یہ کیسے بے وقوف ہیں کہ مفت میں جانیں گنواتے ہیں۔ اگر یہ ہماری رائے مان لیتے یا ہماری طرح یہ بھی عقل سے کام لیتے کہ جہاد میں جاتے ہی نہیں یا جا کر لوٹ آتے تو جیسے ہم محفوظ رہے ایسے یہ بھی محفوظ رہتے اور مارے نہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (آل عمران/۱۶۸)

'جنھوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں حالانکہ وہ خود (گھر) بیٹھے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرمایئے ذرا دُور تو کر دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو' اگر تم سچے ہو۔' (ضیاء القرآن)

Those who said about their brothers and while themselves remained behind, 'Had they obeyed us, they would not have been killed.' Say you, 'then avert your own death if you are truthful'.

اے محبوب ﷺ آپ اُن سے اتنا تو فرمادو کہ اگر تم سچے ہو اور واقعی جہاد سے بیٹھ رہنا موت سے بچا لیتا ہے اور تم اسی وجہ سے بچے کہ غزوۂ احد میں نہ گئے تو اپنے سے موت دفع کرو اور دنیا میں ہمیشہ زندہ رہ کر دکھاؤ۔ تم جھوٹے ہو' جہاد میں جانا مار نہیں دیتا اور نا جانا بچا نہیں لیتا۔ موت بہر حال وقت مقررہ پر آنی ہے جان جانی ہے تو بہتر یہ ہے کہ راہ خدا میں جائے۔ اس سے بڑھ کر جان کی قیمت اور کیا ہو سکتی ہے وہ شہداء عزت کی موت فوت ہوئے اور تم ذلت

کی موت مرو گے چنانچہ تفسیر کشاف، تفسیر صاوی، تفسیر روح المعانی اور تفسیر خزائن العرفان نے اس جگہ فرمایا کہ جس دن منافقین نے شہدائے احد پر طعن کیا، اسی دن بیک وقت ستر منافق مر گئے غالبًا ہاٹ فیل ہو کر رب تعالیٰ نے شہداء احد کی تعداد کے برابر انہیں ہلاک کیا۔

(☆) جب کوئی کام شروع کیا جائے تو ادھورا نہ چھوڑا جائے بلکہ مکمل کیا جائے۔ منافقین میدان احد سے واپس لوٹے۔ یہ ادھورا عمل بدتر ہے۔

(☆) صحابہ کرام پر زبان طعن دراز کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

(☆) غازی وشہید اور سارے مقتول اپنی ہی موت مرتے ہیں یہ کہنا غلط ہے کہ زندگی اُن کی باقی تھی قتل سے مر گئے۔

(☆) گناہ پر خوش ہونا ڈبل گناہ بلکہ کفر ہے اس پر تو ندامت چاہئے۔

مومن اور منافق کو الگ الگ کر دینا حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے

Allah separates unpure from the pure

ابتداءِ اسلام میں کئی لوگ زبان سے اسلام کا اقرار کر کے مسلمانوں میں داخل ہو جایا کرتے تھے اور مسلمان اُن سے بالکل اپنے بھائیوں کا سا سلوک کرتے تھے لیکن ہر نازک مرحلہ پر یہ مسلمانوں کے دِلوں میں خوف و ہراس' اُن کی صفوں میں انتشار اور اُن کے رازوں کو افشاء کر کے انتہائی اذیت و تکلیف پہنچاتے ۔ اس لئے زیادہ دیر تک اُن کا مسلمانوں میں ملے جلے رہنا مناسب نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حکمت الٰہی اس بات کی روا دار نہیں کہ مخلص و منافق آپس میں ملے جلے رہیں بلکہ اُن کو الگ الگ کرنا ضروری ہے اُن کو الگ الگ کیا گیا۔

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (آل عمران/۱۷۹)

' نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑ دے تم مدعیان اسلام کو جس پر ہو (اس حال پر جس پر تم اب ہو) یہاں تک کہ الگ کر دے خبیث کو اچھے سے' اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہی بخشے تم سب کو غیب پر' لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو مان جاؤ اللہ اور اس کے رسولوں کو اور اگر مان جاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے'

(معارف القرآن' مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند)

Allah is not to leave the Muslims in the present state of affairs in which you are, until He seperates unpure from the pure. And it is not befitting to the dignity of Allah that O general people ! he let you know the unseen. Yes, Allah chooses from amongst His Messengers whom He pleases. Then believe in Allah and His Messengers. And if you accept faith and fear, then there is great reward for you.

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان اور منافقین اسلام کے مابین امتیاز کا اعلان فرمایا اور بتایا کہ ہم نے مومن مخلص کے احوال پر حضور ﷺ کو مطلع فرما کر منافق کی اندرونی حالت ظاہر فرمادی اور دونوں میں امتیاز فرمانے کا علم حضور ﷺ کو عطا فرمادیا۔ (تفسیر الحسنات)

اس آیت کریمہ کے نزول کے بارے میں چند روایتیں ہیں :

(۱) واحدی نے امام سدّی سے روایت کی کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جیسے آدم علیہ السلام پر رُوحیں پیش کی گئی تھیں ایسے ہی عالم کی پیدائش سے پہلے مجھ پر میری امت (امت دعوت یعنی سارے انسان) اپنی صورتوں میں پیش کئے گئے۔ میں نے سب کو جان پہچان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا اور مذاقاً بولے کہ محمد (ﷺ) تو اُن لوگوں کو پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور ہم تو عرصہ سے آپ کے ساتھ ہیں۔ہمیں آج تک آپ نہ پہچان سکے۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ کے گوش گذار ہوئی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر رب تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم کے تعلق زبان طعن دراز کرتے ہیں؟ آج سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھ لو۔تم جو بھی پوچھو گے ہم بتائیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن خدافہ کھڑے ہوگئے اور بولے یارسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمھارے باپ خدافہ ہیں اور پوچھو۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم اللہ کی ربوبیت' اسلام کے دین ہونے' قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمیں معافی دیجئے۔تب حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایسے طعنوں سے باز رہو گے' کیا تم باز رہو گے؟ اور منبر سے نیچے اتر آئے۔ تب یہ آیت کریمہ اُتری۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا مجھ سے جو چاہو سوال کرو یہ اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر سوال کے جواب کا علم عطا فرمایا ہو خواہ احکام شرعیہ سے متعلق سوال کیا جائے یا ماضی اور مستقبل کی خبروں کے متعلق سوال کیا جائے

یا اسرار تکوینیہ کے متعلق سوال کیا جائے اور صحابہ کرام نے اس کو عموم پر ہی محمول کیا تھا اسی لئے وہ اصحاب نے آپ سے اپنے نسب کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید عالم ﷺ کو قیامت تک کی تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا گیا اور حضور ﷺ کے علم میں طعن کرنا' وسعتِ علم پر نقص نکالنا یہ شیوۂ منافقین ہے اور ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ علم بقدر مرتبہ تمام انبیاء کو ملا مگر جو رسولوں میں مجتبٰی ہے جو انبیاء میں برگزیدہ رسول ہے اسے اللہ تعالٰی علم غیب عطا فرماتا ہے۔ پھر سید انبیاء حبیب خدا تو تمام رسولوں میں سب سے اعلٰی واولٰی وافضل واعلم ہیں انہیں جتنا بھی علم عطا ہو وہ کم ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتی کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اُن کو بھلا دیا اُس نے بھلا دیا)۔ (صحیح بخاری)

امام مسلم روایت کرتے ہیں حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ ظہر کا وقت آگیا' پھر منبر سے اُترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ منبر سے اُترے اور عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا' پھر آپ نے ہمیں تمام **ماکان ومایکون** کی خبریں دی' سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے تمام روئے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

(۲) ابن جریر نے انہی امام سدّی سے روایت کی' کہ ایک بار کفار عرب نے کہا تھا کہ اگر محمد ﷺ سچے ہیں تو ہمیں خبر دیں کہ ہم سے ایمان کون لائے گا اور کافر کون رہے گا تب یہ آیت کریمہ اُتری۔

(۳) امام کلبی کہتے ہیں کہ قریش نے کہا تھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہتے ہیں کہ آپ کا مخالف دوزخ میں جائے گا اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہے اور آپ کی پیروی کرنے والا جنت میں جائے گا اللہ اس سے راضی ہے۔ بتایئے جنتی کون کون ہیں، کتنے ہیں اور دوزخی کون کون ہیں، ان کی تعداد کیا ہے؟ تب یہ آیت کریمہ اُتری۔

(۴) حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ خود مسلمانوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ہمیں مومن اور کافر کو پہچاننے کے لئے علامات بتا دی جائیں۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ منافقین دعویٰ کرتے تھے کہ ہم صحابہ کرام کی طرح مخلص مومن ہیں مگر غزوۂ احد میں اُن کا نفاق کھل گیا۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح المعانی وخازن وخزائن العرفان)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقوں کا علم تھا نیز یہ بھی پتہ چلا کہ علم کا ظاہر نہ کرنا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ اور صحابہ کرام تو اپنے نبی پاک کے علم کی وسعت کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے البتہ منافق لوگ تسلیم نہ کرتے اور چیں بچیں ہو کر اعتراض کرتے۔

آیات قرآنیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہ خیال نہ کرنا کہ جہاد اور اس کی تکالیف و دیگر حادثات و آفات یونہی بیکار نمودار ہوتے رہتے ہیں ان میں بہت سی حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ کہ منافق و مخلص خلط ملط نہ رہیں، بلکہ ایک دوسرے سے چھٹ جائیں کہ جو ان آفتوں میں صابر و شاکر رہے وہ مخلص مومن ہو، اور جو ان حالات میں گھبرا کر بکواس شروع کر دے اس کا نفاق کھل جائے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ مومنوں کو اس خلط ملط کی حالت میں رہنے دے گا نہیں، جس پر کہ اب ہیں بلکہ ایسے حادثات اور واقعات اور بھی پیدا فرمائے گا جن سے لوگوں کی چھانٹ ہو جائے گی کہ رب تعالیٰ اس ذریعہ سے گندے کو ستھرے سے، منافق کو مخلص سے، خبیث کو طیب سے صاف الگ کر دے گا مگر اس چھانٹ کی پوری وجہ نہ تو یہ واقعات ہوں گے اور نہ یہ وجہ ہو گی کہ تم سب کو علم غیب پر مطلع کر دیا جائے، جس سے تم سب ہر ایک کے دلی اخلاص اور نفاق کو جان لو بلکہ اس کام کے لئے قانون قدرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو منتخب کرتا ہے انھیں غیوب کی خبریں

دیتا ہے جس سے وہ لوگوں کے دلی حالات ہر ایک کے کفر یا ایمان بلکہ مومنین کے ایمانی درجات اور کفار کے کفر کے مراتب سے خبردار ہوتے ہیں پھر وہ رسول جسے چاہیں اُس کے ایمان و کفر پر مطلع کر دیں چنانچہ دیکھ لو کہ آقائے دو جہاں نے بشارتیں دے دیں کہ حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم جنت میں میرے ساتھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ رسولوں کا انتخاب اس لئے ہے تا کہ تم بھی اُن سے مستغنی و بے نیاز نہ ہوسکو۔ اپنا حال بھی اُن سے پوچھو' اور دل کا حال بھی اُن سے پوچھو' بیماری ہوتی تو ہے مریض کے جسم میں' مگر بتاتا ہے طبیب۔ لہذا تم اللہ رسول پر ایمان لاؤ اور انہیں پر ایمان رکھو کہ جسے وہ مخلص یا جنتی فرمائیں' اُسے مخلص و جنتی مانو اور جسے وہ منافق یا جہنمی بتائیں' اُسے ویسا ہی مانو۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کئے رہو تو تمھیں بہت بڑا ثواب ملے گا جو تمھارے وہم و گمان سے وراء ہوگا اس نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

بعض اہل کشف اولیا اللہ بھی غیوب(Knowledge of Unseen) پر مطلع کئے جاتے ہیں مگر نبی کے واسطے سے نہ کہ استقلالاً۔ حضرات انبیاء علیہم السلام علم غیب کے مورث ہیں اور اولیا اللہ اُن کے وارث۔ (روح المعانی)

عام لوگوں کا ذریعہ علم تو دلائل اور ظاہری علامات ہیں اور غیب پر صرف رسولوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں ہی غیب پر مطلع ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے۔ اور اولیائے کرام کو یہ نعمت حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے میسر ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ(Intermediation) کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کرم وعطا و بخشش (کریم۔ معطی۔ وہاب) کے انکار کا نام توحید رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصطفٰے ﷺ کے قلب منور کو علوم غیبیہ سے بھرپور فرمایا' لیکن حضور ﷺ کا علم نہ اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح ذاتی ہے نہ غیر متناہی' بلکہ وہ محض عطائے الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط و تفصیلی کے ساتھ اس کی نسبت

ذرّہ اور صحرا، قطرہ اور دریا کی بھی نہیں۔ لیکن علوم خلائق کے مقابلہ میں وہ بحر ذخّار ہے جس کی گہرائی کو کوئی غواص آج تک نہ پا سکا اور جس کے کنارہ تک کوئی شناور آج تک نہ پہنچ سکا

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) زمانہ رسالت ہی میں مخلصین ومنافقین کی چھانٹ ہوگئی تھی کہ کوئی منافق، صحابہ پر چھپا نہ رہا تھا۔ آج اب جو شخص کہے (کہ سوائے چار پانچ کے باقی سارے صحابہ چھپے منافق تھے جن کا نفاق حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، کے مقابلہ میں خلافت کے دعویدار یا دعویداروں کے طرفدار بن گئے) وہ خود منافق ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو قیامت تک کے ہر شخص کے ہر حال کی خبر دے دی۔ حضور ﷺ ہر ایک کا ایمان وکفر اور گنہگاری و پرہیزگاری اچھی طرح جانتے ہیں۔ تمام عالم کے ایمان کی نبض پر حضور ﷺ کا ہاتھ ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں آیت **ویکو ن الرسول علیکم شھیدا** کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور ﷺ ہر ایک کے ایمان واعمال کے مدارج کو جانتے ہیں تب ہی تو آپ قیامت میں سب کی گواہی دیں گے

(☆) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ساری خلق کی ایسی پوشیدہ باتوں پر مطلع فرمایا ہے جو دوسروں کو نہیں معلوم ہوسکتیں۔ دیکھو سیدنا عبداللہ کے باپ حذافہ ہی ہیں نہ کہ کوئی اور۔ یہ ایسی بات ہے جو عبداللہ کی ماں کے سواء کوئی نہیں جان سکتا۔

(☆) حضور انور ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنا یا اس کا مذاق اڑانا منافقوں کا کام ہے تمام صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور انور ﷺ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ چنانچہ ام المؤمنین نے ایک سوال کیا تھا کہ یارسول اللہ کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں؟ فوراً فرمایا، ہاں وہ عمر ہیں۔ یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جسے ہر شخص کی کھلی چھپی نیکی کی بھی خبر ہو، اور آسمان کے تاروں کی گنتی کی بھی خبر ہو۔

منافق مال کے ملنے اور جھوٹی خوشامد پر بڑے خوش ہوتے ہیں

Hypocrites rejoice on their doings and wish that they may be praised

منافقین ہر دفعہ جہاد میں شرکت نہ کرتے اور اس محرومی پر اُنھیں افسوس اور ندامت نہ ہوا کرتی تھی بلکہ اسے اپنی عقلمندی کا کرشمہ سمجھتے اور خوش ہوتے ۔ جب حضور ﷺ واپس تشریف لاتے، تو یہ منافقین بہانے بناتے، قسمیں کھاتے ہم بیمار تھے، ہمیں یہ عذر تھا۔ جب اُن پر کوئی عتاب نہ کیا جاتا تو چاہتے تھے کہ غازیوں کی طرح ہماری بھی تعریف ہو۔ اگرچہ اُن کی زندگی کی کتاب شجاعت، ایثار، اخلاص اور تقوی کے کارناموں سے یکسر خالی تھی لیکن وہ اس بات کو دِل سے پسند کرتے تھے کہ انھیں شجاع، ایثار پیشہ، مخلص اور متقی کہا جائے اُن کے متعلق بتایا جارہا ہے :

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران/ ۱۸۸)

'ہرگز آپ یہ خیال نہ کریں کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنی کارستانیوں پر اور پسند کرتے ہیں کہ اُن کی تعریف کی جائے، ایسے کاموں سے جو انھوں نے کیۓ ہی نہیں، تو اُن کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور اُن کے لئے دَردناک عذاب ہے۔'

Never think of those who rejoice on their doings and wish that they may be praised without doing. Never think of such people away from the torment; and for them is the painful torment.

منافقین اپنی بدکاریوں پر خوشیاں مناتے ہیں انہیں اپنا کمال سمجھتے ہیں اُن بدکاریوں کی

بناء پر اپنے کو سیاست داں' چالاک' پالیسی باز جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو بہکا دیا' اپنے نفاق کو چھپالیا۔ منافقین کا ذہن خودستائی خود پسندی کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے وہ اپنی تعریف بھی چاہتے ہیں کہ سب انھیں متقی و پرہیز گار کہا کریں ایسے شیخی خوروں' چالاکوں' دھوکہ بازوں کو تم عذاب الٰہی سے کبھی دُور نہ سمجھنا۔ عنقریب اُن پر عذاب آنے والا ہے اللہ تعالیٰ کی ڈھیل سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے' انہی کے لئے دردناک یعنی دائمی رُسوا کن قلب و قالب کو جلانے والا عذاب ہے۔

اگرچہ یہ آیت منافقین کی کمزوریوں کو آشکار کرنے کے لئے نازل ہوئی لیکن یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس میں ہمارے لئے کوئی سبق نہیں۔ میدان عمل سے فرار اور اس پر بھی اپنی ستائش وتعریف سننے کی خواہش دو ایسی کمزوریاں ہیں کہ جو شخص ان کا شکار ہو جاتا ہے اس کا وہی انجام ہوتا ہے جو قرآن نے واضح الفاظ میں بیان فرما دیا۔ کتنے نامور باپوں کے فرزند' کتنے علم وعرفان کے خانوادوں کے چشم و چراغ اور ثروت وسطوت کے وارث ان خرابیوں کے باعث اپنے اسلاف کی عظمت کو خاک میں ملا چکے ہیں کیونکہ ان کو بڑی آسانی سے ایک بنا' بنایا حلقہ دستیاب ہو جاتا ہے جو اُن کی ہر حرکت کو مستحسن اور اُن کی تمام کوتاہیوں کے باوجود اُن کو مجمع صفات کمال سمجھتا یا کہتا ہے۔ ہر باپ کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو' استاد اپنے شاگردوں کو اور مرشد اپنے عقیدت مندوں کو اس گرداب ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ حقیقت پسند ہوں اور اپنی سخت کوشی سے تلخ زندگانی کو انگبین بنانے میں لذت محسوس کریں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس آیت کی وعید سے ڈریں اور یہ نہ چاہئیں کہ جو کام انہوں نے نہ کیا ہو اس پر اُن کی تعریف کی جائے جیسا کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عالم' علامہ' مفتی اور شیخ الحدیث بلکہ حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہوتے' اور اگر کوئی مسلمان کسی نیک کام کے کرنے پر خوش ہو یا بُرا کام نہ کرنے پر خوش ہو تو یہ ایمان کی علامت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو

اپنی نیکی سے خوشی اور بُرائی پر افسوس ہو وہ مومن (کامل) ہے۔
البتہ کوئی نیک کام کر کے یہ خواہش رکھنا کہ اس پر اس کی دُنیا میں تعریف کی جائے اخلاص کے منافی ہے۔ حدیث میں نیکیوں پر اپنی تعریف کی خواہش رکھنے پر سخت وعید ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) گناہ کرنا ایک گناہ ہے اور گناہ پر خوش ہونا دوگنا گناہ ہے جب نیکی پر شیخی جائز نہیں تو گناہ پر شیخی کیونکر جائز ہوگی۔

(☆) بے علموں کو شمس العلماء، بزدِلوں کو خان بہادر، جاہلوں کو مولوی فاضل وغیرہ کے خطاب دینا حرام ہے اور ان خطابوں پر خطاب یافتہ لوگوں کا اکڑنا شیخی مارنا بدترین جرم ہے۔ آجکل بعض جاہل چالاکیوں سے مولوی عالم، فاصل وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں پھر اپنے کو مولوی، عالم وغیرہ لکھتے بھی ہیں کہلواتے بھی ہیں۔

منافق اور یہودی کے درمیان عدل وانصاف کا فیصلہ

Dispute between the Jew and the hypocrite

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک منافق جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا تھا جس کا نام بشر تھا' اُس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا' اس جھگڑے میں یہودی سچا تھا منافق جھوٹا۔ یہودی بولا چلو اس کا فیصلہ حضور ﷺ سے کرائیں۔ منافق (ظاہری مسلمان) بولا نہیں چلو اس کا فیصلہ کعب بن اشرف (یہود کا سردار) سے کرائیں یہودی نے کہا کہ تو عجیب مسلمان ہے کہ اپنے نبی کے پاس چلنے اور اُن سے فیصلہ کرانے سے کتراتا ہے۔ منافق شرمندہ ہوکر اس یہودی کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ وہاں سے نکل کر منافق بولا کہ میں اس فیصلے سے راضی نہیں' چلو یہ فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق سے کرائیں۔ چنانچہ وہ دونوں بارگاہ صدیق میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی دونوں کے بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ وہاں سے نکل کر بشر منافق بولا کہ میری تسلی اب بھی نہیں ہوئی' چلو حضرت عمر سے اور فیصلہ کرائیں...... چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودی نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے مگر بشر راصی نہیں ہوتا' اب مجھے آپ کے پاس لاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کہ کیا یہ واقعہ درست ہے۔ بشر بولا' ہاں آپ نے فرمایا کہ **رویدکما حتٰی اخرج الیکما** میرے واپس آنے تک ٹھہرو' چنانچہ آپ گھر میں تشریف لے گئے' تلوار لائے اور منافق کی گردن ماردی اور فرمایا **ھکذا اقضی علی من لم یرض بقضاء اللہ وقضاء رسولہ و نزلت الآیۃ وقال رسول اللہ انت الفاروق** (قرطبی) یعنی جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا' میں اس کا یوں فیصلہ کیا کرتا ہوں

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کو ''الفاروق'' (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ؕ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (النساء/٦١-٦٠)

'کیا نہیں دیکھا آپ نے اُن کی طرف جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب) کے ساتھ جو اتاری گئی آپ کی طرف اور جو اُتارا گیا آپ سے پہلے (اس کے باوجود) چاہتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کے لیے (اپنے مقدمات) طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انھیں حکم دیا گیا تھا انکار کریں طاغوت کا اور چاہتا ہے شیطان کہ بہکا دے انھیں بہت دُور تک اور جب کہا جائے انھیں کہ آؤ اس (کتاب) کی طرف جو اُتاری ہے اللہ نے اور (آؤ) رسول (پاک) کی طرف تو آپ دیکھیں گے منافقوں کو کہ منہ موڑ لیتے ہیں آپ سے رُوگردانی کرتے ہوئے۔'

Have you not observed those who claim that they believed in what has been sent down to you, and what has been sent down before you? Then they wish to make the devil their arbiter, whereas they were commanded to reject him wholly. And Satan desires to lead them far astray.

And when it is said to them, 'Come towards the Book sent down by Allah and the Messenger', then you shall see that the hypocrites turn away from you averting their faces.

اس سے معلوم ہوا کہ منافقین کی یہ عادت تھی کہ جس مقدمہ کے متعلق انھیں یہ یقین ہوتا کہ فیصلہ اُن کے حق میں ہوگا اس کے تصفیہ کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور جس کے متعلق یہ خیال ہوتا کہ ہم جھوٹے ہیں اس کے لئے ایسے حاکم کے پاس جاتے ہیں

جہاں انھیں معلوم ہوتا کہ ہم اپنے اثر و رسوخ یا رشوت سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں گے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے والا مومن نہیں ہے۔ آج بھی بعض لوگ ایسے امور میں تو شریعت کے مطابق فیصلہ کرانے میں بڑے مصر ہوتے ہیں جہاں انھیں فائدہ کی توقع ہو اور جہاں یہ خیال ہو کہ شریعت کا قانون اُن کے خلاف ہے تو اس وقت دوسرے قوانین اور رسم و رواج وغیرہ کی آڑ لیتے ہیں اور شریعت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ آپ خود سوچیں کہ اُن کے درمیان اور عہد رسالت کے منافقین کے درمیان پھر کیا فرق ہوا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ پاک سامنے اور پس پشت دُور نزدیک ہر چیز کو دیکھتی ہے کیونکہ منافقین کا یہ واقعہ حضور سے دُور ہوا تھا یہاں آپ موجود نہ تھے مگر فرمایا 'الم تر' کیا تم نے دیکھا نہیں۔ یعنی دیکھا ہے۔

(☆) دعویٰ بغیر دلیل اور قول بلا عمل کبھی قابل قبول نہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے منافقوں کے کلمہ پڑھنے دعویٰ ایمان کرنے کو زعم فرمایا یعنی دعویٰ باطل

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل و انصاف اس حد تک تھا کہ کفار بھی اس کے قائل تھے دیکھو وہ یہودی آپ کے فیصلے پر مطمئن تھا اور آپ کے پاس مقدمہ لانا چاہتا تھا۔

(☆) کلمہ گو کافر یعنی منافقین ظاہر کافر سے بدتر تھے اور بدتر ہیں کہ یہود کو حضور پر اعتماد تھا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی تھے مگر اس چھپے کافر اور منافق کو اعتماد نہ تھا۔

(☆) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' کی بارگاہ الٰہی میں وہ شان ہے کہ اُن کی گواہی براہ راست حق تعالیٰ قرآن شریف میں دیتا ہے۔ دیکھو بشر منافق کے وارثوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف قتل عمل کا دعویٰ بارگاہ نبوت میں دائر کیا تھا جس کا آپ نے اقرار بھی کر لیا تھا لیکن اس قتل کی وجہ جو آپ نے بیان کی اس کا کوئی مسلمان گواہ نہ تھا اگر یہ آیات نہ اُترتیں تو ان پر قصاص واجب ہوتا یا کم از کم دیت۔ اللہ تعالیٰ نے اس نازک موقع پر خود اُن کی گواہی دے کر اُن کو بَری فرمایا۔ خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ اسلام اور حضرت مریم کو جب الزام لگانے گئے تو اُن کی براءت کی رب تعالیٰ نے گواہی نہ دی بلکہ بچوں سے گواہی دلوا دی مگر جب اپنے محبوب

کے متوسلین کی باری آئی تو رب تعالیٰ نے براہ راست خود گواہیاں دیں چنانچہ جب منافقین مدینہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' پر ایک الزام لگایا جب آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت سے خرید کر آزاد کیا رب تعالیٰ نے اُن کی براءت کے لئے سورہ واللیل شریف اُتاری جس کے آخر میں فرمایا گیا کہ ابوبکر نے جو کچھ کیا ہم کو راضی کرنے کے لئے کیا۔ہم اُن سے راضی ہو گئے اور ہم بھی اُن کو اتنا دیں گے کہ وہ خوش ہو جائیں گے ﴿ولسوف یرضٰی﴾۔ اسی طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب تہمت لگائی گئی تو براہ راست رب تعالیٰ نے اُن کی پاک دامنی بیان کرنے کے لئے سورۂ نور کی اٹھارہ آیتیں اُتاریں۔ یہ ہے ان صحابہ کی شان دربارالٰہیہ میں۔

(☆) مسلمانوں کو عدل وانصاف کے موقع پر اپنے پرائے میں کوئی فرق نہ کرنا چاہئے' کسی کی رعایت نہ ہو' جو حق ہو وہ فیصلہ کیا جائے۔ دیکھو یہودی پرایا تھا اور منافق بظاہر اپنا مگر فیصلہ یہودی کے حق میں فرمایا گیا۔اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کی عدالت میں شہزادوں اور بادشاہوں کو شکست ہوئی اور معمولی رعایا بلکہ ذمی کافروں کو ڈگری دی گئی چنانچہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ اور ایک یہودی ذمّی کا مقدمہ جو قاضی شریح کے ہاں فیصلہ ہوا وہ مشہور ہی سے کہ علی مرتضٰی خلیفۃ المسلمین تھے مگر آپ کے خلاف یہودی کی ڈگری دی گئی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گواہی اپنے باپ کے حق میں قبول نہ ہوئی جس پر وہ یہودی حضرت علی رضی اللہ عنہ' کے قدموں پر گر کر فدا ہو گیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی کوئی اپیل نہیں' آپ کا فیصلہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہونا کفر ہے اور وہ شخص واجب القتل ہے جیسا کہ واقعہ فاروقی سے معلوم ہوا۔

(☆) اسلامی احکام کے مقابلے میں امریکہ اور لندن' کافروں کی عدالتوں کے قوانین کو اچھا سمجھنا وہی پرانا منافقانہ طریقہ ہے رب تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو منافقین فرمایا۔

منافقین جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور تاویلیں پیش کرتے ہیں

Perjury (Swearing by Allah) and interpretation

منافق بشر کے عزیز و اقارب اور دوسرے منافقین قتل بشر کے بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اپنے عزیز کے اس خون کا بدلہ چاہا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیش فرمودہ قتل کی تاویلیں کرنے لگے کہ بشر کی نیت خراب نہ تھی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوں جس میں اُن کی ناجائز تاویلوں کی قلعی کھول دی گئی۔ (تفسیر خازن)

﴿فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا﴾ (النساء/٦٢)

'پس کیا حال ہوتا ہے جب پہنچتی ہے اُنھیں مصیبت بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو آگے بھیجے ہیں ان کے ہاتھوں نے پھر حاضر ہوتے ہیں آپ کے پاس قسمیں اُٹھاتے ہیں اللہ کی (کہتے ہیں بخدا) نہیں قصد کیا تھا ہم نے مگر بھلائی اور باہمی مصالحت کا'

How shall it be, when any affliction befalls them, for what their hands have sent forth? then O beloved ! they come to you swearing by Allah that our object was kindness and concord only.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اُن جماعتِ منافقین پر کیسی بنی جب اُن پر اُن کی اپنی بدعملیوں کی وجہ سے مصیبت آپڑی کہ اُن کا ایک آدمی حضرت فاروق کے ہاتھوں مارا گیا اور یہ بدنام ہوئے۔ حضرت فاروق کی عزت وعظمت میں اور چار چاند لگ گئے کہ رب تعالیٰ نے اُن کی گواہی دے کر اُن کا احترام تاقیامت زیادہ فرما دیا پھر یہ اپنی شرمندگی مٹانے کے لے آپ کے پاس قسمیں کھاتے ہوئے حاضر ہوئے تاکہ اپنی اور بشر کی صفائی بیان کریں۔ بولے : اللہ قسم، بشر نہ تو آپ کے پاس فیصلہ لانے سے گریز کرتا تھا اور نہ فیصلہ فرما دینے کے

بعد اس سے ناراض تھا وہ تو صرف اس یہودی پر احسان کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ہم مذاہب سے فیصلہ کرائے تا کہ وہ احسان مند ہو جائے اور آپ کے فیصلہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس صلح معافی کے لے گیا تھا کہ وہ یہودی سے اس کی صلح کرا دیں نہ کہ آپ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے ۔ اے محبوب اُن کی باتوں پر دھیان نہ دینا' یہ جھوٹے ہیں رب تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اُن کے دِلوں میں کیا ہے۔ یہ منافق دھوکہ باز ہیں کہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں لہذا آپ اُن سے منہ پھیر لیں' اُن کی بات بھی نہیں سنیں بلکہ نصیحت فرما دیں کہ آئندہ کے لئے منافقت سے باز آجاؤ ورنہ دُنیا میں بدنام یا بشر کی طرح قتل ہو جاؤ گے ۔ آخرت میں عذاب دوزخ کے حق دار اور اُن سے ایسی حکیمانہ گفتگو فرما دیں جو انکے دل کی تہہ تک پہنچ جائے ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفار و منافقین کے مارے جانے پر خوشی منانا سنت ہے جب ابو جہل کے قتل کی خبر آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ شکر کیا۔ غرقِ فرعون کا دن یعنی دسویں محروم کو یہود کی عید قرار دیا گیا۔ بے دین فسادی کی موت سے دُنیا کو امن مل جاتا ہے۔

(☆) حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کے اس قتلِ بشر سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوا اور حضور ﷺ بھی خوش ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے اللہ رسول دونوں کو راضی کر لیا۔

(☆) دُنیا میں رُسوائی بھی اللہ کا عذاب ہے جو اپنی حرکتوں بدکاریوں کی وجہ سے آتا ہے

(☆) جھوٹی قسمیں کھانا اپنے کلام و کام کی غلط تاویلیں کرنا منافقوں کا کام ہے مومن کو چاہیے کہ اپنی غلطی فوراً مان لے' عذرِ بگناہ بدتر از گناہ۔

امام احمد رضا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا۔

عذر بدتر از گناہ کا ذکر کیا   ہم پہ بے پوچھے ہی رحمت کیجئے

قیامت میں بھی جرم کا اقبال کر لینے والے گنہگاروں پر رحمت ہوگی بہانہ باز کفار پر لعنت وعذاب

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہمیشہ سچی بات ہی کہنا چاہئے وہاں ہر ایک کا ہر حال عیاں ہے دیکھو منافقین نے بہانہ بازیاں کیں تو کیسے رُسوا و بدنام ہوئے ۔ وہاں بجز قبول گناہ کوئی چارہ نہیں ۔

(☆) کفار و منافقین کی حمایت کرنا بھی مصیبت کا باعث ہے ۔ منافقین بشر کی حمایت کرنے آئے اور حضرت عمر فاروق کے خلاف مقدمہ دائر کرنے تو لینے کے دینے پڑ گئے خود پھنس گئے ۔ جان چھوڑانا مشکل ہوگیا ۔ یوں ہی اللہ کے محبوبوں کی حمایت کرنا ہزار رحمتوں کا سبب اور سنت الٰہیہ ہے دیکھو رب تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم کی کیسی بے مثال حمایت فرمائی ۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی حمایت کی توفیق دے...... ہماری عزت و آبرو اُن کی عزتوں کے لئے ڈھال بنی رہے ۔

دعوت جہاد کے وقت منافقین کی حالت

Hypocrites at the time of calamity

مسلمانوں اور اسلام کو ہمیشہ منافقوں سے واسطہ رہا۔ اُن کا وجود بمقابلہ کھلے دشمنوں کے زیادہ خطرناک ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ کبھی اُن سے غافل نہ رہیں۔ اگر مسلمان اپنی بقاء چاہتے ہیں تو ہمیشہ دشمنوں سے محتاط رہیں۔ منافقوں کا مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ تھا کہ مسلمان میدان جہاد کا رُخ کریں تو یہ مختلف حیلوں بہانوں سے پیچھے رہ جاتے تھے اور اگر میدان جنگ میں مسلمانوں کو مصیبت یعنی تکلیف اور شکست ہو تو بغلیں بجاتے ہیں۔ اور اپنے پیچھے رہ جانے کو اللہ کا فضل شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ عین اس کی ناراضگی کا نتیجہ ہے کہ انھیں شہادت کی سعادت اور جہاد کے ثواب سے محروم رکھا اور اگر مسلمانوں کو فتح ہو تو انھیں سانپ سونگھ جاتا ہے اور ان کے دلوں میں حسرت و پشیمانی کی آگ سلگنے لگتی ہے یہ پشیمانی اگر ثواب جہاد سے محرومی کا باعث ہوتی تو کوئی بات بھی تھی لیکن اُن کی ندامت و پشیمانی تو فقط اس لئے ہے کہ انھیں اب مالِ غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی ذہنیت کو خوب واضح کر رہا ہے۔

﴿وَاِنَّ مِنۡكُمۡ لَمَنۡ لَّيُبَطِّئَنَّ‌ۚ فَاِنۡ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ اِذۡ لَمۡ اَكُنۡ مَّعَهُمۡ شَهِيۡدًا ۝ وَلَـئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوۡلَنَّ كَاَنۡ لَّمۡ تَكُنۡۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ مَعَهُمۡ فَاَفُوۡزَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ (النساء/۷۳۔۷۲)

’اور بے شک تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے پھر اگر پہنچے تمھیں کوئی مصیبت تو وہ کہے احسان فرمایا ہے اللہ نے مجھ پر کہ میں نہیں تھا اُن کے ہمراہ (جنگ میں) حاضر اور اگر ملے تمھیں فضل (فتح اور مال غنیمت) اللہ کی مہربانی سے تو ضرور کہے جیسے نہیں تھی تمھارے درمیان اور اس کے درمیان کوئی دوستی‘ کاش میں بھی ہوتا اُن کے ہمراہ تو حاصل کرتا بڑی کامیابی‘

And among you someone is he, who will indeed tarry behind, then if any calamity comes to you he says, 'It was Allah's favour on me that I was not present with them'
And If you get bounty of Allah, then he would certainly say, as if there was no friendship between you and him, I wish I had been with them, then I would have gained a great gain.

منافقین کا حال یہ ہے کہ وہ جہاد میں پیچھے رہتے ہیں اور دوسرے کمزور مومنین کو ڈرا کر بھی پیچھے رکھتے ہیں ۔ اُن کی خودغرضی کا یہ عالم ہے کہ اگر اتفاقاً کسی جنگ میں مسلمانوں کا نقصان ہوجائے تو ان بدنصیبوں کو خوشی ہوتی ہے کہ بچ گئے اور اگر میدان میں فتح ونصرت کامیابی غنیمت وغیرہ حاصل ہو تو کف افسوس ملتے ہیں رنج وغم کرتے ہیں کہ افسوس میں میدان جنگ میں نہ گیا، اگر میں بھی اُن کے ساتھ وہاں پہنچ گیا ہوتا تو اُن کی طرح مجھے بھی مال اسباب لونڈی غلام جو غنیمت میں آیا ہے ملتا ۔ غرض کہ ان کی نظر صرف اپنے نفع ونقصان پر ہے نہ انھیں تم سے کوئی تعلق ہے اور نہ آخرت کے ثواب سے کوئی واسطہ۔ ایسے بے ایمانوں سے بھی باخبر رہو، ہوشیار رہو۔ مومن ومنافق دونوں مدینہ منورہ میں رہتے تھے جہاد کے میدان میں جمع ہوتے تھے مگر منافق کی نگاہ صرف مال کی تلاش میں رہتی تھی ...... مخلص مومن کی نظر رضاء ذوالجلال کی جستجو میں ۔ دونوں مقصدوں میں بڑا فرق ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافقین وکفار سے محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیئے ان پر قطعاً اعتماد واعتبار نہیں کرنا چاہیے
(☆) عبادتوں میں سستی کرنا بے دِلی سے ادا کرنا طریقہ منافقین ہے۔
(☆) جہاد میں یا عملی زندگی میں ہمیشہ فتح وکامیابی، فائدہ ونفع نہیں ہوتا کبھی ہماری غلطی سے شکست، نقصان یا ناکامی بھی ہوجاتی ہے اس سے بددل نہیں ہونا چاہیئے ۔ ہر حال میں راضی بہ رضا رہے اور اس سے دل تنگ نہ ہو۔

(☆) مسلمانوں کی مصیبت پر خوشی منانا اور مسلمانوں کی خوشی پر غم کرنا منافقوں کا طریقہ ہے
(☆) راہ خدا کی تکالیف سے بچ جانے کو نعمت الٰہی سمجھنا طریقہ کفار ہے دیکھو منافق کہتے تھے کہ اللہ کا ہم پر انعام ہوا کہ ہم جہاد میں نہ گئے اور میدان جہاد کی تکالیف ہم کو نہ پہنچیں اس کی راہ میں مٹ جانا زندگی ہے تکلیف پانا راحت ہے۔
(☆) صرف مال مل جانے کو بڑی کامیابی سمجھنا طریقہ منافقین ہے۔

منافقین پر جہاد بہت گراں ہے

Fear with fighting

مکہ معظّمہ میں جب تک مسلمانوں کا قیام رہا مشرکین سے جہاد کی اجازت نہ ہوئی حتیٰ کہ صحابہ کرام سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہم نے اُن کے جبر وتشدد سے تنگ آکر مدافعت کی اجازت چاہی لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے جب تک حکم الٰہی نہ ہو تمہیں اجازت نہیں دیتا۔ تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ پھر بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں جب تک نماز و روزہ کا حکم تھا اس وقت تک منافقین تو پکے مومن بنے رہے اب جب کہ اسلام کی سربلندی کے لئے سر کٹانے کا موقع آیا (میدان بدر میں حاضر آنے کا حکم ہوا) تو خوف زدہ ہونے لگے، منافقین کی جبلت ہے کہ موت و ہلاکت سے گھبراتا ہے اور ڈرتا ہے، منافقین کے اوسان خطا ہونے لگے۔ بغلیں جھانکنے اور بہانہ بنانے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ قِیۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَیۡدِیَكُمۡ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ یَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡیَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡیَةً ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَیۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۟ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا﴾ (النساء/۷۷)

' کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنھیں جب کہا گیا کہ رُوکو اپنے ہاتھوں کو اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ (ان باتوں کو تو مان لیا) پھر جب فرض کیا گیا اُن پر جہاد تب ایک گروہ اُن میں سے ڈرنے لگ گیا لوگوں سے جیسے ڈرا جاتا ہے خدا سے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! کیوں فرض کر دیا تو نے ہم پر جہاد (اور) کیوں نہ مہلت دی تو نے ہمیں تھوڑی مدت تک (اے ترجمان حقیقت انھیں) کہو دُنیا کا سامان بہت

قلیل ہے اور آخرت زیادہ بہتر ہے اس کے لئے جو تقویٰ اختیار کیے ہے اور نہیں ظلم کیا جائے گا تم پر کھجور کی گٹھلی کے ریشہ کے برابر'

Have you not observed those to whom it was said, 'restrain your hands, and establish prayer and pay the specified charity (Zakat), then when fighting was made obligatory on them, then some of them began to fear people as they should fear Allah or even more than that; and said they, 'O our Lord ! Why have you prescribed fighting on us, You would have allowed us to live for a short period; Say you, 'the enjoyment of the world is little and the Hereafter is better for the God-feary, and you shall not be wronged a single thread (a least).

اے محبوب ﷺ کیا آپ نے ان منافقین مدینہ کو نہ دیکھا جو اپنا نفاق چھپانے کے لئے جہاد فرض ہونے سے پہلے آپ سے تقاضے کرتے تھے کہ حضور ہم کو جہاد کی اجازت دیجئے تا کہ ہم خدمت اسلام میں اپنی جانوں کی قربانی کریں تو آپ اُن سے فرمادیتے تھے کہ نماز و روزہ و زکوٰۃ میں تو سستی کرتے ہو تم پر یہ آسان سی عبادتیں بھاری ہیں اور جہاد کی آرزو کرتے ہو۔ نماز تو قائم کرو زکوٰۃ تو دو' ابھی جہاد سے ہاتھ روکو۔ پھر جب عنقریب ہی جہاد فرض ہوگیا اور ان کے دلوں میں کفار کا خوف اتنا زبردست پیدا ہوگیا جتنا کہ مسلمانوں کے دلوں میں خوف خدا زبردست ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ مسلمانوں کو رب تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اس سے رحمت کی امید بھی ہے انہیں کفار سے خالص اور نرا خوف ہے اور اسلام پر اعتراض کرنے لگے کہ ہماری زندگی میں جہاد کیوں فرض ہوگیا ہمارے بعد ہوا ہوتا۔ صحابہ کرام کی زبان سے اس طرح کا جملہ نہیں نکل سکتا تھا وہ تو اس دار فنا کو الوداع کہہ کر آخرت کی ابدی نعمتوں سے ہمکنار ہونے کے لئے ہر وقت بے تاب رہا کرتے تھے۔ اے حبیب ان منافقوں سے فرمادو کہ تم دُنیا کے دِلدادہ ہو' جو بہت تھوڑی ہے اگر تم مخلص مومن متقی بن جاؤ تو آخرت تمھارے لئے دُنیا سے کہیں بہتر ہے اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔ تمہاری کوئی نیکی برباد نہ ہوگی۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) زکوٰۃ کی فرضیت جہاد کی فرضیت سے پہلے ہے ۔ نماز و زکوٰۃ میں اپنے نفس کی اصلاح ہے اور جہاد میں دوسروں کی اصلاح ۔ اپنی اصلاح دوسروں کی اصلاح سے پہلے ہونا ضروری ہے نیز نماز میں رب تعالیٰ کی تعظیم ہے اور زکوٰۃ میں مخلوق پر مہربانی ۔ جہاد میں دوسروں پر سختی ہے یقیناً وہ دونوں چیزیں جہاد سے پہلے ہونی چاہیں ۔

(☆) نماز زکوٰۃ جہاد سے افضل ہے ہاں بعض سخت حالات میں جہاد نماز سے مقدم ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں جہاد کی وجہ سے چند نمازیں قضا فرمادیں ۔

(☆) دُنیا کتنی بھی زیادہ ہو مگر آخرت یعنی جنت کے مقابل میں بہت تھوڑی ہے ۔ دُنیا فانی ہے جنت باقی ' دُنیا مصیبتوں سے گھیری ہوتی ہے جنت ان سے صاف ' دُنیا مشکوک ہے نہ معلوم ہم اس دنیا سے فائدہ اٹھا سکیں تا نہیں ۔ کل ہی فنا ہو جائیں ۔ جنت کی نعمتیں یقینی ۔

(☆) مسلم شریف نے حضرت مستورا بن شداد سے روایت کی فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ دُنیا آخرت کے مقابل ایسی ہے جیسے کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈالے جس سے وہ بھیک جائے تو جو نسبت تری کو سمندر سے ہوگی وہ ہی نسبت دُنیا کی آخرت سے ہے ۔ (خازن)

(☆) مومن کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے مگر کافر کے لئے دُنیا ' آخرت سے کہیں زیادہ آرام دہ ہے کہ وہ یہاں آرام سے ہے پھر دوزخ میں مصیبت اٹھائے گا ۔

(☆) منافقین پر جہاد بہت بھاری ہے وہ اس سے بہت ہی گھبراتے ہیں جان چراتے ہیں

(☆) منافقین کے دل میں اللہ کا خوف کم ہوتا ہے انسانوں کا خوف زیادہ ۔

(☆) مومن رب کے احکام بغیر چوں و چرا مان لیتا ہے مگر منافق عمل تو کرتا نہیں ' جرح زیادہ کرتا ہے یہ کیوں ہوا ' کیسے ہوا ۔

منافقین ہر پسپائی اور تنگی کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں

Hypocrites tell 'bad reaches' from the Prophet

منافقین کا شیوہ یہ ہے کہ اگر جنگ میں فتح ونصرت ہو یا عام حالات خوشگوار ہوں' کثرت پیداوار ہو' ارزانی وغیرہ ہو اور جب تک انہیں سہولتیں اور عشرتیں ملتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اگر اُن کی اپنی کمزوری سے پسپائی ہو یا غلہ گراں ہو جائے یا باغات اچھی طرح نہ پھیلیں تو اس وقت سارا الزام اللہ کے رسول پر دھرتے ہیں کہ معاذ اللہ اُن کی بے تدبیری کی وجہ سے پسپائی ہوئی ہے یا اُن کے اور اُن کے صحابہ کے ایسے قدم آئے ہیں کہ ہر چیز سے برکت ہی اٹھ گئی ہے اور ایسی سختیاں آ رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے عقل کے اندھو۔ ہر کام کا فاعل حقیقی اور مسبب الاسباب تو اللہ تعالیٰ ہی ہے گرانی ہو یا ارزانی' قحط ہو یا فراوانی' رنج ہو یا راحت' آرام ہو یا تکلیف' فتح ہو یا شکست...... حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تم میرے محبوب پر کیوں الزام لگاتے ہو۔

﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا﴾ (النساء/۷۸)

'جہاں کہیں تم ہو گے آ لے گی تمھیں موت اگر چہ (پناہ گزیں) ہو تم مضبوط قلعوں میں اور اگر پہنچے انھیں کوئی بھلائی تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر پہنچے انھیں کوئی تکلیف تو کہتے ہیں یہ آپ کی طرف سے ہے (اے میرے رسول) آپ فرمایئے سب اللہ کی طرف سے ہے۔ تو کیا ہو گیا ہے اُس قوم کو' بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے'

Wherever you may be, death will overtake you, though if you be in strong forts. And if some good reaches them, then they say, 'this is from Allah and if some bad reaches them, then say, this has come from you. Say you, 'All is from Allah. then what happened to them, they seem not to understand anything.

منافقین و یہود نے شہداء احد کے متعلق کہا کہ اگر یہ لوگ ہمارا کہنا مانتے اور غزوہ احد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے' دل میں تو وہ لوگ ان کی شہادت پر خوش تھے مگر زبان سے اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ کہتے تھے۔ اُن کی تردید میں ﴿**اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ**﴾ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن وروح البیان)

زمین مدینہ منورہ بہت سرسبز شاداب پھل فروٹ کا مخزن تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ پاک میں رونق افروز ہوئے اور یہود مدینہ کو دعوت اسلام دی تو اکثر یہود نے سرکشی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور اُن میں سے بعض لوگ تقیہ کر کے کلمہ پڑھ کر مسلماوں میں گھس آئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہچانے لگے جس کی سزا میں کبھی وہاں وقت پر بارش نہ ہوتی' کبھی پھل کم ہوتے' جیسے کہ گزشتہ امتوں کا حال ہوتا رہا ہے تو مردود یہودی اور منافقین بولے کہ نعوذ باللہ ان صاحب (محمد رسول اللہ علیہ وسلم) کے قدم آنے سے ہمارے ہاں کی خیر و برکت کم ہوگئی یہ سب مصیبتیں اُن کی آمد سے ہوئیں۔ اُن کی تردید میں یہ آیت کریمۃ ﴿**وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ حَدِیۡثًا**﴾ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر' خازن' مدارک' بیضاوی' روح المعانی) خیال رہے کہ ایسی بکواس گزشتہ امتوں نے اپنے انبیاء کرام کے متعلق کی تھی چنانچہ فرماتا ہے ﴿**وان تصبهم سيئة يطيروابموسٰى ومن معه**﴾ اور صالح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے ﴿ **قالوا تطير يابك وبمن معك**﴾ ہر زمانے کے کفار کی بکواس قریبًا یکساں رہی۔ اب بھی بعض کفار' مسلمانوں

کو منحوس کہتے ہیں بلکہ بعض جاہل مسلمان نمازی پرہیزگار متقی مسلمان کو منحوس اور اُن کے نیک اعمال کو نحوست کہتے ہیں یہ سب ان ہی شیاطین کا ترکہ ہے۔

اے منافقین و یہود تم غازیاں و شہدا احد پر زباں ملامت کیوں دراز کرتے ہو اور کیوں کہتے ہو کہ اگر یہ لوگ میدان جنگ میں نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے زندہ رہتے، ہر شخص کی موت کا وقت، موت کی جگہ مقرر ہے کوئی اس سے کسی تدبیر کسی حیلہ سے بچ نہیں سکتا، تم جہاں کہیں رہو اپنے وقت پر تم کو موت ضرور پہنچے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں یا آسمان کے برجوں میں پہنچ جاؤ۔ زندگی کے لئے کتنے ہی حفاظت کے سامان بنالو مگر مروگے ضرور۔

اے محبوب صلی علیہ وسلم ان منافقوں، یہودیوں کا کفر و عناد، اور آپ سے حسد و انکار یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ جب انہیں کوئی دل خوش کن چیز میسر ہو جیسے ارزانی، فراخی، زیادہ پھل وغیرہ تو وہاں براہ راست میرا نام لے کر کہتے ہیں کہ یہ تو ہم کو رب کی طرف سے ملی۔ حضور صلی علیہ وسلم کی برکت وغیرہ کو اس سے کوئی تعلق ہیں۔ حالانکہ آپ کے قدم کی برکت سے زمین مدینہ، یثرب یعنی **دار الوبا** تھی وہ طیبہ و **دار الشفاء** بن گئی۔ یہاں کی آب و ہوا میں تبدیلی ہو گئی مگر یہ اس کے منکر ہیں۔ یہاں توحید کی آڑ لے کر کہتے ہیں کہ خدا نے ہم کو یہ نعمتیں دیں، لیکن جب ان پر کوئی آفت آئے مثلاً وقت پر بارش نہ آئے یا پھل وغیرہ میں کمی ہو جائے یا گرمی آجائے تو کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آئی۔ جب سے مدینہ پاک میں تشریف لائے یہاں کی خیر و برکت اڑ گی یا اگر غزوہ بدر میں فتح ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کے کرم سے ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اس میں شامل نہیں۔ اور اگر جنگ احد میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوئی، نہ یہ ہم کو میدان احد میں لے جاتے نہ یہ نوبت آتی۔ آپ ان کی تردید میں فرمادو کہ ہر خیر و شر، راحت و رنج، گرانی و ارزانی، فتح و شکست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے اگر چہ اللہ کی نعمتوں میں اس کے مقبول بندوں کی برکت شامل ہوتی ہے اور اللہ کی بھیجی مصیبتوں میں تم لوگوں کی غلطیوں، نافرمانیوں کو دخل ہوتا ہے۔ ان

بے وقوفوں کو کیا ہو گیا کہ اتنی ظاہر بات نہیں سمجھتے بلکہ سمجھنے کے قریب بھی نہیں ہوتے ۔ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں جو صرف آواز سنتا ہے سمجھتا کچھ نہیں ۔ بلکہ ان سے بھی بدتر کہ جانور مالک کی آوازوں' اشاروں پر عمل کر لیتے ہیں یہ اتنا بھی نہیں کرتے ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کوئی زندہ موت سے بچ نہیں سکتا ۔ اس کے متعلق کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی' لہذا موت سے بچنے کی کوشش نہ کرو بلکہ موت کی تیاری کرو ۔ جتنا یہاں رہنا ہے اتنی یہاں رہنے کی فکر کرو اور آخرت میں جتنا رہنا ہے اتنی وہاں کی فکر کرو ۔

(☆) موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے اسی وقت اسی جگہ پہنچے گی لہذا اس کے خوف سے جہاد سے ڈرنا سخت غلطی ہے ۔ جب جان جانی ہی ہے تو بہتر ہے کہ راہ مولیٰ میں جائے ۔ جب موت آنی ہے تو بہتر ہے کہ شہادت کے لباس میں آئے ۔ مہینوں بیمار رہ کر بستر پر ایڑیاں رگڑ کر جان دینے سے بہتر ہے کہ اللہ کی راہ میں جان جائے جو پانچ منٹ میں فیصلہ کر دیتی ہے

(☆) منافق اور کافر اگر بظاہر اچھی اور درست بات بھی کہیں تو ان کی نیت فاسد ہی ہوتی ہے اور ان کی وہ بات عین کفر ہوتی ہے دیکھو بھلائی پہنچنے پر یہ لوگ اللہ کا نام لیتے تھے کہ یہ رب کی طرف سے ہے بات ٹھیک تھی مگر ان کی نیت خراب تھی ۔ وہ حضور ﷺ کے توسل آپ کی برکتوں کے انکار کی نیت سے یہ کہتے تھے لہذا اُن کے اس قول کو بھی رب تعالیٰ نے فرمایا **انهم لكادبون** یہ بڑے جھوٹے ہیں کیونکہ ان کی نیت خراب ہے زمانہ فاروقی میں ایک امام حضور ﷺ کی اہانت کی نیت سے ہر رکعت میں ہر نماز میں سورۂ ﴿**عَبَسَ وَتَوَلّٰی**﴾ ہی پڑھا کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے کافر قرار دیا اور قتل کرا دیا ۔ (تفسیر کبیر)

آج بھی بدعقیدہ افراد کا یہی دستور ہے کہ اُن کا قرآن وحدیث پڑھنا پڑھانا بُری نیت سے ہے ۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ یہ نماز میں بھی وہی آیتیں پڑھتے ہیں جن میں حضور ﷺ کی یہ تو ہین سمجھتے ہیں ۔ ان بدعقیدہ خبیثوں کو سورہ حجرات' طٰہٰ اور سورۂ فتح ...... وغیرہ یاد ہی نہیں ہوتیں ۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں آیا کہ وہ قرآن پڑھیں گے قرآن اُن پر لعنت کرے گا۔ جب قرآن لانے والے کی عظمت دل میں نہ ہو تو قرآن پڑھنا بیکار ہے۔ قرآن پڑھنا پڑھانا' چھونا' دیکھنا' سننا سب عبادت ہے مگر جب کہ اچھی نیت سے ہو۔ بُری نیت سے یہ تمام کام گناہ بلکہ کبھی کفر ہوتے ہیں۔ مسجد میں آنا عبادت ہے مگر اچھی نیت سے' جوتی چرانے کی نیت سے مسجد جانا گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ثابت کرنے کے لئے قرآن پڑھنا بے دینی ہے۔

(☆) جمال مصطفوی ایک ہے مگر دیکھنے والی آنکھیں مختلف' اُس زنانہ پاک میں صدیقین تو کہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ہمارا یثرب مدینہ شریف بن گیا یہاں کی خاک شفا' یہاں کی آب وہوا علاج ہو گئے' مگر منافقین و یہود یعنی زندیق کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے مدینہ کی برکتیں اڑ گئیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے　　　بے نور تھا فرد کا ستارہ ترے بغیر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا:

کوئی جان بس کے مہک رہی کسی دل میں اس سے کھٹک رہی
نہیں اس کے جلوے میں یک رہی کہیں پھول ہے کہیں خار ہے

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی فرماتے ہیں

کعبہ کی رونق اُن کے قدم سے　　　طیبہ کی زینت اُن ہی کے دم سے
دھوم ہے ان کی کون ومکاں میں　　　کعبہ ہی کیا ہے سارے جہاں میں

حضور ﷺ کے دم قدم سے مدینہ کے باشندے آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔ حضور ﷺ کے دم سے مدینہ تمام دنیا کا ملجاو ماوی بن گیا۔ حضور ﷺ کی وجہ سے مدینہ کی صدہا تاریخیں لکھی گئی اور یہ تاریخی مقام ہو گیا۔ حضور ﷺ کی وجہ سے مدینہ کی تعریف میں ہزار ہا قصیدے لکھے گئے کسی شہر کو یہ عزت نہ ملی۔ حضور ﷺ کی وجہ سے مدینہ کی طرف تمام مخلوق کھچنے لگی حضور ﷺ کے قدم سے مدینہ کو مدینہ منورہ کہا جانے لگا یہ سب بہاریں ان کے دم قدم کی ہیں۔

(☆) کسی مصیبت یا آفت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ اُن کی وجہ سے یا ہم نے جوان کی غلامی اختیار کی کہ ہم مسلمان ہو گئے اس سے یا نماز کی وجہ سے یہ آفات آئیں یہ کفر ہے۔ رب تعالیٰ نے اس قول کو یہود و منافقین کی کفریہ عبارات میں شمار فرمایا۔ مسلمانوں کو بہت احتیاط چاہیے بعض لوگ غلطی سے ایسی بیہودہ باتیں کہہ دیتے ہیں۔

ایک عبرتناک واقعہ :

﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت جہاد سے رُکنے والوں کے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر موت سے بھی بچ سکتے وہیں موت آئے گی، جب یہ بات ہے تو تمھارا جہاد سے مہ پھیرنا بیکار ہے۔ حافظ بن کثیر نے اس آیت کے ذیل میں ایک عبرتناک واقعہ بروایت ابن جریر ابن ابی حاتم عن مجاہد لکھا ہے کہ پہلی امتوں میں ایک عورت تھی اس کو جب وضع حمل کا وقت شروع ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، تو اس نے اپنے ملازم کو آگ لینے کے لئے بھیجا، وہ دروازہ سے نکل ہی رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی ظاہر ہوا اور اس نے پوچھا کہ یہ عورت کیا جنی ہے؟ ملازم نے جواب دیا کہ ایک لڑکی ہے تو اس آدمی نے کہا کہ آپ یاد رکھئے۔ یہ لڑکی ۱۰۰ سو مردوں سے زنا کرے گی اور آخر ایک مکڑی سے مرے گی۔ ملازم یہ سن کر واپس ہوا اور فوراً ایک چھری لے کر اس لڑکی کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور سوچا کہ اب یہ مرگی ہے تو بھاگ گیا، مگر لڑکی کی ماں نے ٹانکے لگا کر اس کا پیٹ جوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ لڑکی جوان ہو گئی اور خوب صورت اتنی تھی کہ اس شہر میں وہ بے مثال تھی اور اس ملازم نے بھاگ کر سمندر کی راہ لی، اور کافی عرصہ تک مال و دولت کماتا رہا، اور پھر شادی کرنے کے لئے واپس شہر آیا، اور یہاں اس کو ایک بڑھیا ملی، تو اس سے ذکر کیا کہ میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس سے زیادہ خوبصورت اس شہر میں اور کوئی نہ ہو، اس عورت نے کہا کہ فلاں لڑکی سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں ہے آپ اسی سے شادی کرلیں۔ آخر کار کوشش کی اور اس سے

شادی کرلی تو اس لڑکی نے مرد سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں لیکن ایک لڑکی کا میں پیٹ چاک کر کے بھاگ گیا تھا' پھر اس نے پورا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر وہ بولی کہ وہ لڑکی میں ہی ہوں۔ یہ کہہ کہ اس نے اپنا پیٹ دکھایا' جس پر نشان موجود تھا۔ یہ دیکھ کر اس مرد نے کہا کہ اگر تو وہی عورت ہے تو تیرے متعلق دو باتیں بتلاتا ہوں۔ایک یہ کہ تو (۱۰۰) سو مردوں سے زنا کرے گی اس پر عورت نے اقرار کیا کہ ہاں مجھ سے ایسا ہوا ہے لیکن تعداد یاد نہیں۔مرد نے کہا کہ تعداد سو ہے دوسری بات یہ کہ تو مکڑی سے مرے گی۔ مرد نے اُس کے لئے ایک عالی شان محل تیار کرایا جس میں مکڑی کے جالے کا نام تک نہ تھا۔ ایک دن اسی میں لیٹے ہوئے تھے کہ دیوار پر ایک مکڑی نظر آئی عورت بولی' کیا مکڑی یہی ہے جس سے تو مجھے ڈراتا ہے؟ مرد نے کہا ہاں۔ اس پر وہ فوراً اٹھی اور کہا کہ اُس کو تو میں فوراً ماردوں گی۔ یہ کہہ کر اس کو نیچے گرایا اور پاؤں سے مسل کر ہلاک کر دیا۔ مکڑی تو ہلاک ہوگئی لیکن اُس کے زہر کی چھینٹیں اُس کے پاؤں اور ناخنوں پر پڑ گئیں جو اُس کی موت کا پیغام بن گئیں۔ (ابن کثیر)

یہ عورت صاف ستھرے شاندار محل میں اچانک ایک مکڑی کے ذریعہ ہلاک ہوگئی اس کے بالمقابل کتنے آدمی ہیں کہ عمر بھی جنگوں اور معرکوں میں گزار دی وہاں موت نہ آئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اسلام کے سپاہی اور جرنیل معروف ومشہور ہیں اور سیف اللہ اُنکا لقب ہے پوری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد میں مصروف رہے اور ہزاروں کافروں کو تہہ تیغ کیا۔ ہر خطرے کی وادی کو بے خوف وخطر عبور کیا اور ہمیشہ یہی دُعا کرتے تھے کہ میری موت عورتوں کی طرح چار پائی پر نہ ہو بلکہ ایک نڈر سپاہی کی طرح میدان جہاد میں ہو' لیکن آخر کار اُن کی موت بستر پر ہی ہوئی۔اس سے معلوم ہوا کہ زندگی اور موت کا نظام قادر مطلق نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا ہے جب وہ چاہے تو آرام کے بستر پر ایک مکڑی کے ذریعہ ماردے اور بچانا چاہے تو تلواروں کی چھاؤں میں بچالے۔

پختہ مضبوط گھر تعمیر کرنا توکل کے خلاف نہیں : ﴿وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

اس آیت میں کہا گیا کہ موت تم کو بہر کیف پہنچ کر رہے گی اگر چہ تم مضبوط محلوں میں ہی کیوں نہ ہو۔ موت ایک حتمی چیز ہے اور جب انسان کی مدت حیات پوری ہو جائے تو اس کو موت بہر حال آلیتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رہنے سہنے اور مال واسباب کی حفاظت کے لئے مضبوط وعمدہ تعمیر کرنا نہ خلاف توکل ہے اور نہ خلاف شرع ہے۔ (قرطبی)

اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لئے اسباب مہیا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خندقیں کھدوائیں اور صحابہ کرام زرہ پہن کر لڑتے تھے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے لیکن ان میں سے کوئی چیز انسان کو موت سے بچا نہیں سکتی۔ (تبیان القرآن)

منافقین اطاعت وتسلیم کا دعوی کرتے ہوئے سازشیں کرتے ہیں

Hypocrites make plans in the night against Muslims

منافقین کا طرز عمل اور دورُخی پالیسی(Dual policy / Double standard)
یہ ہے کہ وہ نہ سچے دل سے حضورﷺ کی رسالت کے قائل تھے اور نہ ہی قرآن کو کتاب اللہ یقین کرتے ہیں۔ منافقوں کا رویہ یہ تھا کہ بظاہر تو اطاعت وتسلیم کا اقرار کرتے اور دَر پردہ سازشوں کے جال بُنا کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی کارسازی کا کرشمہ دُنیا بھر نے دیکھا کہ دشمنوں کی ساری سازشیں تارِعنکبوت (مکڑی کے تار) سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوئیں اور جو فتنہ اور شورش انھوں نے رسول کریمﷺ کو ناکام کرنے کے لئے برپا کی وہ خود اُن کی ہلاکت و رُسوائی کا باعث بنی۔ منافقین مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں حاضر رہتے تو کہتے کہ حضور ہم بالکل فرمانبردار ہیں آپ جو حکم دیں ہم ماننے کو تیار ہیں مگر گھروں میں جا کر اُس کے خلاف باتیں کرتے۔ اُن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن)

﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ۚ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

(النساء/۸۱) 'اور کہتے ہیں ہم نے حکم مان لیا اور جب باہر نکلتے ہیں آپ کے پاس سے تو رات بھر مشورہ کرتا ہے ایک گروہ اُن میں سے اس کے برعکس جو آپ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ راتوں کو سوچا کرتے ہیں پس رُخ (انور) موڑ لیجئے اُن سے اور بھروسہ کیجئے اللہ پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (آپ کا) کارساز'

And they say, 'We obeyed, but when they go forth from your presence, then a group of them makes plan in the night

against what they had said; and Allah writes down their night plans, then O beloved ! you, overlook them and trust in Allah. And Sufficient is Allah as a Disposer of affairs.

یہ منافقین ایسے بد باطن ہیں کہ آپ کی مجلس پاک میں آپ سے اور آپ کے مخلص صحابہ سے نہایت معصومیت کے لہجہ میں کہتے ہیں کہ حضور ہمارا کام صرف آپ کی اطاعت ہے ہم نے تو سواء آپ کی فرمانبرداری کے اور کچھ سیکھا ہی نہیں' مگر جب آپ کی مجلس سے باہر جاتے ہیں اور آپس میں جمع ہوتے ہیں جہاں آپ اور آپ کے مخلص صحابہ سے کہہ گئے تھے اس کے خلاف تدبیریں سوچتے منصوبے گانٹھتے ہیں مگر سب نہیں بلکہ اُن کسے سردار' باقی عام منافقین اُن کی بتائی ہوئی تدبیروں پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی یہ تدبیریں اُن کے نامہ اعمال یا قرآن کریم لکھ رہا ہے جس پر انھیں سزا دی جائے گی یا آئندہ رسوا کیا جائے گا۔ اے محبوب جب ہم اُن کا انتظام فرمارہے ہیں تو آپ اُن کی فکر نہ فرمادیں ان سے چشم پوشی کریں۔ابھی اُن کا پردہ چاک نہ کریں یا کبھی اُن پر تلوار کا جہاد نہ فرمادیں آپ تو اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کریں وہی اچھا کارساز ہے جب وہ آپ کا حامی ہے تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ منافق لوگ بجائے سازشیں کرنے' خفیہ تدبیریں سوچنے کے قرآن کریم میں تدبر اور غور وخوص کیوں نہیں کرتے' اور جو وقت ان سازشوں میں گزارتے ہیں وہ اس نیک کام میں کیوں نہیں صرف کرتے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) قول وعمل میں مطابقت نہ ہونا کہ باتیں اچھی ہوں اور عمل اس کے خلاف منافقت کی علامت ہے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کے خلاف سوچنا منافقین کا عمل ہے ان کی اطاعت آنکھ بند کر کے کرنی چاہئے۔

(☆) ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ جب منافقین

حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے آتے تو کہتے کہ ہم نے آپ کا حکم قبول کیا اور جب واپس جاتے تو آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے کے لئے مشورے کرتے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کو سخت کوفت ہوتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی کہ اُن کی پروانہ کیجئے۔ آپ اپنا کام اللہ کے بھروسہ پر کرتے رہیں' کیونکہ وہ آپ کے لئے کافی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کا پیشوا اور رہنما ہو' اُسے طرح طرح کی دشواریوں سے گذرنا پڑتا ہے لوگ طرح طرح کے الٹے سیدھے الزامات اس کے سر ڈالیں گے۔ دوستی کے روپ میں دشمن بھی ہوں گے ان سب چیزوں کے باوجود اس رہنما کو عزم و استقلال کے ساتھ اللہ کے بھروسہ پر اپنے کام سے لگن ہونی چاہئے۔ اگر اس کا رخ اور نصب العین صحیح ہوگا تو ان شآء اللہ ضرور کامیاب ہوگا۔

مسلمانوں کو کافر بنانے کی سازش

Wish to make Muslims 'Disbelivers'

منافقین کے کفر وفسوق کا یہ حال ہے کہ وہ مسلمانوں کو بھی دولت ایمان سے محروم کر کے اپنے ساتھ ملانے کی تدبیر سوچ رہے ہیں۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ (النساء/۸۹)

'وہ دوست رکھتے ہیں اگر تم بھی کفر کرنے لگو جیسے انھوں نے کفر کیا (وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہیں) تا کہ تم سب یکساں ہو جاؤ پس نہ بناؤ تم ان سے اپنے دوست یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کی راہ میں، پس اگر وہ (ہجرت سے) منہ موڑیں تو پکڑ لو انھیں اور قتل کر وانھیں جہاں کہیں پاؤ ان کو اور نہ بناؤ اُن سے (کسی کو) اپنا دوست اور نہ مددگار۔'

They wish that you should also become disbelievers as they became disbelievers, so that you may all become equals, then take not anyone of them as your friend unless they leave their homes and hearths in the way of Allah, again if they turn faces, then seize them and kill them wherever you find them and take not any of them as frineds or helpers.

شانِ نزول :

بعض لوگ مدینہ منورہ آئے اور بظاہر مسلمان ہو کر وہاں رہنے لگے، کچھ روز بعد بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں عرض کرنے لگے کہ مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہیں، ہم کو اجازت دی جائے کہ ہم میدان بدر میں چلے جائیں تا کہ وہاں کی آب وہوا موافق رہے۔

اجازت دے دی گئی۔ وہ لوگ کچھ دن بدر میں ٹھہر کر مکہ معظّمہ پہنچ گئے اور کفارِ مکہ سے مل گئے۔ جب مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی تو صحابہ کرام میں ان کے متعلق بحث ہوئی۔ بعض نے کہا وہ آب و ہوا کی وجہ سے گئے ہیں وہ کلمہ گو تھے ہمیں شک نہ کرنا چاہئے اور اُن کو قتل نہ کرنا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ منافق تھے اب کافروں سے مل کر مرتد ہو گئے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (روح البیان)

دوسری روایت یہ ہے کہ ایک جنگ میں منافقین کی ایک جماعت حضور ﷺ کے ساتھ جانے سے رُک گئی۔ اُن کے معاملہ میں صحابہ کرام کے دو گروپ ہو گئے۔ ایک گروپ قتل پر مُصر تھا اور دوسرا قتل کے خلاف۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا کہ اُن کا صحیح راستہ سے اندھا ہو جانا اور حضور ﷺ کی معیت میں جانے سے محروم رہنا' اُن کے کفر و ارتداد کی دلیل ہے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کے باعث تو کھلم کھلا اسلام سے نکل چکے۔ اب مسلمانوں کو بھی ان کے کفر میں اختلاف نہ کرنا چاہئے اور ان سے ترک موالات کرنا لازمی ہے خواہ وہ ایمان کا مظاہرہ ہی کر رہے ہوں تا آنکہ وہ ہجرت کریں اور گھر بار چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل کر اپنا ایمانی ثبوت دیں اور ہجرت کے بعد اس ایمان پر قائم رہیں۔ اس سے ورے ورے تم سے دوستی کا دعویٰ کریں اور مسلمانوں کی نصرت کا بھی دعویٰ کریں تو اُن کی مدد قبول نہ کرو (تفسیر الحسنات)

اے مسلمانو تم اپنے سیدھے پن سے ان مرتدوں کی کلمہ گوئی سے دھوکہ کھا رہے ہو اور انہیں مسلمان سمجھے بیٹھے ہو۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ پہلے ہی کلمہ پڑھ کر تمھارے ساتھ اس لئے شامل ہوئے تھے کہ تم میں گھل مل کر تم کو کافر بنالیں یا اب وہ اس تمنا و آرزو میں ہیں کہ تم بھی اُن کی طرح کافر ہو جاؤ تو تم اور وہ کفر میں برابر ہو جاؤ' لہذا ہوشیار رہو' انہیں اس وقت تک دوست نہ جانو جب تک کہ وہ ایمان لا کر اخلاص کے ساتھ مدینہ پاک کی طرف ہجرت نہ کریں کہ یہ اخلاص والی ہجرت اُن کے ایمان کی دلیل ہو گی اگر وہ ایمان و ہجرت سے منہ موڑیں اس طرف توجہ نہ کریں تو تم آئندہ انہیں جہاں بھی پاؤ حل میں یا حرم میں جنگ کی

حالت میں یا اس کے علاوہ انہیں پکڑو اور مار دو' انہیں دوست بناؤ نہ مددگار۔ یعنی ان سے کسی کام میں مدد نہ لو۔

تمام مفسرین کے نزدیک مرتد سے صلح ہرگز درست نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلیمہ کذاب اور اس کے متبعین سے صلح نہ کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منکرین اور مسلیمہ کذاب کے متبعین پر صرف جہاد کیا۔ اُن کے دل میں ان مردودوں سے صلح کرنے کا وہم بھی نہ آیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی پاک اس آیت کی زندہ جاوید بولتی تفسیر ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کافر' مرتد' بدمذہب کو دوست بنانا حرام ہے اگرچہ وہ بے دین کلمہ ہی پڑھتا ہو۔

(☆) اگر کوئی کلمہ گو علامتِ کفر اختیار کرے تو کافر ہوگا۔ خیال رہے کہ علامتِ کفار اور ہے علامتِ کفر کچھ اور۔ علامتِ کفار' مسلمان کو اختیار کرنا حرام ہے۔ علامت کفر اختیار کرنا کفر ہے۔

(☆) کفار کو دوست بنانا حرام ہے اگرچہ وہ ہمارے قرابتدار اور ہم قوم' ہم ملک ہی کیوں نہ ہوں۔

(☆) مسلمانوں کی قوت ایمانی کفار کے دِلوں میں رُعب کا سبب بن جاتی ہے اور یہ رُعب اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے۔ لوگ اپنی ہیبت لوگوں کے دِلوں میں قائم کرنے کے لئے بڑے ظلم وستم ڈھاتے ہیں اور صدہا ناجائز تدبیریں کرتے ہیں لیکن اگر سچے مسلمان متبع سنت بن جائیں تو ان شآء اللہ اُن کی ہیبت انسان کو کیا جانوروں کے دِلوں میں بھی واقع ہو جائے اور وہ دنیا پر بادشاہت کریں۔

منافقین کیلئے دَردناک عذاب ہے

Painful torment for Hypocrites

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ (النساء/۱۳۸)

’ خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے دَردناک عذاب ہے‘ (کنزالایمان)

Give glad tidings to the hypocrites that for them is the painful torment.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یا اے قرآن پڑھنے والو۔ منافقوں کو یہ خوشخبری تو سنا دو کہ اُن کے لئے مرتے وقت قبر میں بہت ہی دَردناک عذاب ہے۔ مرتے وقت جانکنی سخت کفر پر جان نکلنا' قبر میں حشر میں امتحان میں ناکامی' فرشتوں کی مار' قبر کی دہشت وحشت گرمی تنگی اور دوسرے عذاب قیامت کی گھبرہٹ وہاں کی دھوپ' شدت رُسوائی' پھر دوزخ کے نیچے طبقہ میں نہایت ذلت وخواری کے ساتھ پھینکا جانا' تمام کفار کا خون پیپ فضلہ وغیرہ کھانا پینا سب کچھ ہی اُن کے لئے ہے۔ خیال رہے کہ عذاب اور چیز ہے اور عذاب کا رنج والم محسوس ہونا کچھ اور۔ آپریشن میں تکلیف ہوتی مگر انجکشن دینے سے اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ مصری عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہوکر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے' کھال گوشت ہڈی کٹنے کی تکلیف ہوئی مگر اس کا احساس نہ ہوا' اس لئے انہوں نے ہائے وائے نہ کی۔ کفار ومنافقین کو دوزخ میں عذاب بھی ہوگا اور عذاب کا دلی احساس بھی۔ بعض گناہ گار مومنوں کو اگر چہ عذاب ہوگا مگر اُن کے دِلوں میں کفار کی طرح احساس نہ ہوگا اس لئے عذاب الیم کو کفار ومنافقین سے خاص فرمایا گیا ہے۔ مومن گناہگار کے دل میں نور ایمانی ہے جس سے وہاں احساس تکلیف نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ کافر کے دل میں وہ نور نہیں جس سے اسے احساس بہت ہی ہوگا بعض مومنوں کو دُنیاوی تکالیف کا احساس نہیں ہوتا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافقوں کو دوزخ میں بمقابلہ کھلے کافروں کے زیادہ سخت عذاب ہوگا کیونکہ دُنیا میں اُن کا کفر بھی سخت تر تھا۔

(☆) کفار و منافقین کے لئے دُنیا کا دَردناک عذاب یہ ہے کہ اُنھیں دِل کا اطمینان و چین نصیب نہیں ۔ ہر دم فکر ہے کہ کہیں ہمارا نفاق نہ کھل جاے۔ نیکی قبول نہیں ۔ اسلامی تبرکات ان کے لئے مفید نہیں ۔ دیکھو عبداللہ ابن ابی کو نہ تو حضور ﷺ کے لعاب شریف نے فائدہ دیا نہ چادر شریف نے' یہ ہے اُن پر دُنیاوی عذاب۔

(☆) منافقین کے لئے دَردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے اور اس رنج وہ خبر کو لفظ بشارت سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا گیا کہ ہر انسان اپنے مستقبل کے لئے خوشخبری سننے کا منتظر رہا کرتا ہے مگر منافقین کے لئے اس کے سوا کوئی خبر نہیں' اُن کے لئے بشارت کے عوض میں یہی خبر ہے

منافقین فائدے حاصل کرنے کے لئے کفار سے دوستی کرتے ہیں

Hypocrites seek honour with Infidels

منافقین، کفار کے ساتھ اس لئے محبت بڑھاتے ہیں کہ وہ دیکھتے تھے کہ ان مسلمانوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ نہ دولت، نہ شوکت اور ہر لحہ دشمن کے حملوں کے سیلاب میں بہہ جانے کا خدشہ۔ اور کافروں کے پاس دولت وثروت کے علاوہ قوت وشوکت بھی ہے اُن سے روابطہ پیدا کر کے ہم عزت حاصل کر سکتے ہیں۔انھیں بتایا جارہا ہے کہ یہ سب تمھاری خام خیالیاں ہیں۔ عزت عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ رب العزت ہے ابھی چند دنوں میں تمھیں پتہ چل جائے گا کہ کس کا آفتاب اقبال دُنیا بھر کو منور کرتا ہے اور کن کے قدموں میں دولت آئے گی۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (النساء/۱۳۹)

'وہ منافق جو بناتے ہیں کافروں کو (اپنا) دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر، کیا وہ تلاش کرتے ہیں ان کے پاس عزت؟ تو (وہ سُن لیں) عزت تو صرف اللہ کے لئے سب کی سب۔'

Those who take infidels for friends instead of Muslims. Do they seek honour with them, then all honour is for Allah.

یہ منافق ایسے بے ایمان ہیں کہ مسلمان کے مقابل ہر کافر کو اپنا ولی، دوست مشیر، راز دار، مددگار بناتے ہیں جو مسلمانوں کا دشمن ہو، وہ ان بدنصیبوں کا گہرا دوست ہے۔ مومن کو اولاً کافر سے محبت ہوتی ہی نہیں۔ اگر ہوتی ہو تو دِلی محبت نہیں ہوتی۔مومن کا دل، اللہ رسول کی محبت کے لئے وقف ہے۔ منافقین تمام کفار کو دلی دوست جگری یار بنائے ہوئے ہیں۔کیا یہ لوگ ان کفار کے پاس عزت وعظمت تلاش کرتے ہیں؟ کیا ان کا خیال ہے کہ کفار سے ملنے جلنے میں عزت ملتی ہے؟ مسلمانوں کے ساتھ رہتے میں ذلت وخواری ہے؟

اُن کا یہ خیال بہت غلط ہے ۔ کیونکہ عزت وعظمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہے عزت دے جس سے چاہے عزت چھین لے ۔ حق تعالیٰ نے اس لغو خیال کی حقیقت اس طرح واضح فرمائی کہ تم اُن کے ذریعہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جن کے پاس خود عزت نہیں ۔ عزت جس کے معنی ہیں قوت وغلبہ کے' وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور مخلوق میں سے جس کسی کو بھی کوئی قوت وغلبہ ملتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے تو کس قدر بے عقلی ہوگی کہ عزت حاصل کرنے کے لئے اصل عزت کے مالک اور عزت دینے والے کو تو ناراضی کیا جائے اور اس کے دشمنوں کے ذریعہ عزت حاص کرنے کی کوشش کی جائے ۔

حقیقی عزت وغلبہ رب تعالیٰ کے لئے ہے اس کی عطاء سے بعض بندے بھی عزیز ہیں ۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی عزت وعظمت کا اعلان فرماتا ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (المنافقون/۸) ساری عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے' اُس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے ۔ **The honour is for Allah, and His Messenger and Muslims, but the hypocrites know not.**

حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے یا اُس کا رسول مکرم ﷺ اور اُس کے ماننے والے' جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت وکرامت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ انسانی عزت مال وجاہ سے نہیں' رزق برق لباس میں نہیں ۔ انسان کی عزت ووقار کا راز تو اس کے بلند کردار' اس کی بے داغ سیرت اور مکارم اخلاق میں مضمر ہے جس سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں ۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی عزت کا خطبہ ارشاد ہوا ہے اور ان کے صدقہ میں مسلمانوں کی بھی عزت کا اظہار فرمایا گیا۔ عزت کے معنیٰ ہیں غلبہ اور قوت ۔۔اور واقعہ بھی یہ ہی ہے کہ غلبہ اللہ تعالیٰ کو' اُس کے رسول ﷺ کو' مسلمانوں ہی کو ہے۔۔اور قیامت تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی عزت تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کے بغیر ارادہ نہیں ہوسکتا۔

وہ ہی عظمت والا ہے وہ ہی حقیقی قدرت والا' اُس کی قاہر حکومت ہے وہ ہی سب کا والی اور مددگار ہے جس کو وہ عزت دے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا۔ جس کو وہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اس کی عظمت ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی سب کو فنا' وہ باقی۔ سب اس کے محتاج وہ غنی۔

رسول اللہ ﷺ کی عزت یہ کہ اُن کو خرابی خاتمہ کا ڈر نہیں۔ اُن کو پروردگار نے عزت دی۔ شفاعت دی' اُن کے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمایا۔ رب تعالیٰ اُن کو کافی' اُن کو مخلوق میں سے کسی کی حاجت نہیں بلکہ سب اُن کے حاجتمند ہیں۔ اُن کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اُن کی اہانت رب تعالیٰ کی اہانت ہے۔ اُن کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت' اُن کی مخالفت رب تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ اُن کی ذات' ذات الٰہی کی مظہر' تمام گنہگاروں کو اُن کے دروازہ پاک پر حاضری کا حکم' دنیا کی ہر چیز پر اُن کی حکومت' جانور اور پتھر' درخت وغیرہ اُن کے سلامی' جنّ انسان وفرشتے اُن کے دُعا گو' عالم کے سلاطین اُن کے دروازے کے بھکاری' جبریل امین اُن کے دروازے کے بھکاری' جبریل امین اُن کے دروازے پاک کے خادم' عرش اعظم اُن کا جلوہ گاہ' فرش اُن کا پایہ تخت' بروز قیامت سب کی نگاہ تمنا ان کے ہاتھوں کو تکیں گی۔

غرض کہ میرا کیا منہ جو اُن کی عزت کا کروڑواں حصہ بیان کروں۔ بس اُن کو وہ عزت ملی' جو اُن کا دینے والا رب جانے یا لینے والے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہم تو صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

محبوبیت مصطفیٰ تو دیکھو کہ رب تعالیٰ نے اپنے مشہور اسماء صفاتیہ میں بہت سے غیر خصوصی صفات کے حامل نام اپنے محبوب نبی ﷺ کو عطا فرما دئے جن میں سے چوبیس نام تو قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں۔ اس طرح کہ اگر ایک آیت میں وہی لفظ اللہ تعالیٰ کا نام بنتا تو کسی دوسری آیت میں ظاہراً یا اِشارۃً' لفظاً یا عبارتاً وہی لفظ نبی کریم ﷺ کا نام بن جاتا ہے مثلاً: (۱) قوی (۲) ولی (۳) جواد (۴) حافظ (۵) حق (۶) حکیم

(۷) سمیع (۸) بصیر (۹) شکور (۱۰) شہید (۱۱) رشید (۱۲) ناصر (۱۳) مالک (۱۴) ھادی (۱۵) نور (۱۶) رحیم (۱۷) رؤف (۱۸) اول (۱۹) آخر (۲۰) ظاہر (۲۱) باطن (۲۲) کریم (۲۳) عزیز (۲۴) قریب

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اسماء پاک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھی ہیں نبی پاک کے بھی۔ اور جن سے اللہ تعالیٰ کو بھی پکار سکتے ہیں اور پیارے آقا کو بھی ﷺ۔ مگر یہاں فرق عظیم یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی یہ ذاتی ' دائمی ' قدیمی ' ازلی ' ابدی صفات ہیں اور حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش ہیں۔

مسلمانوں کی عزت یہ ہے کہ جہنم میں ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ ہیں۔ اپنے رب کے سچے بندے اور وفادار رعایا ہیں۔ ان کے سامنے دینی لحاظ سے تمام قومیں ذلیل ہیں اور اگر یہ سچے مسلمان رہیں تو تخت و تاج ان کے لئے ہے ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ تم ہی بلند ہو اگر سچے مسلمان رہو۔

قیامت تک کے لئے ان کا دین باقی ' ان کی کتاب محفوظ ' ان میں اولیاء ' علماء ' غوث و قطب ہر جگہ موجود ' قیامت میں ان کے ہاتھ و منہ اور پاؤں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار اثر وضو سے ' تمام امتوں سے پہلے جنت میں یہ جائیں۔ آدھے جنت کے یہ مالک ' باقی میں ساری امتیں۔

بیت المقدس عیسائیوں ' یہودیوں اور دوسروں اہل کتاب کا قبلہ ہے اور کعبہ معظّمہ صرف مسلمانوں کا قبلہ ' مگر حج کعبہ ہی کا ہوتا ہے نہ کہ بیت المقدس کا ' جس قدر دھوم دھام کہ اس کی ہے اس کی نہیں۔ بیت المقدس کے بنانے والے جنات ' بنوانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام۔

کعبہ معظّمہ تعمیر فرمانے والے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور تعمیر میں امداد دینے والے سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام ہیں اور کعبہ معظّمہ کو آباد فرمانے والے محمد رسول اللہ ﷺ بیت لمقدس میں ہزار ہا انبیاء کرام آرام فرما رہے ہیں مگر مدینہ منورہ میں صرف سید الانبیا ﷺ

جلوہ افروز ہیں۔ مدینہ منورہ میں جس قدر زائرین جاتے ہیں بیت المقدس میں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں۔غرض کہ ہرطرح دینی و دنیاوی عزت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو دی ہے۔ مالدار ہونا یا نہ ہونا' بادشاہ ہونا یا نہ ہونا اس پر عزت کا دارومدار نہیں۔ یہ تو چلتی پھرتی چاندنی ہے۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ ہر مومن عزت والا ہے کسی مسلم قوم کو ذلیل جاننا یا اسے کمین کہنا حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ مومن کی عزت ایمان و نیک اعمال سے ہے روپیہ پیسہ سے نہیں۔ تیسرے یہ کہ مومن کی عزت دائمی ہے فانی نہیں۔اس لئے مومن کی نعش اور قبر کی بھی عزت ہے۔ چوتھے یہ کہ جو مومن کو ذلیل سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے۔ غریب و مسکین مومن عزت والا ہے' مالدار کافر کتے سے بدتر ہے۔

فی زمانہ ایسے لوگوں کی تعداد بھی کثرت سے پائی جاتی ہے جنہیں حضور ﷺ کی محبت واطاعت کا اظہار کرنا شرک و بدعت اور شخصیت پرستی نظر آتی ہے۔ ان بدبخت لوگوں کا ایک ہی مشن ہے کہ نماو روزہ کے ڈھیر لگا لو اور جب اظہار محبت رسول کی باری آئے تو شرک و شخصیت پرستی کی مشین گنیں چلانا شروع کردیتے ہیں۔قرآن حکیم نے ان کی خباثت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (المنٰفقون/٥) اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے تو (انکار کرتے ہوئے) اپنے سر جھٹک دیتے ہیں تو انہیں دیکھے گا (یہ تمہارے پاس آنے سے) رک جاتے ہیں تکبر کرتے ہیں۔

And when it is said to them, 'come, that the Messenger of Allah may ask forgiveness for you, they turn their heads aside, and you see them that they turn aside their faces waxing proud.

عبداللہ ابن ابی وہی بدبخت منافق تھا جو اپنے آپ کو عزت والا اور اہل ایمان کو (معاذ اللہ)

ذلیل کہتا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ن بدبختوں کو ملعون ٹھہرایا اور فرمایا تم کوئی عزتوں کے ٹھیکیدار نہیں۔ ساری عزتیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہیں جن کا قبلہ محبت ذت مصطفیٰ ﷺ ہے' وہ ذات مصطفیٰ ﷺ کو اپنی جان و مال' اپنی عزت و آبرو' اپنی اولاد سے' اپنے ماں باپ سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے　　　اسی میں ہو اگر خامی' تو سب کچھ نامکمل ہے

کفار و مشرکیں کو خود ہی عزت نصیب نہیں۔ اُن کے تعلق سے کسی دوسرے کو کیا عزت مل سکتی ہے اس لئے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **مَنِ اعْتَزَ بِالْعَبِيْدِ اَذَلَّهُ الله** یعنی جو شخص مخلوقات اور بندوں کے ذریعے عزت حاصل کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ حصرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا: **کنتم اقل الناس وفکثرکم بالاسلام وکنتم اذلّ الناس فاعزکم الله بالاسلام منهما تطلبوا العزة بغير الله يذلكم الله** (مستدرک)

یعنی (اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے۔ تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت و شوکت ملی ہے تو خوب سمجھ لو اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو خدا تعالیٰ تم کو ذلیل کرے گا۔

ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ مراد آیت مذکورہ سے یہ ہے کہ کفار و فجار سے دوستی کر کے عزت طلب نہ کرو۔ ہاں مسلمان کے ذریعہ عزت و قوت طلب کی جائے تو اس کی ممانعت نہیں' کیونکہ سورۂ منافقون کی آیت نے اس کو واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو عزت بخشی ہے۔ (جصاص)

یہاں عزت سے مراد اگر ہمیشہ قائم اور باقی رہنے والی آخرت کی عزت ہے تب تو دنیا میں اس کا مخصوص ہونا اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے ساتھ واضح ہے

کیوں کہ آخرت کی عزت کسی کافر ومشرک کو قطعا حاصل نہیں ہوسکتی ۔اور اگر مراد دُنیا کی عزت لی جائے تو عبوری دور اور اتفاقی حوادث کو چھوڑ کر انجام کے اعتبار سے یہ عزت و غلبہ بالآخر اسلام اور مسلمانوں ہی کا حق ہے جب تک مسلمان صحیح معنی میں مسلمان رہے دُنیا نے اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا' اور پھر آخر زمانہ میں جب حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی امامت وقیادت میں مسلمان صحیح اسلام پر قائم ہوجائیں گے تو پھر غلبہ اُن ہی کا ہوگا درمیانی اور عبوری دور میں مسلمانوں کے ضعیف ایمان اور ابتلاء معاصی کی وجہ سے اُن کا کمزور نظر آنا اس کے منافی نہیں ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفار سے مدد لینا شرعا جائز ہے مگر مسلمانوں کے مقابل کفار سے مدد دینا حرام یا کفر ہے

(☆) کفار کے ساتھ دِلی الفت ومحبت طریقہ منافقین ہے مومن کو کفر سے گھن اور ہر کافر سے نفرت چاہئے' خصوصًا مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار سے الفت کہ مسلمانوں سے نفرت ہو اور کفار سے محبت' یہ نفاق صریح ہے ۔

(☆) عزت اللہ تعالٰی کی ہے اُس کی عطا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی' اُن کے کرم سے مسلمانوں کی ۔ اگر عزت چاہئے تو اسلام ومسلمانوں سے وابستہ رہو۔ درخت سے شاخ یا پتہ الگ ہوکر سرسبز نہیں رہ سکتا اگرچہ اُسے کتنا ہی پانی دیا جائے ۔

دین کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ مت بیٹھو

Sit not with Hypocrites

جب تم کسی قوم کو دیکھو کہ وہ اللہ کی آیتوں یعنی قرآنی آیات، ہمارے حضور ﷺ کے معجزات، آپ کی ذات وصفات، آپ کے کمالات کا انکار کر رہی ہے اُن کا مذاق اڑا رہی ہے تو اُن کی حمایت کے لئے اُن کے ہاں میں ہاں ملانے کے لئے، اُن کی بکواس سننے کے لئے اُن کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھو۔ اُن سے علحدہ ہو جاؤ اور جب تک وہ کافر دوسری باتوں میں مشغول نہ ہو جائیں تب تک اُن کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔ اس کے بعد ضرورت کے لئے بیٹھ سکتے ہو۔ خیال رکھو کہ اگر تم نے ایسی حالت میں کفار کے ساتھ نشست و برخاست کی تو تم بھی گناہ، کفر، بے دینی میں اُن ہی کی طرح ہو جاؤ گے کہ وہ تو کفر بک کر مجرم ہوں گے تم کفر کی حمایت کر کے یا سن کر مجرم ہوں گے۔ خیال رکھو کہ اس اجتماع کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کھلے کافروں کو دوزخ میں جمع فرمائے گا کہ منافقوں کو کھلے کافروں کی طرح ذلت وخواری کا دائمی عذاب دے گا اگر تم چاہتے ہو کہ کل قیامت میں کفار سے دُور رہو تو دُنیا میں اُن سے علحدہ رہو۔

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُبِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ (النساء/۱۴۰)

'اور تحقیق اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر (یہ حکم) کتاب میں کہ جب تم سنو اللہ کی آیتوں کو کہ انکار کیا جا رہا ہے اُن کا، اور مذاق اُڑایا جا رہا ہے اُن کا، تو مت بیٹھو اُن (کفر و استہزا کرنے والوں) کے ساتھ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی دوسری بات میں ورنہ تم بھی انھیں کی طرح ہو گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اکٹھا کرنے والا ہے سب منافقوں اور سب کافروں کو جہنم میں۔'

And undoubtedly Allah has already sent down to you in the Book that, when you hear the signs of Allah being denied and is being ridiculed, then sit not with them until they engage in some other conversation, otherwise you would be like them too. Undoubtedly, Allah will gather hypocrites and infidels-all in Hell.

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری لکھتے ہیں: منافقین' علماء یہود کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور وہ قرآن مجید کا مذاق اڑاتے تھے اور اس کی تکذیب کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اُن کی مجلس میں بیٹھنے سے منع فرمادیا۔ (الوسیط)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے منافقو ! تم بھی کفر میں اُن علماء یہود کی مثل ہو' اہل علم نے کہا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کفر سے راضی ہو وہ بھی کافر ہے اور جو شخص کسی بُرے کام سے راضی ہو اور بُرا کام کرنے والوں کے ساتھ مل جل کر رہے تو خواہ اس نے وہ بُرا کام نہ کیا ہو پھر بھی وہ اُن کے ساتھ گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' (ورنہ) تم بھی اُن کی مثل قرار دیئے جاؤ گے' یہ اس وقت ہے جب ان کی مجلس میں بیٹھنے والا وہاں بیٹھنے پر راضی ہو' لیکن اگر وہ وہاں بیٹھنے سے بیزار ہو اور ان کی کفریہ باتوں پر غضبناک اور متنفر ہو لیکن کسی مجبوری اور خوف کی وجہ سے وہاں بیٹھا ہو تو پھر وہ ان کی مثل نہیں ہوگا' اسی وجہ سے ہم یہ فرق کرتے ہیں کہ منافق مدینہ میں یہود کے پاس بیٹھتے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے خلاف باتیں کرتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے اور منافق خوش ہوتے تھے اس لئے وہ بھی ان کافروں کی مثل قرار پائے اور مکہ میں جب مسلمان مشرکوں سے رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے خلاف باتیں سنتے تھے تو ان کے دل ان باتوں سے بیزار اور متنفر ہوتے تھے اور مسلمان' مشرکوں کے غلبہ اور ظلم کی وجہ سے مجبور تھے اس لئے اُن مسلمانوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

ہمارے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک شخص کسی کے پاس مسلمان ہونے کے لئے جائے

اور وہ اس سے یہ کہے کہ تم کل آنا' یا شام کو آنا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ شخص اتنی دیر کے لئے اس کے کفر پر راضی ہو گیا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے پاس بیٹھنا ان سے ملنا جلنا اور اور باتیں کرنا مطلقاً منع نہیں ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا اس وقت ممنوع ہے جب وہ اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں' ہاں کفار کے ساتھ محبت کا تعلق رکھنا ممنوع ہے اور معاشی' عمرانی' ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں ضرورۃً اُن سے ملنا جلنا اور باتیں کرنا جائز ہے۔

ایسی مجالس میں جن میں کتاب الٰہی کا انکار کیا جائے' اُس کی آیتوں اور دین کا مذاق اڑایا جائے شرکت کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جو شخص ایسی مجلسوں میں شرکت کرتا ہے وہ بھی گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ تمام گمراہ فرقوں کی مجلسوں اور جلسوں میں جا کر بیٹھنے کا یہی حکم ہے کیونکہ صحبت کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

روافض سے ملنا جُلنا: ایک شخص نے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا' کھانا پینا اور سودہ سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے؟

وہ شخص دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یا نہیں؟

مجدد موصوف جواب مرحمت فرماتے ہیں ''روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں **کما بیناہ فی رد الرفضۃ** اُن سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں۔ اُن مرتدین سے میل جول' نشست برخاست' سلام کلام سب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین**﴾ اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں :

سیأتی قوم لھم نبزیقال الرافضة یعطنون السلف ولا یشھدون جمعة ولاجماعة فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم	عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالحین پر لعن کریں گے اور جمعہ وجماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ اُن کے پاس نہ بیٹھنا' اُن کے ساتھ نہ کھانا' نہ اُن کے ساتھ پانی پینا' نہ اُن کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا' مر جائیں تو اُن کے جنازے میں نہ جانا' نہ اُن پر نماز پڑھنا' نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جوسنی ہوکر اُن سے میل جول رکھے' اگر وہ خود رافضی نہیں تو کم از کم فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ (احکام شریعت)

نعوذ بالله من شرور انفسنا من سیأت اعمالنا

صحبت کا اثر مسلّم ہے انسان اپنے ہم نشین کی عادات اخلاق اور عقائد سے ضرور متاثر ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اُن لوگوں کے پاس بیٹھنے سے سختی سے منع کیا ہے جن کا رات دن کا مشغلہ اسلام' پیغمبر اسلام اور قرآن حکیم پر طعن وتشنیع کرنا ہے ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ تمھارا دل بھی اُن کی باتوں سے متاثر ہونے لگے آج کل کی عام گمراہی کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس حکم پر عمل نہیں کرتے اور ان بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے میں کوئی ضرر نہیں سمجھتے' نتیجہ وہی نکلتا ہے کہ متعدی مرض کے مریض کے پاس بیٹھنے والا بھی اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔

آیت ﴿ **قدنزل علیکم فی الکتب** ﴾ میں قرآن مجید کی ایک اور آیت کا جو سورہ انعام میں قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوچکی تھی حوالہ دے کر یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم نے تو اصلاح انسانی کے لئے پہلے ہی یہ حکم بھیجدیا تھا کہ کفار وفجار کی مجلس میں بھی مت بیٹھو' اور تعجب

ہے کہ یہ غافل لوگ اس سے بھی آگے بڑھ گئے کہ اُن سے دوستی کرنے لگے اور اُن کو عزت وقوت کا مالک سمجھنے لگے۔ سورۂ نسآء کی متذکرہ آیت اور سورہ انعام کی وہ آیت جس کا حوالہ سورہ نساء میں دیا گیا ہے دونوں کا مفہوم مشترک یہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار یا اُن پر استہزاء کر رہے ہوں تو جب تک وہ اس بیہودہ شغل میں لگے رہیں اُن کی مجلس میں بیٹھنا اور شرکت کرنا بھی حرام ہے پھر سورۂ انعام کی آیت کے الفاظ میں کچھ تعیم اور مزید تفصیل ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (الانعام/ ٦٨) 'اور (اے سنے والے) جب تو دیکھ پائے اُن کو جو نکتہ چینی کریں ہماری آیتوں میں، تو منہ پھیر لو اُن سے یہاں تک کہ لگ جائیں کسی دوسری بات میں، اور اگر (کہیں) بھلا دے تجھے شیطان، تو مت بیٹھو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ' (معارف القرآن)

And O listener ! When you see those who plunge into Our signs, then turn away your face from them until they plunge into some other discource and whenever the devil (Satan) may make you forget, then sit not you after recollection with the unjust people.

اس میں آیات الٰہیہ میں جھگڑا کرنا، بحثیں کرنا مذکور ہے جس میں کفر و استہزاء بھی داخل ہے اور آیت کی تحریف معنوی یعنی آیات قرآنی کے ایسے معانی نکالنا جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے خلاف یا اجماع امت کے خلاف یہ بھی اس میں داخل ہیں۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے براویت ضحاک منقول ہے کہ اس آیت کے مفہوم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو قرآن مجید کی تفسیر غلط یا اس میں تحریف کرتے ہیں۔ جو شخص قرآن کریم کے درس یا تفسیر میں تفسیر سلف صالحین کا پابند نہیں بلکہ ان کے

خلاف معانی بیان کرتا ہے ۔(جیسا کہ ابو الاعلیٰ مودودی نے قرآن مجید کی بالرائے اور اسلاف صالحین کے عقائد' نظریات اور شرعی پابندیوں کے خلاف تفسیر تفہیم القرآن لکھی ہے) اُس کے درس و تفسیر میں شرکت بنص قرآن نا جائز اور بجائے ثواب کے گناہ ہے جس بات کا زبان سے کہنا گناہ ہے اُس کا کانوں سے باختیار خود سننا بھی گناہ ہے یعنی اپنے کانوں کو بُری بات سننے سے بچاؤ جس طرح زبان کو بُری بات کہنے سے بچاتے ہو۔

دوسری بات سورۂ انعام کی آیت میں یہ زیادہ ہے کہ اگر کسی وقت بھولے یا بے خبری سے کوئی آدمی ایسی مجلس میں شریک ہو گیا پھر خیال آیا تو اسی وقت اس مجلس سے علحدہ ہو جانا چاہیے۔خیال ہو جانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھے۔

سورۂ نسا او سورۂ انعام کی دونوں آیتوں میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تک وہ لوگ اس بیہودہ گفتگو میں مشغول رہیں اس وقت تک ان کی مجلس میں بٹھنا حرام ہے۔

امام ابو بکر جصاص رحمتہ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس مجلس میں کوئی گناہ ہو رہا ہو تو مسلمان پر نہی عن المنکر کے ضابطہ سے یہ لازم ہے کہ اگر اس کو روکنے کی قدرت ہے تو قوت کے ساتھ روک دے۔اور یہ قدرت نہیں ہے تو کم از کم اس گناہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس مجلس سے اُٹھ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ شراب پی رہے تھے اُن میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے اُس نے شراب نہیں پی لیکن اُن کی مجلس میں شریک تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما نے اس کو بھی سزا دی کہ وہ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔ (بحرمحیط)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفر کرنا' کفر کرانا' کفر سے راضی ہونا سب کفر ہے اور کفر کے درجہ میں برابر بلکہ

کفار کی مجلسوں میں جانا بلاضرورت ہوتو حرام ہے' انہیں سچا سمجھ کر ہوتو کفر ہے۔ بدمذہبوں کے جلسوں' ماتم کی مجلسوں' نوحہ تبرا کی محفلوں میں شریک ہونا سخت جرم اگرچہ خود یہ حرکتیں نہ کرے اور اگر ان چیزوں کو اچھا سمجھ کر وہاں جائے تو خارج از اسلام ہے حتّٰی کہ بے دینوں کی کتابیں دیکھنا بھی جرم ہے کہ اس میں خود بے دین ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ایمان بہت اہم اور نازک چیز ہے سستی اور مضبوط چیز کی زیادہ حفاظت نہیں ہوتی۔ نازک وقیمتی چیز کی حفاظت زیادہ۔ اینٹ اور پتھر میدان میں ڈالے جاتے ہیں روپیہ اور زیور مقفل صندوق میں۔ زبان وآنکھ کی قدرت نے بڑی حفاظت فرمائی کہ زبان تو دانتوں کے درمیان ہونٹوں کے اندر رکھی کیونکہ یہ بہت اہم ہے آنکھوں کو حلقہ کے اندر رکھا' پلکوں کے ڈھکنے لگائے' اندر پانی بھرا کہ تنکا پڑ جائے تو پانی بہالے جائے۔ ایمان اہم بھی ہے کہ آخرت کی تمام نعمتیں ایمان سے ہیں اور عمر بھر کا ایمان ایک لفظ میں ختم ہو جاتا ہے اس لئے قدرت نے اس کی حفاظت کا بہت انتظام فرمایا۔ کفار کی صحبت سے بچانا اس قیمتی اور نازک نعمت یعنی ایمان کی حفاظت کے لئے ہے۔

(☆) دُنیا میں جس کو جس سے الفت ہوگی آخرت میں اس کے ساتھ اُسے جگہ ملے گی۔ دیکھو منافقین کو کفار سے الفت تھی تو رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿**ان اللہ جامع المنافقین والکافرین**﴾۔ لہٰذا اگر کسی خوش نصیب بندے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت والفت ہو تو ان شآء اللہ اُس کا حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ فرماتے ہیں حضور ﷺ' **المرء مع من احب** 'انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم گناہ گاروں کو اپنا خوف' اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق عطا فرمادے (آمین)۔ جب کفار سے محبت عذاب کا باعث ہے بلکہ کفر ہے تو حضور ﷺ سے محبت ثواب کا باعث ہوگی اور ایمان کی جان محبت اللہ ورسول تمام عبادات سے اعلیٰ عبادت ہے۔ خیال رکھو کہ کفار سے دِلی محبت' اللہ کی محبت کے لئے قینچی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے لئے سوئی دھاگہ۔ قینچی کا کام ہے کاٹنا۔ سوئی کا کام ہے جوڑنا۔ کفار کی محبت

اللہ سے الگ کرنے والی ہے۔ حضور علیہ السلام کی محبت بندوں کو اللہ سے جوڑنے والی۔ دیکھو یہاں محبت کفار کو طریقہ منافقین قرار دیا' پھر محبت صالحین' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذریعہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' محبت الہیہ کا وسیلہ۔ بڑے ڈول کو موٹے رسّے سے باندھتے ہیں' باریک تار اور پتلی رسیوں کے ذریعہ نبوت سے وابستہ ہو ولایت کے ذریعہ۔

(☆) کفار کی مجلسوں میں شرکت اتنی بُری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت میں ہجرت سے پہلے بھی آیات اُتاریں اور بعد ہجرت بھی۔ گویا اس کی ممانعت مکی بھی ہے اور مدنی بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم تا قیامت باقی ہے۔

کامیابی اور ناکامی کے وقت منافقوں کا کردار

Hypocrites use to watch our position

منافقین کا کوئی دین نہیں' کوئی عقیدہ نہیں جس کے لئے جینے اور مرنے کی تڑپ اُن کے دِلوں میں موجود ہو۔ اُن کا دین' اُن کا کعبہ مقصود صرف عروسِ دولت ہے اپنا عہد و پیان توڑنا پڑے' اپنے ضمیر کو کچلنا پڑے پرواہ نہیں' دولت مل جائے۔ حق و باطل میں جو کشمکش جاری ہے اس میں وہ کسی ایک کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ نہیں کرتے بلکہ اس تاڑ میں رہتے ہیں کہ پلّہ کس کا بھاری رہتا ہے اور مال غنیمت پر قابض کون ہوتا ہے۔ میدان جنگ کسی کے ہاتھ رہے وہ اسی کے پاس جا کر اپنی دوستی کا حق جتلا کر مال غنیمت میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ شاید دنیا کے پرستاروں کا ازل سے یہی شیوہ ہے اور ابد تک یہی شیوہ رہے گا۔ مسلمان ہونے میں ترقی کے امکانات دکھائی دیئے تو پکے مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور اگر وزارتیں اور عہدئے خطابات اور جاگیریں کفر کے تصرف میں دیکھیں تو تسبیح وسجادہ (مصلی) کو دُور سے سلام کیا۔ قشقہ لگایا' زنار پہنا اور باطل و کفر کی خدمت میں جان نثار اور وفادار غلاموں کی طرح حاضر ہوگئے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان اللہ کی نافرمانی کر کے اور سنن الٰہیہ سے آنکھیں بند کر کے اپنی شکست کے اسباب خود مہیا نہ کر لیں تو کوئی طاغوتی طاقت اُن کو شکست نہیں دے سکتی۔ جہاں کہیں اور جب کبھی مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی ہے اپنے ہاتھوں ہوئی ہے اگر وہ احکام الٰہی کے صحیح معنوں میں پابند ہوں' دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لئے جس اتفاق واتحاد کا انھیں حکم دیا گیا ہے اور تمام ممکن وسائل سے جنگ کے لئے مستعد ہونے کا ارشاد ہوا ہے۔ اگر وہ اس کو ملحوظ رکھیں تو دنیا کی کوئی طاقت انھیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ **ان اللہ سبحانہ لایجعل للکافرین علی المومنین سبیلا الا ان یتواصوا بالباطل ولایتناھوا عن المنکر و یتقاعدوا عن التوبۃ فیکون تسلیط العدو من قبلھم۔ قال ابن العربی ھذا نفسین جدار** (القرطبی)

بعض علماء نے سبیل سے مراد دلیل لی ہے یعنی دلیل و برہان کے میدان میں کافر کبھی مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔

اللہ تعالیٰ منافقین کی دورُخی روش کو بے نقاب کررہا ہے فرماتا ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾ (النساء/۱۴۱)

وہ جو انتظار کررہے ہیں تمھارے (انجام) کا۔ تو اگر ہو جائے تمھیں فتح اللہ کی طرف سے (تو) کہتے ہیں کیا نہیں تھے ہم بھی تمھارے ساتھ اور اگر ہو کافروں کے لئے کچھ حصہ (کامیابی سے) کہتے ہیں کیا نہیں غالب آ گئے تھے ہم تم پر اور (اس کے باوجود) کیا نہیں بچایا تھا ہم نے تم کو مومنوں سے پس (اے اہل نفاق!) اللہ فیصلہ کرے گا تمھارے درمیان قیامت کے دن۔ اور ہر گز نہیں بنائے گا اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مسلمانوں پر (غالب آنے کا) راستہ۔

Those who use to watch your position, then if you get victory from Allah, they say, 'Were We not with you?, and if the infidels had a share, then they say to them, Had we not control over you?', and we protected you from the Muslims. Then Allah will decide between you all on the Day of Judgement. And Allah will not make a way for the infidels against Muslims.

ان منافقوں کی بدذاتی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ یہ لوگ تمہارے متعلق انتظار کرتے رہتے ہیں۔ خود کچھ نہیں کرتے، تمہارے حالات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اگر رب تعالیٰ کی طرف سے تم کو فتح و کامیابی نصیب ہوتی ہے تمہارے دوست بن کر آتے ہیں، کہتے ہیں کہ کیا ہم کلمہ میں، نماز میں، مسجد کی حاضری میں تمہارے ساتھ نہ تھے یا کیا ہم تمہارے ساتھ میدان

جہاد میں نہ گئے؟ یقیناً گئے تو لاؤ غنیمت وغیرہ میں ہمارا بھی حصہ ہم کو دو۔ اور اگر کبھی اتفاق سے کفار کو ظاہری غلبہ سے کچھ حصہ مل جائے تو کہتے ہیں اے کافروں' ہمارے احسان یاد کرو' کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ ہم کو اس وقت موقع تھا کہ سچے دل سے مسلمانوں کی مدد کر کے تم کو شکست فاش دے دیتے' مگر ہم نے ایسا نہ کیا' ہم ان مسلمانوں سے الگ تھلک رہے کہ جہاد کے میدان میں آکر بھی تم سے لڑے نہیں اور کیا یہ بات درست نہیں کہ ہم نے تم کو مسلمانوں کی مار سے بچایا' یا اُن کی خفیہ جنگی خبریں تم کو برابر پہنچاتے رہے۔ تمہارا رُعب مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ہم نے اُن کے ساتھ رہ کر تمہارا کام کیا۔ تم کو ہر طرح بچایا' تمہاری یہ فتح ہماری مدد سے ہے۔ لہذا جنگ میں حاصل شدہ مال سے ہمارا حصہ ہم کو دو۔ اُن میں اور تم میں فیصلہ اور فاصلہ قیامت ہی میں ہوگا کہ تم جنت میں بھیجے جاؤ گے اور یہ منافق دوزخ میں رہا۔ دُنیا کا معاملہ تو یہ ہے کہ یہاں یہ منافقین تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں کافروں کو مسلمان پر خلط ملط ہونے کی راہ' اس کا موقع نہ دے یا منافقین کفار کتنا ہی زور لگا لیں اللہ تعالیٰ کفار کو مسلمانوں پر غلبہ تام دنیا میں کبھی نہ دے گا کہ کفار اسلام کو مٹا دیں' مسلمانوں کو فنا کر دیا۔ دلائل و براہان سے اسلام کی حقانیت ختم کر دیں یہ کبھی نہ ہوگا۔ اسلام تا قیامت رہے گا۔ مسلمان ہی رہیں گے۔ دینی غلبہ مسلمانوں ہی کا رہے گا۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں کی مسلمانوں کے خلاف کوئی سبیل نہیں ہوگا۔ (المستدرک)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا انجام کار مسلمان کافروں پر غالب ہوں گے (زادالمسیر)

دلیل اور حجت کے اعتبار سے کبھی بھی کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ نہیں ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ کافر دُنیا کی جنگوں میں بھی ہرگز ہرگز مسلمانوں پر غلبہ نہیں پا سکیں گے بشرطیکہ مسلمان اللہ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں اور کسی بُرائی میں مبتلا نہ

ہوں اور گناہوں پر اصرار نہ کریں اور توبہ کو نہ چھوڑیں' اور جب وہ بُرے کاموں میں ملوث ہو جائیں اور اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دیں اور لڑائی میں کافر اُن پر غالب آ جائیں تو یہ صرف اُن کی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾

(الشوریٰ/۳۰) اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو وہ تمہاری ہی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو وہ معاف کر دیتا ہے۔

And whatever affliction reached you, is due to what your hands have earned, and He pardons much.

قابل ذہن نشیں نکات :

(☆) جب کسی سے دِلی الفت و محبت نہ ہو تو زبانی جسمانی ہمراہی بیکار ہے سچی ہمراہی دل و جان کی ہے۔

(☆) مومن و کافر دونوں سے تعلق رکھنا کہ جسم سے مومن کے ساتھ رہے' دِل سے کافر کے ساتھ' یہ منافقوں کا طریقہ ہے اور نقصان کا باعث۔ ایسے لوگ دو گھر کے مہمان ہوتے ہیں اور اکثر دو گھر کا مہمان بھوکا رہتا ہے۔

(☆) مسلمان کا کفار کی خفیہ پولیس بننا اور کفار کو مسلمانوں کے خفیہ جنگی راز بتانا منافقوں کا طریقہ ہے جس میں آج بہت مسلمان گرفتار ہیں۔

(☆) ان شآءاللہ تمام دنیا کے منافقین و کفار متفق ہو کر بھی اسلام اور مسلمانوں کو مٹا نہیں سکتے۔ تجربہ یہ ہے اکثر و بیشتر مسلمانوں کو نقصان خود مسلمانوں سے پہنچا ہے مسلمانوں کی غداری کی شامت اعمال انہیں برباد کر ڈالتی ہے۔

(☆) مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی قاضی کے ہاں قابل قبول نہیں' کیونکہ اس میں بھی کافر کو مسلمان پر غلبہ دینا ہے۔

(☆) مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح درست نہیں کیونکہ خاوند کو بیوی پر غلبہ ہوتا ہے۔

(☆) مسلمان زوج کے مرتد ہو جانے سے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ مومنہ عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے کیونکہ اگر اب بھی مومنہ عورت اس کے نکاح میں رہے تو اس مرتد کو اس مومنہ پر غلبہ حاصل ہوگا یہ درست نہیں۔

(☆) کافر رشتہ دار' مسلمان میت کا وارث نہیں ہوسکتا کیونکہ وارث اپنے مورث کے مال پر غلبہ پاتا ہے اور کافر کا غلبہ مومن پر درست نہیں۔

منافقین کا طریقہ کار

اللہ سے دھوکہ

نماز میں سستی اور ذکر الٰہی سے بے رغبتی

منافقین کی کوئی منزل نہ ہوگی

The hypocrites are likely to deceive Allah

منافقوں کی جان عجیب عذاب میں گرفتار تھی جب دل ایمان سے خالی ہو تو نماز کون پڑھے' لیکن انھیں مجبوری یہ تھی کہ اسلام کا یہ ظاہری لباس جو انہوں نے پہن رکھا تھا اگر وہ نماز نہیں ادا کرتے اور جماعت میں شریک نہیں ہوتے تو تار تار ہوتا ہے اور اُن کا نفاق بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ اس لئے انھیں با دل نخواستہ جماعت میں شریک ہونا پڑتا تھا اور اس میں بھی للّٰہیت کی بُو تک نہ تھی۔ بس لوگوں کو بتانے کے لئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ وہ جذب وکیف اور ذوق وشوق جو مسلمانوں کو یاد الٰہی میں نصیب تھا اُن کو تو اس کی ہوا تک بھی نہ لگی تھی۔ امام نے سلام پھیرا اور یہ جُوتیاں ہاتھ میں لئے مسجد سے بھاگے۔ معلوم ہوا نماز سے فارغ ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہنا' کلمہ شریف و درود شریف پڑھنا' تلاوت

قرآن مجید کرنا یہ وہ چیزیں تھیں جو مسلمانوں کو منافقوں سے ممتاز کرتی تھیں۔ ہمارے ہاں اب ایسوں کی کمی نہیں جو نماز کے بعد کلمہ یا درود شریف پڑھنے والوں پر بدعتی ہونے کا الزام لگانے میں کسی نرمی کے روادار نہیں......اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ﴾ (النساء/۱۴۲-۱۴۳)

'بے شک منافق دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور وہ دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے تھکے ہارے' دِکھاتے ہیں لوگوں کو اور نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا' ڈگ مگ ڈگ مگ بیچ میں نہ اِدھر نہ اُدھر اور جس کی گمراہی اللہ دِکھادے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پاؤ گے' (معارف القرآن' مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند)

'بے شک منافق (اپنے گمان میں) دھوکہ دے رہے ہیں اللہ کو اور اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے انہیں (اس دھوکہ بازی کی) اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کی طرف تو کھڑے ہوتے ہیں کاہل بن کر (وہ بھی عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کے لئے اور نہیں ذکر کرتے اللہ تعالیٰ کا مگر تھوڑی دیر۔ ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں کفر و ایمان کے درمیان' نہ ادھر کے اور نہ اُدھر کے اور جس کو گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کے لئے ہدایت کا راستہ' ضیاء القرآن)

Undoubtedly, the hypocrites are likely to deceive Allah in their own conjecture, and it is He who will kill them making them negligent, and when they stand up for prayer, they stand us with a defeated soul (lazily) making a show to the people and remember not Allah but little. They are wavering in the midst neither of this side nor of that. And whom Allah leads astray, you shall not then find a way for him.

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے چند عیوب بیان فرمائے ۔اللہ رسول کو دھوکہ دینا' نماز میں سستی کرنا' اعمال میں ریاکاری کرنا' اللہ کا ذکر کم کرنا' تذبذب میں رہنا۔ترتیب یہ رکھی کہ دھوکے دہی کا ذکر پہلے ہے اس کی سزا کے باقی چار عیوب کا ذکر بعد میں ۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اللہ تعالی انہیں دنیا میں اسی دھوکے دہی کی اُن کو سزا دینے والا ہے یا آخرت میں سزا دینے کی خفیہ تدبیر فرمارہا ہے جس کا انہیں پتہ نہیں یا اے محبوب منافقین اللہ کے رسول کو دھوکہ فریب دیتے رہے ہیں کہ فریب کی نیت سے کلمہ نماز وغیرہ ارکان اسلام ادا کرتے ہیں جہادوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اُن کو دھوکہ دینے کی سزا ضرور دے گا۔ اُن کا حال یہ ہے کہ جب بادلِ ناخواستہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں سستی اور بے دِلی سے اُٹھتے ہیں مسجد میں آتے نہیں ۔آئیں تو جماعت کے بعد کبھی نماز پڑھ لیں کبھی نہیں ۔ نماز پڑھیں تو اس طریقہ سے کہ اُن کی بے دِلی ظاہر ہوتی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض مسلمانوں کے دِکھلاوے کو نماز پڑھتے ہیں تاکہ وہ انہیں منافق کافر نہ سمجھنے لگیں۔ اللہ کی رضا کے لئے نمازیں نہیں پڑھتے ۔سب کے سامنے پڑھ لیتے ہیں' اکیلے میں نہیں ۔یا نماز میں اللہ کا ذکر بہت کم کرتے' تھوڑی سی دیر میں بہت رکعتیں پڑھ کر چل دیتے ہیں یا نماز کے علاوہ ان کے منہ پر اللہ کا ذکر بہت کم آتا ہے ہمیشہ دُنیاوی کلام یا غیبت وجھوٹ میں مبتلا رہتے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ کے ذکر سے جب کہ اخلاص سے ہو اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ کی محبت سے اس کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے یہ اطاعت ہی ایمان کی جان ہے۔ ذکر اللہ خواہ زبانی ہو یا عملی سب کا یہ ہی حال ہے دل سیاہی چوس کاغذ کی طرح ہے کہ جس کی یاد رکھی جائے اس کا محبّ ومطیع بن جاتا ہے منافقین اولاً تو خدا کا ذکر کرتے ہی نہیں اور کرتے ہیں تو بہت تھوڑا پھر اُن میں محبت و اطاعت کہاں سے ہو۔ اُن کا پانچواں عیب یہ ہے کہ کفر و اسلام کے بیچ اُن کی کشتی ڈگمگا رہی ہے نہ تو اُن کا شمار مسلمانوں میں ہی ہے کہ اُن کے دل میں کفر ہے اور نہ ہی اُن کا شمار کفار ہی میں ہے کہ اُن کے زبان پر کلمہ ہے۔ نہ مسلمان انہیں مسلمان سمجھیں' نہ کفار

انہیں کفار جانیں' دوطرقہ پھٹکارے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جسے اللہ تعالیٰ ہی گمراہ کردے تو آپ اُسے راہ ہدایت کیسے دکھا سکتے ہیں۔ آپ اُن کی گمراہی پر غمگین نہ ہوں یہ رب تعالیٰ کے پھٹکارے ہوئے ہیں۔

اکثر منافقین اللہ کو مانتے تھے اب یہ سوال ہوگا کہ وہ اپنے زعم میں اللہ کو کس طرح دھوکہ دیتے تھے کیونکہ اُن کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر تھے اور وہ اپنے زعم میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے تھے اور اللہ نے یہ فرما کر کہ وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا' اللہ کو دھوکہ دینا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا بعینہٖ اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے دھوکے کی یہ سزا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے نبی کریم ﷺ کو اُن کے نفاق پر مطلع فرما دیا اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی خبر دے دی' اُن کا راز فاش ہوگیا اور وہ دُنیا میں رُسوا ہو گئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اُن کو الگ سزا دے گا۔

قابل ذہن نشین نکات:

(☆) حضور ﷺ کو دھوکہ دینا دَرحقیقت رب تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرنا ہے یہاں رب تعالیٰ نے اپنا نام لیا مگر مرادا حضور ﷺ کو لیا۔ اسی طرح حضور ﷺ کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے حضور ﷺ کی گستاخی رب تعالیٰ کی گستاخی ہے۔

(☆) انسان جیسا جرم کرے گا ویسے ہی سزا پائے گا دھوکہ دے گا دھوکہ کھائے گا' کسی سے دشمنی کرے گا' اُس کی دشمنی کی جائے گی۔ اسی طرح جیسی نیکی کرے گا ویسی جزا دیا جائے گا غرض کہ جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔

(☆) نماز میں سستی کرنا منافق کی علامت ہے مسلمان کو نہایت ذوق وشوق سے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ اکیلے نماز پڑھ لینا' گھر پر ہی پڑھ لینا مسجد میں نہ آنا' مسجد میں پیچھے پہنچنے کی

عادت ڈال لینا' سستی کے طور پر یا فیشن کے لئے نماز ننگے سر یا بغیر کرتا پڑھنا' اسی طرح آستین چڑھا کر گریبان کھلا چھوڑ کر نماز پڑھنا......غرض جن کاموں سے بے پرواہی یا سستی ظاہر ہوتی ہے وہ کرنا سب ممنوع ہے کہ یہ تمام سستی میں داخل ہیں اسی طرح تنگ وقت کر کے نماز پڑھنا' ارکان نماز درست نہ کرنا سب ممنوع ہے منافقوں کی ہر علامت سے بچنا چاہئے۔

(☆) ریا کاری کیلئے نماز پڑھنا طریقہ منافقین ہے نماز وغیرہ تمام عبادات محض رضاء الٰہی کے لئے کرنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ ریا کار آدمی کبھی نماز صحیح طور سے نہیں پڑھ سکتا۔ اکثر و بیشتر لوگ ریا کاری دِکھاوے اور جھوٹی شہرت کے لئے قربانی کرتے ہیں اور فخریہ طور پر اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے ہاں اتنی تعداد میں بکرے ذبح کئے گئے ہیں۔ عزت اور وقار کا مسئلہ سمجھ کر قربانی ہوتی ہے کہ کہیں لوگ ہمیں مفلس اور غریب نہ سمجھ لیں۔ قربانی حج و عمرہ کو بھی وقار' عزت وشہرت کا مسئلہ سمجھکر ادا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ریا کاری سے محفوظ رکھے۔

(☆) نماز کے علاوہ بھی انسان کو اللہ کا ذکر زیادہ کرنا چاہئے' اس لئے اسلام نے سوتے جاگتے کھاتے پیتے حتٰی کہ استنجا کو جاتے وقت بھی اللہ کے ذکر کی تاکید دی۔ **بسم اللّٰہ** کہہ کر کھاؤ پیئو۔ فارغ ہو کر **الحمد للّٰہ** کہو' سوتے وقت **آیتہ الکرسی** پڑھیں' آنکھ کھلتے ہی تیسرا چوتھا کلمہ پڑھو۔ وعدہ کرتے وقت انشآء اللہ کہو۔ اچھی بات سن کر **الحمد للّٰہ** کہو' تکلیف یا غم کی بات سن کر لاحول شریف یا **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** پڑھو۔ یہ تمام چیزیں کیوں ہیں؟ تا کہ مومن کی زبان' اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

(☆) دین میں حیرت و بے اطمینانی طریقہ منافقین ہے اسے یقین نہیں ہوتا کہ کون سا دین سچا ہے۔ مسلمان کو اپنے اسلام کی حقانیت پر پورا پورا یقین ہوتا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ راحت و رنج' خوشی وغم ہر حال میں راضی رہے اسلام کو حق جانے۔ رب تعالیٰ سے توفیق خیر مانگے۔

منافقین دوزخ کے نچلے طبقہ میں رہیں گے

Hypocrites are in the lowest section of the Hell

جہنم کے مختلف طبقات ہیں: (۱) جہنم (۲) لظی (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہادیہ سب سے نیچے۔ منافقوں کا یہی ٹھکانا ہے۔ (قرطبی)

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ (النساء/۱۴۵)

'بے شک منافق سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے دوزخ (کے طبقوں) سے اور ہرگز نہ پائے گا تو اُن کا کوئی مددگار'

Undoubtedly, the hypocrites are in the lowest section of the Hell, and you shall never get any helper for them.

یہ منافقین کی اُخروی سزا ہے۔ منافق دراصل کافر بھی تھے اور دھوکہ باز بھی۔ اسلام کا مذاق اڑانے والے بھی۔ ہر کافر کے فضلہ خوار بھی۔ اسی لئے انہیں دوزخ کے نچلے طبقہ میں رکھا گیا جہاں تمام دوزخیوں کا خون پیپ فضلہ گرے اور یہ اسے کھائیں۔ وہاں آگ کی تیزی بھی زیادہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہادیہ میں آگ کے صندوق ہیں جن میں یہ منافق بند کئے جائیں گے اُن کی دراروں سے تمام دوزخیوں کے پیپ وخون وہاں پہنچیں گے جو اُن کی خوارک بنیں گے۔ (روح المعانی)

منافق دُنیا میں کوئی مددگار نہ پائیں گے جو انہیں ہدایت دیدے یا آخرت میں اُن کا کوئی مددگار کوئی نہیں پاؤ گے جو انہیں شفاعت کر کے اس طبقے سے یا دوزخ سے نکال دے یا اُن کا عذاب ہلکا کر دے۔ مصیبت کے وقت کسی کا سہارا نہ ہونا اور بے یار مددگار رہ جانا مصیبت کو سخت تر کر دیتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت و مدد چار قسم کی ہوگی:

۔ رفع درجات کی جو انبیاء اولیاء بے گناہ مسلمانوں کے لئے ہے۔

۔ عذاب سے رہائی یا میعاد عذاب میں کمی کی شفاعت یہ ہم گناہگاروں کے لئے ہے۔
۔ عذاب ہلکا کرانے کی شفاعت یہ بعض کفار کے لئے ہوگی جیسے ابوطالب کے لئے ہوگی منافقوں کے لئے ان میں سے کوئی شفاعت نہیں کہ یہ دشمن رسول ہیں۔

منافقین دُنیا میں نفسانی دوست بہت بنائے ہیں' آخرت میں نفس بھی فنا کر دیا جائے گا اور نفسانی دوست بھی ختم ہو جائیں گے۔ وہاں دوست اور مدد ایمانی رشتے سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل دوزخ کی لُو سے بھی ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

جہنم کے سات دروازے: اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا اور اس کے سات دروازے بنائے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿**وَلَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ**﴾ اس کے دروازے لوہے کے ہوں گے جن پر لعنت کی تہیں جمی ہیں' اس کا ظاہر تانبے کا اور باطن سیسے کا ہے۔ اس کی گہرائی میں عذاب اور اس کی اونچائی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ اس کی زمین تانبے' شیشے' لوہے اور سیسے کی ہے اس میں رہنے والوں کے لئے اوپر' نیچے' دائیں' بائیں آگ ہی آگ ہے۔ اس کے طبقات اوپر سے نیچے کی طرف ہیں اور سب سے نچلا طبقہ منافقوں کے لئے ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے جہنم کی تعریف اور گرمی کے بارے میں دریافت فرمایا' جبریل نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا اور اُسے ہزار سال تک دہکایا تو وہ سرخ ہو گیا' پھر ہزار سال دہکایا تو سفید ہو گیا۔ جب مزید ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو وہ بالکل سیاہ و تاریک ہو گیا۔ اس رب کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر جہنمیوں کا ایک کپڑا بھی دُنیا میں ظاہر ہو جائے تو تمام لوگ فنا ہو جائیں۔ اگر جہنم کے پانی کا ایک ڈول دنیا کے پانیوں میں ملا دیا جائے تو جو بھی چکھے' وہ مر جائے اور جہنم کے زنجیروں کا ایک ٹکڑا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: ﴿**فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعاً**﴾ ہر ٹکڑے کی لمبائی مشرق و مغرب کے طول کے برابر ہے۔ اگر اسے دنیا کے کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائے گا اور

اگر کسی جہنمی کو جہنم سے نکال کر دنیا میں لایا جائے تو اس کی بد بو سے تمام مخلوق فنا ہو جائے۔

حضور ﷺ نے جبریل سے کہا یہ بتلاؤ کہ جہنم کے دروازے کیا ہمارے دروازوں جیسے ہیں؟ جبریل نے عرض کی نہیں حضور ! وہ مختلف طبقات میں بنے ہوئے ہیں' کچھ اوپر اور کچھ نیچے ہیں اور ایک دروازے کا درمیانی فاصلہ ستر سال کا ہے۔ ہر دروازہ پہلے دروازہ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ آپ نے ان دروازوں میں رہنے والوں کے متعلق پوچھا تو جبریل نے جواب دیا' سب سے نچلے کا نام 'ہاویہ' ہے اور اس میں منافقین ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ دوسرے طبق کا نام 'جحیم' ہے اور اس میں مشرک ہیں۔ تیسرے کا نام 'سقر' ہے اور اس میں صابی ہیں' چوتھے کا نام 'لظٰی' ہے اور اس میں ابلیس اور اس کے پیروکار مجوسی ہیں' پانچویں کا نام 'حطمہ' ہے اور اس میں یہود ہیں' چھٹے کا نام 'سعیر' ہے اور اس میں نصاریٰ ہیں' پھر جبریل خاموش ہو گئے' آپ نے پوچھا اے جبریل' کیا تم مجھے ساتویں طبقہ میں رہنے والوں کے متعلق نہیں بتاؤ گے؟ جبریل نے عرض کی حضور مت پوچھئے' آپ نے فرمایا' بتلاؤ تو سہی' تب جبریل نے کہا اس طبقہ میں آپ کے وہ امتی ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور بغیر توبہ کئے مر گئے۔ (مکاشفۃ القلوب' حجۃ الاسلام امام غزالی)

بے ایمانوں کا کوئی مددگار نہیں : No helpers for Non-Believers

☆ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ (الشوریٰ) اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی رفیق نہیں' اللہ کے مقابل۔ (یعنی گمراہ کا کوئی مددگار نہیں)

☆ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (الکہف) اور جسے گمراہ کرے تو' ہرگز اُس کا کوئی حمایتی راہ دِکھانے والا نہ پاؤ گے۔ (گمراہ کا نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی مُرشد و رہبر)

☆ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (الشوریٰ) اور اُن کے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل اُن کی مدد

کرتے اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کے لئے کہیں راستہ نہیں۔ (یعنی کفار کو جن دوستوں پر دُنیا میں بھروسہ تھا' یا جن قرابت داروں کے متعلق اُن کا خیال تھا کہ قیامت میں ہماری مدد کریں گے وہ کوئی مدد نہ کریں گے)

☆ ﴿فَمَنْ يَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾ (الروم) تو اُسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور اُن کا کوئی مددگار نہیں (بے یارومددگار ہونا کفار کا عذاب ہے)

☆ ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ﴾ (المومن) اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

ہمارے حضور ﷺ سے کہا جائے گا **قل تسمع واشفع تشفع** محبوب کہو: تمہاری سُنی جائے گی' شفاعت کرو' تمہاری شفاعت (Intercession) قبول ہوگی۔ خیال رہے کہ رب جس کی بھی سنتا ہے یا سنے گا حضور ﷺ کے واسطہ سے۔ ان شآءاللہ مومنوں کے دوست بھی کام آئیں گے اور سفارشی بھی۔ مومنوں کے سفارشیوں کی بات مانی جائے گی کیونکہ دوستوں اور سفارشیوں کا کام نہ آنا کفار کے عذاب میں شمار کیا گیا ہے۔

☆ ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ (العنکبوت/۴۱) اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر (دوسرے) مددگار بنا لیے مکڑی کی سی مثال ہے اُس نے (جالے کا) گھر بنایا اور اس میں شک نہیں کہ سب گھروں سے زیادہ کمزور یقیناً مکڑی کا گھر ہے' کاش وہ بھی اس حقیقت کو جانتے۔

کفار کو خداوند کریم کی نہ توحید پر ایمان تھا اور نہ روزِ قیامت پر یقین تھا اس لئے وہ بڑے مزے سے حیوانی زندگی گزار رہے تھے۔ کفار نے اپنے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا۔ ان کے زعمِ باطل میں اُن کے معبودوں کا یہ کام تھا کہ وہ انہیں مصیبتوں سے چھڑائیں اور اُن کی دولت وعزت میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی نافرمانیوں کے باعث اُن پر عذاب نازل کیا تو یہ بُت اُن کے کسی کام نہ آسکے۔ کفار بڑے بدبخت ہیں

جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو اپنا سرپرست اور دوست سمجھتے ہیں اور اُن سے یہ امیدیں وابستہ کئے بیٹھے ہیں کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آپڑے گی تو وہ آ کر انہیں بچالیں گے۔ فرمایا' اُن کی یہ توقعات مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ مکڑی کا جالا تو ہوا کے ایک جھونکے کی تاب نہیں لاسکتا۔ مکڑی کا جالا گرمی' سردی دُور نہیں کرسکتا' گردوغبار کو روکتا نہیں' دیکھنے میں بہت پھیلا ہوا ہوتا ہے مگر اُس کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی کہ انگلی لگ جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی اُن کفار کے دین کا حال ہے کہ دِکھاوا بہت' حقیقت کچھ نہیں۔ نہ اُس کی نبیاد ہے نہ دیواریں' نہ چھت نہ کوئی اور چیز کی پختگی۔ مکڑی کا جالا عذابِ الٰہی کے طوفانوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ (اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر غیروں کے ساتھ تعلق قائم کرنے والے اور اُن پر بھروسہ کرنے والے ایسے ہیں جیسے وہ نادان جو مکڑی کے جالوں پر اپنی امیدوں کے محلات تعمیر کرنا چاہتے ہیں)۔

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھا کرو کیونکہ مکڑی کے جالوں کا گھر میں ہونا افلاس کا باعث ہے۔ (قرطبی)

☆ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الاحقاف/۵) اور اُس (بدبخت) سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پُکارے جو قیامت تک اُن کی فریادرسی نہ کرسکیں اور وہ اُن کے پُکارنے سے ہی بے خبر (غافل) ہیں۔

مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے' انہوں نے بیت اللہ شریف میں تین سوساٹھ بُت بٹھا کر رکھے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں جو مُورتیاں انہوں نے سجا رکھی تھیں وہ اس کے علاوہ تھیں۔ اُن کی اس کھلی گمراہی بلکہ حماقت کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا جارہا ہے کہ اے عقل کے اندھو ! تم اُن بے جان پتھروں کے بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں' جو بالکل بہرے ہیں' نہ دیکھتے ہیں نہ پکڑتے ہیں۔ وہ بھلا کسی مشکل وقت میں تمہاری مدد کیا خاک کریں گے۔ اس سے زیادہ نادان و گمراہ اور کون ہوسکتا ہے؟

بعض لوگ جوملت کے اتحاد کوانتشار کا شکار بنانا چاہتے ہیں......رات دن اس دُھن میں لگے رہتے ہیں کہ ملت میں نئی ملت پیدا کریں۔ وہ ان ہی آیات کو جن کے مخاطب بے جان پتھروں کے بُت (مورتیاں) اور کفار ومشرکین ہیں وہ اہلسنت و جماعت پر چسپاں کرتے ہیں (معاذ اللہ)۔ بحمدہ تعالیٰ اہلسنت و جماعت میں سے کوئی اَن پڑھ اور جاہل بھی اللہ جل مجدہ' کے سوا کسی کی خدائی اور الوہیت کا عقیدۂ فاسدہ نہیں رکھتا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب' تمام نبیوں کے سردار' تمام رسولوں کے سرتاج' اپنے آقا ومولیٰ اور دونوں جہاں کے آسرا محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ **اشهد ان محمدا عبده' وسوله** اور نماز میں کئی کئی مرتبہ اس شہادت کا اعادہ کرتا ہے تو وہ کسی اور کو کیونکر خدا یا خدا کا ہمسر اور شریک تصور کرسکتا ہے؟ یہ محض بہتان اور افتراءِ عظیم ہے کہ اہلسنت و جماعت کسی کو خدا کا شریک بناتے ہیں **هذا افك مبين وبهتان عظيم۔**

☆ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ﴾ نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار)

اس آیت کے مخاطب مومن نہیں ہیں بلکہ کفار ومشرکین ہیں جن کا اللہ کے مقابل نہ کوئی والی ہے نہ مددگار۔ آیت میں روئے سخن کافروں کی طرف ہے یعنی اے کافرو ! تمہارا مددگار آخرت میں کوئی نہیں۔ اگر اس آیت کے معنٰی یہ ہوں کہ قبر پرست مسلمان' نبیوں اور ولیوں کو حاجت روا مانتے ہیں تو جس وقت یہ آیت اُتری ہے وہ زمانہ نبوی تھا اور اُس زمانے کے مسلمان صحابہ کرام تھے جن سب کے بارے میں جنت کا وعدہ ہو چکا۔ بتاؤ اُن میں قبر پرست کون تھا اور فقیروں کو کون حاجت روا مانتا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہو رہا ہے اگر اُس زمانے میں ایسا کوئی نہ تھا اور سارے صحابہ مومن بلکہ مومن گر تھے تو یہ آیت غلط ہوگئی' جس نے نعوذ اللہ جھوٹی خبر دی......لہذا ماننا پڑے گا کہ یہاں اُن ہی مشرکوں' کافروں کا ذکر ہے جو اُس زمانے میں موجود تھے اور بُت پرستی کرتے تھے۔

اگر کسی بندے کو بعطائے الٰہی فریاد رس' مشکل کشا ماننا شرک ہو اور کسی کو حاضر وناظر'

غیب داں سمجھنا توحید کے خلاف ہوتو دُنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ خود ایسے مفسرین بھی شیطان اور ملک الموت کو حاضر وناظر مانتے ہیں اور امیروں کو چندوں کے وقت' حکیموں کو بیماری کے وقت' حاکموں کو خاص مصیبت کے موقعہ پر فریاد رس' حاجت روا' مشکل کشا سمجھ کر اُن کے دروازوں پر جاتے ہیں۔

تعجب ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع بلا ہوسکے' جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع جریان' دافع بخار' اکسیر شفا ہوسکیں۔ ایک شربت کا نام فریادرَس اور رُوح افزا بھی ہومگر یہ سب توحید کے خلاف نہ ہوں اور حضور نبی کریم محمد مصطفٰے ﷺ کو فریادرَس ماننا اس آیت کے خلاف ہوگیا۔ یہ عجیب تفسیر ہے کہ کہیں غلط اور کہیں صحیح۔

لطیفہ : اُن مفسرین میں سے ایک عالم کہیں جلسے میں بُلائے گئے جہاں اسٹیج پر بیٹھ کر انہوں نے کہا **لاالٰہ** نہیں ہے کوئی حاجت روا' نہیں ہے کوئی مشکل کشا سوائے اللہ کے۔ خیر جلسہ ختم ہوگیا اور حضرت جی صبح لوٹنے لگے تو جلسے والوں سے نذرانہ اور کرایہ مانگا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جی آپ رات کی اپنی تقریر بھول گئے **لاالٰـہ** نہیں ہے کوئی کرایہ دینے والا' **لاالٰـہ** نہیں ہے کوئی نذرانہ دینے والا۔ **لاالٰـہ** نہیں ہے کوئی روپیہ پیسہ دینے کے قابل۔ **الا اللـــــہ** اللہ کے سوا۔ آپ مشرک کیوں ہوئے جارہے ہیں اور ہمیں مشرک کیوں بنارہے ہیں؟ ہم اپنی توحید سنبھالیں گے اور آپ کو ایک پیسہ نہیں دیں گے۔

مومنوں کے مددگار بہت ہیں : Many helpers for the believers

﴿وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ (النساء/۷۵) اے اللہ اپنی طرف سے ہمارے لئے ولی بنا اور اپنی طرف سے ہمارے لئے مددگار بنا۔(اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی و مددگار دے دے)

معلوم ہوا کہ رب تعالٰی جس پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے مہربان مقرر فرمادیتا ہے اور جس پر قہر فرماتا ہے اُسے بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے اسی لئے مددگار بنانے کی دُعا مانگنے کا حکم دیا۔

غیر خدا کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔ دُعا کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ یا تو ہمیں مکہ سے نکال یا مددگار مجاہدین کو بھیج جو ہمیں کفار کے چنگل سے چھڑائیں۔ اللہ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی۔ غازیانِ اسلام نے مکہ فتح فرمایا۔ان کمزوروں کو ظالموں سے چھڑایا۔

☆ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (التحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے' اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

خیال رہے کہ نبی' مسلمانوں کے ایسے مددگار ہیں جیسے بادشاہ' رعایا کا مددگار۔ اور مومن' حضور ﷺ کے ایسے مددگار جیسے خدام اور سپاہی بادشاہ کے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے مددگار ہیں کیونکہ اس آیت میں جبرئیل اور صالح مسلمانوں کو مولیٰ یعنی مددگار فرمایا گیا اور فرشتوں کو ظہیر یعنی معاون قرار دیا گیا۔

☆ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ (محمد/ ۷)

اے ایمان والو ! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے (تو) وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے میثاق کے دن ارواحِ انبیاء سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا کہ جب تمھارے پاس وہ رسُول تشریف لائے جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا۔

﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ (ال عمران/۸۱) معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد کا میثاق کے دن سے حکم ہے۔

☆ ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (مائدہ/ ۵۵) تمہارا ولی (مددگار) تو اللہ ہے' اور اُس کا رسول ہے اور مومنین صالحین ہیں۔

☆ ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (التوبہ/۷۱) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی (مددگار) ہیں۔

☆ ﴿نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓـؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ﴾(حٰمٓ/۳۱) ہم تمہارے مددگار ہیں دُنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں۔

اب بتاؤ خدا کے سوا کوئی مددگار وحمایتی ہی نہیں تو یہ رسول کیسے مددگار ہو گئے اور یہ مومنین کیسے مددگار وحمایتی ہو گئے؟ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تمہارا بھی مددگار اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار وحمایتی۔ مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالعرض۔

☆ ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ﴾ (المائدہ/۲) اور تم نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (نیک اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو سرکشی میں)۔ اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا گیا۔

☆ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے غیر اللہ یعنی اپنے حواریوں سے مدد طلب کیا اور اپنے حواریوں سے خطاب فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے ﴿مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ﴾ (ال عمران/۵۲) کون میرے مددگار بنتے ہیں اللہ کی طرف۔ (کون ہے اللہ کی راہ میں میری مدد کرنے والا)۔ حواریوں نے کہا ﴿نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ﴾ (ال عمران/۵۳) ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ (بوقتِ مصیبت اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا سنتِ پیغمبر ہے)

☆ موسیٰ علیہ السلام کو جب تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو عرض کیا

﴿وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ ہٰرُوۡنَ اَخِی اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ ﴾ خدایا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کر دے، میری پشت (کمر) کو اُن کی مدد سے مضبوط کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کا سہارا کیوں لیا؟ کیا میں کافی نہیں؟ بلکہ اُن کی درخواست منظور فرمالی۔ معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا لینا سنتِ انبیاء ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۱) **من فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته** (بخاری و مسلم) جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا اس کی ضرورت اللہ تعالیٰ پوری فرماتا رہے گا۔ (۲) **والله فی عون العبد ماكان العبد فی عون اخيه**

(مسلم وابوداؤد) اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا رہے گا جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔ (۳) **ان للہ خلقا خلقھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئك الاٰمنون من عذاب اللہ** اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے لوگ اپنی ضروریات کے لئے اُن کے پاس جاتے ہیں یہی لوگ عذاب الٰہی سے مامون ہیں۔ (۴) **ان للہ اقواما اختصھم بالنعم لمنافع العباد یقرھم فیما مابذلوھا فاذا منعوھا نزعھا منھم فحولھا الی غیرھم** (ابن الدنیا) اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کے لئے نعمتیں خاص کر رکھی ہیں جن سے وہ بندوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں وہ نعمتیں اُن لوگوں کے اندر اُس وقت تک رہتی ہیں جب تک وہ انہیں صرف کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ یہ نعمتیں روک لیتے ہیں تو وہ دوسروں کے حوالہ کردی جاتی ہیں (۵) **لان یمشی احدکم مع اخیہ فی قضاء حاجتہ واشار باصبعہ افضل من ان یعتکف فی مسجدی ھذا شھرین** (الحاکم) اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی راہ میں قدم بڑھانا میری اس مسجد میں دو ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔ **فی قضاء حاجتہ** کہتے ہوئے آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافق کھلے کافر سے بدتر ہے اُس کا عذاب کھلے کافر کے عذاب سے سخت تر ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ منافق کافر بھی ہے دھوکہ باز بھی۔ اس کا نقصان بمقابلہ کھلے کافر کے سخت ہے ہمیشہ مسمانوں کو منافقین کے ہاتھوں جو دکھ پہنچے وہ کھلے کافروں کے ہاتھوں نہ پہنچے منافقین غدار قوم، غدار ملک، غدار دین ہیں۔

(☆) دوزخ کے تمام طبقوں میں نچلا طبقہ ہاویہ زیادہ خطرناک ہے وہاں عذاب بہت سخت ہے جیسے کہ جنت کے تمام طبقوں میں اونچا طبقہ جنت الفردوس یا اعلیٰ علیین بہترین ہے

(☆) قیامت میں منافقوں کا مددگار کوئی نہیں، مخلص مومنوں کے بہت سے مددگار

اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے ہیں جو اُن کی شفاعت کر کے معافی یا عذاب میں تخفیف کرائیں۔
جو شخص کہے کہ میرا مددگار کوئی نہیں وہ اپنے منافق ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

خیال رہے کہ مومنین کو حضور ﷺ' حضرات اولیاء عام مومنین کی طرف سے دُنیا میں بھی مدد پہنچتی رہتی ہے مرتے وقت بھی قبر میں بھی اور قیامت میں بھی۔ اس لئے ثواب قیامت کے بعد دیا جائے گا کیونکہ برزخ میں مومنوں کو زندوں کی طرف سے قیامت تک دعائیں صدقات خیرات پہنچتے رہیں گے جب دُنیا سے مسلمان ختم ہوجائیں گے اور یہ ثواب پہنچنا بند ہوجائے گا تب قیامت آئے گی یعنی ایصال ثواب بند ہوجائے تو قیامت آئے گی ایصال ثواب قیامت تک جاری رہے گا مومنین کے لئے۔

(☆) گناہ گار مسلمانوں کی بھی شفاعت ہوگی کیونکہ یہاں شفاعت نہ ہونا' مددگار نہ ہونا منافقوں کے لئے خاص کیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

منافقین اور یہود کے دوستانہ تعلقات

Frindly relations of Jews and Christians

عبداللہ ابن ابی اور اُس کے جماعت کے دوسرے منافقین مدینہ' خیبر اور نجران کے یہود سے خفیہ تعلقات' میل ملاپ' آمدورفت' لین دین رکھتے تھے۔ جب مسلمان اس پر مطلع ہوتے اور اُن سے پوچھتے کہ تم یہ کیا حرکت کر رہے ہو؟ تو وہ کہتے کہ دُنیا میں آفتیں مصیبتیں گرانی قحط سالی بیماریاں آتی رہتی ہیں' ہمارے ان یہود سے پرانے تعلقات ہیں۔ آفات و مصیبتوں میں یہ لوگ ہمارے کام آتے ہیں ہماری مدد کرتے ہیں اس لئے ہم اُن سے تعلقات قائم رکھنے پر مجبور ہیں مگر اُن کے دل میں یہ تھا کہ مسلمانوں کا اعتبار نہیں۔ اسلام کو فروغ ہو یا نہ ہو' یہ تو ایک وقتی چیز ہے کچھ روز بعد اسلام ختم ہوجائے گا' ہم اس عارضی چیز کی وجہ سے اپنے ان پُرانے دوستوں سے کیوں بگاڑ لیں۔

اس آیت کریمہ میں ان کی اس حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مسلمانوں کو اسلام کے دائم قائم رہنے اور آئندہ اسلامی فتوحات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ (تفسیر خازن)

﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (المائدہ/۵۲)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو اُن کو دوست بنائے گا وہ اُن ہی میں سے شمار ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا) 'سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاری کی طرف۔ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ وہ وقت دُور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمھیں) دیدے فتح کامل یا (ظاہر کردے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انھوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم'

Now, you will see those in whose hearts is a disease run towards the Jews and Christans, saying, "We fear lest a misfortune befall us." Then it is near that Allah may bring a victory, or any Commandment from Himself, then they will remain regretting on what they had concealed in their hearts.

اس آیت کریمہ میں چار باتیں بیان فرمائی گئی ہیں ایک تو منافقین کا دلی بیماری نفاق میں مبتلا ہونا، دوسرے اُن کا یہود و نصاریٰ سے گھلا ملا ہونا...... اُن کے جسموں کا مسلمانوں کے ساتھ ہونا، دِلوں کا کفار کے ساتھ رہنا، تیسرے اُن کی معذرت کا بیان کہ ہم کفار سے کیوں ملتے ہیں، چوتھے اُن کے عذر کی تردید۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اے محبوب ﷺ یا اے قرآن پڑھنے والے مسلمان، رب تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو مگر تم فی الحال یہ محسوس

کرر ہے ہو یا آئندہ آنکھوں سے ملاخطہ کرو گے کہ دل کے بیمار منافقین' یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑے جار ہے ہیں' اُن سے محبت میل جول خوب کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اس جرم کی زبان سے یہ معذرت کرتے ہیں کہ ہم کو گردش زمانہ قحط بھوک افلاس کا کھٹکا لگا ہوا ہے یہود جتھ والے بھی ہیں مالدار بھی ۔ ایسے حالات میں ہم کو اُن کی مدد کی ضرورت ہے اس لئے ہم اُن سے ظاہری میل ملاپ رکھتے ہیں۔ دل میں یہ نیت کرتے ہیں کہ مسلمانو تمھارے ساتھ رہنے سے ہم کو گردش کا خطرہ ہے تمھارا دین عارضی ہے جو چند دن میں ختم ہو جائے گا۔ ہم تمھاری خاطر اُن سے کیسے بگاڑ لیں۔ مسلمانو ! تسلی رکھو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ تم کو جہادوں میں فتح دے گا' یہود کے دلوں میں تمھاری ہیبت پیدا کرے گا جس سے تم اُن پر جزیہ قائم کرو گے۔ بعض کو دیس سے نکال دے گا' بعض کو تمھارے ہاتھوں قتل کرا دے گا۔ تب یہ منافقین اپنے دِلوں میں پچھتائیں گے کہ ہم نے یہود کا ساتھ دے کر بڑی غلطی کی' اب نہ ہم اُن کے ہی رہے نہ مسلمانوں کے۔ اس وقت حسرت و ندامت کے بغیر منافقین کے لئے کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ابھی سے اسلام کا دامن مضبوطی سے تھام لو اور اس کے دشمنوں سے اپنے تعلقات منقطع کرلو۔

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کو ابتداء سلام نہ کرو' جب تم اُن میں سے کسی سے راستہ میں ملو تو اسے تنگ راستے پر چلنے میں مجبور کرو۔ (مسلم و ترمذی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے سوا کسی کو ساتھی نہ بناؤ اور متقی کے علاوہ اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔ (سنن ترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک نصرانی کاتب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی کتابت سے بہت خوش ہوئے' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا' وہ نصرانی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر ضرب لگائی اور فرمایا: اس کو نکال دو اور یہ آیت پڑھی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۘ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (المائدہ/۵۱) اے ایمان والو ! یہود اور نصاری کو دوست نہ بناؤ' وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں' تم میں سے جو اُن کو دوست بنائے گا وہ اُن ہی میں سے (شمار) ہوگا' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

O believers ! do not take the Jews and Christians as frinds, they are friends of each other among themselves, and whoso of you makes them his friends, then he is one of them. Undoubtedly, Allah guides not the people unjust.

حضرت ابو موسیٰ نے کہا بخدا میں اس سے دوستی نہیں رکھتا' یہ صرف کتابت کرتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: کیا تمہیں مسلمانوں میں کوئی کاتب نہیں ملا تھا؟ جب اللہ نے اُن کو دور کر دیا ہے تو تم اُن کو قریب نہ کرو' اور جب اللہ نے اُن کو خائن قرار دیا ہے تو تم اُن کو امین نہ بناؤ؟ اور جب اللہ نے اُن کو ذلیل کیا ہے تو تم اُن کو عزت مت دو۔ (شعب الایمان)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے دشمنوں یہود اور نصاریٰ سے اُن کی عید اور اُن کے اجتماع کے دنوں میں اُن سے اجتناب کرو' کیونکہ اُن پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے' مجھے خدشہ ہے کہ تم پر بھی وہ غضب نہ آجائے' اور اُن کو اپنے راز نہ بتاؤ' ورنہ تم بھی اُن کے اخلاق اختیار کر لو گے۔ (شعب الایمان)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکین کے ساتھ سکونت نہ کرو' نہ اُن کے ساتھ جمع ہو۔ جس نے اُن کے ساتھ سکونت رکھی یا اُن کے ساتھ جمع ہوا' وہ اُن کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفار کی طرف دل کا میلان' اُن کی طرف کھچاؤ۔ بیماری دل یعنی کفر یا نفاق یا ضعیف ایمان کی علامت ہے۔

(☆) پختہ ایمان کی علامت ہے ہر بے دین سے نفرت اور مسلمانوں سے محبت۔

(☆) عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہے یعنی اپنے گناہ کو درست ثابت کرنے کی کوشش کرنا منافقوں کا طریقہ ہے مومن گناہوں سے توبہ کرتا ہے بہانے یا معذرت نہیں کرتا۔

(☆) خوشامدی لوگ (چاپلوس) جو کسی غرض کی بناء پر محبت والفت کا دم بھرتے ہیں وہ وقت پر دھوکا دے جاتے ہیں دیکھو منافقین مدینہ، یہود مدینہ سے نفسانی محبت رکھتے تھے مگر جب ان پر وقت پڑا تو سارے منافق دھوکا دے کر گھروں میں بیٹھ رہے۔

(☆) دُنیاوی خطرات کی بناء پر دین کو خطرہ میں ڈالنا طریقہ منافقین ہے۔ منافقین مصیبتِ دُنیاوی کے خطرہ سے یہود سے محبت ومیل جول رکھتے تھے حالانکہ اُن سے میل جول دین کے لئے خطرناک تھا۔ مومن، دنیا کو دین پر قربان کرتا ہے۔

نفاق سے اعمال ضائع ہوتے ہیں

Hypocrisy Destroyes the work

منافقین بڑے جوش وخروش سے قسمیں کھا کر یہودیوں سے کہا کرتے تھے کہ اے یہودیو' اگر تم سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے اور اگر تم کو مسلمانوں نے نکالا تو ہم تمھارے ساتھ نکل چلیں گے' مگر جس وقت یہود کی درگت بنے گی اور مسلانوں کے ہاتھوں وہ مصیبت پر مصیبت پائیں گے اس وقت یہ باتیں بتانے والے منافقین خاموش رہیں گے بلکہ مسلمانوں کی خوشامدیں کرنے لگیں گے تب مسلمان ان یہودیوں سے خطاب کر کے کہیں گے کہ دیکھو یہ ہیں تمھارے وہ منافقین جو تم سے ایسے وعدے کرتے تھے اور آج تم سے الگ ہوگئے۔ منافقین کی کافر دوستی اور مسلم دشمنی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو نیکیاں بظاہر انھوں نے کی تھیں وہ اکارت ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے نفاق کا پردہ چاک کر کے انھیں رُسوا کر دیا اور قیامت کے روز انھیں اپنی بدنصیبی کا صحیح احساس ہوگا۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ (المائدہ/۵۳)

' اور (اس وقت) کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے قسمیں اُٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمھارے ساتھ ہیں۔ اکارت گئے اُن کے اعمال اور ہوگئے وہ (سراسر) نقصان اُٹھانے والے'

And the believers say, 'are they the same who swore by Allah in their Oaths with full strength that they were with you'? Their works were all destroyed, then they were left in loss.

یعنی مسلمان اُن لٹنے پٹنے' دیس سے نکالے جانے والے یہود سے کہیں گے کہ دیکھ لو یہ منافقین وہ ہی ہیں جو تم سے اللہ تعالیٰ کی مضبوط قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم دل

سے تمھارے ساتھ ہیں' وقت پڑنے پر ہر طرح تمھاری مدد کریں گے۔ لو دیکھ لو آج یہ تماشائی بنے' جو کچھ تمھاری مدد' خفیہ خبر رسانی وغیرہ اعمال کئے سب بیکار گئے' کچھ نہ بنا سکتے آج تم ہو اور تمھاری سرکوبی کے لئے ہم ہیں۔ ت م اور یہ دونوں بڑے نقصان میں رہ گئے قرآن کریم کے یہ تمام وعدے ہو بہو پورے ہوئے۔ اللہ تعالی سچا' اس کے رسول ﷺ سچے' قرآن سچا' اسلام سچّا۔

منافق راہ خدا میں قتل ہونے سے بھی جنتی نہیں ہوتا : حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک منافق جو اپنے جان و مال سے جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو قتل کرے حتی کہ قتل کیا جائے تو یہ دوزخ میں ہے کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی۔ (مشکوٰۃ المصابح)

یعنی جو اعتقادی منافق بطور نفاق جہاد میں چلا جائے اور وہاں اُسے سب کچھ خرچ کرنا پڑے اور قتل بھی ہو جائے تب بھی وہ دوزخی ہے کیوں کہ جنتی ہونے کے لئے ایمان شرط ہے۔ خیال رہے کہ منافقین اپنا نفاق چھپانے کے لئے کبھی جہاد میں بھی چلے جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ کسی نیکی سے منافق جنتی نہیں ہوسکتا' لہذا سب سے پہلے عقائد کی اصلاح ضروری ہے۔ بدعقیدہ افراد اپنا وقت' مال اور ساری توانائی خرچ کرنے کے باوجود بھی مستحق جہنم رہیں گئے۔ الحمد للہ ہمارا دین اسلام ہے اور ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ جاننا چاہئے کہ دینِ اسلام میں عقائد جڑ ہیں اور اعمال شاخیں۔ جس طرح درخت کی جڑ کٹ جائے یا خراب ہوجانے سے شاخیں مُرجھا کر فنا ہوجاتیں ہیں اسی طرح عقائد کے نہ ہونے یا بگڑ جانے سے اعمال خراب و برباد ہوجاتے ہیں اس لئے اعمال سے پہلے عقائد کا صحیح و درست ہونا بہت ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی حفاظت اور شریعت کی پیروی دین کا علم حاصل کئے بغیر ممکن نہیں۔۔ اسی لئے آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا' علم دین سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے' (مسند امام اعظم)

قرآن کریم نے ایمان کو تمام اعمال کی اساس قرار دیا ہے۔ اعمال' عبادات' شریعت کی

پابندی یہ سب ایمان کے بغیر قابل قبول نہیں' نہ ایسے شخص کو مومن و مسلم کہا جاسکتا ہے جو اللہ ورسول پر ایمان لانے کا اعلان کئے بغیر احکام اسلام کی پابندی کرتا ہو یا وہ ایمان کا دعویدار تو ہو لیکن نص قطعی سے ثابت شدہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو' مثلاً فرض عبادات میں سے کسی ایک کا انکار کرے' قرآن کی کسی آیت یا کسی حرف کا انکار کرے یا اس کے بیان کردہ احکام وواقعات میں سے کسی کا انکار کرے یا اُن کو مشکوک جانے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل ومناقب کا منکر ہو' یا آپ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو حرام وحلال قرار دیا اُن میں سے کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام جانتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ایمان تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کا نام ہے اور کسی ایک چیز کے انکار سے کم یا ناقص نہیں بلکہ رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ایمان میں عمل ہے۔۔عمل میں ایمان نہیں۔ جیسے ایمان میں ڈاڑھی ہے' ڈاڑھی میں ایمان نہیں ہے کیونکہ بہت سے کفار اور بدمذہب بھی ڈاڑھی رکھتے ہیں بلکہ سکھ مذہب میں ڈاڑھی رکھنا مذہبی علامت ہے۔ بہر حال ایمان پر تمام اعمال کا دارومدار ہے ایمان کا ثمر وفائدہ اعمال صالحہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور اعمال صالحہ ایمان ہی کے ذریعہ مفید ومقبول ہیں۔۔ بغیر ایمان کے اعمال کے پہاڑ بھی بنا دیئے جائیں تو راکھ ہیں۔ قرآن نے ایمان سے محروم افراد کے کاموں کی مثال 'راکھ' سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اُڑا اُڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور اُن کا کوئی وجود نہیں رہتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی محبت روح ایمان ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا یہاں تک کہ میں اُسے اُس کے ماں باپ' اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری ومسلم)

رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہو سکتا' ایمان کے اندر کمال نہیں ہو سکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔

ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔ حضور ﷺ کی محبت مدار ایمان بلکہ عین ایمان ہے جب تک حضور ﷺ کی محبت ماں باپ اولاد بلکہ تمام جہاں سے زیادہ نہ ہو' کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا۔ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہر مسلمان پر فرضِ ایمان بلکہ جان ایمان ہے اور آپ کے تمام دشمنوں سے عداوت ودشمنی رکھے اگرچہ وہ اپنا باپ یا بیٹا یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ رسول سے بھی محبت ہو اور اُن کے دشمنوں سے بھی الفت ہو (شفا شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا' تو نے قیامت کے لئے کیا سامان اکٹھا کیا ہے؟ تو اُس شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ: نہ بہت نمازوں' نہ بہت روزوں' اور نہ بہت صدقات کو توشہ بنایا ہے (نماز' روزہ کا کوئی بڑا ذخیرہ تو میرے پاس نہیں ہے)' لیکن مجھے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ بہت محبت ہے' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' تیرا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے (یعنی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرامت' تجھے میری معیت وسنگت حاصل ہوگی) **المرء مع من احب وانت مع من احببت** (بخاری شریف' ترمذی)

صحابیِ رسول کا عقیدہ دیکھو۔ محبوب کریم ﷺ نہ تو مجھے اپنی عبادات' نمازوں اور روزوں پہ ناز ہے اور نہ ہی اپنے صدقات وخیرات کو سامانِ آخرت سمجھتا ہوں' مجھے تو فقط ایک ہی سہارا ہے **اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** کہ آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میرے سینے میں جلوہ گر ہے' تو آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا جس سے پیار ہوگا وہ روزِ قیامت اسی کے ساتھ اُٹھے گا' چونکہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اس لئے قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہوگا۔

اور یہ بات قطعی ہے کہ جو شخص بھی رحمتِ دوعالم ﷺ کے ساتھ ہوگا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز کلمہ' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات اُسی کی قبول ہوں گی جس کے دل میں محبتِ مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کی جلوہ گری ہوگی۔

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی، میرا ایمان بھی روحِ ایمان بھی
مہبطِ وحیِ آیات بھی اور قرآن بھی، روحِ قرآن بھی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاصل بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتا تا ہے انھیں — ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے سچے ہیں اس کے خلاف محال بالذات

(☆) تقیہ یعنی منافقت اور دورُخا پن نیکیاں برباد ہو جانے کا ذریعہ ہے

(☆) تقیہ باز یعنی منافق کسی کے کام نہیں آتا وہ مسلمانوں کے لئے مفید تو کیا ہوتا، کفار کے لئے بھی بیکار ثابت ہوتا ہے اس لئے اس پر کفار بھی اعتبار نہیں کرتے۔

منافقین جیسے خالی آتے ہیں خالی لوٹتے ہیں

Hypocrites are infidels

امام قتادہ اور امام سدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند یہودی حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم لوگ آپ سے آپ کے دین سے بالکل راضی ہیں ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اسلام بہت ہی اچھا دین ہے اور بہت سی چکنی چپڑی باتیں کیں مگر دل میں کفر چھپائے رکھا یعنی منافقت سے یہ باتیں کیں۔ اُن کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں جن میں حضور ﷺ اور مسلمان کو اُن کی بد باطنی سے مطلع فرمایا گیا تا کہ مسلمان اُن سے دھوکہ کھا کر نقصان نہ اُٹھائیں۔

﴿وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ﴾ (مائدہ/۶۱)

'اور جب آتے ہیں تمھارے پاس تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے حالانکہ وہ (یہاں) داخل بھی ہوئے کفر کے ساتھ اور وہ نکلے بھی کفر کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے تھے۔'

And when they come to you, they say, 'We are Muslims,' while they were infidels when they came and infidels too when they departed. And Allah knows well what they are concealing.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان یہود کی مردودیت' مغضوبیت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں آتے تو ہیں مگر فیض لینے کے لئے نہیں بلکہ دھوکہ دینے کے لئے آتے ہیں چنانچہ وہ آپ کے سامنے منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں ہم مسلمان ہو گئے......مگر حالت یہ ہے کہ آپ کے ہاں کافر ہی آتے ہیں اور کافر ہی جاتے ہیں جیسے آئے ویسے ہی گئے۔ ہم اُن کی دلی ارادوں' نیتوں کو جانتے ہیں۔ اُن کی چھپی ہوئی

حالت سے خبردار ہیں۔ ایک لحظہ کے لئے بھی اُن کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آئے تھے اسی حال میں لوٹ گئے۔ کیونکہ ان کے دل سخت تھے اور ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لائے' بالکل خلاف واقع اور جھوٹ ہے اور اس جھوٹ سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ مکر وفریب کرنے کی بہت کوشش اور جدوجہد کریں کیونکہ وہ مسلمانوں سے بہت بغض اور عداوت رکھتے تھے۔

اخلاص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے والا صحابی بن جاتا ہے اور اخلاص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والا اگرچہ سو برس کا کافر ہو مومن ہو جاتا ہے۔ نفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا اپنے کفر کو اور بھی پختہ کر لیتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ﴿**ینظرون الیك وهم لایبصرون**﴾۔ منافقین کو آخرت کی فکر نہیں۔ انھیں دن رات یہ ہی فکر رہتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے ایمان کا یقین کس طرح دلائیں۔ کبھی کسی کے دروازے پر جا کر قسمیں کھا کھا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم پکّے مسلمان ہیں' ہم کو منافق نہ سمجھنا۔ کبھی کسی کے چوکھٹ پر سر جھکا کر یہ کہہ رہے ہیں' غرض کہ اُن کی جان عجیب تنگی وضیق میں ہے۔

قابل ذہن نشین نکات : (☆) بدنصیب شقی کو اعلیٰ صحبت سے بھی فیض نہیں ملتا۔ بزرگوں کے پاس وہ جیسا آتا ہے وہاں سے ویسا ہی جاتا ہے۔ حضور ﷺ ہدایت کا مرکز ہیں جب یہ وہاں سے محروم رہے تو کہاں سے ہدایت پائیں گے؟

(☆) بعض مردود انسان قرین شیطان سے بھی زیادہ بدنصیب ہیں۔ دیکھو یہ منافق یہودی حضور ﷺ کے پاس آتے رہتے تھے مگر ویسے کے ویسے ہی گمراہ رہے حالانکہ حضور ﷺ قرین ایمان لے آیا مومن بن گیا' دیکھو مشکوٰۃ شریف باب الوسوسہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرا قرین شیطان مومن ہو گیا مجھے اچھا ہی مشورہ دیتا ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر ایسا مہربان ہے کہ حضور کو دشمنوں کی سازش بتاتا اور ان سے بچاتا ہے۔

دین میں آسانی تلاش کرنا اور جھوٹی قسمیں کھانا منافقوں کا طریقہ ہے

Looking convenience and Swearing by Allah

جب مدینہ منورہ میں غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا تو لوگ تین گروہ ہو گئے ۔ ایک وہ جو فوراً بغیر پس و پیش تیار ہو گئے وہ اول درجہ کے مطیعین تھے جیسے عام مہاجرین و انصار ۔ دوسرے وہ ضعفاء مومنین جن میں تبقاضاء بشری اس وقت اتنا دراز سفر کچھ بھاری محسوس ہوا مگر انھوں نے منہ سے کچھ نہ کہا ۔ تیسرے وہ جنھیں اتنا دراز سفر اور رومیوں سے مقابلہ سخت ناگوار گذرا، وہ اس جہاد سے بچنے کے لئے حیلے بہانے سوچنے اور باتیں بنانے لگے ۔ یہ تھے منافقین ۔ منافقین کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر مدارک و روح البیان)

﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (التوبہ/۴۲)

'اگر ہوتا وہ مال نزدیک یا سفر آسان تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے' لیکن دُور معلوم ہوتی ہے انھیں مسافت اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی (اور کہیں گے) کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے تمھارے ساتھ' ہلاک کر رہے ہیں اپنے آپ کو ۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں ۔' (ضیاء القرآن)

'اگر ہوتا آس پاس کا مال اور سفر معتدل تو وہ سب ساتھ ہوتے تمہارے' لیکن دور لگی انھیں دشوار مسافت اور بہت جلد قسم کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سکت رکھتے تو ضرور نکلے ہوتے تمہارے ساتھ' وہ تباہ کر رہے ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں' (معارف القرآن)

If there had been any near gain, or an average journey, then they would have certainly gone with you, but the hard journey seemed too long to them, and now they will swear by Allah, that if we had been able, then we would have surely gone with you. They ruin their souls, and Allah knows that undoubtedly, they are necessarily liars.

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب منافقین کو جہاد کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ مسافت بڑی طویل تھی اور دشمن بڑا قوی تھا اس لئے منافقین اپنی معذوری بیان کرکے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر معذرت خواہی کرنے لگے کہ جس چیز کی طرف انھیں بلایا گیا وہ مکان قریب ہوتا یا سفر آسان ہوتا تو پھر یہ ضرور شریک ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب ﷺ غزوہ تبوک میں مخلص مومن گئے مگر تیسرا گروہ منافقین نہ گئے کیونکہ اگر اس موقعہ پر مال غنیمت بآسانی حاصل ہونے کی امید ہوتی اور سفر بھی درمیانہ ہوتا بہت دراز نہ ہوتا تو دوسرے غزوات کی طرح اس کے لئے بھی یہ لوگ روانہ ہوجاتے اور آپ کی ہمراہی اختیار کرتے' اللہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے ذاتی منافع کے لئے۔ مگر بات یہ تھی کہ ان پر دراز سفر' گرمی کا موسم وبال بن گیا۔ اس لئے روانہ کیسے ہوتے۔ اب جب آپ اور آپ کے جان نثار صحابہ غازیاں تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچیں گے تو یہ منافقین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم لوگ سخت مجبور تھے اس لئے تبوک نہ گئے' اگر ہم میں قوت ہوتی تو ضروری آپ حضرات کے ساتھ چلتے۔ ہم مجبور' معذور' بیمار' نادار تھے' کیسے جاتے؟ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر تمھارا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنے ہی کو ہلاک کرتے ہیں کہ ان قسموں سے انھیں دُنیاوی دو تین نقصانات پہنچیں گے یہ قسمیں ہی ان کا پول کھول دیں گی اُن کی منافقت ظاہر کردیں گی۔ اے مسلمانوں! ان قسموں سے دھوکہ نہ کھانا' اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم کو بتا رہا ہے کہ سب نرے جھوٹے ہیں اُن کے نہ جانے کی وجہ وہ ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

قابل ذہن نشین نکات : (☆) رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے ذریعہ پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ یہ عنقریب قسمیں کھائیں گے سو یہ غیب کی خبر ہے اور پیش گوئی ہے اور پھر بعد میں انہوں نے قسمیں کھائیں اور آپ کی پیش گوئی سچی ہوگئی اور یہ آپ کی نبوت کے صدق پر دو طرح دلیل ہے: ایک آپ نے غیب کی خبر دی' دوسرے آپ کی پیش گوئی سچی ہوئی اور یہ عظیم پیش گوئی ہے' کیونکہ آپ نے ایسی پیش گوئی کی جس کا پورا ہونا یا نہ ہونا دشمن کے اختیار میں تھا۔ اگر منافقین بعد میں قسمیں نہ کھاتے تو آپ کی پیش گوئی جھوٹی ہو جاتی لیکن منافقین نے قسمیں کھائیں اور آپ کی پیش گوئی سچی ہوگئی۔

(☆) دین میں مشقت سے گھبرانا' آسانیاں تلاش کرنا منافقوں کا شیوہ ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو گرمیوں میں تو نمازی بن جاتے ہیں سردی میں تارک نماز یا سردیوں کے رمضان میں روزے دار بن جاتے ہیں گرمی کے رمضان میں بے روزے دار۔ نرم گرم سب برداشت کرو۔ دیکھو منافقین آسان اور قریب کے جہادوں میں جاتے تھے دور کے اور سخت جہاد سے کتراتے تھے۔ (☆) جہاد میں شرکت کرنا محض مال غنیمت حاصل کرنے یا اپنی ناموری کے لئے' اللہ رسول کی رضا کا خیال بھی نہ ہو...... یہ طریقہ منافقین ہے۔

(☆) حضور ﷺ کی اتباع بلکہ آپ کے ساتھ رہنا صرف دنیاوی غرض سے ہو منافقوں کا طریقہ ہے جو اتباع اللہ رسول کی محبت سے ہو وہ رب کی محبوبیت کا ذریعہ ہے ﴿فاتبعونی یحببکم اللہ﴾۔

(☆) محبت میں درازی سفر' گرم موسم' حالات ناسازگار' بالکل حائل نہیں بنتے۔ ہاں یہ چیزیں نفس پر گراں ہیں۔ صرف منافقین پر ہی یہ درازی سفر مشقت کا باعث ہے۔

(☆) جھوٹی قسمیں کھانا بلکہ زیادہ قسموں سے دوسروں کو راضی کرنا طریقہ منافقین ہے۔ مخلص مومنین کو قسمیں کھا کر اپنا اخلاص ثابت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اُن کا دِلی اخلاص خود اُن کا حال بتا دیتا ہے۔

منافقین کو رعایت نہ دی جائے

No leave to Hypocrites

غزوۂ تبوک کا اعلان عام سن کر منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہانے بنا کر مدینہ میں رہ جانے کی اجازت حاصل کی اور رہ گئے کہ حضور میں بیمار ہوں یا میری بیوی، میری ماں، خالہ وغیرہ سخت بیمار ہیں میں اُن کی خدمت میں مشغول ہوں۔
منافقین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لئے بیان کرتے۔ حضور ﷺ اپنی کریم النفسی کے باعث انھیں پیچھے رہنے اجازت فرما دیتے، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اگر انھیں رخصت نہ دی جاتی تو بھی وہ اس مہم میں شرکت سے انکار کر دیتے۔ بہتر یہی تھا کہ ان کی معذرتوں کو ٹھکرا دیا جاتا، تاکہ جب وہ پیچھے رہ جاتے تو اُن کے نفاق کا حال سب کو معلوم ہو جاتا۔ یہ دریافت کرنے سے پیشتر کہ اے محبوب۔ تم نے انھیں پیچھے رہنے کی اجازت کیوں دی۔ یعنی ان کو ننگا (بے نقاب) کیوں نہ ہونے دیا۔ اتنا فرمانے سے پہلے ﴿ **عفا اللّٰہ عنک** ﴾ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ یہاں یہ کلمات کسی گناہ کی معافی کا ذکر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اظہار تعظیم وتکریم کے لئے ہیں۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کسی کی عزت وتوقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات سے کیا کرتے۔ امام رازی فرماتے ہیں: **ان ذالك يدل على مبالغة الله فى تعظمه و توقيره** ۔ یعنی ان کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم وتوقیر میں بڑے مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔ اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ اشارہ پاتے ہی ہتھیار سجا کر حاضر خدمت ہو جائے، صرف وہ لوگ حیلے بہانے کر کے جہاد سے روگردانی کر رہے ہیں جن کے دِلوں میں نفاق ہے۔

﴿ **عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۚ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ** ﴾ (التوبۃ/۴۴-۴۳)

'درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی انھیں یہاں تک کہ ظاہر ہوجاتے آپ پر وہ لوگ جنھوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔ نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر کہ (نہ) جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔' (کنزالایمان)

Allah forgive you, why did you then permit them, till the true one had not become manifest to you and the liars had not become clear? And those who would believe in Allah and the Last Day would not ask leave of you from struggling with their wealth and their lives. And Allah knows well the duty-bound.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ! اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی دُور فرمادی۔ آپ کو اجازت دینے اور نہ دینے کا مختار بنادیا مگر اے پردہ پوش عالم' اے سب کے عیب چھپانے والے محبوب' تم نے اُن منافقوں کو غزوۂ تبوک سے رہ جانے کی اُن کے معمولی بہانے پر کیوں اجازت دیدی۔ آپ نے ذرا تحقیقات تو فرمائی ہوتی تاکہ آپ کو سچے لوگ ظاہر ظہور معلوم ہوجاتے اور آپ کے ذریعہ جھوٹے لوگوں کو دوسرے بھی جان لیتے۔ آپ پر بھی ان کا جھوٹ کھل جاتا۔ مخلصین اور منافقین کی آجکل علامت یہ ہے کہ مخلصین جو اللہ کی توحید سے لے کر' تا یوم قیامت ہر ایمانی جزء مانتے ہیں وہ آپ سے مالی جانی جہاد کی اجازت نہیں مانگتے وہ خود ہی اپنے شوق سے تیاری کرتے اور اس میں شرکت کرتے ہیں بلکہ اگر انھیں رُوکا جائے تو غمگین ہوتے ہیں (روح المعانی) یا مومنین مخلصین جہاد سے رہ جانے کی اجازت نہیں مانگتے۔ اللہ تعالیٰ سارے پرہیزگاروں کو یا اُن پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے اور انہیں جزائے خیر دے گا۔ (تفسیر نعیمی)

صاحبِ تفسیر تبیان القرآن علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے منافقین کو اجازت دینا' یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے' اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ

نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے' آپ نے اُن کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی کیوں اجازت دے دی' حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو یہ پھر بھی جہاد میں شریک ہونے والے نہ تھے یعنی اُن کے حق میں آپ کا اجازت دینا اور نہ دینا دونوں امر برابر تھے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو احکام کا مالک و مختار بنایا۔ جس پر چاہیں جو احکام چاہیں باذن پروردگار جاری فرمادیں۔ غزوۂ بدر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اور غزوۂ تبوک میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے زمین مدینہ کو میدان تبوک بنادیا کہ جو ثواب غازیوں کو وہاں پہنچ کر میسر ہوا' وہ ثواب اُن حضرات کو مدینہ منورہ میں رہ کر حاصل ہوگیا ...... لہٰذا اگر وہ چاہئیں تو زمین عجم کو عرب بلکہ مدینہ کی زمین بنادیں۔ اگر چاہیں تو ہمارے سینہ کو مدینہ کردیں۔ نکالو بحرِ غم سے یہ سفینہ بنادو میرے سینہ کو مدینہ

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم' رب تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ رب تعالیٰ دوران خطاب اُن سے محبت کے کلمات فرماتا ہے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیب پوش خلق' ستار عیوب کی صفت ستاری کے مظہر اتم ہیں کسی کے عیب ظاہر نہیں کرتے۔

(☆) ایمان و نفاق دِل کی صفات ہیں مگر بعض اعمال اُن کی علامات ہیں جن سے دِل کے یہ حالات معلوم ہوجاتے ہیں۔ عبادات میں سستی' اُن سے بچنے کی کوشش کرنا منافقت کی علامت ہے اور اُن میں چستی چاق و چوبند رہنا اخلاص کی نشانی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**فویل للمصلین الذین هم عن صلوتهم ساهون**﴾۔ ہلاکی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نمازوں کو بھول جانے والے ہیں۔

(☆) نیکیوں سے بچنے کے لئے بہت پوچھ کچھ کرنا' سوالات کرنا یہ بھی منافقت کی علامت ہے

منافقین کے دِلوں میں شک اور تر دّد ہے

Hypocrites do not believe Allah

Doubt in the hearts

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کا بہت پہلے اعلان فرما دیا تھا۔ مخلصین مومنین تو اس کی تیاری میں مصروف ہوگئے اور وقت پر روانہ ہوگئے مگر مدینہ منورہ کے انتالیس کلمہ گو منافقین نے کوئی تیاری نہ کی اور وقت پر مختلف قسم کے بہانے بنانے لگے' اُن میں سے ایک بہانہ یہ بھی تھا کہ اتنے دَراز سفر کی کوئی تیاری نہ کرسکا اس لئے روانگی سے معذور ہوں' مجھے رہ جانے کی اجازت دی جائے' اُن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئیں۔ (روح المعانی۔تفسیر نعیمی)

ان میں منافقین کی حالت کا بیان ہے کہ نہ تو سچے دل سے مومن ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشاد کی تعمیل میں ہم تن مستعد ہوں اور نہ ہی اپنے کفر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر ایمان کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہیں اُدھر اپنے آپ کو آشکار کرنے کی جرأت مفقود ہے' بے چارے عجیب کشمکش میں گرفتار ہیں۔ان میں سے بعض کہنے لگے حضور ہم تو جہاد کے لئے بالکل تیار تھے عین وقت پر کچھ ایسی مجبوریاں رونما ہوگئیں کہ بادلِ نخواستہ ہمیں رُکنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظالم سفید جھوٹ بول رہے ہیں اگر ان کا قول درست تھا تو انھوں نے کچھ تیاری کی ہوتی' کچھ ساز وسامان جمع کیا ہوتا......تو پتہ چلتا کہ اُن کا ارادہ تو تھا لیکن مجبوریاں سدِ راہ (راستہ کی رُکاوٹ) بن گئیں۔ انھوں نے تو اپنی تلواروں سے گرد تک صاف نہ کی اور نہ اپنے ترکش میں تیروں کا جائزہ لیا۔ بھلا یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ہم جہاد کے لئے بالکل تیار تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہی نہ تھا کہ وہ شریک جہاد ہوتے۔ اس لئے اُن کے حوصلے پست کر دیئے گئے اور انھیں توفیق ہی نہ بخشی کہ وہ شریک جہاد ہوسکیں۔

﴿اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ (التوبہ/۴۶-۴۵)

'صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جونہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں مبتلا ہیں اُن کے دل تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔ اور اگر انھوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انھوں نے تیار کیا ہوتا اُس کے لیے کچھ سامان۔ لیکن ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے انکے کھڑے ہونے کو اس لئے پست ہمّت کر دیا اُنھیں اور کہہ دیا گیا تم بیٹھے رہو' بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ۔' (کنزالایمان)

Those only ask you this leave who do not believe in Allah and the Last Day and their hearts are in doubt, then in their doubt they waver. Had they willed to go forth, they would have made some preparation for it, but God disliked their rousing, so He made them lethargic, and it was said to them 'remain sitting with those who sit'.

یہ آیات منافقین کو رُسوا کرنے کے لئے ہیں۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! غزوۂ تبوک میں یا اس جیسے اور نازک غزوات میں بھی جہاد سے رہ جانے کی آپ سے اجازت وہ ہی لوگ مانگتے ہیں جو حقیقۃً نہ تو رب تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت پر' صرف ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اُن کے دِلوں میں شک ہے کہ نہ معلوم اسلام سچا دین ہے یا نہیں۔ اور نہ معلوم اس جہاد پر ثواب ملے گا یا نہ' اور جو خبریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں نہ معلوم پوری ہوگی یا نہیں۔ وہ انہیں وسوسوں میں حیران پریشان رہتے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ انھیں بخار یا دَردِسر' دَردِکمر ہے یہ بہانے تو کل پرسوں سے انھیں عارض ہوئے ہوگے۔ انھوں نے تو پہلے ہی سے جہاد کی تیاری نہیں کی۔ نہ سفر کا سامان جمع کیا' نہ جہاد کا سامان۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اول ہی سے

ارادہ نہیں کیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اُن کا جانا پسند نہ فرمایا۔ اس لئے اُن کے دِلوں میں سستی کاہلی بھردی اور اُن کے دِل میں یہ بات ڈال دی کہ جیسے مدینہ منورہ میں عورتیں بچے بیمار کمزور لوگ رہ گئے ہیں تم بھی رہ جاؤ اور چھوٹے موٹے بہانے بنادو۔ یہ اُن کی مردودیت اور منافقت کی کھلی دلیل ہے۔ بیماری دل میں علامت چہرے پر۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اُن کے دِلوں میں شکوک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکوک کا محل قلب ہے اور جب شک کا محل قلب ہوگا تو معرفت اور ایمان کا محل بھی قلب ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أُولَـٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ (المجادلہ/۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت فرمادیا ہے۔

Allah has inscribed faith and helped them with a spirit from Himself

نیز فرمایا ہے: وہ اپنے شکوک میں حیران ہوتے رہیں گے' کیونکہ جس شخص کو کسی مسئلہ میں شک ہوتا ہے وہ نہ ہی اس کی مخالف جانب کوئی حکم لگا سکتا ہے نہ موافق جانب۔ اور وہ نفی اور اثبات کے درمیان متردد اور حیران رہتا ہے۔

اگر مخالفین کا جہاد کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ اس کے لئے زادِراہ کی تیاری کرتے اور سامان جمع کرتے اور ان کا سامان سفر کی تیاری نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں شامل ہونا نہیں چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے جہاد میں نکلنے کو ناپسند کرتا تھا تو اس نے اُن پر بزدلی طاری کرکے ان کو جہاد میں شامل ہونے سے روک دیا۔

جب منافقین کا جہاد کے لئے نکلنا اللہ کو ناپسند تھا تو اُن کی مذمت کیوں کی گئی؟

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور اُن کا جہاد کے لئے نکلنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت تھا اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع تھا' اور آپ کی اور مومنین کے لئے نصرت تھی' اور اُن کا یہ عمل محبوب اور پسندیدہ تھا' لیکن اللہ سبحانہ کو یہ علم تھا کہ اگر یہ جہاد کے لئے نکلے تو اُن کی نیت اللہ کی رضا جوئی' اس کے رسول ﷺ کی اتباع اور مسلمانوں کی نصرت نہیں ہوگی بلکہ اُن کا نکلنا اس لئے ہوگا کہ وہ راستہ میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں

کے خلاف سازشیں کریں، ادھر کی اُدھر لگائیں اور مسلمانوں میں فساد ڈالنے کی کوشش کریں اور اُن کا مطمع نظر یہ ہوگا کہ کسی طرح رسول اللہ ﷺ کے مشن کو ناکام کیا جائے اور اس جہاد میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کیا جائے، اس لئے اُن کا جہاد کے لئے نکلنا اگرچہ بظاہر اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع تھا لیکن درحقیقت ان کا نکلنا رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی بدخواہی پر مبنی تھا اور ان کا نکلنا اس چیز کو مستلزم تھا جو اللہ کے نزدیک مکروہ اور مبغوض تھی سو ان کا نکلنا اس اعتبار سے اللہ کے نزدیک مکروہ اور ناپسندیدہ تھا اور جس اعتبار سے مسلمان جہاد کے لئے نکلے تھے اس اعتبار سے ان کا نکلنا محبوب اور پسندیدہ تھا، اور اللہ کو علم تھا کہ منافقین نے اسی اعتبار سے جہاد کے لئے نکلنا تھا جو اللہ کو ناپسندیدہ اور مبغوض ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو اُن کا نکلنا ناپسند تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس لئے مذمت کی کہ جس طرح اُن کو جہاد کے لئے نکلنا چاہئے تھا وہ اس طرح جہاد کے لئے نہیں نکلے اور ان کے اس طرح نہ نکلنے اور بیٹھے رہنے کی وجہ سے ان کو عذاب دے گا۔ اس بنا پر جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ان کو جہاد کے لئے جس طرح نکلنا چاہئے تھا اس طرح ان کا نہ نکلنا اللہ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اور اس کی ضد ہے جہاد کے لئے اس طریقہ سے نکلنا یہ اللہ کو پسندیدہ ہے لیکن وہ اس طرح نہیں نکلنا چاہتے تھے، وہ بر بناء فسادِ جہاد کے لئے نکلنا چاہتے تھے اور یہ نکلنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ تھا۔ غرض یہ کہ ان کا جہاد کے لئے نکلنا بھی ناپسندیدہ تھا اور نہ نکلنا بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی اور موجبِ عذاب تھا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اسلام کے متعلق شک اور تردد میں رہنا کہ نہ معلوم حق ہے یا نہیں۔ دل کی بدترین بیماری ہے اور رب تعالیٰ کا سخت تر عذاب، اس لئے کھلے کافروں سے منافق بدتر ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**ان المنافقين فى الدرك الاسفل من النار**﴾۔

(☆) بے ایمان کو نہ نبی کے قرب سے فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی کتاب الٰہی کے قرب سے۔

تمام فائدے دلی قرب پر موقوف ہیں۔ منافقین برسوں سے مدینہ منورہ میں حضور انور ﷺ کے پاس رہتے تھے مگر ان تمام کے باوجود اُن کے دِلوں کا تردد نہ نکلا۔ ہم جیسے دور افتادگان کے دِلوں میں حضور کا نام ایمان بھر دیتا ہے۔حضرت نوح علیہ اسلام کی بیوی واعلہ اور بیٹا کنعان عمر بھر نبی کے گھر میں رہے مگر ہلاک ہوگئے۔کشتی میں حضرت نوح علیہ اسلام کے ساتھ رہتے والے مومنین اس تھوڑی سی ہمراہی کے باعث نجات پا گئے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے﴿ونجيناهُ ومن معه فى الفلك﴾۔اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے دلی قرب بخشے۔ (☆) دل کے اچھے خیالات' نیکیوں کی ہمت وجرأت' رب تعالیٰ کا خاص کرم ہے اس کے برعکس دِل کے بُرے خیالات' برائیوں سے رغبت' نیکیوں سے نفرت' یہ اللہ تعالی کا عذاب ہے

منافقین کا جہاد کے لئے جانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

Hypocrites add trouble - Allah don't like them to come

اللہ تعالیٰ نے منافقین کا جہاد کے لئے جانا پسند نہیں فرمایا ہے۔ جنگ احد کے موقع پر پہلے یہ لوگ لشکر اسلام میں شریک ہوئے لیکن راستہ میں اُن کی نفری مسلمانوں سے الگ ہوگئی اور عین اس وقت اُن کا علحدگی اختیار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہوجائیں اور یہ خوفزدہ اور ہراساں ہوکر کفر کے مقابلہ میں نامردی اور بزدلی کا اظہار کریں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ناکام بنانے کے لئے منافقین طرح طرح کی تدبیریں اور تجویزیں کرتے ہیں لیکن آخرکار حق ظاہر ہوا اور اس کی تابانیوں نے ان کے ساری سازشوں کو بے نقاب کردیا۔

﴿لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۚ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ (التوبہ/۴۸-۴۷)

'اگر نکلتے تمھارے (لشکر) میں تو نہ زیادہ کرتے تم میں بجز فساد کے اور دوڑ دھوپ کرکے تمھارے درمیان فتنہ پردرازی کرتے۔ اور تم میں ان کے جاسوس (اب بھی) موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ (اے حبیب!) وہ کوشاں رہے فتنہ انگریزی میں پہلے بھی اور الٹ پلٹ کرتے تھے آپکے لیے تجویزیں یہاں تک کہ آگیا حق اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش تھے۔' (کنزالایمان)

If they would have come out among you, they would have added you nothing except trouble and would have run to and fro in your midst seeking to cause sedition among you, and there are among you, their spies. And Allah knows well the

unjust. No doubt, they already sought to create disorder before, and turned the plans upside down for you O beloved ! till the truth came, and Allah's command apeared; and it was unpleasant to them.

اے غازیان تبوک صحابیو ۔ ہمارے محبوب نے ان منافقوں کو مدینہ میں رہ جانے کی اجازت دے دی' ان کا جانا خود ہم کو ناپسند تھا ۔ اس اجازت اور ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کا اُن کا غزوۂ تبوک میں جانا تمھارے لئے کچھ مفید نہ ہونا بلکہ نقصان دہ ہی ہوتا' کیونکہ اگر یہ لوگ تمھارے ساتھ تبوک میں چلے بھی جاتے تو تم کو کچھ نفع نہ دیتے بجز فساد پھیلانے کے' وہ تم لوگوں کے درمیان فتنہ پھیلانے کے لئے چکر لگاتے' جھگڑے کرانے کے لئے ڈورے ڈالتے' ہرطرح فتنے ڈالتے' چغلیاں کرتے اورتم کوایک دوسرے سے لڑانے کی کوشش کرتے اور فتنہ ڈالنے کے لئے بہت تیزی سے افواہیں پھیلاتے' تمھاری چھوٹی جماعت بے سروسامان' تمھارے مقابلہ کفار کی بھاری تعداد' بہت تیاری دکھا کرتم کو کفار سے ڈراتے' مرعوب کراتے اورتم غازیوں میں پہلے سے ہی بعض چھپے منافق اُن کی جاسوسی کرنے کے لے موجود تھے جوتمھاری باتیں ان تک پہنچانے کے لئے سنتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کوخوب جانتا ہے اُن کا تمھارے ساتھ نہ جانا ہی ٹھیک تھا ۔ یہ تو تبوک سے پہلے ہی غزوۂ احد' احزاب لیلہ العقبہ وغیرہ میں فتنے پھیلا چکے ہیں حتٰی کہ اس غزوۂ تبوک میں اُن کے کچھ لوگ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے پھر واپس لوٹ گئے ۔ اے محبوب ! آپ کے خلاف یہ تدبیروں کے الٹ پھیر کرتے ہی رہے حتٰی کہ حق یعنی اللہ کی طرف سے فتوحات آ گئیں اور اللہ کا حکم یعنی اسلام یا تمھاری شان دُنیا میں ظاہر ہوگئی ۔ یہ پسند ہی کرتے رہے' یہ کڑھتے حسد کرتے ہی رہے ۔ اب یہ مایوس ہو گئے ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافقین اگر نیکی کریں تو بُری نیت سے جس سے وہ نیکی گناہ بن جاتی ہے۔ یہ مسجد میں جاتا ہے تو جوتی چرانے کے لئے۔ قرآن پڑھتا ہے تو قرآن اور محبوب رحمان میں عیب تلاش کرنے کے لئے۔

(☆) مسلمانوں کے خلاف کفار کی جاسوسی کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔

(☆) کفار اور منافقین کی باتیں سننا اُن پر دھیان دنیا ضعف اعتقاد کمزوری ایمان کی علامت ہے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کام رب تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہوتے ہیں اس میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو تبوک سے رہ جانے کی اجازت دی، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مرضی بھی یہ ہی تھی۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر وہ تبوک میں جاتے تو فساد ہی پھیلاتے، گویا ان آیات میں محبوب کے اس عمل شریف کی حکمتیں ارشاد ہیں۔

(☆) جس سے ایک بار دھوکا ہو چکا ہو، اُس پر اعتماد بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا۔

(☆) کفار و منافقین ہمیشہ اسلام اور مومنوں کے خلاف تدبیریں کرتے ہی رہتے ہیں اُن سے غافل نہ ہونا چاہیئے، نہ اُن پر بھروسہ چاہیئے۔

(☆) جآء الحق، حق آ گیا، ان شآء اللہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج چمکتا ہی رہے گا اور کفار جلتے ہی رہیں گے اُن کی پھونکوں سے سورج بجھے گا نہیں۔

(☆) مسلمانوں کی خوشی پر کفار و منافقین کبھی خوش نہیں ہوتے اگر چہ زبانی طور پر خوشی ظاہر کر دیں، ہم کو مبارک باد دے دیں۔ اُن کی ظاہری خوشی سے دھوکا نہ کھاؤ۔

منافقین کی فتنہ انگیزی اور حیلہ تراشی

Hypocrites have fallen into trial

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کے لئے روانگی کا قصد فرمایا تو ایک منافق جد ابن قیس کو بلا کر فرمایا کہ تو بھی چل ۔ اس نے بطور غدر کہا کہ یا رسول اللہ ۔ میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں ۔ حسین عورتوں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکتا ہوں اور جس قوم یعنی روم سے آپ جہاد کریں گے اُن کی عورتیں بہت حسین ہیں ۔ ممکن ہے کہ میں گناہ میں پھنس جاؤ' مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا' اس لئے حضور مجھے فتنہ میں نہ پھنسائیں' یہاں ہی چھوڑ جائیں ......جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جائے ۔ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اس کا صرف حیلہ بہانہ تھا وجہ صرف اس کی منافقت تھی ۔ (خزائن العرفان ۔ خازن' بیضاوی' تفسیر نعیمی)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سخت گرمی یا اپنے گھر کے محفوظ نہ ہونے کا بہانہ بھی کیا ۔ تھا ۔ یہ جد ابن قیس وہی منحوس منافق ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر حاضر ہوا تھا مگر بیعت الرضوان میں شریک نہ ہوا' اپنے اونٹ کے پیچھے چھپا رہا یعنی ایسے موقعہ پاک سے فائدہ نہ اٹھایا محروم رہا ۔ (تفسیر صاوی)

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۚ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۚ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ (التوبہ/۴۹)

'اور اُن میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجئے مجھے (کہ گھر ٹھیرا رہوں) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے' خبردار فتنہ میں تو وہ گر چکے اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔' (کنزالایمان)

منافقین حیلہ تراشی میں بھی بڑے جدت طراز تھے بعض اُن میں سے کہتے کہ میرے خانگی حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ میں کسی طرح جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا ۔ اب

اگر آپ مجھے حکم دیں گے تو میں مجبوراً اس کی تعمیل سے قاصر رہوں گا۔۔اس لئے آپ مجھے جہاد پر جانے کا حکم ہی نہ دیجئے تا کہ میں نافرمانی کے فتنہ سے بچ جاؤں۔کتنے حیلہ ساز تھے۔ اسلام وکفر کی کشمکش فیصلہ کن مرحلہ میں ہے اور یہ بناوٹی پاکباز چاہتے ہیں کہ انھیں جہاد کی دعوت ہی نہ دی جائے تا کہ ان کا دامن 'تقدس' نافرمانی کے داغ سے داغدار نہ ہو۔انھیں یہ سمجھ نہ آئی کہ اس موقع پر اُن کا جہاد سے پہلو تہی کرنا ہی ایک جرم عظیم ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔جس فتنہ سے بچنے کے لئے وہ حیلے تراش رہے ہیں اس سے بڑے فتنہ میں وہ پہلے ہی گرفتار ہو چکے ہیں۔ان منافقین میں بعض ایسے بے غیرت ہیں کہ جب ان کو ہمارے محبوب غزوۂ تبوک کی طرف چلنے کا حکم دیں تو وہ بے دھڑک سب کے سامنے کہہ دیتے ہیں کہ حضور مجھے مدینہ میں رہ جانے کی اجازت دے دیں مجھے وہاں لے جا کر فتنہ میں نہ ڈالیں' اس جہاد میں جانا فتنہ ہے۔

اے مسلمانوں خبردار رہو' یہ لوگ بڑے فتنہ میں واقع ہو چکے۔حضور انور ﷺ کا نہ ماننا' جہاد میں نہ جانا' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں تو مدینہ میں رہ جانا' جھوٹ بولنا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ میرا گھر غیر محفوظ ہے دین کا مذاق اڑانا کہ عورتوں پر فریفتہ ہوں یہ سب فتنہ ہی تو ہے۔جس سے اُن کا نفاق ظاہر ہو گیا۔وہ تا قیامت بدنام ہو گئے اور آخرت میں دوزخ انھیں ہر طرح گھیرے گی کہ اُن کے جسم' دماغ' دل پر ہمیشہ کے لئے چھا جائے گی یہ بدترین کافر ہیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) گناہ کی اجازت مانگنا کفر ہے کہ اس میں حرام کو حلال جاننا ہے کہ اس وقت ان کے لئے جہاد میں نہ جانا حرام تھا اور وہ اس کی اجازت مانگتے تھے یہ ہوا کفر۔

(☆) دین کا مذاق اڑانا کفر ہے۔اجنبی عورتوں سے عشق کی بکواس بطور مذاق کی تھی رب تعالیٰ نے کفر قرار دیا۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو فتنہ یا فتنہ کا ذریعہ کہنا کفر ہے۔

(☆) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولنا یہ سمجھ کر کہ آپ میرے جھوٹ کو مان لیں گے آپ پر میرا داؤ چل جائے گا یہ کفر ہے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے بغیر مدینہ منورہ میں رہنا حرام بلکہ کفر ہے ایمان اُن کی رضا کا نام ہے وہ ہم سے جہاں رہنے میں راضی ہوں وہاں ہی رہو۔ منافق کے مدینہ منورہ میں رہنے کو فتنہ یعنی کفر میں گرنا قرار دیا۔

(☆) مومن گناہگار اگرچہ عارضی طور پر دوزخ میں جائیں مگر نہ تو وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ اُن کے ہر عضو پر چھائے۔ اُن کا دل و دماغ اعضاء سجدہ آگ سے محفوظ رہیں گے۔

(☆) مومن میں شرم و حیا ہے '**الحیاء من الایمان**' '**الحیاء شعبة من الایمان**' کافر و منافق میں بے شرمی' بے حیائی۔ جدا ابن قیس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تمام صحابہ کرام کے سامنے ایسی بے غیرتی کی بات کی جو شریف حیادار انسان کہہ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنا خوف' نبی کی شرم نصیب فرمائے۔ (آمین)

مسلمانوں کی کامیابی پر منافقین کا ماتم اور رنج

Success of Muslims hurts the Hypocrites

مسلمان اگر کسی جنگ سے کامیاب اور فتح یاب واپس لوٹتے تو منافقین کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی ہے اور اگر کہیں مسلمانوں کو زک پہنچتی ہے یا وہ شہید ہو جاتے ہیں تو پھر اُن کے گھروں میں خوشیاں منائی جاتی ہیں اور یہ لوگ اپنی دُور اندیشی اور عقلمندی کے دعوے کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ حشر ہونے والا ہے اسی لئے تو ہم ان لوگوں کے ساتھ نہیں گئے ۔ ہم نے پہلے ہی سے احتیاطی تدابیریں اختیار کر لی تھیں ۔

ابن ابی حاتم نے حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایت کی کہ جب مسلمان غزوۂ تبوک کو روانہ ہو گئے اور منافقین بہانے بنا کر رہ گئے تو اُن کے سرداران نے خبر اڑا دی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سفر کی شدت اور گرمی کی زیادتی کی وجہ سے راستہ میں ہی شہید ہو گئے ۔ اس خبر پر دوسرے منافقوں نے خوب خوشی منائی ۔لیکن بعد میں پتہ لگا کہ وہ سب کچھ غلط تھا ۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہ بخیریت ہیں' تبوک میں جنگ ہوئی ہی نہیں بلکہ رُومیوں نے ہتھیار ڈال دیئے ۔ حضور ﷺ کو ہدیے سوغاتیں پیش کیں ۔ اس پر ان منافقین کو سخت صدمہ ہوا پھر بعد کو سرکار حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ بخیرت تمام واپس آئے تو یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی اور وہ سب بہت ہی شرمندہ اور بدنام ہوئے ۔ (روح المعانی ۔ تفسیر نعیمی)

﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ﴾ (التوبہ/۵۰)

'اگر پہنچے آپ کو کچھ بھلائی تو بُری لگتی ہے انھیں اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہیں کہ ہم نے درست کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور لوٹتے ہیں خوشیاں مناتے ہوئے ۔' (کنز الایمان)

If good befalls you then it hurts them, and if any misfortune comes to you, then they say, 'We had already set right our work before,' And turn back rejoicing.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں کی بد باطنی اس حد تک ہے کہ آپ کو بھلائی فتح ، غنیمت، کفار کا جھک جانا، آپ کی عزت وعظمت، شان وشوکت کا ظہور پہنچے تو انھیں غمگین کرے۔ یہ حسد سے جل کا خاک ہو جائے اور اگر آپ کو کوئی تکلیف مثلاً جہادوں میں بظاہر غلبہ نہ ہونا، مسلمانوں کے قدم اکھڑے جانا وغیرہ پہنچے تو یہ خوشی میں دو کام کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنی مجلسوں میں فخر یہ کہتے کہ ہم نے تو پہلے ہی سے اپنے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر اختیار کر لی تھیں کہ ہم اس جہاد میں گئے نہیں، یا ہم نے اُن سے مل کر کفار کو ناراض نہیں کیا بلکہ زبانی طور پر اُن سے تعلق رکھا۔ دِلی طور پر کفار سے ملے رہے، ہماری پالیسی بہت گہری ہے دوسرے یہ کہ جب مجلس سے اپنے گھروں کی طرف لوٹیں تو دل خوش لوٹیں، خوشیاں مناتے ہوئے جائیں۔ آپ ان بدنصیبوں سے فرما دیں کہ اے منافقوں جہاد میں تمھارے جانے نہ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں وہی پہنچے گا جو لوح محفوظ میں ہمارے مقدر میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ ان شآء اللہ ہمارے لئے مفید ہی ہوگا۔ راحت میں ہم شاکر بنیں گے، مصیبت میں صابر۔ شکر وصبر دونوں درجے ہم کو ملیں گے کیونکہ رب تعالیٰ ہمارا دوست ہمارا والی ہے۔ دوست اور والی اپنے بندوں پر کرم ہی کرتا ہے۔ تم اپنی خیر مناؤ کہ تم جہاد میں جاؤ تو بے ایمان، گھر میں رہو تو بدنام۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ چاہے۔

قابل ذہن نشین نکات : (☆) مسلمان کو نعمت ملنے پر رنجیدہ ہونا منافقوں کا طریقہ ہے۔خدا توفیق دے تو مسلمان کی خوشی میں برابر کے شریک رہنا چاہیئے۔

(☆) حضور ﷺ کو اپنی اُمت کی کامیابی پر بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔

(☆) حضور ﷺ کے جہاد کے دو مقصد تھے کفار کو ایمان بخشا، مسلمانوں کو دینی آزادی عطا فرمانا۔

(☆) مسلمانوں کے غم کی پرواہ نہ کرنا بے غیرتی ہے اُن پر خوشی منانا کفر ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے خوشی وغم میں شریک رہیں۔ ایک عضو میں دُکھ ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے جس عضو کو قرار رہے وہ بیکار ہوتا ہے یعنی سوکھا ہوا۔

(☆) راہ خدا کی تکلیف سے بچنے کی کوشش کرنا منافقوں کی علامت ہے اسے اپنی سیاسی چال یا احتیاط سمجھنا دِلی بیماری ہے اس کی راہ میں تکلیف برداشت کرنا فائدہ ہے۔ جو راہ خدا میں زیادہ خرچ کرے وہ نفع میں ہے اور جو کم خرچ کرے وہ نقصان میں۔

(☆) موجودہ زمانہ کی سیاست وہ ہی ہے جسے اس زمانہ پاک میں منافقت کہتے تھے چال و چالاکی سے اپنے کو بچالینا۔ دوسرے کو پھنسا دینا۔ اس پر خوش ہونا۔

(☆) مسلمان کو چاہئے کہ ہر رنج و خوشی آرام و تکلیف رب تعالیٰ کی طرف سے جانے۔ اس سے خوشی میں فخر اور غم میں بے صبری نہیں ہوگی۔ سمجھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہو رہا ہے۔

(☆) مومن کے لئے فتح و شکست، شادی و غم سب مفید ہے ان میں سے کوئی چیز مضر نہیں۔ فتح اور خوشی میں شاکر بنو، شکست اور غم میں صابر۔

(☆) مومن کو چاہئے کہ اگرچہ اسباب پر عمل کرے مگر بھروسہ صرف رب تعالیٰ پر رکھے۔

منافقین کے چندے،عطیے سب نامنظور ہوں گے

Charity of the Hypocrites shall not be accepted

بعض منافق غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کا ساتھ دینے کے لئے تو تیار نہ تھے لیکن وہ بالکل بے تعلق رہ کر اپنے آپ کو بے نقاب کرنا بھی مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے اس لئے بارگاہ رسالت میں مالی امداد کی پیش کش کی۔ جد بن قیس بھی چندہ لے کر حاضر ہوا، لیکن اللہ کے حبیب نے اس کو قبول نہ فرمایا کیونکہ مالی امداد بھی اسی کی قبول کی جاتی ہے جس کے دِل میں ایمان صادق اور یقین محکم ہو۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی پیہم مخالفت کے باوجود اُن کے پاس دولت کی فراوانی تھی اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے گھروں میں بڑی چہل پہل رہتی تھی ممکن تھا کہ کوئی سادہ لوح اُن کی ظاہری آن بان کو اُن کے راہ راست پر ہونے کی نشانی خیال کرے۔ اس لئے واضح فرمایا کہ یہ دُنیاوی ٹھاٹھ باٹھ اُن کی بربادی کا باعث بنے گی کیونکہ وہ اس کی محبت میں یوں مدہوش رہیں گے کہ عمر بھر انھیں حق قبول کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی اور اسی کفر پر اُن کا دم نکلے گا۔ کیا اُن سے بھی بڑھ کر کوئی بدنصیب ہوسکتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ ہر وہ نعمت جو یاد الٰہی سے غافل کردے اور اُس کے محبوب کی محبت کے ولوے کو سرد کردے بہت بڑا عذاب ہے اور ہر وہ تکلیف جو کسی غافل کو ہوشیار کردے اور یاد الٰہی کی طرف راغب کردے بہت بڑی نعمت ہے۔

جد ابن قیس منافق نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہانہ بازی کی تھی اور کہا تھا کہ میں لڑنے کے لے نہیں جاؤں گا مگر اس جہاد میں خرچ کرنے کے لئے مال دے دیتا ہوں، اُس کے متعلق آیت نازل ہوئی۔ (روح البیان)

﴿قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

(التوبہ/ ۵۵-۵۳) 'فرمایئے خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تم سے بیشک تم ایک نافرمان قوم تھے۔ اور نہیں منع کیا ہے انھیں کہ قبول کیے جائیں اُن سے اُن کے اخراجات سوائے اس کے کہ انھوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے نماز ادا کرنے کے لیے مگر سست سست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہیں۔ سو نہ تعجب میں ڈال دیں تمھیں اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد؛ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انھیں اُن چیزوں سے دُنیوی زندگی میں اور نکلے اُن کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔' (کنزالایمان)

Say you, 'Spend willingly or unwillingly, it shall not be accepted from you. No doubt you are a people disobedient. And what they spend, it's acceptance was not barred, but because they rejected Allah and His Messenger and come not to prayers but lazily, and spend not but unwillingly. Then let not their wealth and their children astonish you. Allah only intends to punish them with these things in the life of the world and that their souls may depart while they are infidels.

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو منافقین مالی خرچ کرنے کا ذکر کر رہے ہیں ان سے فرما دو کہ تم چاہے خوشی سے غزوات وغیرہ میں خیرات کرو یا مسلمانوں سے اپنا نفاق چھپانے کے لئے مجبوراً مال خرچ کرو یا تمھارے سردار تمھیں مجبور کریں کہ جہاد میں چندہ دے دو ورنہ ہم بدنام ہو جائیں یا تمھارے گھر والے تم کو شرم و عار دِلائیں؛ ڈرائیں کہ تم اس

غزوہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے بدنام ہو جاؤ گے۔ تمھارا کسی قسم کا خرچ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اب تمھاری پردہ پوشی نہیں ہوگی۔ اب اللہ اور رسول ہرگز قبول نہ کریں گے کیونکہ تم لوگ کافر قوم ہو اور کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں۔ درخت میں جڑ کے بغیر پھل نہیں لگتے۔ اگر تم قبولیت چاہتے ہو تو پہلے نفاق سے توبہ کرو' مخلص مومن بنو پھر نیک اعمال کرو۔

اے محبوب ﷺ! منافقوں کے صدقات وخیرات ہمارے ہاں یا آپ کی بارگاہ عالی میں اس لئے قابل قبول نہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بھی منکر اور اللہ کے رسول یعنی آپ کے بھی انکاری۔ جب جڑ ہی خراب ہے تو شاخوں میں سبزہ اور قبولیت کے شگوفے و پھل کیسے لگیں؟ اُن کے کفر ونفاق کی علامت یہ ہے کہ یہ لوگ اکیلے تو نماز پڑھتے نہیں' لوگوں کو دِکھانے اپنے مصنوعی ایمان ثابت کرنے کے لے مسجدوں میں آجاتے ہیں۔ نماز کو بوجھ سمجھتے ہیں سستی کرتے ہیں' آخر رکعت میں مل گئے وضو رکیا نہ کیا' بے وضو ہی کھڑے ہو گئے۔ ننگے سر گریباں کھلے' آستین چڑھائے' نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ خیرات وصداقات صرف لوگوں کو دِکھانے کے لئے اُسے بوجھ سمجھ کر ٹیکس جانتے ہیں بادل نخواستہ کیونکہ انہیں اسلام کا نہ تو رکن جانتے ہیں نہ اُن کے ثواب پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ خوف کی نماز پڑھتے ہیں' ذوق یا شوق کی نہیں ۔ جب ان کے اعمال کا یہ حال ہے تو ہر چیز اُن کے لئے وبال ہیں۔ ارادۂ الٰہی یہ ہے کہ اللہ اُن چیزوں کے ذریعہ اُن کی دُنیاوی زندگی میں بھی عذاب دے کہ یہ بمشکل مال جمع کریں' بڑی مصیبت سے اسے سنبھالیں' خزانہ کا سانپ بن کر جئیں۔ اس لئے اُن پر اللہ کی راہ میں مال دنیا' جہاد میں اولاد کو بھیجنا پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ آخری وقت اُن کی جان بڑی مصیبت سے نکلے اور کفر پر مریں۔ کیونکہ انہیں موت کے وقت تین مصیبیں جمع ہیں۔ نزع کی شدت' مال چھوڑنے کی حسرت' بال بچوں سے فراق کا غم۔ اس گرفتاری میں ہی کفر وغفلت میں مریں۔ مومن کو ان میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ مال واولاد میں پہلے سے ہی پھنسا ہوا نہ تھا ۔ نزع کی شدت اسے اس لئے کم محسوس ہوتی ہے کہ آگے محبوب سے ملنے' برزخ کے ثواب' دنیا کے غموں سے رہائی کی خوشی میں وہ یہ تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ اللہ نصیب کرئے۔ (آمین)

مال اوراولاد کاسببِ عذاب ہونا : اس آیت میں اللہ نے منافقین کی تحقیر کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اُن کو جو اللہ تعالیٰ نے مال اوراولاد کی کثرت عطا کی ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ اُن کو دُنیا کی زندگی میں عذاب میں مبتلا فرمائے' دُنیا کی زندگی میں اُن پر جو مصائب آتے ہیں اُن پر اُن کو آخرت میں کوئی اجرنہیں ملتا۔ اس لئے یہ مصائب ان کے لئے محض عذاب ہیں۔ اس کے علاوہ شریعت نے اُن کو زکوٰۃ اور دیگر صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی کا بھی مکلّف کیا ہے جس کو وہ عذاب سمجھتے ہیں۔

جو شخص مال اوراولاد کی محبت میں مبتلا ہو' وہ دن رات جائز اور ناجائز طریقہ سے مال اور دولت کو جمع کرنے میں لگا رہتا ہے اور جیسے جیسے اس کے دِل میں مال اوراولاد کی محبت بڑھتی جاتی ہے وہ آخرت اور یادِ خدا سے غافل ہوتا جاتا ہے۔ جس شخص کے دل میں مال اوراولاد کی محبت نہ ہو بلکہ وہ دنیاوی امور سے بے رغبت اور بے پروا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ اور دینِ اسلام کی محبت' دُنیاوی مال واولاد کی محبت سے زیادہ اور سب پر غالب ہو) اُسے مرتے وقت اور دُنیا سے جُدا ہوتے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی' لیکن جو شخص مال ودولت اوراولاد سے شدت کے ساتھ محبت کرتا ہو اس پر موت بہت بھاری اور دشوار ہوتی ہے۔ اس کا دِل دنیا میں لگا ہوا ہوتا ہے اور اب وہ دنیا سے رخصت ہوا چاہتا ہے اسے یوں لگتا ہے جیسے وہ باغ سے نکل کر قید خانہ کی طرف جارہا ہو اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی مجالس سے نکل کر تنہائی اور غربت کی جگہ جارہا ہو تو اس کا رنج وغم بہت بڑھ جاتا ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافقین کی کوئی عبادت بدنی ہو یا مالی ہرگز قبول نہیں' خواہ خوشی سے کرے یا مجبوراً' اسے اس کا مطلقاً ثواب نہ ملے گا۔

(☆) کفار سے صدقات' اُن کے چندے مسلمان اپنی عبادات میں خرچ نہ کریں' لہذا مسجد' جہاد' حج میں کفار سے صدقہ نہ لو۔ منافقین دَرحقیقت پکے کافر ہیں۔ کافر میں اگرچہ

کبھی ظاہری کلمہ گوئی کی وجہ سے اُن پر کفار کے احکام جاری نہ ہوں۔

(☆) کفر کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ بغیر وضو نماز درست نہیں۔ بغیر جڑ شاخیں ہری نہیں، بغیر ایمان اعمال قبول نہیں۔

(☆) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ اور تمام ارکان اسلام کا ماننا خالص کفر ہے جس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔ مدینہ منورہ کے منافقین، اللہ تعالیٰ قیامت، فرشتے، جنت و دوزخ سب کچھ مانتے تھے.....، انکاری تھے تو حضور انور ﷺ کے۔ مگر رب نے فرمایا ﴿کفروا باللّٰہ﴾

(☆) حضور ﷺ کا انکار سارے رسولوں کا انکار ہے اگر چہ ان حضرات کو ماننے کا دعویٰ کرے۔ لہٰذا عیسائی یہودی نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور نہ موسیٰ علیہ السلام کو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری ہیں۔ منافقین مدینہ اکثر یہودی تھے مگر رب نے انہیں اپنا اور رسولوں کا انکاری فرمایا۔

(☆) سستی سے نماز پڑھنا منافقوں کا طریقہ ہے مومن کو چاہئے کہ رغبت و خوشی سے مستعد کے ساتھ نماز پڑھا کرے۔

(☆) جو مال و اولاد خدا تعالیٰ سے غافل کر دے وہ خدا کا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

(☆) ایسے مال و اولاد کی وجہ سے جان کنی بہت سخت ہوتی ہے کہ اس وقت نزع کی شدت کے ساتھ ان چیزوں کے چھوٹنے کا غم تکلیف دو بالا ہو جاتی ہے۔

جھوٹی قسمیں اور تقیہ

Swear by Allah (liar) and Subterfuge

ایمان اور یقین ہی وہ قوت ہے جو شرف انسانی کی نگہبان ہے اور اُسے ایک مسلک پر ثابت قدم رکھتی ہے اور جہاں یہ مفقود ہو' وہاں انسان مصلحت اندیشی کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے جدھر ہوا کا رُخ دیکھا اُدھر ہولیا۔ جس میں اپنی وقتی سلامتی نظر آتی وہی چولا بدل لیا۔ ایسی حالت میں انسان وہ مستحکم چٹان نہیں رہتا جو حوادثات کے طوفانوں سے ٹکرا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتی بلکہ اس بے بس تنکے کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے جسے پانی کی تند موجیں جدھر چاہتی ہیں بہالے جاتی ہیں۔ منافقین کی بھی یہی حالت تھی۔ دِلوں میں تو اسلام کی دشمنی تھی لیکن اسلامی حکومت کے علاوہ اُن کے لیئے کوئی اور پناہ گاہ بھی نہ تھا اس لئے وہ کھل کر اسلام کی مخالفت بھی نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے ایک بے ضمیر آدمی کی طرح قسمیں اُٹھا اُٹھا کر اپنے آپ کو ملت اسلامیہ کا ایک فرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب مکر وفریب ہے اُن کا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ محض مجبوری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اگر انھیں کوئی سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو فوراً تم سے سارے تعلقات توڑ دیں اور وہاں چلے جائیں۔

﴿وَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنَّھُمْ لَمِنْکُمْ ؕ وَمَاھُمْ مِّنْکُمْ وَلٰکِنَّھُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ ؕ لَوْیَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْمُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ وَھُمْ یَجْمَحُوْنَ﴾ (التوبہ/۵۷-۵۶)

'اور قسمیں اُٹھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں' حالانکہ وہ تم میں سے نہیں۔ لیکن وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر مل جائے انھیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو (دیکھئے گا) وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف منہ زوری کرتے ہوئے۔' (کنزالایمان)

'اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے

نہیں ہیں' لیکن وہ تقیہ کرتے ہیں (کہ تم اُن سے مشرکوں جیسا سلوک نہ کرو) اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے' یا تہہ خانے یا دخول کی کوئی بھی جگہ تو وہ اس میں تیزی سے رسیاں تڑاتے ہوئے گھس جائیں' (تبیان القرآن)

And they swear by Allah that they are from amongst you. And they are not from amongst you, yes they are afraid. If they find a place of refuge, or cave or a place to creep into, they will turn there to rushing head-long.

اے مسلمانو ! منافقین تمھیں راضی رکھنے اپنا نفاق چھپانے کے لئے بہت جتن کرتے رہتے ہیں ۔کبھی جہادوں میں چندے دیتے ہیں کبھی مسجدوں میں (سستی سے ہی سہی) آ کر تمھارے ساتھ نمازیں پڑھ لیتے ہیں اور کبھی قسمیں کھاتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم بھی تم میں سے ہی ہیں' تمھارے ہم مذہب' ہم قوم ہیں' تمھاری طرح مومن ۔ حضور انور کے صحابی اُن کی مجلس پاک میں شرکت کرنے والے ہیں ۔ مسلمانو ! اُن کی باتوں سے قسموں سے دھوکا نہ کھانا ۔ وہ نہ تم میں سے تھے نہ ہیں ۔ ان تمام تدبیروں کی وجہ یہ ہے کہ وہ تم سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں کہ کیونکہ وہ تمھارے ہاتھوں کفار و مشرکین کا حال دیکھتے رہے ہیں ۔ وہ مسلمانوں سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ وہ جلد سے جلد مسلمانوں کی پہنچ اور اُن کی گرفت سے نکلنا چاہتے ہیں ۔ اُن کا حال یہ ہے اگر وہ تم سے بچنے کے لئے کوئی قلعہ یا کوئی گہرا گڑھا کنواں یا کوئی تہہ خانہ وسوراخ پالیں اگر چہ انھیں وہاں کیسی ہی تنگی و تکلیف ہو' وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس میں گھس جائیں ۔ وہ تمھارے ساتھ مدینہ منورہ میں رہ رہے ہیں مگر اُن کے دِل ہر وقت' ہر دم تمہاری طرف سے دھڑک رہے ہیں اُن کی نمازوں' قسموں سے دھوکا نہ کھاؤ ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) تقیہ کرنا منافقین کا کام ہے مومن کا نہیں ۔ تقیہ خواہ عملی ہو یا قولی' مومن دونوں سے بچے ۔ منافقین دل میں کافر تھے زبان سے مومن بنتے تھے اپنے کفر کو چھپانے کے لئے

جہادوں میں چندے دیتے، مسجدوں میں نماز با جماعت پڑھ لیتے تھے یہ اُن کا عملی تقیہ تھا قسمیں کھا کر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے یہ تقیہ قولی تھا۔ رب تعالیٰ نے اُن سب کو منافقین کے عیوب میں شامل فرمایا۔

(☆) قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا ثبوت دینا منافقوں کا کام ہے مخلص مومن کو اس کی ضرورت نہیں پڑھتی، اُسے لوگ ویسے ہی مومن سمجھتے ہیں۔ یہ علامت آج بھی بعض لوگوں میں موجود ہے منبر پر کھڑے ہو کر قرآن مجید ہاتھ میں لے کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ میں اس کی قسم کھاتا ہوں سنی ہوں وہابی نہیں۔ یہ وہی منافقوں والی رسم ہے۔

(☆) جب عمل قول کے خلاف ہو تو قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ رب تعالیٰ نے اُن کی قسموں کے باوجود فرمایا کہ یہ لوگ تم میں سے نہیں۔ اگر چہ کتنی ہی قسمیں کھائیں۔

(☆) اول سے ہی مسلمان دو طرح کے ہیں: دینی مسلمان اور قومی مسلمان۔ منافقین کے متعلق ارشاد ہوا کہ ﴿ماھم منکم﴾ یہ تم میں سے نہیں۔ اس کے باوجود انھیں مسجدوں میں نماز پڑھنے، جہادوں میں شرکت کرنے کی اجازت تھی کیونکہ وہ قومی مسلمان تھے۔ اب بھی مسلمانوں کے تہتر (۷۳) فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہے مگر باقی بہتر (۷۲) فرقے قومی مسلمان ہیں اس لئے حضور ﷺ نے انھیں بھی امتی فرمایا کہ ارشاد ہوا

ستفترق امتی علٰی ثلث وسبعین فرقه کلھم فی النار الا واحده ۔

(☆) رب تعالیٰ کا بڑا عذاب یہ ہے کہ بندہ صالحین کے گروہ سے نکال دیا جائے۔ اس کے برعکس رب کی بڑی نعمت یہ ہے کہ بندہ کو صالحین کے زمرہ میں داخل کرلیا جائے۔ حضرات انبیاء کرام نے ہم کو تعلیم دینے کے لئے یہ دعا مانگی۔ **والحقنی بالصالحین** ۔ الٰہی مجھے صالحین سے ملادے یا **ادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحين** خدایا مجھے اپنے رحم وکرم سے نیک بندوں میں داخل فرمادے۔

(☆) منافق کے دل میں بندوں کا خوف ہوتا ہے مومن کے دل میں اللہ کا خوف، اس کے رسول کا عشق ہوتا ہے۔

(☆) حُب رسول کے بغیر مدینہ منورہ میں رہنا بالکل بے کار بلکہ مضر ہے منافقین مدینہ منورہ میں رہتے تھے مسجد نبوی میں نمازیں پڑھتے تھے صحابہ کرام کے پاس آتے جاتے تھے حضور ﷺ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے مگر چونکہ اُن کے دل محبت رسول خوفِ خدا سے خالی تھے' نور ایمان سے محروم رہے۔

(☆) کفار مومن کی صحبت سے گھبراتے ہیں اگر مجبوراً وہاں پہنچ بھی جائیں تو اُن کے دل میں وحشت دہشت رہتی ہے کہ کب موقع ملے کب بھاگیں۔ کوئی اویس قرنی سے پوچھے کہ مدینہ منورہ کیسی بستی ہے اور صحبت صحابہ کس درجہ کی نعمت ہے۔ اس کے برعکس کفار' مومنوں کی صحبت سے متنفر ہیں

(☆) منافقین مدینہ منورہ کے آرام وعیش پر دوسرے مقام کی تکلیف کو قبول کرنے پر تیار تھے جہاں انھیں مسلمانوں کی صورت نہ دیکھنا پڑے۔ انھیں مسلمانوں کی صحبت بہت تکلیف دہ تھی مومن مدینہ کی تکلیف پر تمام دُنیا کے آرام کو قربان کرتا ہے۔

منافقین حریص ہوتے ہیں

اعتراضات کرنا منافقین کی فطرت ہے

Hypocrites are greedy - Blame Muslims

﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ‌ ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ‏ ۚ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ﴾ (التوبہ/۵۹-۵۸)

'اور بعض اُن میں سے طعن کرتے ہیں آپ پر صدقات (کی تقسیم) کے بارے میں' سو اگر انھیں دیا جائے اُن سے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں نہ دیا جائے ان سے تو اس وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور کیا (اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اُس سے جو دیا تھا انھیں اللہ اور اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہم تو اللہ کی طرف ہی رغبت کرنیوالے ہیں۔' (کنزالایمان)

'اور اُن میں سے بعض وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں اگر اُن کو اُن صدقات سے دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کو اُن صدقات سے نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو اُن کو اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (تو یہ اُن کے لئے بہت بہتر ہوتا) (تبیان القرآن)

And of them someone is he who blames you with regard to the distribution of charities, then if they get something of these, they are pleased, and if they get not, then they are angry. And what a good it had been, if they

would have been pleased with what Allah and His Messenger had given them and would have said, 'Sufficient for us is Allah. Now Allah is to give us of His Bounty, and so the Messenger of Allah. To Allah only we lean.'

ان آیات کریمہ کے شان نزول کے متعلق چند روایات ہیں :

(۱) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فتح حنین کے بعد ہوازن سے مال غنیمت حاصل کیا ہوا تقسیم فرمار ہے تھے۔ فتح مکہ میں ایمان لانے والوں پر بڑی کرم نوازی فرمائی' انھیں بہت کچھ عطا کیا۔ پرانے مسلمانوں کو کچھ کم عطا فرمایا۔ اس پر قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص حرقوص ابن زہیر جس کا لقب تھا ذوالخوایصرہ۔ تفسیر کبیر نے کہا کہ اس کا نام مقداد بن ذی خویصرہ تھا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ وہ بولا یا رسول اللہ! آپ تقسیم میں انصاف کریں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا اگر میں بھی انصاف نہ کروں تو کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کے قتل کی اجازت چاہی۔ منع فرمادیا اور فرمایا کہ ارادۂ الٰہی یہ ہے کہ اس کی نسل سے ایک قوم ایسی پیدا ہو کہ تم لوگ اپنی نمازیں' روزے اُن کی نمازوں روزوں کے مقابل معمولی سمجھو گے۔ قرآن بہت پڑھیں گے مگر اُن کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ تب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ (مسلم و بخاری)

(۲) امام کلبی کہتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عطایا تقسیم فرمار ہے تھے کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ تو ایک شخص نے جس کا نام ابوالجواظ تھا اُس نے کہا کہ یہ تقسیم برابر نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن)

(۳) قتادہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونا چاندی لوگوں میں تقسیم فرمار ہے تھے کہ ایک بدوی بولا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو رب نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے تو آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن)

(۴) ابن جریر نے داؤد ابن ابی عاصم سے روایت کی کہا یک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس لوگ اپنے صدقات تقسیم کرنے کے لئے لائے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر طرف غریبوں کا ہجوم تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ اپنے صدقات تقسیم فرمانے لگے، پیچھے سے ایک شخص بولا کہ اس طرح بانٹنا انصاف نہیں ۔تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بارگاہ رسالت میں جب زکوٰۃ وعشرہ کا مال آتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب قدیر کے حکم کے مطابق اُسے خرچ کرتے ۔منافقین جو دولت کے لالچ میں از خود رفتہ ہو چکے تھے اُن کا رویہ عجیب تھا اگر انھیں کچھ مل جاتا تو خوش ہو جاتے اور اگر نہ ملتا یا توقع سے کم ملتا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس واطہر پر زبان طعن دراز کرنے لگتے ۔ مومن کا شیوہ تو یہی ہونا چاہئے کہ بارگاہ الٰہی اور جناب رسالت پناہی سے جو نعمت عطا فرمائی جائے اُس پر شکریہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید فضل وکرم اور اس کے محبوب رسول کی بیش از بیش جودوعطاء کا امیدوار رہے ۔جو ظاہری اور باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

اہل ایمان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے اُن کو مالا مال کردے گا اور اس کے پیارے رسول کے بادل کرم جب برسیں گے اور اس کا دست جود وعطاء جب حرکت میں آئے گا تو فقر و افلاس کا نام ونشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نام نامی کے ساتھ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا رسم گرامی ملا دینے سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جس طرح آج کل بعض صاحبان کہتے سنائی دیتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیت ہرگز شامل نہ ہوتی۔ (ضیاءالقرآن)

منافقین کے نفاق کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو غنیمت یا صدقہ خیرات کی تقسیم میں عیب لگاتے ہیں کہ اس تقسیم میں عدل وانصاف نہیں کیا گیا ۔انھوں نے اپنے پیاروں کو زیادہ دیا، دوسروں کو تھوڑا۔ اُن کے دل کا حال یہ ہے کہ اگر اس تقسیم میں انھیں اُن کی خواہش کے مطابق دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں۔ اُن کی رضا اور ناراضگی

اپنی نفسانی خواہش کی بنا پر ہے اگر یہ ایسے موقع پر اللہ رسول کے دیئے پر راضی ہو جاتے خواہ کم ملتا ہے یا زیادہ اور زبان سے کہتے کہ ہمیں اللہ اور اُس کا فضل و کرم ہی کافی ہے مال تھوڑا ملے یا بہت ۔ اگر آج کم ملا تو پرواہ نہیں ہم کو امید ہے کہ اللہ رسول ہم کو اور دیں گے اور بہت دیں گے جتنا ہم مانگیں گے اس سے سوا دیں گے ہم کو رغبت اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے مال ملے یا نہ ملے' اگر ملے تو کم ملے یا زیادہ ۔ اگر ایسا کہتے ہیں تو بہت اچھا ہوتا۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ منافقین کی اس بکواس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو انھیں اس سے زیادہ ستایا گیا' انھوں نے صبر کیا۔ (روح المعانی)

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دُنیا کی لذات کی وجہ سے دُنیا کو طلب کرتا ہے یا دُنیا برائے دُنیا طلب کرتا ہے تو وہ نفاق کے خطرہ میں ہے اور جو شخص دُنیا اس لئے طلب کرتا ہے کہ اس سے عبادت کی انجام دہی میں آسانی ہو' دین کی زیادہ اور مؤثر طریقہ سے تبلیغ کر سکے تو یہ مستحسن اور محمود ہے۔ نیز اس اٰیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو جو کچھ عطا فرمائیں انہیں اس پر اور قضاء و قدر پر راضی رہنا چاہئے اور اپنی رضا کا زبان سے بھی اظہار کرنا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور عبادات میں اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہونا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف عطا کرنے کی نسبت : اس آیت کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دینے اور عطا کرنے کی نسبت درست ہے اور اس کو شرک کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی ترغیب دی ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے۔ اللہ اور رسول کے دینے میں فرق ہے۔ اللہ بالذات عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی دی ہوئی طاقت' اس کے اذن اور اس کے حکم سے عطا فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کی اور آیات

میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف عطا کرنے کی نسبت کی گئی ہے۔

تمام دُنیا کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اختیار میں کر دیا ہے اور آسمان وزمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں حضور ﷺ کے مقدس ہاتھوں میں دے کر آپ کو اپنی تمام نعمتوں اور عطاؤں کا مالک اور تقسیم فرمانے والا بنا دیا ہے چنانچہ ہر قسم کی عطائیں حضور ﷺ ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا ہو مالک کے حبیب | یعنی محبوب ومحبّ میں نہیں میرا تیرا

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے | دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے | ہر کار بنایا تمہیں مختار بنایا

بے یار ومددگار جسے کوئی نہ پوچھے | ایسوں کا تمہیں یار ومددگار بنایا

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ سب حضور ﷺ کے دستِ اقدس سے عطا فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ دینے والا ہے اور میں اس کو تقسیم کرنے والا ہوں **اللہ المعطی وانا قاسم**

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم | رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق احادیث :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپسی پر مٹھی بھر بھر کر لوگوں میں کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: اے محمد ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: رہنے دو' کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں' یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہیں اُترتا' اور یہ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

(بخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ بنوتمیم سے ذوالخویصرہ نامی ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ! عدل کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے عذاب ہو، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو میں (اپنے مشن میں) ناکام و نامراد ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہنے دو، کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں تم اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے۔ یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اُن لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ اُن میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک شانہ عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا ہلتا ہوا گوشت کا لوتھڑا ہو۔ یہ گروہ اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا علی مرتضٰی نے اُن سے قتال کیا اور میں اُس وقت سیدنا علی کے ساتھ تھا۔ سیدنا علی نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ وہ مل گیا اور اس کو سیدنا علی کے پاس لایا گیا اور میں نے اس شخص کو ان ہی صفات کے ساتھ پایا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا، جس میں کچھ مٹی بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ میں ان لوگوں کی تالیف قلب کروں۔ پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی، گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔

پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد ! اللہ سے ڈرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر کون اللہ سے ڈرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے' پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ راوی کا گمان ہے وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دین گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پا لیتا تو قومِ عاد کی طرح اُن کو قتل کر ڈالتا۔ (بخاری' سنن ابوداؤد' مسند احمد)

جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا' آپ نے اس کو سزا کیوں نہیں دی؟

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا آپ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ سیدنا محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں کیونکہ وہ شخص منافق تھا اور مسلمانوں کی وضع اختیار کر کے رہتا تھا۔ آپ نے صبر کیا اور تحمل کیا اور دوسرے نومسلموں کی تالیف کے لئے اس کو قتل نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں نبی ﷺ کے صبر اور حلم اور مواضع تہمت سے بچنے کا ثبوت ہے۔

جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کفر۔ (صحیح مسلم)

جس شخص نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اسی کی نسل سے خارجی پیدا ہوئے :

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اُس منافق کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی اس حدیث سے شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ غیب کی خبر دیتے تھے کیونکہ آپ نے جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خارجیوں کا ظہور ہوا جو کافروں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے اور یہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر بہت قوی دلیل ہے۔ اُن کا امام وہ شخص تھا جس نے نبی کریم ﷺ کی طرف ظلم اور ناانصافی کی نسبت کی۔ اگر اس میں ادنیٰ بصیرت ہوتی تو وہ جان لیتا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف ظلم اور بے انصافی کی نسبت کرنا اسی طرح جائز نہیں ہے جس طرح اللہ کی طرف ظلم اور بے انصافی کی نسبت جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے اور اس پر کسی کا حق نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے متعلق بے انصافی اور ظلم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی ظلم اور بے انصافی کا تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کا ہر قول اور فعل وحی کے مطابق ہوتا ہے۔ اُن خارجیوں کی جہالت اور گمراہی کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب کو کافر کہتے تھے جن کے صحبتِ ایمان اور جنتی ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی تھی، مثلاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

خارجیوں کے ظہور کا سبب : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

علامہ قرطبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ان لوگوں نے اس وقت خروج کیا تھا جب مسلمان دو فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک فرقہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیتا تھا اور ایک فرقہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیتا تھا اور ہر فریق دوسرے سے قتال کر رہا تھا اور اس گروہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور آپ کے ساتھ اکابر صحابہ تھے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آپ ہی امام عادل تھے اور آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے بلکہ اس زمانہ میں ہر شخص سے افضل تھے۔ اس لئے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرقہ پر یہ صادق آتا ہے کہ

وہ مسلمانوں کا سب سے بہتر فرقہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: اُن سے وہ جماعت قتال کرے گی جو مسلمانوں کی دو جماعتوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے اُن سے قتال کیا لہذا اُن ہی کا فرقہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں بہتر تھا۔ (المفہم)

خارجیوں کے متعلق اہلسنت کا نظریہ: علامہ قرطبی خارجیوں کے متعلق لکھتے ہیں: ہمارے ائمہ نے خارجیوں کو کافر قرار دیا ہے اور بعض ائمہ نے اس میں توقف کیا ہے لیکن اس باب کی احادیث کی روشنی میں پہلا قول درست ہے۔ اس قول کی بناء پر اُن سے قتال کیا جائے گا اور اُن کے اموال کو ضبط کر لیا جائے گا اور دوسرے قول کی بناء پر اُن میں سے بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور نہ اُن کے قیدیوں کو قتل کیا جائے گا اور نہ اُن کا مال لوٹا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب یہ لوگ مسلمانوں کی مخالفت کریں اور ان کے اتحاد کی لاٹھی کو توڑیں اور بغاوت کا جھنڈا بلند کریں، لیکن اُن میں سے جو شخص اپنی بدعت کو مخفی رکھے، اور بغاوت کا جھنڈا بلند نہ کرے، اس کی اس بدعت کو رَد کرنے اور اس کو راہِ راست پر لانے کی پوری کوشش کی جائے گی اور اس سے قتال نہیں کیا جائے گیا۔ (المفہم)

خارجیوں کی علامت : حضرت سہل بن حنیف کی روایت میں ہے یہ لوگ سر منڈایا کریں گے۔ (صحیح مسلم) علامہ قرطبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ان لوگوں نے سر منڈانا اس لئے اختیار کیا کہ یہ اُن کی دُنیا سے بے رغبتی اور زہد کی علامت ہو جائے اور اُن کی شناخت اور شعار بن جائے اور رسول اللہ ﷺ کا اُن کے متعلق ارشاد ہے اُن کی علامت سر منڈانا ہے۔ (سنن ابوداؤد، مسند احمد) یہ اُن کی جہالت ہے کہ جس چیز میں زہد نہیں ہے یہ اس کو زہد شمار کرتے ہیں اور یہ اللہ کے دین میں بدعت ہے اور نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کا طریقہ اس کے خلاف تھا۔ اور کسی سے یہ مروی نہیں ہے کہ اس نے سر منڈانے کو اپنی شناخت بنا لیا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے بال تھے جن میں آپ مانگ نکالتے تھے اور

کبھی آپ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے اور کبھی اس سے زیادہ لمبے ہوتے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جس کے بال ہوں وہ اُن کی تکریم کرے (سنن ابوداؤد، مسند احمد) اور امام مالک کے نزدیک احرام سے باہر آنے کے سوا یا کسی ضروری حاجت کے سوا سر منڈانا مکروہ ہے۔ (المفہم)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافقین اپنا نفاق چھپانے کی کتنی ہی کوشش کریں مگر اُن کے منہ سے ایسے الفاظ، اُن کے اعضا سے ایسے ایسے حرکات صادر ہو جاتے ہیں جن سے اُن کا نفاق کھل جاتا ہے۔

(☆) حضور ﷺ کے کسی فعل یا قول پر اعتراض کرنا کفر ہے اور منافقین کی خاص نشانی۔

(☆) عبادات حضور انور ﷺ کی معرفت سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ حضرات صحابہ اپنے صدقے حضور کے ہاتھ سے فقراء میں تقسیم کراتے تھے کہ ہاتھ پاک کی برکت سے قبول ہو جائے۔ آج بھی مسلمان فاتحہ میں پہلے حضور ﷺ کا نام لیتے ہیں۔ واسطے خدا کے نذر حضور انور ﷺ کی۔ اس عمل کی اصل یہ ہی آیت ہے۔

(☆) صرف مال کی وجہ سے اللہ رسول سے راضی ہونا ایمان نہیں کہ یہ تو اپنے نفس سے راضی ہونا ہے۔ ایمان یہ ہے کہ اُن کے ہر حکم سے ہر حال میں راضی رہے۔ اُن کی رضا ایمان اور رُوح ایمان ہے۔ رب تعالیٰ نے منافقوں کی اس رضا و خوشنودی کو نفاق قرار دیا۔

(☆) حضور ﷺ کی عطا رب کی عطا ہے۔ مالِ غنیمت اور صدقات اُن لوگوں کو حضور ﷺ نے دیئے تھے مگر رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ یوں ہی خدا کی عطاء حضور انور ﷺ کی عطا ہے کہ معطی رب ہے قاسم حضور ﷺ ہیں لہذا ہم کہ سکتے ہیں حضور ﷺ جنت دیتے ہیں دوزخ سے بچاتے ہیں حضرت ربیعہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا **اسئلك مرافقتك فى الجنة**۔ میں آپ سے جنت میں آپ کے ساتھ رہنا مانگتا ہوں۔

(☆) حضورانور ﷺ ہرایک کی اصل ونسل کے سارے حالات سے خبردار ہیں کہ کس کی پشت سے کیسے لوگ پیدا ہوں گے۔

(☆) رب تعالیٰ کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر کرنا جائز ہے شرک نہیں ہے رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر اپنے ساتھ کر کے فرمایا ﴿اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ﴾ انھیں اللہ رسول نے دیا۔ رسول کو اللہ تعالیٰ سے ملانا ایمان کی حقیقت ہے۔ رسول کو رب سے الگ کرنا' الگ سمجھنا یہ کفر کی حقیقت رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً﴾ (النساء/۱۴۹)

بیشک جو انکار کریں اللہ اور اُس کے رسولوں کا اور چاہیں کہ ماننے میں امتیاز رکھیں اللہ اور اس کے رسولوں میں (اللہ سے اس کے رسول کو جُدا کر دیں) اور کہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض کا انکار کریں گے اور چاہیں کہ بنالیں درمیانی راستہ۔ (معارف القرآن)

اس آیت نے بتایا کہ اللہ' رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان' بلکہ جانِ ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے مِلی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے' ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلایا کہ اول جزء میں **اللہ** آخر میں آیا (**لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) اور دوسرے جزء میں **محمد** اول ہے ۔۔ تا کہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

منافقین کی جاسوسی اور بکواس

Hypocrites hurt the Prophet

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (التوبہ/٦١) 'اور کچھ اُن میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔ فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمھارا' یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے اُن کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دُکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو۔ اُن کے لئے دَردناک عذاب ہے' (کنزالایمان)

And of them some are those who hurt the Communicator of the hidden news (the Prophet) and say 'he is an ear', say 'He is an ear for good of you, believes in Allah and believes the words of Muslims, and is a mercy for those who are Muslims among you,' And those who hurt the Messenger of Allah, for them is the painful torment.

اس آیت کریمہ کے نزول کے متعلق چند روایات ہیں:

(۱) چند منافقین جذام ابن خالد' اباس ابن قیس' سماک ابن یزید' عبید ابن مالک' جلاس ابن سوید...... ایک دن اپنی خاص مجلس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بہت گستاخیاں کر رہے تھے کہ اُن میں سے ایک بولا کہ اگر ہماری اس بکواس کی خبر حضور ﷺ کو پہنچ گئی تو ہماری شامت آجائے گی اور ہماری منافقت کھل جائے گی...... تو اُن میں سے ایک منافق جلاس ابن سوید بولا کہ کچھ فکر نہ کرو۔ اول تو یہاں کوئی مسلمان ہے نہیں' صرف

ہم ہی ہیں، انھیں اس کی خبر کیسے پہنچے گی اور اگر کسی مسلمان کے ذریعہ آپ تک یہ خبر پہنچ بھی گئی تو ہم قسم کھائیں گے کہ ہم نے کچھ نہ کہا تھا گذشتہ کا تجربہ ہے کہ وہ ہر بات بغیر تحقیق مان لیتے ہیں، تحقیق نہیں فرماتے۔ وہ تو کچے کانوں کے ہیں جو سنا مان لیا۔ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر، خازن، روح المعانی، تفسیر نعیمی)

(۲) مدینہ منورہ میں ایک منافق نبتل ابن حارث تھا، نہایت ہی بدشکل، سرخ آنکھیں چپکے ہوئے گال، بکھرے بال، ابھری کنپٹیاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو ابلیس کو دیکھنا چاہے وہ نبتل کو دیکھ لے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس میں حاضر رہتا اور بہت غور سے آپ کی باتیں سنتا تھا پھر منافقین و کفار تک آپ کی باتیں پہنچاتا، گویا جاسوس تھا۔ ایک دن وہ یہ ہی حرکت کر رہا تھا کہ کسی نے اس سے کہا کہ اگر تیری حرکات کی خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو تیرا کیا بنے گا؟ نبتل بولا کہ میں قسم کھا کر انکار کر جاؤں گا وہ کچے کان کے ہیں مجھے کچھ نہ کہیں گے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، روح المعانی، تفسیر نعیمی)

منافقین جب اپنی مجلسوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے ہیں تب ہی حضور کو خبر ہوتی ہے کسی مخبر کی خبر رسانی پر اُن کا جاننا موقوف نہیں۔ **النبی** میں اس دعویٰ کی دلیل ہے یعنی اُن کی خفیہ بدگوئیوں کی اطلاع، اس سے تکلیف اس لئے ہو جاتی ہے کہ وہ نبی ہیں یعنی ہر غیب و شہادت کی خبر رکھنے والے۔ جن کی خبر رکھنے کا یہ حال ہے جس خچر پر سوار ہو جائیں اُس کے آنکھوں سے غیب کے حجاب اُٹھا دیئے جائیں اور وہ قبر کا عذاب دیکھ کر مُردہ کی چیخ و پکار سُن کر دو پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ (مشکوٰۃ)

جو مدینہ منورہ میں بیٹھ کر عرش و کرسی، لوح و قلم جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمائے بھلا اس کے کانوں سے منافقین کی یہ خفیہ گفتگو کیسے چھپے ؟

منافقین کا یہ کہنا کہ حضور ہماری ہر بات سن کر بغیر تحقیق مان لیتے ہیں گویا سراپا کان ہیں ان میں سوچنے تحقیق کرنے کا مادہ ہی نہیں۔ یہ انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ بدنصیب منافقین یہ ہی لفظ پردہ پوشی اور ستار عیوبی کی نیت سے استعمال کرتے تو یہ کلام نعمت بن جاتا

یعنی وہ خطا کار کی خطائیں' معذرت سن کر بغیر جرح قدح معافی دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے محبوب کا تمھاری بات سن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمھارے لئے ہی اچھا ہے ورنہ اگر حقیقت آشکار کر دی جاتی تو تمھارا نفاق ظاہر ہو جاتا اور تم روسیاہوں کو منہ چھپانے کے لے جگہ نہ ملتی۔ وہ تو محض از راہ شفقت و پردہ پوشی تم سے اعراض کرتے ہیں یہ مت سمجھو کہ وہ تمھاری بات کو سچ سمجھتے ہیں اور تمھارا جھوٹ اُن سے پوشیدہ رہتا ہے وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی بات کا یقین رکھتے ہیں اور مخلص اہل ایمان کی باتوں پر اعتبار کرتے یں جو بیگانوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور دشمنوں کو رُسوا نہیں کرتا۔ اس کی شفقت' اس کی رافت اُس کی رحمت اپنوں پر کس طرح نوازشات فرماتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ وہ اہل ایمان کے لئے سراپا رحمت ہی رحمت ہے۔

قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتا دیا کہ کوئی ہو جس نے میرے حبیب ﷺ کے دلِ رحیم کو ایذاء پہنچائی وہ دَردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ اب وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ علمی کا انکار کرتے ہیں اور اس بُرے ارادے سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں کہ انھیں کوئی ایسی چیز ہاتھ آ جائے جس سے وہ اپنے ناقص اور غلط خیال کے مطابق اللہ کے رسول کی جہالت ثابت کر سکیں یا کمالاتِ مصطفوی کا انکار کر سکیں اور اس رفعت وتقدس مآب کی جناب میں بازاری الفاظ بڑی بے حیائی اور بے باکی سے اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کرتے ہیں وہ خود سوچیں کہ اُن کا حشر کیا ہوگا۔

ادب گاہست زیر آسماں از عرش نازک تر　　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) حضور ﷺ ہر شخص کے کھلے چھپے حال سے خبر دار ہیں اُن پر کوئی چیز چھپی نہیں۔ منافقین کا اپنی خاص مجلسوں میں جو گستاخیاں چھپ کر آہستگی سے کرتے تھے حضور ﷺ کو اُن سے تکلیف پہنچ جاتی تھی اور تکلیف بغیر خبر نہیں پہنچ سکتی۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ پوش اور شانِ ستاری کے مظہر اتم ہیں جس سے بد باطن لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے علم اور بے خبر جاننا منافقوں کا طریقہ ہے۔ منافقین کہتے تھے کہ وہ تو کچے کانوں کے ہیں ہر ایک کی بات پر معذرت قبول کر لیتے ہیں اُنھیں حقیقتِ حال کی خبر نہیں ہوتی۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بات کا تحقیق نہ فرمانا، معذرت قبول فرما لینا، اللہ کی رحمت ہے کہ اس سے بہت سے گناہ گاروں کے پردے رہ جاتے ہیں۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم کریمانہ یہ ہے کہ آپ سن سب کی لیتے ہیں مگر مانتے ہیں صرف مخلصین مومنین کی کہ آپ دل کی گہرائیوں پر نظر رکھتے ہیں۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت عامہ سارے جہانوں کے لئے ہے مگر رحمت خاصہ صرف مسلمانوں کے لئے۔ حضور کے صدقے رزق سب کو ملتا ہے مگر ایمان تقویٰ وغیرہ صرف مومنون کو۔

(☆) تمام جرموں میں بدترین، جرم سارے کفروں سے سخت تر کفر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ہے یہ حکم تا قیامت ہے۔

منافقین جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں

Hypocrites oppose Allah and The Prophet

منافقین کتنے نادان ہیں کہ لوگوں کوخوش کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لے آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ہیں لیکن ایسی باتوں سے اللہ اوراس کا رسول خوش تو نہیں ہوسکتا اور حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اوراس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے ۔اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کردیا جائے تو ہر جگہ شرک نہیں ہوجاتا جیسے بعص مشددلوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالی کی رضا جوئی اوراس کے حبیب رسول کی خوشنودی ہرعمل میں پیش نظر رکھیں۔ اللہ اوراس کے رسول کی رصا دوالگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی ہے جس پر اللہ راضی اس پر اس کا رسول بھی خوش۔ اور جس پر اس کا رسول راضی اُسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی میسر ہے۔ جولوگ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہوجاتے ہیں ان کا ابدی ٹھکانا دوزخ ہے۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبہ/۶۳۔۶۲)

’(منافق) قسمیں اُٹھاتے ہیں اللہ کی تمھارے سامنے تاکہ خوش کریں تمھیں۔ حالانکہ اللہ اوراس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایماندار ہیں۔کیا وہ نہیں جانتے کہ جوکوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اوراس کے رسول کی تو اس کے لئے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اُس میں، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔‘ (کنزالایمان)

They swear by Allah before you so that you may be pleased and Allah and His Messenger had greater right, that they should please him, if

they had faith. Are they not aware that whoso opposes Allah and His Messenger, then for him is the fire of the Hell in which he will abide for ever? This is the great humiliation.

اس آیت میں بھی منافقین کی بُرائیوں کا بیان ہے کہ واضح دلائل سے نبی کریم ﷺ کا صدق ظاہر ہو چکا ہے' وہ کتنے عرصے سے آیات اور معجزات کا مشاہدہ کررہے ہیں اس کے باوجود منافقین اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کررہے ہیں۔ منافقین اگرچہ اللہ کو مانتے تھے اور اپنے گمان میں وہ اللہ کی مخالفت نہیں کرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنا ہے۔

اے مسلمانو! یہ منافقین اپنی مجلسوں میں تمھارے محبوب ﷺ کے متعلق بکواس کرتے ہیں مگر جب اُن سے اُس کے متعلق تحقیق کی جائے تو صاف طور پر تم کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھالیتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ آپ کو خبر دینے والا جھوٹا ہے' بچہ ہے' ان کو چاہے تھا کہ اللہ رسول کو راضی کرتے۔ وہ جھوٹی قسموں سے راضی نہیں ہوتے' وہ تو اخلاص اور اطاعت سے راضی ہوتے ہیں۔ اللہ رسول سے راضی کرنے کے حق دار ہیں اگر یہ مومن ہیں تو اس پر عمل کریں۔ تعجب کی بات ہے کہ انھیں اب تک یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ جو کوئی اللہ رسول کی کسی وقت' کسی جگہ' کسی طرح مخالفت کرے تو اُس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ دوزخ کا داخلہ' وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا' بہت ہی بڑی ذلت خواری و رسوائی ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفر کرکے اس کا انکار کرنا' جھوٹی قسمیں کھانا ایمان نہیں ہے بلکہ اس سے توبہ ایمان' قبول کرنا ایمان ہے ہر جرم کی علحدہ توبہ ہے کفر سے توبہ ایمان لانا اور کفر پر پشیماں ہونا ہے۔

(☆) اکثر جھوٹے منافق جھوٹی قسمیں کھا کر کر اپنا ایمان ثابت کرتے ہیں مخلصین کو اس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اُن کا ایمان خود ہی خوشبو دے دیتا ہے اصلی عطر والے کو عطر کی عمدگی پر قسمیں نہیں کھانی پڑتیں' عطر اپنی عمدگی خود ہی بتا دیتا ہے۔

(☆) منافق لوگ ہمیشہ مسلمانوں کو راضی رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں ہمارا نفاق اُن پر ظاہر نہ جائے۔ مومنین ہمیشہ اللہ رسول کو راضی کرنے، راضی رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

(☆) اللہ رسول کے مقابلہ میں لوگوں کو راضی کرنا کفر یا حرام ہے اُن کی مرضی کے مطابق مسلمانوں خصوصًا حضرات صحابہ کو راضی کرنا عبادت ہے۔

(☆) عبادت، معاملات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور انور ﷺ کو راضی وخوش کرنے کی نیت کرنا شرک یا کفر نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے جو کوئی اس لئے مسلمان ہو، اس لئے نماز وروزہ حج وزکوٰۃ ادا کرے کہ اللہ بھی راضی ہو، حضور ﷺ بھی۔ وہ مومن کامل ہے۔ رب تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

(☆) اللہ کے نام سے ملا کر حضور ﷺ کا نام لینا بالکل جائز ہے بلکہ ان دونوں کے لئے ایک ضمیر بولنا جائز و درست ہے بلکہ ان دونوں ذاتوں کے لئے ایک صیغہ استعمال کرتا درست ہے یہاں ایک لفظ 'اَحَقُّ' اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے لے ارشاد ہوا۔لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول بھلا کرے، اللہ رسول آفات سے بچائیں، اللہ رسول رحمتیں عطا کریں، اللہ رسول بہتر جانتے ہیں

(☆) حضور ﷺ کے نام پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا نہ شرک ہے نہ حرام بلکہ ثواب ہے جیسے حضور ﷺ کے نام کی قربانی کرنا'' حضور ﷺ یا آپ کی والدہ طیبہ طاہرہ والد ماجد رضی اللہ عنہ کے نام پر حج بدل بالکل درست اور ثواب ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے نام کی قربانی فرمائی تھی۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرلو اللہ تعالیٰ خود ہی راضی ہو جائے گا۔حضور ﷺ کی رضا کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا ناممکن ہے۔

(☆) اپنے اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا علامت ایمان ہے۔

(☆) دوزخ میں ہمیشگی صرف کفار کے لئے ہے مومن کیسا ہی گناہگار ہو مگر وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا بلکہ گناہوں کے میل سے صاف ہونے کے لئے عارضی طور پر کچھ دن کے لئے وہاں رکھا جائے گا۔کافر دوزخ کا کوئلہ ہے مومن گندا اور میلا لوہا۔

منافقین کا خدشہ اور خوف

Fear of the Hypocrites

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ (التوبہ/٦٤-٦٦)

’ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ کہیں نازل (نہ) کی جائے اہل ایمان پر کوئی سورۃ جو آگاہ کر دے انھیں جو کچھ منافقوں کے دلوں میں ہے۔ آپ (انھیں) فرمایئے کہ مذاق کرتے رہو۔ یقیناً اللہ ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم خوفزدہ ہو۔ اور اگر آپ دریافت فرمائیں اُن سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دِل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمایئے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اُس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے؟ (اب) بہانے مت بناؤ، تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد۔ اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں گے دوسرے گروہ کو، کیونکہ وہی (اصلی) مجرم تھے۔‘ (کنز الایمان)

The hypocrites fear lest a Surah (Chapter) should be sent down to them informing them what is in their hearts. Say you 'Mock on, truly Allah is about to reveal what you fear,. And O beloved Prophet ! if you ask them, they will say 'We were only jesting and playing'. Say you, 'Do you mock at Allah and His signs and His Messenere?'

ان آیات کریمہ کے شان نزول کے متعلق چند روایات ہیں۔

(۱) ایک بار بارہ منافقین نے اپنا خفیہ اجلاس کیا اور مومنین کے خلاف کوئی سازش کی۔

جس کی خبر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں فرمایا کہ کچھ لوگوں نے ہمارے متعلق یہ سازش کی ہے۔ وہ یہاں موجود ہیں اُٹھیں اور توبہ کریں۔ میں اُن کے لئے دعا کروں گا مگر کوئی نہ اٹھا' کئی بار یہ فرمایا۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام بنام پکارا کہ فلاں اُٹھ تو منافق ہے تو بھی اس سازش میں شریک تھا حتیٰ کہ اُن بارہ آدمیوں کو اُٹھا کر کھڑا کر کے لوگوں کو دکھا دیا کہ یہ وہ منافقین ہیں۔ تب یہ لوگ بولے کہ واقعی ہم نے یہ حرکت کی تھی ہم کو معاف فرمایا جائے۔ فرمایا میں نے تمھاری شفاعت کے لئے' رب تعالیٰ کی رحمت نے تمھاری بخشش کے لئے بہت انتظار کیا مگر اب وقت نکل گیا تم اس مجلس سے نکل جاؤ۔ چنانچہ وہ نکال دئے گئے اس پر پہلی آیت ﴿ **یحذر المنافقون** ﴾ نازل ہوئی۔ یہ قول حسن کا ہے۔ (تفسیر کبیر)

(۲) امام اصم فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت راستہ میں کسی پہاڑ کے دامن میں بارہ منافق چھپ کر بیٹھ گئے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ انھیں ہٹا دو۔ آپ نے انھیں ہٹا دیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیرت وہاں سے گذر گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم انھیں پہچانتے ہو؟ عرض کیا کہ رات کے اندھیرے میں میں انھیں پہچان نہ سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُن کے نام تک جانتا ہوں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ انھیں قتل کیوں نہ کرا دیا جائے۔ فرمایا: نہیں۔ ورنہ ملکوں میں مشہور ہو جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھوں کو بھی قتل کرا دیتے ہیں جس سے تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا ہو گی تب ہی پہلی آیت ﴿ **یحذر المنافقون** ﴾ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر وصادی)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کے غزوۂ تبوک میں جا رہے تھے کہ بعض منافقین نے آپس میں کہا کہ محمد (ﷺ) ملک فارس وروم کے خواب دیکھ رہے ہیں کہ ہم وہ بھی فتح کر لیں گے بھلا وہ ملک کہاں اور یہ کہاں۔ یہ کہنے والا وریعہ ابن ثابت تھا اور باقی ہاں

ہاں کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہ جو آگے جا رہے ہیں اُن کو روکو اور ہمارے پاس حاضر کرو۔ وہ حاضر کئے گئے تو فرمایا کیا تم نے آپس میں یہ کہا تھا وہ بولے ہم یہ باتیں صرف راستہ طے کرنے کے لئے بطور شغل کر رہے تھے عمداً نہ کہتے تھے اس پر دوسری وتیسری آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر خازن، روح المعانی، تفسیر نعیمی وغیرہ)

منافقین کو ہمیشہ اس بات کا کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کہیں ان کے نفاق کو ظاہر نہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک جس چیز کا تمھیں اندیشہ تھا وہ ہو کر رہا اور ہم نے اپنے مصطفٰے علیہ اطیب التحیہ واز کی الثناء کو تمھارے ناموں اور تمھارے کاموں پر مطلع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اُن کے احوال اور اُن کے اسماء کا علم عطا فرما دیا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ السلام کو اُن کے حالات اور ان کے ناموں پر آگاہ کر دیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے نام اور احوال تفصیل سے قرآن کریم میں ذکر کر دیئے بلکہ بذریعہ الہام اُن کا علم دے دیا۔ قرآن کریم میں ہے **ولتعرفنهم فی لحن القول** اے حبیب ﷺ تم اُن کی گفتگو کے لہجہ سے انھیں ضرور پہچان لو گے۔ یہ پہچان بھی الہام کی ایک قسم ہے۔

مسلمانوں کا تمسخر اُڑانا منافقین کا ایک پسندیدہ مشغلہ تھا کوئی موقع بھی تو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ خصوصاً جب مسلمان اپنی بے سروسامانی کے باوجود قیصر سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان بد باطنوں کو پھبتیاں اڑانے کا زرین موقع مل گیا...... کوئی کہتا یہ دیکھو۔ اب شہنشاہ روم سے جنگ لڑنے چلے ہیں، کوئی کہتا اُن کے وہاں پہنچنے کی دیر ہے رومی فوجیں ان کی درگت بنائیں گی، دوسرا کہتا مزا تو جب آئے گا جب ان کے ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اُوپر سے کوڑے برس رہے ہوں۔ غرض کہ جب ان کی نامعقول باتوں کا چرچا ہوتا تو حاضر ہوتے اور کہتے کہ ہم تو صرف دِل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اللہ اور اس کے رسول کے سوا اور کوئی نہیں رہا جس کے ساتھ تم دِل لگی کر سکو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں ہی منافقوں پر ہمارا عذاب ہے کہ انھیں کسی گھڑی بھی چین نہیں۔ وہ ڈرتے ہی رہتے ہیں اور ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ مومنوں پر

قرآن مجید کی کوئی ایسی سورت یا آیت نازل ہوجائے جواُن کے دِلوں کا نفاق اُن کی خفیہ سازشیں ظاہر کردے اور یہ لوگ بدنام ہوجائیں۔ آپ اُن سے بطور عتاب فرمادو کہ تم لوگ خوب ہنسی مذاق کئے جاؤ' اسلام پر بہتان کئے جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ عنقریب ان خبروں کو ظاہر فرمانے والا ہے جس کی تمھیں دھڑکن لگی ہے۔ ان بدنصیبوں کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کے پیچھے آپ کی اسلام کی اہانت کرتے ہیں مگر آپ ان سے پوچھیں کہ کیا تم نے یہ باتیں کی تھیں تو نہایت بے شرمی سے کہہ دیں کہ ہم یوں ہی راستہ طے کرنے اور شغل کے طور پر دل لگی کررہے تھے فرمادو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ اس کی آیتوں اس کے رسول کا ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانہ نہ بناؤ تم مسلمانوں کی نگاہ میں مومن ہوچکنے کے بعد کافر ہوچکے۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معافی بھی دیدیں کیونکہ تمھارے ساتھ تمسخر میں شریک نہ تھے صرف خاموشی سے تمھاری باتیں سن رہے تھے ہنس رہے تھے انہیں اخلاص وتوبہ کی توفیق دے دیں مگر دوسرے ٹولہ کو ضرور عذاب دیں گے جو ہنسی مذاق میں مشغول ہوا کیونکہ وہ بے ادبی کے مجرم ہیں اور نبی کے گستاخ کو توبہ کی توفیق نہیں ملا کرتی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کا نام سورہ فاضحہ بھی ہے کہ اس نے منافقوں کو رُسوا کردیا اور مبعثرہ اور مشیرہ بھی کہ اس نے منافقوں کی خبریں شائع کردیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سورت میں ستر۰ ۷ منافقوں کے نام مختلف آیات میں تھے منسوخ التلاوت ہوگئیں۔ (خازن)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) دوزخ والا منافق' اس پر دُنیا میں رب تعالیٰ کا عذاب یہ ہے کہ اس کے دل کو چین نہیں' ہمیشہ اُسے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں میرا پول نہ کھل جائے' ہر ایک کو راضی رکھنے والے کا یہ ہی انجام ہے۔ مخلص مومن اس غم سے آزاد ہے وہ صرف اللہ رسول کو راضی کرنے کی فکر میں رہتا ہے مخلوق خود بخود راضی ہوجاتی ہے۔

(☆) کفر کی باتیں خوشی سے سننا' اُن پر ہنسنا' اُن سے راضی ہونا سب کچھ کفر ہے۔ کفر سے راضی ہونا کفر ہے۔

(☆) حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار اس کا مذاق اُڑانا منافقوں کا پُرانا طریقہ ہے منافقین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر کا انکار کیا کہ رب تعالیٰ قیصرو کسری کے ملک ہم کو عطا کرے گا اسے استہزاء قرار دیا۔

(☆) حضور ﷺ کی گستاخی کفر ہے اگر چہ گستاخی کی نیت نہ ہو۔منافقین نے کہا تھا کہ ہم تو اُن باتوں کے ذریعہ دِل بہلا رہے تھے راستہ طے کر رہے تھے گستاخی کی نیت نہ تھی۔

منافقین اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے عداوت میں یکساں ہیں

The hypocrites are the confirmed disobedient

اگر چہ منافقین اپنے کو تم مسلمانوں میں سے کہتے ہیں اور ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ منافق مرد ہوں یا عورتیں اور کسی ملت کے ہوں مشرکین ہوں یا عیسائی یا یہودی یا کسی اور ملت کے سب ایک دوسرے سے ہیں کہ منافقت، اسلام دشمنی، مسلمانوں سے عداوت میں سب یکساں ہیں۔ منافق مرد ہوں یا عورت سب کا مزاج یکساں ہے ہر بُرے نظریہ اور ہر بُرے فعل کی ترویج واشاعت میں بڑے چست ہیں۔ اُن سب کی حالت یہ ہے کہ لوگوں کو ہمیشہ بُرے عقائد، بُرے اعمال، اسلام سے روکنا، اسلام سے پھیرنا، بُری حرکتیں کرنا، ان ہی باتوں کا حکم یا مشورہ دیتے ہیں اور ہر قسم کی بھلائی، عقائد صالحہ، نیک اعمال، اسلامی عبادات و معاملات سے منع کرتے ہیں، بڑے کنجوس و بخیل ہیں کبھی اللہ کی راہ میں خرچ کے لئے ہاتھ نہیں پھیلاتے، دینے کے موقع پر ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے یکسر غافل ہوگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا، انھیں بھولا بسیرا بنا دیا۔ منافق بڑے ہی فاسق، بدکار لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کھلے کافروں ان سب سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کرلیا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے صرف وہاں کا عذاب ہی اُن کی سزا کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ وہاں جلنے کے علاوہ اور بہت سے عذاب ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار رہے دنیا میں یا آخرت میں یا ہر جگہ اور انھیں اس کے علاوہ اور بہت سخت قسم کا دائمی عذاب ہوگا۔

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ هِیَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ﴾ (التوبہ/ ٦٨ ـ ٦٧)

'منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں' حکم دیتے ہیں برائی کا اور رُوکتے ہیں نیکی سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ (حقیقت یہ ہے کہ) انھوں نے بھلا دیا ہے اللہ کو' تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انھیں' بیشک منافق ہی نافرمان ہیں۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا' ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں۔ یہی کافی ہے انھیں' نیز لعنت کی ہے اُن پر اللہ نے اور انہی کے لئے ہے دائمی عذاب۔'

The hypocrites men and women are the birds of the same feather; they bid evil and forbid from doing good, and (they) keep their hands closed. They have left Allah then Allah has left them. No doubt, the hypocrites are the confirmed disobedient. Allah has promised the hypocrites men and hypocrites women and infidels, the fire of the Hell; wherein they will abide for ever. That is sufficient for them, and the curse of Allah is upon them, and for them is the lasting torment.

منافقین کی عورتیں بھی اُن کے مردوں کی طرح نفاق کی خرابیوں میں ملوث ہیں' منافق بُرائی کا حکم دیتے ہیں یعنی وہ لوگوں کو کفر کرنے اور معصیت کا حکم دیتے ہیں اس سے مراد ہر قسم کی برائی اور معصیت ہے اور خصوصیت کے ساتھ وہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ہر قسم کے نیک کاموں سے منع کرتے ہیں اور خصوصاً سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھنے ہیں یعنی ہر خیر سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ' صدقات اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ ہر اس نیک کام کو نہیں کرتے جو فرض یا واجب ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف فرض یا واجب کے ترک پر ملامت فرماتا ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوتے۔ انھوں نے اپنے طرزِ عمل سے

ثابت کر دیا ہے کہ انھیں خدا یاد نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولائے کریم نے بھی اُن بدنصیبوں کو اپنی رحمت وعنایت سے فراموش کر دیا' جہاں دوسرے کے لئے اس کے فضل وکرم کے دروازے کھلے ہوتے ہیں وہاں اُن کی طرف کھلنے والا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ خدا فراموشی انسان کو خود فراموش بنا دیتی ہے یہ جرم جتنا بڑا ہے اس کی سزا بھی اتنی ہی سنگین ہے۔ رحمت وعنایت کے مستحقین کی فہرست سے تو اُن کا نام خارج کر دیا گیا ہے کیونکہ انھیں ان کی خواہش ہی نہ تھی۔ البتہ دوزخ کے دہکتے ہوئے انگارے اُن کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ اسی کے لئے وہ عمر بھر کوشاں رہے۔ اسی کی آرزو میں وہ رات دن بیقرار رہے۔ سواب اُن کی یہ خواہش پوری کرنے کے لئے اُن سے پختہ وعدہ کیا جارہا ہے کہ انھیں جہنم میں ابدی قرار دے دی جائے گی جہاں سے انھیں نکالا نہیں جائے گا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) ہر شخص اپنے ہم عقیدہ کا ہم جنس ہوتا ہے مومن مومن کا ہم جنس ہے کافر کافر کا' منافق منافق کا

(☆) سارے کفار خواہ مشرکین ہوں یا یہود ونصاری یا کوئی اور' اسلام دشمنی میں یکساں ہیں اگر مسلمان آپس میں ایک نہ ہوں تو بہت افسوس ہے

(☆) اچھی باتوں' اچھے کاموں سے رُوکنا کفار منافقین کا طریقہ ہے۔ موجودہ وہابیوں کو عبرت پکڑنا چاہیے جو ہمیشہ نیاز فاتحہ میلاد شریف وغیرہ کار خیر سے ہی مسلمانوں کو رُوکتے ہیں۔ حرام رسموں' کھیل تماشوں سے روکنے پر زور نہیں دیتے۔ رُوکتے ہیں تو اللہ رسول کے ذکر سے' اچھی مجلسوں سے۔

(☆) منافقین بدترین فاسق وبدکار ہیں باقی فاسق اُن سے نیچے ہیں۔

﴿ان المنافقون هم الفاسقون﴾۔

(☆) رب تعالیٰ کی بارگاہ میں منافق اور کھلے کافر کا حکم ایک ہی بلکہ کھلے کافر سے یہ چھپے کافر یعنی منافق بدتر ہیں۔

منافقین کی ہلاکت و بربادی

Hypocrites will be losers

﴿كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۚ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۚ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۚ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۚ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ (التوبہ/۷۰-۶۹)

’(منافقو!) تمھاری حالت بھی ایسی ہے جیسے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال اور اولاد کی کثرت میں' سو لطف اُٹھایا انھوں نے اپنے (دنیوی) حصّہ سے اور تم نے بھی لطف اُٹھایا اپنے (دنیوی) حصّہ سے اسی طرح جیسے لطف اُٹھایا انھوں نے جو تم سے پہلے ہو گزرے اپنے (دنیوی) حصّہ سے اور (لذتوں میں) تم بھی ڈوبے رہے جیسے وہ ڈوبے رہے تھے یہی وہ لوگ ہیں ضائع ہو گئے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں۔ اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ کیا نہ آئی اُن کے پاس خبر اُن لوگوں کی جو اُن سے پہلے گزرے (یعنی) قوم لوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراھیم اور اہل مدین اور وہ بستیاں جنھیں الٹ دیا گیا تھا۔ آئے تھے اُن سب کے پاس انکے رسول روشن دلیلیں لیکر اور نہ تھا اللہ (کا یہ دستور) کہ ظلم کرتا اُن پر بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے۔'

(O Hypocrites !) As those before you, they were mighter than you in strength, and more abundant in wealth and children. Then they enjoyed their share, then you enjoyed your share just as those before you enjoyed their share, and you

indulged in jesting just as they indulged. Their work is wasted in the world and the Hereafter, and they are the people who are losers. Have they not received the news of those before them the people of Nooh, and Aad and Thamud, and the people of Ibrahim, and the men of Madinah and the overthrown towns? Their Messengers had brought to them bright evidences; then it was not befitting to Allah that He might have wronged them, but they were themselves unjust to their souls.

اے منافقو! تم سب گذشتہ زمانوں کے منافقوں کی طرح ہو۔عقائد میں‘ اعمال میں‘ دھوکہ بازیوں میں‘ نبی کو پریشان کرنے‘ مسلمانوں کو ستانے میں اوردو طرفہ مسلمانوں کافروں کوراضی رکھنے میں۔ تم میں اوراُن میں فرق یہ ہے کہ گذشتہ منافقین تم سے زیادہ طاقتور تھےتم سے زیادہ مالدار تھے۔ تم سے زیادہ آل واولا دوالے۔تم سے زیادہ کنبہ اور جتھے والے تھے۔انھوں نے اپنے زمانوں میں اپنے زور‘مال جتھے وغیرہ نعمتوں کے حصول سے صرف دُنیاوی نفع کمائے کہ اللہ کی ان نعمتوں کواس کی معصیت میں صرف کیا۔تم نے بھی اے منافقین اپنی ان نعمتوں کو دُنیاوی نفعوں‘ دین کی مخالفت میں صرف کیا۔انھیں کی طرح جیسے انھوں نے کیا تھا اور جیسے وہ تمام منافقین کفر و گناہ‘ مخالفت نبی‘ ایذاء مسلمین میں ہی مشغول رہے انھیں حرکات میں پھنسے رہے۔ جب تم دونوں کے اعمال حرکات یکساں ہیں تو نیچے بھی یکساں‘ ان کا یہ حال ہوا کہ ان کے سارے نیک کام صدقات خیرت صلہ رحمی ماں باپ کی خدمت‘ مخلوق کی نفع رسانی وغیرہ دُنیا میں بھی برباد گئے کہ اُن کے نتیجہ میں انھیں دنیا میں کچھ نہ ملا اور آخرت میں بھی برباد کہ نُن پر انھیں جزاء ثواب نہیں اور وہ لوگ پورے نقصان میں رہے کہ ان کی زندگی کی عزیز گھڑیاں بجائے نیکیوں کے گناہوں میں صرف ہوگئیں بالکل اسی طرح تمھارا بھی حال ہے تم بھی برباد ہو چکے اور ہو گئے۔اعمال یکساں‘ نتیجہ یکساں۔

موجودہ منافقین، اللہ سے ایسے بے خوف کیوں ہوگئے؟ کیا انھیں ان چھ فرقوں کی ہلاکت کی خبر نہیں پہنچی جو اُن سے قریب ہی آباد تھیں؟ اُن کے قصے سارے حجاز میں مشہور ہیں۔ ایک قوم نوح جن کا مرکز عراق تھا جو پانی سے غرق ہوئی۔ دوسری قوم عاد جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی جس کا مرکز یمن کا علاقہ تھا جو آندھی سے ہلاک کی گئی۔ تیسری قوم ثمود جو صالح علیہ السلام کی قوم تھی یہ یمن کے علاقہ میں آباد تھی چنگھاڑ اور زلزلہ سے تباہ کی گئی۔ چوتھی قوم ابراہم علیہ السلام کی تھی...... نمرود اور اس کی رعایا جو عراق کے شہر بابل میں تھی نمرود مچھر سے اس کی قوم مکان کی چھت سے دب کر ہلاک ہوئی۔ پانچویں قوم شعیب علیہ السلام جو مقام مدین میں آباد تھی یہ غیبی آگ سے ہلاک ہوئی۔ چھٹی قوم لوط علیہ السلام یہ غیبی پتھر برسنے اور زمین کا تختہ الٹ دینے سے ہلاک کی گی۔ ان کی اُجڑی ہوئی بستیاں ویران مکانات عرب والے اپنے سفروں میں دیکھتے۔ یہ لوگ اُن کی ہلاکت میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اُن تمام کے پاس اُن کے رسول اپنے معجزات مثال تعلیم لائے، انھیں نے بجائے ماننے کے اُن سب کا انکار کیا اور ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہ کیا کہ بے قصور انھیں سزا دی ہوتی بلکہ وہ خود اپنی جانوں اپنے خاندانوں پر ظلم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے جان و مال و اولاد کو اللہ رسول کی مخالفت میں استعمال کرتے تھے۔ اگر یہ منافقین بھی سید المرسلین کی مخالفت کریں گے تو مارے جائیں گے۔ ان قوموں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ ان پر ظلم و زیادتی نہیں تھی بلکہ ان کو صحیح راستہ بتا دیا گیا۔ وقتاً و وقتاً اُن کو اُن کی غلط روی پر تنبیہ کرنے کے لئے انبیاء بھیجے گئے۔ آسمانی ہدایت کی روشنی اُن کے سامنے حق و باطل کو نمایاں کرتی رہی لیکن جب وہ اسی راہ پر چلنے پر مصر ہوئے جو ہلاکت کے گہرے غار میں لے جانے والی تھی تو انجامِ کار وہ اس غار میں جا گرے۔ اب تم خود فیصلہ کرلو کہ قصور وار کون ہے اور کیا اللہ تبارک تعالیٰ نے انکے ساتھ بے انصافی کی، یا وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) شرعی قیاس برحق ہے یعنی وجہ کے مشترک ہونے سے حکم کا مشترک ماننا۔ موجودہ منافقوں کو گذشتہ منافقوں پر قیاس کرنا درست ہے دونوں کے اعمال وحرکات یکساں ہے

(☆) دنیا بھر کی مادی طاقتیں ایک بندے کی روحانی طاقت کے مقابلہ میں فیل ہوجاتی ہے منافقین جماعت' قوت' دولت' عزتِ دنیاوی میں بہت بڑھے چڑھے تھے مگر نبی کے مقابلہ میں شکست کھا گئے۔ مادی طاقت نبوت تو کیا ولایت کے مقابلہ میں نہیں ٹھہرتی۔ بہتر ہزار (۷۲۰۰۰) فرعونی جادوگر ایک موسیٰ علیہ السلام کے مقابل ہار گئے۔

(☆) کافر و منافق دنیا میں ڈوب جاتا ہے مومن دنیا میں تیرتا ہوا پار نکل جاتا ہے

(☆) کافر کے نیک اعمال برباد ہوتے ہیں بُرے اعمال قائم۔ مگر مومن کے بُرے اعمال معاف ہوجاتے ہیں نیک اعمال قائم۔

(☆) مومن کو نیک اعمال کا فائدہ دُنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ کافر کو کہیں نہیں۔ نیک اعمال کی برکت سے دُنیا میں مصیبتوں سے نجات' رزق میں وسعت وفراخی ہر طرح کی عزت ملتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (طلاق/۳) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے لئے نجات کی راہ پیدا کردے گا اور اُس کو روزی دے گا جہاں سے اُس کا گمان بھی نہ ہو۔

آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار رب کا قرب گناہوں کی معافی جنت کا داخلہ وغیرہ۔

(☆) اللہ تعالیٰ مومن کو اس کے نیک اعمال کی برکت سے دُنیا میں بھی فائدے عطا فرماتا ہے اور آخرت کے فائدے ان کے علاوہ ہیں۔ بعض نیکیوں سے عمریں بڑھ جاتی ہیں بعض سے مال واولاد میں برکت ہوتی ہے' بعض سے آفات ٹل جاتی ہیں بعض سے عزت وعظمت ملتی ہے' بعض سے خوف خدا عشق رسول عطا ہوتا ہے' بعض سے گھر میں اتفاق واتحاد رہتا ہے' بعض سے وقت پر بارشیں' پیداوار میں برکتیں آتی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

﴿یرسل علیکم مدرار ویمددکم باموال وبین ویجعل لکما انهار ﴾۔

(☆) صحیح تاریخ پڑھنا تاریخی مقامات پر جانا انھیں دیکھنی انھیں یاد رکھنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ قرآن مجید میں اچھے بُرے لوگوں کے حالات جگہ جگہ ارشاد ہوئے۔عرس بزرگان' میلاد شریف کی مجلسیں قائم کرنے کا بھی یہی مقصد ہے کہ مسلمانوں کو ان ذریعوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ' اولیا اللہ کے احوال بتائے سنائے جائیں تا کہ اُن میں نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو۔

(☆) اللہ تعالیٰ کبھی بے قصور کو سزا نہیں دیتا کہ اس کریم نے اُسے ظلم کہا ہے وہ ظلم سے پاک ہے ہاں بغیر نیک اعمال جنت عطا فرما دینا کرم کریمانہ' رحم خسروانہ ہے۔

منافقین کے ساتھ جہاد اور سخت رویہ اختیار کرنا چاہیے

Fight against the infidels and the hypocrites

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التوبہ/۷۳)

'اے نبی کریم! جہاد کیجے کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور سختی کیجئے اُن پر' اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے' اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔' (ضیاء القرآن)

O Communicator of the hidden news (Prophet) ! fight against the infidels and the hypocrites and be strict to them. And their destination is Hell and what an evil place of return !

اے ہر کھلے چھپے کی خبر رکھنے والے' لوگوں کے دِلوں کے ایمان و نفاق پر خبر دار نبی' تمام جہاں کی نبض اپنے ہاتھ میں لینے والے نبی۔ منافقوں کی پردہ پوشی چھوڑ و۔ اب کھلے کافروں پر بھی جہاد فرماؤ تلوار سے اور چھپے کافروں منافقوں پر بھی جہاد فرماؤ۔ اُن کی پردہ دَرری سے اُن پر خوب سختی کرو' کفار پر مار دھار سے۔ منافقوں سے سخت الفاظ درشت پُکار سے' ان دونوں پر کسی قسم کی نرمی نہ کریں۔ منافقوں کے ساتھ جہاد کا معنی یہ ہے کہ اُن کے سامنے اسلام کی حقانیت پر دلائل پیش کئے جائیں اور اب اُن کے ساتھ نرم رویہ کو ترک کر دیا جائے اور اُن کو ڈانٹ ڈپٹ کی جائے۔ یہ تو اُن کی دُنیاوی سزا تھی کھلے کافروں پر' اور چھپے کافروں کی' اور رہا آخرت کا عذاب۔ اس میں یہ دونوں برابر ہیں کہ سب کا ٹھکانہ دائمی قیام گاہ دوزخ ہے۔ یہ لوگ دُنیا میں اگرچہ آرام سے رہ لیں' اُن کے پاس مال و دولت ہو جائے مگر آخرت میں پلٹنے کی جگہ یعنی دوزخ بہت ہی سخت تکلیف دہ جگہ ہے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تمام عفو و کرم دَرگزر کی آیات منسوخ ہو گئیں۔ یہ آیت اُن سب کی ناسخ ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے محکم یعنی غیر مسنوخ ہے۔ (روح البیان وحوح المعانی)

اس آیت میں غور کرنے سے ان لوگوں کے تمام شکوک وشبہات کا قلع قمع ہو جانا چاہئے جو حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام خصوصًا خلفاء راشدین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان کے مقام رفیع کے انکار پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اُن کے ایمان میں بھی شک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے کہ آپ کفار اور مشرکین کے ساتھ اب نرمی اور عفو و دَرگزر کا سلوک نہ کیجئے بلکہ اُن کے ساتھ جنگ کیجئے اور سختی سے برتاؤ کیجئے۔ یہ سورۃ اس وقت نازل ہوئی جب مکہ فتح ہو چکا تھا اور سارے جزیرہ عرب میں اسلام کی عظمت کا جھنڈا لہرا رہا تھا اور مسلمانوں کو کسی کا اندیشہ نہ تھا تاکہ یہ کہا جاسکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ظاہری کمزوری کے باعث منافقوں سے سختی نہ کرسکے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سلوک اپنے تمام صحابہ خصوصًا خلفاء راشدین کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ، کریمانہ اور فیاضانہ تھا۔ محبت وعنایت کا بادل ہر وقت اُن پر برستا رہا۔ یہ دیکھ کر ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ نفوس قدسیہ ایمان ویقین کے مجسمے تھے۔ حضور ﷺ کی تیئیس سال کی شبانہ روز محنت وتربیت کے شیریں ثمر تھے اگر اُن کو کوئی نادان منافق کہتا ہے تو وہ اُن کو نہیں اُن کے آقا ومولیٰ پر گویا یہ الزام لگاتا ہے کہ اُس نے اُن سے یہ محبت بھرا سلوک کرکے اپنے رب کی حکم عدولی کی سالعیاذ باللّٰه ۔ **سبحانك هذا بهتان عظيم**

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر خفیہ وظاہر پر مطلع فرمایا۔ جب خود خالق ان سے نہ چھپا تو مخلوق کیا چھپ سکے؟ نبی کے معنی ہیں خبر والا۔ جیسے کریم کرم والا، حسین حسن والا، رحیم رحم والا، یوں ہی نبی نبا والا، یعنی خبر والا۔

(☆) ہر قسم کے حربی کافر پر ہر طرح کی سختی کی جائے جو بن پڑے۔ منافقین کے متعلق حضور انور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرات صحابہ نے اعلان فرمایا کہ نفاق، حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا اب یا کفر ہے یا اسلام (بخاری، مشکوٰۃ) یعنی اب جس کے منہ سے کفر کی ایک

بات سنی جائے گی وہ کافر ہوگا۔ اسے منافقین کی سی رعایت نہ دی جاے گی۔

(☆) کفار ومنافقین پر سختی کرنا' یہ ہی قرآنی اسلامی رسولی تہذیب ہے تاکہ وہ ہم کو گمراہ کرنے سے ناامید ہوجائیں۔

(☆) اگرچہ دُنیاوی احکام میں کھلے کافر اور منافقین میں فرق ہے مگر آخرت میں دونوں کی سزا یکساں ہے یعنی دوزخ میں ہیشگی۔

(☆) کسی گناہگار مسلمان کو دوزخ میں ہیشگی نہیں۔ وہاں کی ہیشگی صرف کفار کے لئے ہے۔ دوزخ میں جانا کچھ اور' دوزخ کا ٹھکانہ ہونا کچھ اور۔ بھٹی میں گندا لوہا جاتا ہے مگر بھٹی اس کا ٹھکانہ نہیں۔ وہ ٹھکانہ کوئلہ کا ہے۔

منافقین کا جھوٹی قسمیں کھانا اور سازشیں کرنا

منافقین جو دِل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ محض دُنیاوی مفاد اور سیاسی مصلحتوں کے پیشِ منظر مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے جب وہ الگ بیٹھتے تو اسلام اور رسولِ اسلام کے خلاف گستاخیاں کرتے اور جب بھی اُن کا راز فاش ہوتا تو اپنی ہراءۃ ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسموں کے پل باندھ دیتے کہ واللہ باللہ ہم نے ہرگز یہ بات نہیں کہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان جھوٹی قسموں سے تم اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جو سب رازوں کا جاننے والا ہے۔ تم نے یہ باتیں کہیں اور اظہار اسلام کے بعد پھر کفر اختیار کرلیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو بارہ تیرہ منافقوں نے تہیہ کرلیا کہ جب رات کو حضور صلی اللہ علی وسلم سفر کررہے ہوں اور کسی گھاٹی کے دہانے پر پہنچیں تو دھکا دے کر گرادیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اونٹی کی نکیل پکڑے آگے آگے تھے اور عمار پیچھے پیچھے۔ جب اونٹنی ایک گھائی کے کنارے پر پہنچی تو بارہ آدمی جنھوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے راستہ روک کر کھڑے ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب آلود آواز سے جب انھیں للکارا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ وعمار سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے انھیں پہنچانا۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ۔ انھوں نے منہ چھپائے ہوئے تھے ہم تو انھوں پہچان نہ سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ھؤلاء المنافقون الی یوم القیامہ** یہ ازلی بدبخت ہیں قیامت تک یہ منافق ہی رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس مقصد کے لئے آئے تھے کہ مجھے گھائی میں گرادیں۔ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ! آپ اُن کے قتل کا حکم کیوں صادر نہیں فرما دیتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا :

لا اکرہ ان یتحدث العرب بینھا ان محمدا قاتل بقوم حتی اذا اظھرہ اللّٰہ بھم اقبل علیھم یقلھم وثم قال اللھم ارمھم بالدبیلہ قلنا یارسول اللّٰہ ما الدبیلہ ۔

قال شهاب من نار يقع على نياط قلب احدهم فيهلك (ابن کثیر۔تفسیر ضیاء القرآن)
نہیں ۔ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک قوم کو ساتھ لے کر لوگوں سے لڑتا رہا اب جب غالب آ گیا تو اسی قوم کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ پھر عرض کیا اے اللہ انھیں دبیلہ کا تیر مار۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ۔ دبیلہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آگ کا شعلہ ہے جو اُن کی رگِ دل پر پڑے گا اور انھیں ہلاک کر دے گا۔

منافقین کی احسان فراموشی دیکھو کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے کھانے تک کو میسر نہ تھا۔ میرا رسول مدینہ میں تشریف فرما ہوا تو ان کی برکت سے کاروبار میں برکت ہوئی۔ کھیتوں میں اناج پیدا ہونے لگا۔ مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ ملتا رہا۔ اب جب مالی حالت اچھی ہوگی تو بجائے اس کے کہ اللہ اور اُس کے رسول نے انھیں جن نوازشات سے مالا مال فرمایا' اُس کا شکریہ ادا کرتے' اُلٹا مخالفت پر آمادہ ہیں۔ یہ بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح ہم اردو میں کہتے ہیں کہ میرا اس کے سوا اور کیا قصور ہے کہ میں نے اُسے مصیبت سے نجات دلائی۔

سیدالمرسلین ﷺ کی تشریف آوری سے یوں تو بزم کائنات نے اپنے دل فریب نظاروں کی آغوش میں لے لیا لیکن جب قدم مبارک یثرب میں رکھے گئے تو وہ جو بیماریوں کا گڑھ تھا مدینہ طیبہ اور مدینۃ الرسول بن گیا۔ ہجرت نبوی سے قبل یثرب عرب کے قصبات میں سے ایک معمولی قصبہ تھا اور اوس اور خزرج مال و جاہ کے لحاظ سے کوئی خاص مقام بھی نہ رکھتے تھے یہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کی برکتیں تھیں کہ یہی چھوٹا سا قصبہ دُنیا کی سب سے پہلی اسلامی اسٹیٹ قرار پایا۔ وہی اوس اور خزرج جو تنگی و عسرت میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ رحمت الٰہی خوب کھل کر برسنے لگی اس لئے کہ اُن میں رحمۃ للعالمین تشریف فرما ہوا۔ ان کے کاروبار معیشت میں برکتیں آ گئیں' کھیتوں نے اپنا اناج اگلنا شروع کر دیا۔ مدینے کے مکینوں کے پر شگفتگی آ گئی' فصلوں میں بہار آ گئی' اس کے گلی کوچہ و بازار آمد مصطفیٰ ﷺ برکات کی لپیٹ میں آ گئے۔ سید عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قدم

رکھا تو برکتوں کا مرکز بن گیا۔ حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر اس مبارک دھرتی کے لئے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں:

امام بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا **اللهم اجعل بالمدينة ضعفى ماجعلت بمكة من البركة** اے اللہ جو برکت تو نے مکہ معظّمہ کو عطا کی، اس سے دوگنی برکت مدینہ کو عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **ان ابراهيم حرم مكة وانى حرمت المدينة ودعوت لها فى مدها وصاعها مثل ما دعا ابراهيم لمكة** بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اور وزنوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دُعا فرمائی تھی۔

ترمذی میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضور ﷺ نے فرمایا : **اللهم ان ابراهيم عبدك وخليك دعا لاهل مكة بالبركة وانا محمد عبدك ورسولك وانا ادعو لاهل المدينة ان تبارك لهم فى صاعهم ومدهم مثل مابارکت لاهل مكة واجعل مع البركة** اے اللہ ! میرے دوست ابراہیم علیہ السلام نے مکہ والوں کے لئے برکت کی دعا کی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد مدینہ والوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے پیمانوں اور وزن میں برکت عطا فرما جس قدر برکت تو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ مزید دو برکتیں عطا فرما۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ والوں کا یہ معمول تھا کہ جب اُن کے باغات کا پھل پک جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آجاتے اور آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کرتے تو حضور ﷺ اس پھل کو لے کر اپنی آنکھوں پر رکھتے اور ان الفاظ کے ساتھ دُعا فرماتے: **اللهم بارك لنا فى ثمرنا وبارك لنا فى مدينتنا وبارك لنا فى صاعنا وبارك لنا فى مدنا ° اللهم ابراهيم عبدك**

وخليلك ونبيك وانه دعاك لمكة ° وانی ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك لمكة ومثله معه قال ثم يدعوا اصغر وليد ويعطيه ذلك الثمر اے اللہ ! ہمارے پھولوں میں بھی برکت عطا فرما اور ہمارے مدینہ میں بھی برکت عطا فرما۔ ہمارے صاعوں میں برکت عطا فرما اور ہماری مد میں بھی برکت عطا فرما۔ اے اللہ بے شک ابراہیم تیرے بندے، تیرے دوست، تیرے نبی تھے انہوں نے مکہ کے لئے دُعا کی تھی اور میں تیرے حضور مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی تھی اور اس کی مثال اس کے ساتھ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پھر حضور ﷺ سب سے چھوٹی عمر کے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اس بچے کو عطا فرماتے۔

یقیناً حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے بارگاہ صمدیت میں دستِ سوال دراز کئے تو حریم کبریا میں مستجاب ہوئے تو جہاں ایمان والے حضور ﷺ کی نوازشات سے مستفیض ہوئے۔ منافقین بھی اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتے مگر وہ سب کچھ بوسیلۂ مصطفٰی ﷺ پا کر بھی دلوں کو کھوٹ سے پاک نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اُن کو ذلیل کیا اور فرمایا عزتوں کے تم ٹھیکیدار نہیں، عزتیں تو سب میرے محبوب ﷺ کی ہیں اگر تمھیں میرے محبوب کی عنایات بُری لگی ہیں تو تم دُنیا میں بھی ذلیل ہوتے رہو گے اور آخرت میں ذلیل ہو گے۔

﴿يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا ° وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ° وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ° وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ° وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (التوبہ/۷۴)

' وہ (منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے یہ نہیں کہا۔ حالانکہ بے شک انھوں نے کلمہ کفر یہ کہا ہے اور انھوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد، اور انھوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پا سکے، اور اُن کو صرف یہ نا گوار گذرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

اپنے فضل سے غنی کر دیا' پس اگر وہ توبہ کر لیں تو اُن کے حق میں بہتر ہو گا' اور اگر وہ اعراض کریں تو اللہ دُنیا اور آخرت میں اُن کو دَردناک عذاب دے گا اور اُن کے لئے زمین میں کوئی کارساز اور مددگار نہیں ہو گا' (تبیان القرآن)

They swear by Allah that they said it not, and no doubt, necessarily they uttered the word of infidelity and became infidels after accepting Islam and they had desired that which they could not get; and what they felt bad, only this that Allah and His Messenger has enriched them out of His grace, then if they repent, it is good for them, and if they turn their faces, then Allah will chastise them with a severe torment in the world and the Hereafter and on the earth they shall have neither any supporter nor any helper.

اس آیت کریمہ کے دو جزء ہیں پہلا جزء ﴿**یحلفون باللّٰه**﴾ ...... دوسرا ﴿**وھموا بما لم ینالوا**﴾۔ ان دونوں کے شان نزول علحدہ ہیں۔ اول جزء کے شان نزول کے متعلق چند روایات ہیں۔

(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں دو ماہ قیام فرمایا' اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کے بُرے انجام پر اُن کے بدترین حالات کا ذکر فرماتے تھے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اس پر جلاس بن سوید نے کہا کہ وہ لوگ ہمارے بھائی' ہمارے سردار' ہم میں اشراف ہیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ کہتے ہیں تو ہم گدھے سے بدتر ہوئے۔ اس پر عامر بن قیس انصاری بولے: اللہ کی قسم حضور ﷺ سچے ہیں اور تو گدھے سے بدتر ہے۔ پھر عامر بن قیس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقع عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاس کو بلا کر پوچھا۔ وہ قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ حضرت عامر بن قیس نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ الٰہی ہمارے نبی پر سچے کی

تصدیق اور جھوٹے کی تکذیب نازل فرمادے۔ حاضرین صحابہ بلکہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی آمین کہا' تب یہ آیت نازل ہوئی پھر جلاس بولا کہ یارسول اللہ: عامر سچے ہیں مجھ سے قصور ہوا۔ نفاق سے توبہ کرتا ہو (تفسیر کبیر خازن' روح البیان' معانی' خزائن العرفان' تفسیر نعیمی)

(۲) ایک موقع پر عبداللہ ابن ابی منافق نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر ہمارے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ عزت والوں سے اُس کی مراد اپنا قبیلہ تھا' ذلیلوں سے اُس کی مراد مومنین' مہاجرین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ وہ قسم کھا گیا کہ میں نے نہیں کہا۔ حضرت زید بن ارقم نے اُس کی بکواس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی قسم کھا گیا کہ میں نے نہیں کہا' اس پر آیت کریمہ اُتری۔ (کبیر' خازن' تفسیر نعیمی)

(۳) ایک غزوہ میں جہینہ اور غفار کے دو آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ جس میں غفار جہینی پر غالب آ گیا تو عبداللہ ابن ابی نے پُکارا کہ اے قبیلہ اُوس کے لوگو۔ اپنے بھائی کی مدد کرو خدا کی قسم یہ تو ایسا ہو رہا ہے کہ اپنے کتّے کو موٹا کر' تا کہ وہ تجھے کھائے۔ **نعوذ باللہ**۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ نے اس سے پوچھا' وہ قسم کھا گیا تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن' کبیر)

رہا اس آیت کریمہ کا دوسرا جزء ﴿**وهموا بما لم ينالوا**﴾۔ اس کے متعلق مجاہد فرماتے ہیں کہ جلاس بن سوید نے چاہا کہ عامر ابن قیس کو قتل کر دے تا کہ یہ خبر حضور ﷺ تک نہ پہنچ سکے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور خبر نبی کریم صلی علیہ وسلم کو پہنچ گئی اس کے متعلق یہ جزء نازَل ہوا۔ (خازن)

امام سدی فرماتے ہیں کہ منافقین نے ایک غزوہ میں کہا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر عبداللہ ابن ابی کے سر پر سرداری کی دستار باندھ دیں گے وہ ہم سب کا سردار ہے مگر وہ یہ نہ کر سکے اس پر یہ جزء نازل ہوا۔ (خازن)

(۴) غزوۂ تبوک سے واپسی پر منافقین نے چاہا کہ راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات

کے وقت اچانک اس طرح قتل کر دیں کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اُن کے شر سے بچالیا۔ اس موقع پر یہ جزء نازل ہوا۔ (کبیر' خازن)

منافقین ایسے بے باک ہیں کہ آپ کی بارگاہ عالیہ میں آ کر آپ کے سامنے اللہ کی جھوٹی قسم کھا لیتے ہیں کہ ہم نے آپ کے یا آپ کے صحابہ کرام یا اسلام کے خلاف کچھ بھی نہ کہا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے کفر بکا ہے آپ کے اور حضرات صحابہ کے خلاف زہر اگلا ہے اب تک اسلام ظاہر کرتے تھے اب کفر ظاہر کر دیا' اسی پر بس نہیں بلکہ آپ کے خلاف بڑے خطرناک منصوبے باندھے۔ آپ کو شہید کرنے کے' جن میں وہ سخت ناکام رہے۔ اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل نہ کر سکے یہ ناشکرے احسان فراموش یہ تو سوچیں کہ آخر انھیں آپ سے کیا تکلیف پہنچی ہے آپ کی کون سی بات انھیں ناپسند ہے یہ لوگ بڑے مفلس وقلاش تھے آپ کے رب نے اور آپ نے انھیں ہر طرح اپنے فضل وکرم سے غنی کر دیا۔ اس پر تو انھیں چاہئے تھا کہ آپ کے قدم دھو کر پیتے مگر اس کے برعکس الٹے آپ کے دشمن ہو گئے۔ مگر خیر اب بھی انہیں موقع دیا جاتا ہے اگر یہ توبہ کریں کہ آپ سے معافی حاصل کر کے مخلص مسلمان بن جائیں تو ان کے لئے دین ودنیا میں بہتر ہو' اور اگر اس کے برعکس یہ اکڑے اور منہ پھیرے ہی رہے تو انھیں دنیا وآخرت میں ایسی سخت سزا دی جائے گی کہ انھیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار کہ تاقیامت رسواء رہیں گے نیز نزع وقبر کی سختی میں گرفتار ہوں گے۔ قیامت اور بعد قیامت سخت پکڑ میں رہیں گے۔ خیال رہے کہ ہر جرم کی توبہ علحدہ ہے۔ کفر سے توبہ اسلام ہے۔ گناہ سے توبہ نیک اعمال ہیں۔ نفاق سے توبہ اخلاص ہے۔ حضور ﷺ کی حق تلفی کرنے کی توبہ اُن سے معافی حاصل کرنا اور آئیندہ کے لئے ہمیشہ اُن کا بندہ بے زر ہو جانا۔ حضرات صحابہ کی بے ادبی سے توبہ' گذشتہ پر ندامت اور آئندہ اُن کا مدح خواہ رہنا ہے۔

یہاں توبہ سے آخری دو قسم کو توبہ ہے کیونکہ منافقین نے یہ ہی دو جرم کے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی گم

ہوگئی۔ مسلمان اس کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اس پر منافقوں کے ایک گروہ نے اپنی مجلس میں بیٹھ کر خوب مذاق اڑایا اور آپس میں کہا' یہ حضرت آسمان کی خبریں تو خوب سناتے ہیں مگر ان کو اپنی اونٹنی کی کچھ خبر نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے انکار کرنے کو یا اس پر اعتراض کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ کے علم غیب کا انکار اور اس پر اعتراض منافقین کا طریقہ ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) جھوٹی قسم کھانا ہر جگہ اور ہر وقت ہی بُرا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کی بے ادبی ہے کہ اس نام پاک کو اپنے جھوٹ پر گواہ بنانا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جھوٹی قسم کھانا غضب پر غضب ہے کہ اس میں رب تعالیٰ کے نام پاک کی بے ادبی کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک کی بھی بے ادبی و توہین ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہو سلم کے صحابہ کا بڑا ہی احترام ہے کہ ان کی دُعا پر اور ان کے کلام کو سچا کرنے کے لئے قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت عامر ابن قیس نے دعا کی تھی کہ اللہ ایسی آیت نازل فرما دے جس سے سچے کا سچ اور جھوٹے کا جھوٹ ظاہر ہو جائے' اُن کی دُعا پر یہ آیت نازل ہوئی۔ انھیں سچا کرنے کے لئے' منافق کو جھوٹا کرنے کے لئے۔

(☆) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی توہین کرنی کفر ہے خواہ کسی خاص کا نام لے کر کہے یا عام صحابہ کو۔

(☆) اللہ تعالیٰ کی حفاظت سارا جہاں مل کر نہیں توڑ سکتا۔ منافقین نے حضور ﷺ کو خفیہ اچانک طور پر قتل کرنے کی سازش کی مگر ناکام رہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔

(☆) حضور انور ﷺ سب کے محسن اعظم ہیں آپ کی نافرمانی انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی ہے اور طریقہ منافقین ہے۔ (☆) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسا غنی کردیا کہ آپ دوسروں کو بھی غنی فرمادیتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ووجدك عائلًا فاغنٰی﴾ رب نے آپ کو بڑا اعیال دار پایا تو غنی کردیا کہ تم ایسے ایسے ہزاروں جہانوں کو پال سکتے ہو۔ (بخاری شریف)

مسئلہ : حضور ﷺ کے لئے فقیر کا لفظ استعمال کرنا حرام ہے بے ادبی کی نیت سے ہو تو کفر ہے

(☆) یہ کہنا جائز ہے کہ ہمیں اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں، اللہ رسول جنت دیتے ہیں، اللہ رسول دوزخ سے بچاتے ہیں۔ رب دیتا ہے حضور تقسیم فرماتے ہیں رازق وہ ہے قاسم یہ ہیں

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم ۔۔۔ رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

رب کی روزی ان کا صدقہ ۔۔۔ کھاتے ہم ہیں کھلاتے یہ ہیں

(☆) دُنیاوی بدنامی لوگوں کا پھٹکار کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ فرعون ہامان، نمرود، ابوجہل......وغیرھم پر آج یہ عذاب ہو رہا ہے کہ دُنیا اُن پر پھٹکار کر رہی ہے اس کے برعکس ذکر خیر اچھا چرچہ اللہ کی رحمت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی ﴿ **واجعل لی لسان صدق فی الاخرین**﴾۔ اے میرے رب آئندہ لوگوں میں میرا اچھا چرچہ رکھ۔

(☆) دُنیاوی مددگار نہ ہونا، انسان کا بے کس و بے بس ہونا بھی کفار پر اللہ کا عذاب ہے جس سے مومنین بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہیں۔ رب تعالیٰ نے منافقین پر عذاب کے سلسلے میں بیان فرمایا ﴿**وما لهم فی الارض من ولی ولا نصیر**﴾ مومنوں کے متعلق فرماتا ہے :

﴿**اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**﴾ (مائدہ/۵۵) تمہارا ولی (مددگار) تو اللہ ہے اور اُس کا رسول ہے اور مومنین صالحین ہیں۔

﴿**وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ**﴾ (التوبہ/۷۱) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی (مددگار) ہیں۔

اور ہم کو یہ دُعا سکھاتا ہے ﴿**وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا**﴾ (النساء/۷۵) اے اللہ اپنی طرف سے ہمارے لئے ولی بنا اور اپنی طرف سے ہمارے لئے مددگار بنا۔ (اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی و مددگار دے دے)

اگر مومنوں کا مددگار بھی کوئی نہ ہوتا تو یہ منافقوں پر عذاب کیسے بنتا ؟

منافقین کا بخل اور حیلے بہانے

Hypocrites are miser, and cunning

﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ ۝ اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰٮهُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ﴾ (التوبہ/۷۵-۷۸)

'اور کچھ اُن میں سے وہ ہیں جنھوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کہ خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے نیکو کاروں میں۔ پس جب اس نے عطا فرمایا انھیں اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے اس کے ساتھ' اور رُوگردانی کرلی اور وہ منہ پھیر نے والے ہیں۔ پس اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جما دیا اُن کے دِلوں میں' اس دن تک جب ملیں گے اس کو اس وجہ سے کہ انھوں نے خلاف ورزی کی اللہ سے جو وعدہ انھوں نے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُن کے راز کو اور اُن کی سرگوشی کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سارے غیبوں کو' (ضیاء القرآن)

And of them there are some who had covenanted with Allah that if He will give us out of His grace, then we shall surely give in charity and we shall surely become good men. Then when Allah gave them out of His grace, they became niggardly of it and turned away turning their faces. Therefore after it Allah put hypocrisy in their hearts, until the Day they meet Him the recompense of that they acted againist what they had promised Allah and the recompense of that they used to lie. Are they not aware that Allah knows the secrets of their hearts and their whisper and that Allah is the Well-Knower of all hidden things?

اس زمانہ پاک میں ایک شخص تھا ثعلبہ بن ابی حاطب (حاطب بن ابی بلتعہ)۔
یہ شخص بہت نمازی' دن رات مسجد نبوی شریف میں حاضر رہتا حتٰی کہ اُس کا لقب حمامتہ المسجد ہوگیا تھا یعنی مسجد کا کبوتر۔ زیادہ سجدوں کی وجہ سے اس کی پیشانی اونٹ کے گھٹنے کی طرح ہوگئی تھی پھر اس نے نماز فجر کے فوراً بعد مسجد سے نکل جانا شروع کردایا بغیر دعا مانگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلدی کی وجہ پوچھی اور فرمایا مسجد سے جلد بھاگنے کی کوشش کرنا طریقہ منافقین ہے۔ وہ بولا کہ میری غریبی مسکینی کا یہ حال ہے کہ خاوند اور بیوی کے درمیان صرف ایک کپڑا ہے پہلے میں اُسے پہن کر نماز پڑھ لیتا ہوں پھر یہی کپڑا بیوی کو دیتا ہوں تو وہ نماز پڑھ لیتی ہے ویسے وہ ننگی رہتی ہے۔ حضور دُعا فرمادیں کہ میں امیر ہوجاؤ ۔ فرمایا جس تھوڑے مال کا شکریہ ادا ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا شکریہ ادا نہ ہو۔ اُس نے پھر اسی دعا کی درخواست کی۔ فرمایا۔ تو مجھے دیکھ۔ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ مگر دیکھ میں کیسے گذارہ کرتا ہوں۔ اس نے تیسری بار اس دعا کی درخواست کی اور بولا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنایا۔ اگر آپ کی دعا سے مجھے مال کثیر مل گیا تو میں اس سے ہر حق دار کا حق ادا کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ **الھم ارزق ثعلبه مالا** الٰہی ثعلبہ کو بہت مال دے۔ چنانچہ اس کو ایک بکری ملی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کی واللہ واعلم۔ اُس بکری کے اتنے بچے ہوئے کہ مدینہ منورہ کی گلیاں اسے تنگ ہوگئیں۔ اس نے جنگل میں مال رکھنا اور وہاں رہنا شروع کردیا۔ اب صرف ظہر و عصر کی جماعت میں حاضری رہ گئی۔ پھر وہ جنگل بھی ناکافی ہوا تو دُور جنگل میں چلا گیا۔ اب صرف جمعہ کی حاضری رہ گئی' پھر اور مال زیادہ ہوا۔ آخر کار زکوٰۃ کا وقت آیا' اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (التوبہ/۱۰۳) 'اُن کے اموال سے زکوٰۃ لیجئے جو اُن کو پاکیزہ کرے اور اُن کے باطن کو اس کے سبب سے صاف کرے' تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا' مگر بار بار فرماتے تھے ثعلبہ پر افسوس!

اُن دنوں صاحبوں کو زکوٰۃ کے احکام لکھ کر دیئے ۔ یہ دونوں حضرات لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتے ہوئے ثعلبہ کے پاس پہنچے ۔ثعلبہ نے حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نامہ پڑھا۔تیوڑی چڑھا کر بولا ۔یہ تو جزیہ (کفر کا ٹیکس) ہے۔ جاؤ واپسی میں آنا۔یہ حضرات واپسی میں اس کے پاس گئے وہ پھر یہی بولا کہ یہ تو جزیہ ہے۔اچھا میں سوچ لوں پھر دوں گا۔ جب یہ حضرات واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اُن کو دیکھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا۔افسوس ثعلبہ پر۔ پھران صاحبوں نے وہ واقعہ عرض کیا۔تب یہ آیت کریمہ ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ بعض لوگوں نے ثعلبہ سے کہا کہ تیری خیر نہیں۔ تیرے متعلق آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں ۔تب وہ زکوٰۃ لے کر بطور منافقت صرف بدنامی سے بچنے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسم کی بارگاہ میں آیا۔حضور صلی اللہ علیہو سلم نے فرمایا کہ مجھے رب تعالیٰ نے تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ جس پر وہ لوگوں کو دِکھانے کے لئے سر پر خاک ڈالنے اور رواویلا پکارنے لگا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی وہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔تیری زکوٰۃ اللہ کے رسول نے منظور نہیں فرمائی تو میں کیسے منظور کرسکتا ہوں۔ پھر عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور زکوٰۃ پیش کی ۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہہ کر رَد فرمادی کہ جب تیری زکوٰۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبول نہ کی تو میں کیونکر قبول کرسکتا ہوں۔ پھر عہد عثمانیہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ آپ نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ بارگاہ رسالت سے ٹھکرادی گئی ۔حضرات شیخین کے دَروازوں سے رد کردی گئی۔میں وہ وصول نہیں کرسکتا۔ آخر کار وہ خلافت عثمانیہ میں کافر ہو کر مرا۔

(تفسیرع روح البیان، روح المعانی، خزائن العرفان، تفسیر نعیمی، تفسیر ضیاء القرآن)

منافقین بہت قسم کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو غریبی کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علہ وسلم کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے عہد و پیاں کرتے ہیں کہ اگر اس نے ہم کو اپنے فضل وکرم سے مالدار کر دیا تو ہم ہر طرح کے صدقات وخیرات کریں گے اور وہ تمام نیکیاں کریں گے جو

مال پر موقوف ہیں اور ہم ہر طرح نیکو کاروں سے ہو جائیں گے مگر ہوا یہ کہ جب رب نے انھیں اپنے فضل سے مال دے دیا تو وہ اول درجہ کے کنجوس بن گئے۔ زکوٰۃ تک نہیں دیتے اور ہمارے حبیب کی اطاعت سے منہ پھیر گئے۔ دل سے تو پہلے ہی پھرے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کو اس کی حرکات کی سزا یہ دی کہ نتیجہ کے طور پر اُن کے دلوں میں نفاق ایسا جاگزین کر دیا جو مرتے وقت تک اور عذاب ملنے تک اُن کے دلوں میں قائم رہے انھیں کبھی توبہ کی توفیق نہ ملے۔ یہ اس لئے ہوا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے بارگاہ نبوت میں کئے ہوئے وعدے خلاف کئے' یعنی مال ملنے پر صدقہ و خیرات نہ کی اور اللہ سے جھوٹ بولتے رہے۔ انھیں میں سے ایک جھوٹ یہ تھا کہ ہم نیک و صالح بن جائیں گے مگر بنے بدکار۔ اُن پر خدا کی کیسی پھٹکار ہے۔ کیا انھیں خبر نہیں کہ رب تعالیٰ اُن کے دِلوں کے چھپے ہوئے بُرے عقیدے بھی جانتا ہے اور اُن کی سرگوشیوں سے بھی خبردار ہے۔ وہ تو سارے غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اس کے علم غیب کی دلیل یہ ہے کہ اس کے محبوب نے اُن کی لائی ہوئی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ اُن کے اپنے سروں پر خاک ڈالنے کی پرواہ نہ کی۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ منافقت سے کر رہے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' بدتر سے بدتر کفار کی توبہ تک قبول فرما لیتے ہیں' جانتے ہیں کہ وہ توبہ اخلاص سے ہے یا اس میں آیندہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔ (تفسیر نعیمی)

ایک بخیل منافق : ایک منافق انتہائی بخیل تھا اس نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ اگر تو نے کسی کو کچھ دیا تو تجھ پر طلاق ہے۔ ایک دن ایک سائل ادھر آ نکلا اور اس نے خدا کے نام پر سوال کیا۔ عورت نے اسے تین روٹیاں دے دیں۔ واپسی میں اسے وہی بخیل مل گیا اور پوچھا' تجھے یہ روٹیاں کس نے دی ہیں؟ سائل نے اس کے گھر کے متعلق بتایا کہ مجھے وہاں سے ملی ہیں۔ بخیل تیز قدموں سے گھر کی طرف چل پڑا اور گھر پہنچ کر بیوی سے بولا' میں نے تجھے قسم نہیں دی تھی کہ کسی سائل کو کچھ نہیں دینا؟ بیوی بولی' سائل نے اللہ کے نام پر سوال کیا تھا لہذا میں رد نہ کر سکی۔ کنجوس نے جلدی سے تنور بھڑکایا' جب تنور سرخ ہو گیا

تو بیوی سے کہا' اُٹھ اللہ کے نام پر تنور میں داخل ہوجا۔ عورت کھڑی ہوگئی اور اپنے زیورات لے کر تنور کیطرف چل پڑی' کنجوس چلایا کہ زیورات تو یہیں چھوڑ جا۔ عورت نے کہا آج میرا محبوب سے ملاقات کا دن ہے۔ میں اس کی بارگاہ میں بن سنور کر جاؤں گی اور جلدی سے تنور میں گھس گئی۔ اس بدبخت نے تنور کو بند کردیا۔ جب تین دن گزر گئے تو اس نے تنور کا ڈھکنا اُٹھا کر اندر جھانکا مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ عورت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس میں صحیح وسالم بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتفِ غیبی نے آواز دی کیا تجھے علم نہیں کہ آگ ہمارے دوستوں کونہیں جلاتی ! (مکاشفۃ القلوب' حجۃ الاسلام امام غزالی)

لطیفہ: حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نہ دینا' وعدہ خلافی کرنا' جھوٹ بولنا منافقت ہے اوران جرموں کا مرتکب پکا منافق۔ اُن کی دلیل یہ آیت تھی اور وہ حدیث کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ منافق ہے: (۱) بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) لڑے تو گالیاں بکے (۴) امانت میں خیانت کرے۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا' بولا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جھوٹ بھی بولا۔ **وَجَآءَ علی قمیصهٖ بدم کذب** ۔وعدہ خلافی بھی کی **انا لہ لحافظون** ۔امانت میں خیانت بھی کی۔آپ انھیں منافق کہتے ہیں۔انھیں یوسف علیہ السلام نے خواب میں ستاروں کی شکل میں دیکھا تھا **انی رایت احد عشر کوکبًا** ۔ حضرت حسن نے اس فرمان سے رجوع کرلیا پھر کبھی یہ نہ کہا۔ (تفسیر کبیر' خازن' روح البیان)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) حضور ﷺ ہرایک کی فطرت سے خبردار ہیں کہ کس کی طبعیت غریبی کے لائق ہے کس کی امیری کے لائق۔ رب نے حضور کو اپنی مخلوق کی کیفیتِ قلبی سے خبردار کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ثعلبہ کو مالدار بننے سے منع کیا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو منع نہ کیا' کیونکہ ثعلبہ اور حضرت عثمان کی فطرت سے خبردار ہیں کی حضرت عثمان مال کا تحمل کر سکتے ہیں

ثعلبہ نہیں کر سکتا۔ پھر ظہور بھی ویسا ہی ہوا جیسا بتایا تھا۔

(☆) حضور ﷺ لوگوں کے دلی اخلاص و نفاق سے خبردار ہیں۔ بڑے سے بڑے مجرموں کو معافی دے دی۔ ابوسفیان، ہندہ، وحشی، عکرمہ وغیرھم کی توبہ منظور فرمائی مگر ثعلبہ کی توبہ منظور نہ کی اگر چہ وہ سر پر خاک ڈالتا رہا کیونکہ اُن حضرات کی توبہ اخلاص سے تھی اور ثعلبہ کی یہ حرکات نفاق سے، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلع تھے۔

(☆) حضور ﷺ ہر ایک کے انجام سے خبردار ہیں کہ کون کافر مرے گا کون مومن۔ حضور ﷺ جانتے تھے کہ ثعلبہ اب بھی منافق ہے اور مرے گا بھی کافر۔ اس لئے اس کا نہ تو صدقہ قبول فرمایا نہ اس کے رونے سَر پر خاک ڈالنے کی پرواہ کی کہ اس کا انجام بُرا ہونے والا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ کے دل کی کیفیت جانتے ہیں تو انسان کے دل کی کیفیت کیوں نہ جانیں۔

(☆) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے ٹھکرایا ہوا کہیں مقبول نہیں ہوتا۔ ثعلبہ کی زکوٰۃ کسی نے بھی قبول نہیں کی۔ ایسے کو رب تعالیٰ بھی منظور و مقبول نہیں کرتا۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیاں خود رب تعالیٰ سے عہد و پیاں ہے۔ ثعلبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معاہدہ کیا تھا مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا۔

(☆) واجب حقوق ادا نہ کرنا شریعت میں بخل ہے نفلی صدقات نہ دینا بخل نہیں (تفسیر کبیر) خیال رہے کہ ضروری مقام پر خرچ کرنا سخاوت ہے غیر ضروری جگہ خرچ کرنا اسراف ہے۔ ناجائز جگہ خرچ کرنا تبذیر۔ اس وجہ سے اسراف کے لے ہلکی بات فرمائی گئی **ان اللہ لایحب المسرفین** ۔ اللہ تعالیٰ اسراف والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مگر تبذیر کے لئے سخت حکم ہے **ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین** تبذیر کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

(☆) کارِ خیر میں حیلے بہانے، ٹال مٹول کرنا دَرحقیقت انکار ہے۔ ثعلبہ نے زکوٰۃ سے انکار نہیں کیا تھا مگر ٹال مٹول کی تھی۔

(☆) زکوٰۃ کو ٹیکس، جزیہ خراج سمجھنا غلط بلکہ قریب کفر ہے یہ تو عبادت ہے جو نہایت

خوشدلی سے ادا کرنی چاہے اور ادا ہو جانے پر توفیق کا شکریہ۔

(☆) بعض گناہ کفر یا نفاق کا ذریعہ ہیں کہ اُن کی نحوست سے آدمی آخر کار کافر یا منافق ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیئے ہوئے وعدے خلافی سے ثعلبہ منافق ہو گیا۔

(☆) اللہ تعالیٰ مردودوں کے دِلوں میں اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے دِلوں میں نفاق پیدا فرماتا ہے جیسے بیماریوں کی وجہ سے موت پیدا فرماتا ہے۔

(☆) ثعلبہ مرتے وقت تک منافق رہا اور منافق مرا اس کا بار بار زکوٰۃ لانا اور سر پر خاک ڈالنا سب نافق سے تھا۔

(☆) حضور ﷺ کی نظر دِلوں کی گہرائیوں تک ہے وہ اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں ثعلبہ کا بہت مال منظور نہ فرمایا اور ابو عقیل انصاری کے چار سیر جو نہایت خوشی سے منظور کیئے ...... یہ نفاق سے تھا وہ اخلاص سے۔

(☆) غریبی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور امیری میں بھول جانا یہ منافقوں کا طریقہ ہے۔

(☆) مانی ہوئی نذر پوری نہ کرنا منافقوں کا طریقہ ہے اس سے دِل میں نفاق پیدا ہوتا ہے اولاً تو نذر مانو نہیں۔ مگر جب مان لو تو پوری کرو۔ ثعلبہ کا انجام سامنے رکھو۔

(☆) اللہ تعالیٰ کا بڑا عذاب یہ ہے کہ بندہ ایمان' نیک اعمال سے محروم ہو جائے اور دُنیاوی تکلیف تو اللہ کی رحمت بھی ہو جاتی ہے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب رب تعالیٰ کے علم غیب کی دلیل ہے بلکہ حضور ﷺ کی ہر صفت' کمالِ صفات رب ذوالجلال کی دلیل ہیں۔

صحابہ کرام کی گستاخی، طعنہ بازی اور عیب لگانا منافقین کی عادت ہے

Blame and laugh at Muslims

غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کو چندہ دینے کا کام دیا تاکہ جہاد پر خرچ ہو۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال حتّٰی کی سوئی دھاگہ بھی لے کر حاضر ہوئے جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے سارے مال کا آدھا لے کر حاضر ہوئے۔ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ عرض کیا اللہ رسول گھر والوں کے لئے کافی ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے گھر میں کیا چھوڑا؟ تو عرض کیا کہ اتنا ہی جتنا یہاں حاضر کیا۔ فرمایا تم دونوں میں وہ ہی فرق ہے جو تمھارے کلاموں میں فرق ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار غازیوں کو سامان جہاد دیا جس پر دس ہزار دینار خرچ کئے اور ایک ہزار دینار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کئے۔ تین اونٹ مع ان کے سامان کے پچاس گھوڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے عثمان تم جو چاہے کرو، تم جنتی ہو چکے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ: میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھے یہاں لایا، آدھے گھر رکھا۔ فرمایا۔ جو لائے اور جو چھوڑ آئے اللہ دونوں میں برکت دے۔ اُن کے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ بعض روایات میں ہے کہ ان کی چار بیویاں تھیں۔ اُن کی وفات کے بعد انھیں آٹھواں حصہ میراث ملی تو ایک بیوی کو اسّی ۸۰ ہزار درہم ملے۔ بعض میں ہے کہ اُن کا چھوڑا ہوا کل مال تین لاکھ بیس ہزار تھا۔ حضرت عاصم ابن عدی ایک سو وسق کھجوریں لائے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا۔

مگر حضرت ابو عقیل انصاری جن کا نام شریف حجاب یا سہل ابن رافع ہے وہ ایک صاع کھجوریں لائے۔ اور بولے۔ یارسول اللہ ﷺ : آج رات میں نے باغ میں پانی دینے کی مزدوری کی ۔ رات بھر کی مزدوری دو صاع کھجوریں ہوئی ۔ ایک صاع میں نے گھر چھوڑیں' ایک صاع یہاں لایا ہوں ۔ حضور ﷺ نے اس معمولی صدقے کی ایسی قدر فرمائی کہ فرمایا۔ ان کھجوروں کو سارے جمع شدہ مال پر چھڑک دو کہ سب میں شامل ہو جائیں۔ ادھر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کرم نوازیاں ہو رہی تھی ۔ دوسری طرف منافقین ان چندہ دینے والوں پر آوازیں کس رہے تھے زیادہ لانے والوں کے متعلق کہہ رہے تھے کہ یہ ریا کار یئان ہیں' انھوں نے اتنا بڑا صدقہ چھپ کر یا متفرق طور پر کیوں نہ کیا حتٰی کہ ایک منافق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ دِکھاوے کے لئے اتنا چندہ لائے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ رسول کو دِکھانے کے لئے لایا ہوں' دوسروں کو دکھانے کے لئے نہیں۔ اور حضرت ابو عقیل کے متعلق طعنہ دیتے ہوئے بولے کہ اُن کے اس معمولی صدقہ کی اللہ رسول کو ضرورت نہیں' یہ صرف اپنے کو بڑوں چندہ والوں کے زمرہ میں داخل کرنے کے لئے لائے۔ اس موقع پر ان منافقین کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اُن بے دینوں پر انتہائی غضب کا اظہار فرمایا گیا۔ (روح البیان' روح المعانی' خازن' تفسیر نعیمی' ضیاء القرآن)

خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس قدر خوش تھے کہ اپنی صاجزادی رقیہ کا نکاح اُن سے کیا۔ غزوۂ بدر کے بعد وفات پا گئیں تو حضرت ام کلثوم یعنی چھوٹی صاجزادی سے نکاح کر دیا۔ جب وہ بھی فوت ہو گئیں تو فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان کے نکاح میں دیتا۔ اس لئے آپ کو عثمان ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہ آئیں سواء آپ کے۔ (روح البیان)

﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۚ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (التوبہ/۷۹)

'جولوگ (ریا کاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے اور جو (نادار) نہیں پاتے بجز اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے' تو یہ اُن کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سزا دے گا انہیں اس مذاق کی' اور اُن کے لئے دَردناک عذاب ہے۔'

Those who balme those Muslime who give charity willingly and those who get not but wish their hard labour, so they laugh at them. Allah will punish them for their laughing and for them is the painful torment.

منافقین وہ بد باطن لوگ ہیں کہ جب غزوۂ تبوک کے موقع پر مال دار صحابہ نہایت ہی فراخ دلی سے بہت بڑی رقم چندہ میں لاتے ہیں تو یہ انھیں عیب لگاتے ہیں ان پر طعنہ بازی کرتے ہیں کہ لوگ نام ونمود دکھاوے کے لئے لائے ہیں نہ کہ رضاء الٰہی کے لئے۔اگر رضاء الٰہی کے لئے لاتے تو خفیہ لاتے علانیہ کیوں لائے۔اور جب فقراء صحابہ محنت مزدوری کر کے تھوڑی رقم حاصر کرتے ہیں تو اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی میں ایسی معمولی چیز لانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ تو اپنے گھر میں رہتے اور اپنا یہ مال اپنے پاس سنبھال کر رکھتے تو اچھا تھا۔ان منافقوں کو رب تعالیٰ دُنیا میں بھی سزا دے گا کہ تا قیامت اُن کی بدنامی ہوگی۔اُن کا مذاق اُڑایا جائے گا اور آخرت میں اُن کے لئے دائمی دَردناک عذاب ہے جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ اپنے پیاروں کا بدلہ ہم خود لیتے ہیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) بعض صورتوں میں نفلی صدقہ علاینہ کرنا بالکل جائز بلکہ بہتر ہے جب کہ مقصود یہ ہو کہ دوسرے لوگ بھی صدقہ دیں لہذا چندہ کے موقع پر اعلان صدقہ جائز ہے۔

(☆) نیکی میں ابتداء اور پہل کرنا سنت صدیقی ہے۔

(☆) سارا مال اللہ کی راہ میں خیرات کر دینا اور گھر میں صرف اللہ رسول کا نام باقی رکھنا ہر شخص کو جائز نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**ومما رزقنٰهم ینفقون**﴾ ('اور اُس سے جو

دے رکھا ہے ہم نے خرچ کریں، یعنی کچھ حصہ) ہاں جو خود اور اُس کے بچے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اُن کے بچوں کے رنگ میں رنگا ہو وہ سب کچھ راہ خدا میں لٹا دے۔

(☆) نیک اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دِکھانے، انھیں راضی کرنے کے لئے نہ شرک ہے نہ ریا بلکہ قبولیت کا ذریعہ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافقین کو جواب دیا کہ میں نے یہ چندہ اللہ رسول کو دِکھانے کے لئے دیا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ **واللّٰه ورسوله احق ان یر ضواہ** ﴾ جیسے خدا کو راضی کرنے کے لئے اعمال کرنا ریا نہیں یوں ہی حضور ﷺ کو راضی کرنے کے لئے اعمال کرنا ریا نہیں ہے۔

(☆) حضرات صحابہ پر بدگمانی کرنا، اُن کے نیک اعمال میں شبہ کرنا، انھیں ریا کار جاننا منافقوں کا طریقہ ہے ایسے لوگ منافق ہیں۔

(☆) حضرات صحابہ کے کسی عمل کا مذاق اڑانا کفر اور طریقہ منافقین ہے۔

(☆) غریب کا تھوڑا صدقہ وخیرات جب کہ اخلاص سے ہو غنی کے زیادہ صدقے سے بفضلہٖ تعالیٰ کم درجہ والا نہیں ہوتا۔

(☆) اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کا بدلہ خود لیتا ہے۔منافقین نے حضرات صحابہ کو طعنہ دیا۔رب تعالیٰ نے اُن سے بدلہ لیا، خود صحابہ نے بدلہ نہ لیا۔

(☆) جیسا جرم ویسی اُس کی سزا۔منافقین نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ کو طعنہ دیا۔تا قیامت اُن پر لعن طعن ہوتی رہے گی۔رب تعالیٰ ان بزرگوں کی ثنا خوانی کی توفیق دے۔(آمین)

رئیس المنافقین بد بخت عبداللہ ابن ابی
کے لئے نبی کی دُعا بھی مفید نہیں

Allah will not forgive the hypocrites

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ/۸۰)

' آپ بخشش طلب کریں ان کے لئے یا نہ کریں' اگر آپ بخشش طلب کریں اُن کے لئے ستر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالی انھیں ۔ یہ محض اس لئے کہ انھوں نے انکار کیا اللہ کا اور اس کے رسول (مکرم) کا۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔'

Ask you forgiveness for them or ask not . If you will ask forgiveness for them seventy times, Allah will never forgive them. This is because that they have rejected Allah and His Messenger. And Allah guides not the disobedient.

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے ہوئے کہتا **هذا رسول الله اكرمه الله واعزه ونصره** ۔ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں عزت ونصرت عطا فرمائے ۔ جب احد کے بعد اُس کا نفاق واضح ہو گیا تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا ۔ آپ نے فرمایا' بیٹھ جاؤ اللہ کے دشمن ۔ تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا ۔ دوسرے حاضرین نے بھی اُسے ملامت کی' چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے نکل کر چلا گیا ۔ راستے میں کسی نے اسے کہا کہ کدھر بھاگے جا رہے ہو' حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور اُن کا دامنِ کرم پکڑ لو اور اپنی بخشش اور مغفرت کے لئے عرض کرو۔

اُس بد بخت نے کہا **ما ابالی استغفرلی اولم یستغفر** وہ میرے لئے مغفرت کی دُعا مانگیں یا نہ مانگیں مجھے ذرا پروانہیں، یعنی اُن کی مغفرت کی دُعا کی ضرورت نہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کریمۃ کے نزول کے متعلق چند روایات ہیں۔

(۱) جب حضرات صحابہ پر تبرّا کرنے والے منافقین کے متعلق گذشتہ آیت آئی تو وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر معافی مانگنے لگے اور عرض کیا کہ ہم سے قصور ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے دعاء مغفرت کر دیں۔ حضور ﷺ نے اُن کے لئے دعا کرنی چاہی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر روح البیان، خازن، روح المعانی، تفسیر نعیمی)

(۲) عبداللہ ابن ابی منافق کا بیٹا جس کا نام حباب تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بجائے حباب کے عبداللہ رکھا۔ فرمایا کہ حباب شیطان کا نام ہے۔ یہ لڑکا نہایت مخلص مومن تھا۔ جب اُن کا باپ یعنی ابن ابی منافق مرض موت میں گرفتار رہوا تو انھوں نے عرض کیا کہ میرے باپ کے لے دعا مغفرت فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی دلجوئی کے لئے اس کے حق میں دعا مغفرت کی، تب آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس ابن اُبی کے مرجانے کے بعد حضور ﷺ سے صحابی بیٹے عبداللہ نے عرض کیا کیا کہ حضور میرے باپ کو اپنی چادر شریف عطا فرمادیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ کفن کے لئے قمیص کا نہ دینا مکارم اخلاف کے خلاف تھا اس لئے آپ نے قمیص عطا فرمائی۔ نبی کریم ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جائے اور وہ چیز آپ کے پاس ہو تو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿**واما السائل فلا تنھر**﴾ اور سائل کو نہ جھڑکیں، آپ نے اس آیت پر عمل کیا۔ جب اس کی نماز جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور یہ تو منافق تھا۔ فرمایا مجھے رب نے ابھی منافقوں کے لئے دعا مغفرت سے منع نہیں فرمایا ہے بلکہ اختیار دیا ہے اور فرمایا کہ اگر ستر بار

بھی اُن کی بخشش کی دعا کرو گے ہم نہیں بخشیں گے۔ میں ستر سے زیادہ بار دُعا کروں گا تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ﴿سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم﴾ (تفسیر روح المعانی) پھر بعد میں وہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿ولا تصل علی احد منھم ......﴾ (خازن بیضاوی) جس کے بعد کفار و منافقین کے لئے دُعا مغفرت ممنوع ہوگئی۔

[اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک اُن کے لئے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس لئے آپ نے فرمایا: میں اُن کے لئے استغفار کروں گا اور استغفار کرنے سے آپ کی غرض اُن کے لئے مغفرت حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ ابن ابی کے مخلص مومن بیٹے عبداللہ اور اس کی قوم کی دلجوئی اور اس حسن خلق کی وجہ سے اس کی قوم کو مسلمان کرنا آپ کا مطلوب تھا]

(۳) منافق اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے کبھی کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا مغفرت کی درخواست کرتے تھے اور طرح طرح کے بہانے بناتے تھے کہ اس کام میں ہماری یہ مصلحت **ان اردنا الا الحسنٰی**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کرم کریمانہ سے اس کے لئے دعا مغفرت فرما دیتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

اکثر علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قامت تھے اور بدر کے دن ابن ابی کی قمیص کے سوا اور کسی کی قمیص اُن کو پوری نہیں آئی۔ ابن ابی نے اپنی قمیص اُن کے لئے دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اُتارنے کے لئے اپنی قمیص اس کو دی' اس وجہ کا ثبوت حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: بدر کے دن قیدیوں کو اور عباس کو لایا گیا۔ عباس عباس کے اُوپر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کے لئے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص اُن کے باپ کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے وہ قمیص اُن کو پہنا دی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص اُتار

کرعبداللہ ابن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عینیہ نے کہا: عبداللہ بن ابی کا نبی کریم ﷺ پر احسان تھا' آپ نے اس احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ (صحیح بخاری)

علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کرسکتی' مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) اسلام میں داخل کردے گا۔ روایت ہے کہ خزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی آپ کی قمیص کو طلب کررہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کررہا ہے تو ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہوگئے۔ (عمدۃ القاری)

حضور ﷺ کی دعا بھی تبلیغ ہے نیز دعا عبادت کا مغز ہے۔حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کا ہر عملِ مبارک حکمتوں سے بھرا ہوا ہے چنانچہ عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھ دینے سے بہت سے منافق ایمانِ خالص لے آئے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا ظہور تھا۔منافق کی بخشش نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور انکاری تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ منافقین آپ کے صحابہ کی نیکیوں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے والے' اُن پر آوازے کسنے والے' اُن پر تبرا کرنے والے' ہماری بارگاہ میں ناقابل معافی ہیں آپ اپنے رحم رحیمانہ اور کرم کریمانہ کی بناء پر دعاء مغفرت کریں یا نہ کریں۔اُن کے لئے برابر ہے۔اگر آپ ستر بار بھی اُن کی بخشش کی دعا کریں اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔اس کے نہ بخشے کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی دُعا یا استغفار میں تاثیر نہیں یا ہم آپ کی مانتے نہیں...... بلکہ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ رسول کے منکر ہیں۔ کیوں کہ ہم اور آپ اُن حضرات صحابہ کی تعریفیں کرتے ہیں' اُن کے ایمان وتقویٰ کی گواہی دیتے' اُن کی جنتی ہونے کی خبر دیتے ہیں اور یہ لوگ صرف کافر نہیں بلکہ کفر میں حد سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا' جس سے وہ منزل مقصود پر پہنچیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) دشمنان صحابہ، اُن پر طعن کرنے والے، اُن کے نیک اعمال کو شبہ کی نگاہ سے دیکھنے والے ایسے مجرم ہیں کہ اُن کے لئے نبی کی دُعا مفید نہیں۔

(☆) اولاً اسلام میں منافقین کے لئے دعاء مغفرت کرنا ممنوع نہ تھا۔

(☆) اس زمانہ میں حضور ﷺ کی دعا سے منافقین کو تو فائدہ نہ تھا مگر حضور ﷺ کو اس پر ضرور ثواب ملتا تھا کہ جائز دعا کرنا عبادت ہے خواہ اپنے لئے ہو یا دوسرے کے لئے۔ جن کے ایمان سے مایوسی ہو انھیں تبلیغ کرنا باعث ثواب ہے

(☆) حضرات صحابہ کا منکر، اُن پر تبرے کرنے والا کافر مطلق ہے۔ ان منافقوں نے اس وقت اللہ رسول کا انکار نہیں کیا تھا مگر رب نے انھیں اپنا اور اپنے رسول کا انکاری فرمایا۔ وجہ ظاہر ہے کہ رب تعالیٰ نے اُن کے متعلق فرمایا **کلا وعد الله الحسنیٰ** ۔ان سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمالیا اور فرمایا **رضی الله عنهم** ۔اللہ اُن سے راضی ہو چکا۔ اور فرمایا **وسيجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى** ۔ جو اُس دوزخ سے دُور رہے گا وہ سب سے بڑا متقی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے جنتی ہونے کا عموماً اور بعض صحابہ کا خصوصًا نام بنام جنت کی بشارت دی۔ اب صحابہ کرام کو بُرا کہنے والا، ان آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن بشارات کو غلط سمجھتا ہے اس لئے موجودہ تبرّائی اس قرآن کو نقل قرآن یا مصحف عثمانی کہتے ہیں ۔اُن کے عقیدے میں اصل قرآن امام مہدی غار میں لیئے ہوئے بیٹھے ہیں ۔قریب قیامت آئیں گے۔ خیال رہے کہ قرآن مجید نے دشمن صحابہ کے سوا کسی کو نام لے کر کافر نہ کہا۔ایک جگہ فرماتا ہے **ليغيظ بهم الكفار** ۔ یہاں فرمایا **كفر و اباالله و رسولهٖ**۔

منافقین کے جہاد میں شرکت نہ کرنے کے حیلے بہانے

Excuse of hypocrites for not fighting in the way of Allah

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ اُس وقت سخت گرمی تھی باغوں میں کھجوریں پکی ہوئی تھیں جنھیں توڑنا تھا۔ بعض منافقین بیماری وغیرہ کا بہانہ بنا کر مدینہ منورہ میں رہ گئے اور بعض نے عرض کیا کہ یارسول اللہ گرمی سخت ہے سفر دراز ہے ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر خازن۔تفسیر نعیمی)

معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدنصیب اپنی اس حرکت پر خوش ہوئے کہ ہم تدبیر کر کے رہ گئے۔

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۚ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۚ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

(التوبہ/۸۲۔۸۱) 'خوش ہو گئے پیچھے چھوڑے جانیوالے اپنے (گھر) رہنے پر۔ اللہ کے رسول کی (جہاد پر) روانگی کے بعد اور ناگوار تھا انھیں کہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے راہ خدا میں اور (دوسروں کو بھی) کہتے مت نکلو اس سخت گرمی میں۔ فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ کچھ سمجھتے۔ تو انھیں چاہئے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ۔ یہ سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے۔'

Those who were left behind delighted at this that they remained sitting behind the Messenger and they did not like that they may fight in the way of Allah with their wealth and lives and said 'Come not out in this heat' say you 'the fire of the Hell is the hottest ! in any manner they would have understood !

منافق جہاد میں شریک نہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کی سعادت انھیں حاصل نہ ہوئی لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس محرومی پر غمزدہ ہوتے اور اپنے بخت برگشتہ پر افسوس کرتے' الٹے وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ چلو بچ گئے۔ جب اُن کے دِلوں میں ایمان ہی نہ تھا تو انھیں وہ ذوق اور لطف کیسے میسر ہوسکتا تھا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اس کی رضا کے لئے اپنی جان قربان کرنے سے اہل ایمان کو حاصل ہوتا ہے اُن کے لئے تو یہ سب کچھ ایک مصیبت تھی جس سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے وہ بہانوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ خود تو وہ جہاد میں شریک نہیں ہوئے لیکن اسی پر وہ اکتفار کرنے والے کب تھے وہ دوسرے اہل ایمان کو بھی گرمی کی شدت سے ڈراتے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے اس گرمی سے بچ گئے تو کیا ہوا' اُس بھون کر رکھ دینے والی آگ سے کیونکر نجات حاصل کروگے لیکن ان چیزوں کو صرف دانا آدمی ہی سمجھ سکتا ہے ان نادانوں کو کیا سمجھ۔ اس فانی دینا کے چند دن ہنسی خوشی سے گذار دیں گے لیکن آئندہ آنے والی ابدی زندگی میں انھیں رونا ہی رونا ہے۔ (قرطبی)

وہ منافقین جن کو شیطان یا اُن کے نفس امارہ کی آرام طلبی نے غزوۂ تبوک سے بٹھا دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یا ان کے حکم خلاف بیٹھ رہنے پر بڑے خوش ہوئے اور دونوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے نفرت کی۔ اور آپس میں یا مومنین سے کہا کہ اس سخت گرمی میں مدینہ منورہ سے نہ نکلو بہت تکلیف اٹھاؤ گے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ اُن بے وقوفوں سے فرمادو کہ دوزخ کی آگ جس کے تم اس حرکت سے مستحق ہوگئے اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اور دائمی ہے اگر وہ یہ سمجھ لیتے تو ایسی بات کبھی نہ کہتے۔ خیال رکھیں کہ یہ لوگ بہت تھوڑی مدت ہنسیں گے خوش ہوں گے اور بعد دراز مدت یعنی ابدالآباد تک اپنے کئے پر روئیں گے یہ بدلہ ہوگا۔ ان کے اپنے کمائے ہوئے اعمال کا جو وہ دن رات کماتے رہے۔ خیال رہے کہ رونا گیارہ قسم کا ہے (۱) خوشی کا رونا (۲) غم کا رونا (۳) رحمت کا رونا (۴) خوف کا رونا (۵) فریب کا رونا (۶) موافقت کا رونا کہ کسی کو

روتے دیکھا خود بھی رونے لگا (۷) محبت کا رونا (۸) گھبراہٹ کا رونا (۹) ظلم وضعت کا رونا (۱۰) شوق کا رونا (۱۱) منافقت کا رونا۔ رونی شکل بنانا اگر رقت قلبی حاصل کرنے کے لئے ہوتو یہ اچھا ہےاور ریا کاری کے لئے ہوتو بُرا ہے۔ (روح البیان۔تفسیر نعیمی)

روایۃً ہے کہ حضرت ابوخثیمہ بھی غزوۂ تبوک سے رہ گئے تھے جب حضور ﷺ کو صحابہ کرام کے ساتھ گئے ہوئے کچھ دن ہوگئے تو ایک دوپہر کے وقت یہ اپنے باغ میں گئے جہاں اُن کے مکان تھے ہر مکان میں اُن کی ایک بیوی تھی۔ گرمی تیز تھی گھر میں چھڑکاؤ کیا ہوا تھا۔ پانی کے ٹھنڈے گھڑے بھرے رکھے تھے گوشت بھن رہا تھا آٹا گوندھا ہوا تھا۔ یہ اپنا سامان عیش دیکھ کر رُو پڑے۔ بولے یہ انصاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ تپتی ریت میں ہوں اور میں درختوں کے سایہ میں ٹھنڈے پانی میں ہوں۔ یہ کہہ کر تبوک کی طرف چل پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ یہ نہایت اعلیٰ کفارہ ہے۔ (تفسیر روح البیان۔تفسیر نعیمی)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) گناہ پر خوش ہونا، اس پر فخر کرنا کفر ہے۔

(☆) اللہ کے مقبول بندوں کی تکلیف پر خوش ہونا سخت جرم ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے رنج وغم و تکلیف پر خوش ہونا کفر ہے۔ بعض بد نصیب دسویں محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی مناتے ہیں۔ بعض اٹھائیس ویں ذی الحجہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوشی ماتے ہیں، دونوں بے دین ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت یا معراج پر بزرگوں کی خوشی کی یادگار میں خوشی منانا عبادت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا**﴾۔

(☆) حضور ﷺ کی ناراضگی لے کر مدینہ منورہ میں رہنا گناہ ہے۔ اگر حضور ﷺ مدینہ منورہ سے باہر جانے پر راضی ہوں تو باہر رہنا جانا ثواب ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام تبوک میں گئے منافقین مدینہ منورہ میں رہے مگر صحابہ کرام پر رحمتیں ہوئیں، منافقین پر غضب

(☆) اس موقعہ پر حضور ﷺ کے حکم سے غزوہ میں شریک نہ ہونا مدینہ منورہ میں رہ جانا عین ایمان وعبادت تھا۔ جو حضور ﷺ کے فرمان کی مخالفت کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں رہ گئے اُن پر عتاب ہے چنانچہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تم یہاں مدینہ میں رہو۔ انھوں نے تبوک کو ساتھ جانے کی درخواست کی تو فرمایا کہ تم اس وقت میرے ایسے خلیفہ ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسٰی علیہ السلام کے خلیفہ عارضی ہوئے تھے۔ یوں ہی حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو وہاں چھوڑا۔ مسجد نبوی کی امامت کے لئے یہ رہ جاتا اور طرح کا ہے۔

(☆) ایمان کی برکت سے نیک اعمال پر دلیری ہوتی ہے اور کفر ونفاق سے کم ہمتی۔ غزوۂ تبوک میں حاضری مخلصین پر آسان تھی مگر منافقین پر سخت دشوار۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ منافق پر عشاء اور فجر کی نماز بھاری ہے۔ جب فرعونی جادوگر مسلمان ہو گئے تو فرعون سے بالکل بے خوف ہو کر بولے **فاقض ما انت قاض** ۔ جو تجھ سے ہو سکے کرے جسے گناہ آسان ہو نیکیاں بھاری سمجھو کہ اس کے دل میں نفاق ہے۔

(☆) مومن کو چاہئے کہ وہ منافق کی صحبت سے دُور بھاگے۔ یہ ہزار بہانوں سے نیکیوں سے روکتا ہے۔

(☆) دوزخ میں ہمیشہ رہنا وہاں بہت رونا کفار ومنافقین کے لئے ہے جس سے ان شآء اللہ گناہگار مومن محفوظ ہوں گے۔ چنانچہ منافقین دُنیا کی عمر کے برابر وہاں آنسوؤں سے روئیں گے پھر خون سے۔ حتٰی کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں سے نالیاں بن جائیں گی۔ (تفسیر نعیمی)

منافقین کو جہاد میں شرکت سے محروم کردیا گیا ہے

Hypocrites are rejected for fighting in the way of Allah

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ کو غیبی خبر دی گئی ہے کہ آپ کے اس غزوہ سے واپسی پر یہ بہانہ خود منافقین اپنی پیشانی کی کالک چھوڑانے کے لئے تقیۃً عرض کریں گے کہ اس بار تو ہم نہ جاسکے۔ آئندہ جہادوں میں ہم حضور ﷺ کے ساتھ ضرور جائیں گے تو اُن کو منع فرمادینا کہ اب تم کو کسی جہاد میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں۔ اب تک ہم تم کو مناتے تھے تم نہیں مانتے تھے اب تم ہم کو مناؤ گے ہم نہیں مانیں گے۔ گویا دُنیا میں ہی حشر کا نمونہ تمھارے لئے قائم ہوگا۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے　　　کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اے منافقین۔ تم نے پہلے جان بوجھ کر میرے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اب بطور سزا تمھیں جہاد کی توفیق سے محروم کردیا گیا بلکہ اب اگر لشکر اسلام کہیں جہاد پر روانہ ہوا اور تم جہاد کے لے نکلنا بھی چاہو گے تو تمھیں ساتھ لے جانے سے انکار کردیا جائے گا۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی مردود اور راندہ درگاہ کو جہاد میں ہمراہ لے جانا جائز نہیں۔

﴿فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ﴾ (التوبہ/۸۳)

’(اے حبیب!) پھر اگر لے جائے آپ کو اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کے پاس پھر وہ اجازت طلب کریں آپ سے جہاد پر نکلنے کی تو آپ فرمائیں نہیں نکلو گے تم میرے ہمراہ کبھی اور ہرگز جنگ نہیں کرو گے میری معیت میں کسی دشمن سے۔ تم نے تو (خود) پسند کیا تھا (گھر) بیٹھ رہنا پہلی مرتبہ تو اب بیٹھے رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ۔‘

Then if O beloved Prophet ! Allah returns you to a party of them, and they ask you leave to go forth to fight, then say you, 'Never shall you march forth with me, nor even fight with any ememy of me. You chose to sit at home the first time, then remain sitting with those who remained behind.'

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دو غیبی خبریں دیتے ہیں۔ ایک یہ آپ اس دشوار دُور دَراز سفر غزوۂ تبوک سے بخیریت تمام مدینہ منورہ واپس ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ کی واپسی پر منافقین جھوٹی خوشامد اور اپنا نفاق چھپانے کے لئے فوراً عرض کریں گے کہ یارسول اللہ ہم آئندہ غزوات میں ضرور بالضرور حضور کے ہمراہ جایا کریں گے ہم کو آج ہی ان غزوات میں جانے کی اجازت دے دیں۔ ہم کو ان غزوات کا بے چینی سے انتظار ہے اور اس کی اجازت سے ہماری بیقراری ابھی دور فرما دیں کہ ہاں ضرور چلنا ہے محبوب جب یہ عرض کریں تو آپ اُن سے فرما دینا کہ تم لوگ آئندہ نہ تو ہمارے ساتھ کسی سفر میں جا سکتے ہو، نہ ہمارے ساتھ کسی کافر قوم پر جہاد کر سکتے ہو۔ تم لوگوں کا ہمارے ساتھ سفر و غیرہ بند۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگ پہلی بار ہی میں پیچھے رہ گئے اور اس پر خوش ہوئے۔ اس آرام پسندی کا وبال تم پر یہ پڑا کہ تم آئندہ غازیوں کی فہرست میں ہی نہ رہے۔ اب تم فسادیوں پیچھے رہ جانے والوں متخلفین کے ساتھ رہو۔ تم ہمارے مخلص ساتھی نہیں اُن کے ساتھی ہو۔ خیال رہے کہ غزوۂ تبوک ۹ھ ہجری میں ہوا۔ حضور ﷺ ماہ رجب میں جمعرات کے دن اس غزوہ کے لے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد میں تشریف نہ لے گئے۔ ۱۰ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نبی حارثہ کے مقابل روانہ فرمایا۔ ۱۱ھ میں وفات شریف واقع ہوگئی۔ (مدراج النبوۃ)

قابل ذہن نشین نکات : (☆) اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کو علوم غیبیہ بخشے ہیں۔ وہ واقعات غزوۂ تبوک سے واپسی پر پیش آنے والے تھے۔

(☆) رب تعالیٰ نے پہلے سے ہی ان کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی یہ بھی بتا دیا کہ اس وقت تک یہ سارے منافقین باقی نہ رہیں گے بعض رہیں گے۔

(☆) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو لوگوں کے انجام سے بھی خبردار کیا کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر' کون اخلاص پر مرے گا اور کون نفاق پر۔ مطلب یہ ہے کہ اے منافقین تم چونکہ آخر تک منافق رہو گے اور منافق ہی مرو گے لہٰذا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ تو سفر کر سکتے ہیں نہ جہاد۔ ورنہ اُن سے ارشاد ہوتا کہ توبہ کرلو' مخلص مومن بن جاؤ۔ اور جہاد میں شریک ہوا کرو توبہ کا دروازہ کھلا ہے ۔ یہ واقعہ ثعلبہ کے واقعہ سے مشابہ ہے کہ زکوٰۃ لاتا رہا' رَد ہوتی رہی کیونکہ منافق رہا' منافق مرا۔

(☆) بعض گناہ ایسے منحوس ہوتے ہیں کہ اُن سے توبہ کی توفیق نہیں ملتی بلکہ وہ کفر بلکہ خاتمہ علی الکفر کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ بعض نیکیاں ایسی ہیں جن سے ایمان کی رجسٹری ہو جاتی ہے کہ پھر ایمان دل سے نکل نہیں سکتا' وہ ہے ادب رسول ۔ دیکھو جو با ادب صحابہ کے متعلق ارشاد ہوا **والزمهم كلمته التقویٰ الله**۔ اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق دے۔

(☆) حجتہ الوداع میں کوئی منافق' حضور ﷺ کے ساتھ نہ گیا' سارے مخلص مومن ہی گئے ۔ **لن تخرجوا معی** اب تم میرے ساتھ کسی سفر میں نہیں جا سکتے۔ اور حجتہ الوداع تبوک کے بعد ہوا جبکہ منافقین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کی ممانعت ہو چکی تھی۔

(☆) اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب بندے پر یہ ہے کہ اُسے اچھوں کی خصوصًا حضور نبی کریم ﷺ کی ہمراہی سے محروم کر دیا جائے۔

(☆) بے دِینوں سے الگ رہنا چاہیے اگر چہ وہ کلمہ پڑھتے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہوں۔ منافقین کلمہ گو تھے اپنے کو مسلمان کہتے تھے مگر ان کو حضور انور ﷺ نے اپنے سے دور کر دیا۔

(☆) بے دِینوں کو مسلمان اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں اگر چہ وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہوں کلمہ پڑھتے ہوں خصوصًا جب کہ اُن کے آنے سے فتنہ فساد ہو۔ جہاد فی سبیل اللہ بہترین عبادت ہے مگر اس میں منافقین کو شرکت سے منع کر دیا گیا۔ ہر کلمہ گو مسلمان نہیں۔ قادیانی بھی کلمہ پڑھتے ہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ کا بڑا عذاب یہ ہے کہ بندہ اچھوں کی صحبت سے محروم کر کے بُروں کا ساتھی بنا دیا جائے۔

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت

No funeral prayers over the hypocrites

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (التوبہ/۸۴)

'اور نہ پڑھئے نماز جنازہ کسی پر اُن میں سے جو مر جائے کبھی' اور نہ کھڑے ہوں اُس کی قبر پر' بیشک اُنھوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رُسول مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔'

And pray you never over any of their dead, and not stand over his grave. No doubt, they rejected Allah and His Messenger and died while they were disobedient.

منافقین نے جنگ تبوک میں شرکت نہ کر کے جب اپنے آپ کو آشکارا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اب آپ بھی اُن سے پہلی سی نرمی اور رافت کا برتاؤ نہ کیا کریں بلکہ ان کو ننگا ہونے دیں یا کہ دوسروں کے لئے موجب عبرت ہوں۔ اس لئے اب آئیندہ اُن کو جہاد میں شرکت سے روک دیا اور اسی سلسلہ میں ہی یہ حکم فرمایا کہ اب اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھا کیجئے اور نہ اُن کی قبر پر تشریف لے جائے۔ اُن کی کفر وگمراہی نے انھیں اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ رحمت الٰہی اُن کی طرف مائل ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ ابن ابی مرض موت میں مبتلا ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر جائے تو حضور ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لئے اُسے قمیص مرحمت فرمائی جائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی قمیص بھیجی ۔ اس نے پھر گذارش کی کہ مجھے وہ قمیص

چاہئے جو آپ کے جسد اطہر کو چُھو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ۔ آپ اُس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور علیہ نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا اے عمر۔ **ان قمیصی لا یغنی عنه من الله شیئًا فلعل الله ان یدخل به الفاً فی الاسلام** (کبیر) اے عمر۔ اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبداللہ ابن ابی کے پاس رہتا تھا۔ انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو اُن کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہ بیکس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالتِ مایوسی میں اُس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں۔ اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آیں اور سچے دل سے اپنی گذشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اُس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف باسلام ہوا۔ **اسلم منهم یومئذ الف** (کبیر) جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچالیا۔ جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اُسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرمادیں۔ اس پیکر عفو وعنایت نے منظور فرمالیا۔ اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر گذارش کی یا رسول اللہ۔ اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کی قمیص پھٹ گئی تھی حضور ﷺ نے انھیں قمیص پہنانا چاہی کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قامت تھے عبداللہ ابن ابی کا قد بھی بڑا لمبا تھا اس لئے اس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انھیں پوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اُس کا یہ احسان دُنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تعلیم دی کہ ﴿**و اما السائل فلا تنھر**﴾ اے محبوب ! اب کسی سائل کو نہ جھڑکو۔ سائل کہتے ہیں سوال کرنے والے کو۔ یہ سوال کرنے والے بھی عجیب عجیب ہیں۔ کچھ دُنیا کا سوال کرتے ہیں' کچھ آخرت کا سوال کرتے ہیں' کچھ نجات کا سوال کرتے ہیں' کچھ مغفرت کا سوال کرتے ہیں' کچھ دنیوی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں' کچھ آخرت کی فلاح کا سوال کرتے ہیں۔ کسی سائل کو نہ جھڑکیئے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سوال کو رَد نہ کیا۔ اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک ہزار منافقوں کو دولتِ ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے اور بڑی برکت کیا ہوسکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ وہ بدنصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اُس کی بخشش نہیں ہوگی اور اُس کے لئے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحبِ ایمان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو' اُس کے لئے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھ جائیں تب مغفرت یقینی ہے ارشادِ الٰہی ہے: ﴿**وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَاجَدُ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا**﴾ (انساء/۶۴)

اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی' یارسول اللہ (ﷺ) اُن کی سفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (نورالعرفان)

And if when they do injustice unto their souls, then O beloved ! they should come to you and then beg forgiveness of Allah

and the Messenger should intercede for them, then surely, they would find Allah Most Relenting, Merciful.

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ لوگ دُنیا بھر کے قصور (شرک وکفر، حرام کاریاں، گناہ کبیرہ وصغیرہ، چھپے کھلے، نئے پُرانے لغزشیں وخطائیں، ہر قسم کا جسمانی، جنانی اور رُوحانی سارے گناہ) کرکے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد سائلانہ انداز میں جیسے داتا کے دروازے پر فقیر، حاکم کریم کے دروازہ پر اقبالی مجرم حاضر ہوتا ہے، نادم، شرمندہ وتائب ہوکر آپ کے حضور حاضر ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ظلم وجرم کی معافی مانگیں کیونکہ اللہ سے معافی مانگنے کے لئے بہتر وقت اور مناسب جگہ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت (شفاعت) فرمادیں تو یہ لوگ مجھ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے، اُن کی توبہ قبول فرمائی جائے گی۔ (دیکھئے ہماری کتاب مغفرت الٰہی بوسیلہ النبی ﷺ) اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت ایمان نصیب فرمادے اور اس دنیا میں بھی اور روز محشر بھی حضور ﷺ کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبداللہ بن اُبی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی مزید توجیہات :

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے اُن کا یہ یقین ابن اُبی کے ظاہر احوال پر مبنی تھا اور نبی ﷺ نے ان کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی اور ایک شر کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی کریم ﷺ مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور دَرگزر کرتے تھے، پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے

مخالف ہوں، اُن کے ساتھ آپ کے درگزر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا، اور اُن کو متنفر نہ کرنے اور اُن کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی اسی لئے آپ نے فرمایا تھا 'کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں' اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتاً ممانعت نہیں کی گئی تھی، اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی کریم ﷺ کے متعلق جو اشکال ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت : قرآن مجید میں اس استغفار سے منع کیا ہے جس سے مقصود مغفرت کا حصول ہو اور نبی کریم ﷺ نے ابن اُبی کے لئے جو استغفار کیا تھا اس سے مراد اُس کے بیٹے کی دلجوئی اور اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کا اسلام تھا جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دُور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اس روایت کو امام جریر طبری نے روایت کیا ہے۔ (تبیان القرآن)

دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرنا اور اس سے قبر پر اذان کا استدلال :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ منافقین میں سے کسی کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ (التوبہ/۸۴)

نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ میت کے دفن کئے جانے کے بعد اس کی قبر پر کھڑے رہتے اور اس کے لئے دُعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، اس دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی نماز جنازہ پڑھائی، اُن کو قبر میں اُتارا، جب اُن کی قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے **سبحان اللہ** کہا اور ہم نے بہت دیر تک **سبحان اللہ** کہا، پھر آپ نے **اللہ اکبر** کہا اور ہم نے بھی **اللہ اکبر** کہا، آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ! آپ نے **سبحان اللہ** اور **اللہ اکبر** کس وجہ سے کہا۔ آپ نے فرمایا: اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی حتیٰ کہ اللہ نے اس پر کشادگی کر دی۔ (مسند احمد)

علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے کیونکہ اذان میں بھی اللہ کا ذکر ہے اور اس سے میت سے عذاب ساقط ہوتا ہے اور توحید و رسالت کے ذکر سے میت کو سوالات کے جوابات کی تلقین ہوتی ہے۔ تاہم اس عمل کو کبھی کبھی کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے۔ (تبیان القرآن)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) عبداللہ ابن اُبی جیسا سخت منافق بھی جانتا تھا کہ حضور ﷺ کے تبرکات قبر میں مشکل کشائی کرتے ہیں۔آج جو اس کا انکار کرے اور کہے کے قبر میں تبرکات لے جانا محض بیکار ہے صرف اپنے اعمال ہی فائدہ دیں گے وہ اس منافق سے بھی بدتر ہے۔

(☆) کافر و منافق کے لئے کوئی تبرک قبر و حشر میں مفید نہیں کیونکہ اس کے پاس ایمان نہیں۔بغیر جان کوئی دوا مفید نہیں، بغیر ایمان کوئی تبرک مفید نہیں۔حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میری چادر اُسے فائدہ نہ دے گی۔ (پوری بحث ہماری کتاب حقیقت شرک میں دیکھو)

(☆) حضور ﷺ کے ہر عمل میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں دیکھو منافق کو چادر شریف عطا کی، اس کی نماز جنازہ پڑھی یہ جانتے ہوئے کہ اس کے لئے یہ چیزیں بیکار ہیں مگر اس عمل شریف کی برکت سے ایک ہزار منافقوں کو ایمان مل گیا۔چادر نے منافقوں کو ایمان بخشا۔

(☆) حضور ﷺ کے تبرکات، تہبند شریف، چادر مبارک، بال شریف وغیرہ مومن کے لئے قبر

میں کام آتے ہیں۔ (مدلل اور تفصیلی بحث کے لے دیکھو ہماری کتاب حقیقت شرک)

(☆) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان بہت بلند و بالا ہے کہ آپ کی رائے کے مطابق بہت سی آیات آئیں چنانچہ آپ کی رائے کے مطابق شراب کی حرمت' مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانا۔ عورتوں کے پردہ واجب ہونے' کافر قیدیوں سے فدیہ لینا' انھیں انہیں پر چھوڑنا' منافقوں پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی آیت یعنی یہ آیات آپ کی رائے کے مطابق آئیں (کبیر) اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔۔ یا فرمایا کہ گذشتہ اُمتوں میں الہام والے اولیا ہوئے' اگر میری اُمت میں ہوں تو عمر ہیں۔ یعنی اس اُمت میں ضرور ہوں گے کہ یہ اشرف اُمت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ الہام والے ہیں۔

(☆) مردہ کافر و منافق کو مرحوم کہنا یا رحمتہ اللہ یا رضی اللہ عنہ کے القاب دینا' یا اُن کے لئے ختم قرآن مجید کرنا' اُن کے لئے فاتحہ ایصال ثواب کرنا حرام ہے۔

(☆) کافر و منافق کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے۔

(☆) جو منافق یا کافر توبہ کر کے مسلمان مخلص ہو کر مرے اُس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ جو تمام عمر منافق ہی رہے اور رہتے ہوئے مرے اس پر نماز نہیں۔

(☆) کافر و منافق کی قبر کی زیارت کرنا وہاں پھول چڑھانا' وہاں فاتحہ پڑھنا' کسی ہندو کی سادھی پر پھول وغیرہ ڈالنا حرام ہے۔ افسوس کہ مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ وہ مشرکین کی خوشامد میں تلک ہندو کے مرثیے لکھنے لگے۔ گاندھی کی سادھی پر پھول چڑھانے' اس کی رکریا کرم کرنے گنگا جانے لگے۔

(☆) حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ مومنہ ہیں۔ کافر و منافق کی قبر کی زیارت ممنوع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ اجازت رب تعالیٰ حضرت آمنہ کے مزار پرانوار پر مدینہ منورہ سے سفر کر کے زیارت کے لے تشریف لے گئے۔

(☆) ہر کلمہ گو مومن نہیں' بعض کافر بھی ہیں...... لہذا ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ نہیں۔ کلمہ گو منافقین کو قرآن مجید نے کافر کہا اور اُن پر نماز سے منع کیا۔

(☆) حضور ﷺ کی عظمت کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ منافقین اللہ تعالیٰ کے منکر نہ تھے حضور انور ﷺ کے مرتبہ سے جلتے تھے اُن کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا **کفر وا باللّٰہ**۔

منافقین کا مال اور اَولاد عذاب ہے

Wealth and children of hypocrites are their punishment

﴿وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (التوبہ/۸۵)

'اور نہ تعجب میں لالیں آپکو اُنکے مال اور اُن کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انھیں اُن سے دُنیا میں اور نکلے اُن کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں'

Be not astonished over their wealth and children; Allah only intends to punish them therewith in this world, and that they part with their souls while they are infidels.

اے قرآن پڑھنے والے مسلمان' تو منافقوں کافروں کی مال واولاد جائیداد کی فراوانی دیکھ کر حیرت نہ کرنا کہ جب یہ لوگ اللہ کے دشمن ہیں تو انھیں اس قدر مال واولاد کیوں ملے؟ یہ چیزیں اُن کے لئے رحمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ صرف یہ ہے کہ انھیں اُن کے مال واولاد وبال ہوجائیں اور اُن کی جان نہایت سختی سے نکلے۔ یہ کافر ہو کر مرجائیں۔ یہ منافقین نماز پڑھتے ہیں تو سستی سے اور راہ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں تو بوجھ سمجھ کر۔ جب اُن کا یہ حال ہے تو تم اُن کی مال واولاد پر حیرت نہ کرو۔ اُن کے مال و اولاد عذاب ہونے میں یکساں ہیں۔ منافقین وکفار کی زندگی قابل ذکر نہیں۔ وہ ایسی ہی دُنی اور حقیر ہے جیسے دُنیا حقیر وذلیل۔ (تفسیر خازن' کبیر' معانی' تفسیر نعیمی)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ صرف یہ ہے کہ انھیں اُن کے مال واولاد کے ذریعہ دُنیا میں سزا دی جائے کہ لوگ مشقت سے حرام حلال ذریعوں سے مال جمع کریں' بہت جانفشانی سے اُس کی حفاظت کریں اور حسرت سے چھوڑ جائیں۔ نیز اولاد کے لئے ہر طرح کی محنت مشقت کریں مگر وہ جوان ہو کر نالائق نکلے۔ بجائے خدمت کرنے کے انھیں پریشان کرے۔

نہ مال سے اُنھیں آرام ملے' نہ اولاد سے۔ دنیا میں تو اُن کے مال واولاد کا نتیجہ یہ ہے ﴿وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ﴾ ان کا انجام یہ ہے کہ مرتے وقت اُن کی جان بہت سخت تکلیف سے نکلے کہ ان کے دل مال و اولاد میں پھنسے ہیں۔ مرتے وقت نزع کی تکلیف اور اُن پیاری چیزوں کے چھوٹنے کی تکلیف ان وجوہ سے آفت بالائے آفت ہے نیز یہ مشغولیتیں انھیں اللہ رسول کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) کفار کی مالداری عیال داری پر کبھی للچاتی نظر نہیں کرنی چاہئے۔ مومن کی غریبی کافر کی امیری سے بہتر ہے۔

(☆) کافر کی مالداری کو اُس کی محبوبیت یا مقبولیت کی دلیل نہ سمجھے کہ یہ عقیدہ کفر ہے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ فرعون نمرود' ابوجہل سے راضی ہے کیونکہ انھیں دولت وسلطنت بخشی یہ کفر ہے مال و دولت دشمن کو بھی دے دی جاتی ہے۔

(☆) کفار اپنے کمائے ہوئے' حاصل کئے ہوئے مالوں کے مالک ہوتے ہیں اگر چہ انھوں نے ناجائز عقود سے حاصل کئے ہوں جیسے سور' شراب ......وغیرہ۔

(☆) جو مال واولاد اللہ تعالیٰ سے غافل کردے وہ اللہ کا عذاب ہے۔ غافل' کافر' منافق کی جانکنی بہت سخت ہوتی ہے وہ انھیں نزع کی شدت کے ساتھ دُنیا کے چھوٹنے کی تکلیف بھی ہوتی ہے۔ دو تکلیفوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

(☆) عاقل کافر سے غافل کافر بدتر ہے کہ عاقل کبھی سوچ سمجھنے کے بعد مسلمان ہوجاتا ہے مگر غافل کو یہ نصیب نہیں ہوتا۔ وہ کبھی بُرا بھلا سوچتا ہی نہیں۔

منافقین کی جہاد سے معذرت

Escape for fighting in the way of Allah

منافقین کی کم فہمی اور نادانی ہے کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے' اپنے گناہ بخشوانے اور اپنے ایمان کو جِلا دینے کا موقع دیا گیا تو انھوں نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ اَبرِ رحمت آیا' برسا اور سوکھے کھیتوں کو شاداب کر کے چلا گیا لیکن ان کی کشت ایمان میں یونہی خاک اُڑتی رہی جیسے اڑ رہی تھی۔ اللہ کریم ہر انسان کو اس کی زندگی میں موقع دیتا ہے تا کہ وہ اپنی سابقہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کر سکے لیکن بعص بدنصیب اس سنہری فرصت کو بھی ضائع کر دیتے ہیں۔

﴿وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (التوبہ/ ۸۷-۸۶)

'اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ (جس میں حکم ہوتا ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں آپ سے جو طاقت والے ہیں اُن میں سے اور کہتے ہیں رہنے دیجیئے ہمیں تا کہ ہوں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ انھوں نے یہ پسند کیا کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی گئی اُن کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔'

And when any Sura (Chapter) is sent down, that believe in Allah and fight with His Messenger, then the men of capability among them ask leave of you and say, 'Leave us to remain with those who sit behind'. They liked that they should remain with the women left behind, and their hearts are sealed up, so they understand nothing.

جب کبھی ایسی آیات نازل ہوتی ہیں جس میں اخلاص والے ایمان‘ اور جہاد کا حکم ہو کہ‘ لوگوں! مخلص مومن بنو‘ جان و مال سے جہاد کرو‘ تو معذورین کا تو ذکر نہیں۔ ان منافقوں میں اچھے خاصے ہٹے کٹے صحت‘ مال والے بھی آپ سے مدینہ میں رہ جانے کو سو بہانے بنا کر اجازت چاہتے ہیں وہ تمام باتیں بنا کر کوشش یہ کرتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ جائیے ہم معذور مجبور لوگوں کے ساتھ ہی بیٹھ رہیں۔ یہ لوگ بہادر مجاہدین کے ساتھ جانے پر خوش نہیں‘ اس پر خوش ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں یا بزدل منافقوں کے ساتھ رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر نفاق و کفر کی مہر کر دی گئی‘ اب وہ بھلا بُرا انہیں سمجھتے۔

اُن کے دلوں پر مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ اُن کا دل کفر کی طرف رغبت کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے بعد ایمان لانے کا امکان باقی نہیں رہا‘ یا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ایسی سخت نافرمانی اور گستاخی کی ہے کہ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگا دی۔ اب وہ ایمان لانا بھی چاہیں تو ایمان نہیں لا سکتے۔

قابل ذہن نشین نکات : (☆) حضور ﷺ کو ماننے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات بلکہ تمام ایمانیات کو ماننا ایمان نہیں۔ منافقین‘ اللہ تعالیٰ اور قیامت وغیرہ کے منکر نہ تھے مگر انھیں حکم دیا گیا کہ اللہ پر ایمان لاؤ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔

(☆) حضور ﷺ کے ساتھ عبادات بہت ہی افضل ہیں کہ ان میں حضور کی ہمراہی کا فیضان بھی شامل ہوتا ہے۔ آج مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب میسر ہے لہذا دُنیا بھر کے مسلمانوں کی نمازوں سے صحابہ کرام کی نمازیں افضل تھیں جو حضور انور ﷺ کو ہمراہی یا اُن کے پیچھے ادا ہوئیں۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگنا کبھی جان ایمان ہوتا ہے اور کبھی اصل کفر۔ اگر دھوکہ بازی بہانہ حیلے کے لئے ہو تو کفر ہے۔ خصوصًا جب کہ یہ عقیدہ ہو کہ حضور ﷺ کو ہمارے دِلی حالات و ارادوں کی خبر نہیں‘ ہم حضور کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ (☆) بعض گناہوں کی نحوست سے دِل پر کفر و نفاق کی مہر لگ جاتی ہے کہ پھر ایمان اور نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔

منافقین جھوٹے اور بہانے باز ہیں

Hypocrites are liar and excuse seekers

﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (التوبہ/۹۰)

'اور آئے بات بنانے والے (بہانہ بنانے والے) دیہاتی کہ اُن کو چھٹی (اجازت) دی جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھٹلایا اللہ اور اس کے رسول کو۔ بہت جلد پہنچے گا اُن کافروں کو دُکھ والا عذاب۔ (معارف القرآن)

And there came excuse seekers from the villagers in order that leave may be given to them, and those who lied to Allah and His Messenger sat behind. Soon a painful torment shall befall to the infidels of them.

یہ آیت کریمہ کن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی اور یہ کہ اُن میں کن کا ذکر ہے اس کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) جب غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا اور سب کو وہاں جانے کا حکم دیا گیا تو مدینہ منورہ کے بیرونی علاقہ سے عامر ابن طفیل اور اس کے قبیلہ کے لوگ حاضر خدمت ہوئے' بولے کہ اگر ہم حضور کے ساتھ تبوک جائیں تو ہم کو خطرہ ہے کہ ہمارے پیچھے ہمارے گھروں کو قبیلہ نبی طے لوٹ لیں' ہمارے بچوں کو ہلاک کر دیں' اس لئے ہم حاضری سے معذور ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔ رب تعالیٰ نے مجھے تمھارے متعلق خبر دے دی ہے۔ ان کے متعلق یہ آیت کریمہ آئی' اس میں اُن کا بیان ہے۔ یہ لوگ واقعہ میں معذور نہ تھے جھوٹ بولے تھے۔

(۲) جب غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا تو دیہات کے معذور لوگ مدینہ منورہ حاضر ہو کر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت کرنے حاضر ہوئے اور وہاں کے منافقین اپنے گھروں میں رہے، حاصر نہ ہوئے، نہ غزوۂ تبوک میں گئے ۔ ان دونوں فریقوں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس کے اول جزء میں ان سچے معذوروں کی معذرت کا ذکر ہے۔ دوسرے جزء **و تعد الذین کفروا** میں گھروں میں رہ جانے والے منافقین کا تذکرہ ہے۔

(۳) غزوۂ تبوک کے موقع پر دیہاتی منافقوں کے دو گروہ ہو گئے ۔ایک گروہ دھوکہ دہی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حیلے بہانہ بنانے کے لئے حاضر ہوا دوسرا گروہ اپنے دیہات ہی میں رہا۔حاضر نہ ہوا۔اس آیت کریمہ کے ان دو جزوں میں اُن دونوں جماعتوں کا ہی ذکر ہے۔ (تفسیر خازن، روح البیان، معانی، مدارک، کبیر، تفسیر نعیمی) یہ تیسرا قول بہت ہی ضعیف ہے کیونکہ حاضر ہو جانے والوں کو **معذرون** فرمایا گیا اور رہ جانے والوں کو **کذبوا اللہ ورسولہ** فرمایا۔ اگر حاضر ہونے والے بھی منافق ہوتے تو ان کے لئے الگ صیغہ استعمال نہ ہوتا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیہاتی واقعی معذور تھے۔ قبیلہ بنی غفار کے یا دوسرے قبیلہ کے۔ (روح المعانی)

معذور لوگ مخلص مومن تھے وہ تو آپ کی خدمت میں اپنا عذر پیش کرنے اور رہ جانے کی اجازت لینے دیہاتی علاقہ سے مدینہ منورہ حاصر ہوئے تا کہ آپ کی اجازت سے گھر میں رہیں بغیر پوچھے نہ رہیں۔ منافقین جو مسلمان بننے کلمہ پڑھنے میں اللہ رسول سے جھوٹ بول گئے کہ دل میں کافر تھے زبان سے مومن بن گئے ۔یہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے آپ کے پاس آئے ہی نہیں۔ خوش نصیب جہاد سے رہ جانے کے قصور پر روتے آنسو بہاتے ہیں اور جانے پر خوش ہوتے ہیں۔بدنصیب لوگ رہ جائے پر خوشیاں مناتے ہیں جہاد میں جانے پر آنسو بہاتے ہیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) بحالت معذوری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر کرنا کہ میں فلاں عبادت سے معذور ہوں، رب تعالیٰ کو پسند ہے۔ اور اکڑ کر گھر بیٹھے رہنا حاضر نہ ہونا رب تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے

(☆) گناہ کر کے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہونا، اپنے کو حضور ﷺ سے مستغنی

جاننا کفر بلکہ اللہ رسول سے جھوٹ بولنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/٦٤) اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی، یارسول اللہ (ﷺ) اُن کی سفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (نورالعرفان)

And if when they do injustice unto their souls, then O beloved ! they should come to you and then beg forgiveness of Allah and the Messenger should intercede for them, then surely, they would find Allah Most Relenting, Merciful.

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ لوگ دُنیا بھر کے قصور (شرک وکفر، حرام کاریاں، گناہ

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ لوگ دُنیا بھر کے قصور (شرک وکفر، حرام کاریاں، گناہ کبیرہ وصغیرہ، چھپے کھلے، نئے پُرانے لغزشیں وخطائیں، ہر قسم کا جسمانی، جنانی اور رُوحانی سارے گناہ) کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد سائلانہ انداز میں جیسے داتا کے دروازے پر فقیر، حاکم کریم کے دروازہ پر اقبالی مجرم حاضر ہوتا ہے، نادم، شرمندہ وتائب ہوکر آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ظلم وجرم کی معافی مانگیں کیونکہ اللہ سے معافی مانگنے کے لئے بہتر وقت اور مناسب جگہ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت (شفاعت) فرمادیں تو یہ لوگ مجھ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے، اُن کی توبہ قبول فرمائی جائے گی۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گار مومنوں کی پناہ ہیں۔

(☆) حضور ﷺ کی بارگاہ، رب تعالیٰ کا آستانہ عالیہ ہے وہاں جھوٹ بولنا رب تعالیٰ سے جھوٹ بولنا ہے منافقین نے حضور ﷺ سے جھوٹ بولا تھا مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے اللہ رسول سے جھوٹ بولا۔ اس کے برعکس حضور ﷺ سے سچ کہنا رب تعالیٰ سے سچ عرض کرنا ہے حضور ﷺ کے روبرو عجز ونیاز خود رب تعالیٰ سے عجز ونیاز ہے۔

مخلصین اور منافقین کے جذبات اور احساسات

Different feelins of the Obedients and the Hypocrites

﴿وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (التوبہ/۹۳ ۔۹۲)

'اور نہ اُن لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تا کہ آپ انہیں جہاد کے لئے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ مذمت کے مستحق تو صرف وہ لوگ ہیں جو مال دار ہونے کے باوجود آپ سے جہاد میں رخصت کو طلب کرتے ہیں وہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ (گھروں میں) رہیں اور اللہ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگادی ہے تو وہ کچھ نہیں جانتے۔' (تبیان القرآن)

Nor on those who came to you that you may provide carriage to them, you said 'I have nothing whereon to mount you' so they return back and their eyes overflow with tears because of this grief that they could not find the ability to spend. The accountability is only of those who ask leave of you and they are rich. They liked to sit behind with the women and Allah has sealed up their hearts, so they know nothing.

پہلی آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق تین روایات ہیں۔

(۱) مجاہد فرماتے ہیں کہ تین بھائی۔ معقلی' سوید اور نعمان جو مقرن کے بیٹے تھے غزوۂ تبوک

کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاصر ہوئے۔عرض کیا کہ حضور ہم کو جہاد میں حاضری کا بہت شوق ہے ہم کو پرانے جوتے اور پرانے موزے ہی عطا فرما دیئے جائیں۔ ہم یہ پہن کر پیدل سفر کر کے تبوک پہونچیں گے۔ جواب ملا کہ اس وقت وہ بھی موجود نہیں۔ یہ لوگ روتے ہوئے واپس ہوئے۔اُن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر وخازن)

اس صورت میں لِتَحْمِلَهُمْ سے مراد جوتے اور موزے عطا فرمانا ہے۔

(۲) حسن فرماتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفر جہاد کے لئے سواری مانگی اس وقت اتفاقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر ناراض تھے اس حالت میں فرمادیا قسم خدا کی میں تم کو سواری نہ دوں گا ہمارے پاس سواری ہے نہیں۔ یہ حضرات روتے ہوئے لوٹے۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلایا اور بہترین اونٹ عطا فرمائے۔انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم ! ابھی تو حضور نے عطا نہ فرمانے پر قسم ارشاد فرمائی تھی۔ فرمایا کہ ہم ان شآء اللہ اگر کسی اپنے کام نہ کرنے کی قسم فرما لیا کریں گے تو قسم توڑ کر وہ کام کیا کریں گے اور کفارہ ادا کر دیا کریں گے (تفسیر کبیر)

حضور ﷺ کے پاس یا تو بعد میں اونٹ آگئے تھے یا کسی سے قرص لے کر انھیں دیئے۔

(۳) سات انصاری جو ساتوں صحابی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے گھروں سے جہاد کی شرکت کی نیت سے حاضر ہوئے ہیں مگر ہمارے پاس نہ سواری ہے نہ موزے نہ جوتے۔انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جواب دیا۔ جو یہاں مذکور ہے (روح البیان) ہوسکتا ہے کہ یہ سارے واقعات ہوئے ہوں جن پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جب یہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے تو انھیں حضرت عمر حضرت عباس، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم سواری وغیرہ دے کر اپنے ساتھ جہاد میں لے گئے۔ (روح البیان) اس واقعہ کے متعلق یہ پہلی آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مذکورہ تینوں جماعتوں پر جہاد میں حاصری نہ دینے پر کوئی گناہ نہیں۔ یوں ہی ان

لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو غزوۂ تبوک کا اعلان سن کر آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ اُنھیں سواری اور سامان سفر عطا فرمائیں۔ انھوں نے یہ چیزیں آپ سے مانگیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس وقت وہ سواری وغیرہ اپنے پاس نہیں پاتے جو تم کو عطا کریں۔ وہ یہ فرمان عالی سن کر اس طرح واپس ہوے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو اُبل رہے تھے اس غم سے کہ انھیں غزوہ میں خرچ کرنے' وہاں حاضر ہونے کے لے سامان نہ ملا۔ ایسے مجبوروں معذوروں پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں بلکہ اس کوشش اور غم کرنے کا انھیں ثواب ملے گا۔ (تفسیر نعیمی)

غریب نادار مسلمان جن کے دلوں میں راہ حق میں جان دینے کے ہزاروں ارمان مچل رہے تھے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہم دل و جان سے جہاد کے لئے تیار ہیں لیکن ہم نادار ہیں اتنی طاقت نہیں کہ سواری کا انتظام کرسکیں۔ ازراہ کرم جب انھیں بتایا کہ بیت المال میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمھاری سواری کا بندوبست کیا جاسکے تو انھیں اتنا صدمہ پہنچا کہ انکی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگ گئے اور انھیں اپنی ناداری کا جتنا غم آج ہوا شاید ہی کبھی اتنا ہوا ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

یہ مخلص مسلمانوں کے جذبات واحساسات تھے۔منافقین کی کیفیات ارادے اور جذبات اس کے برعکس ہوتے ہیں۔منافقین جہاد میں شریک ہونے سے جب بچ جاتے ہیں تو وہ دل ہی دل میں خوش ہوتے ہیں کہ آج ہمارے حیلے بہاتے کام آئے' ہمارا افلاس کام آیا۔ اس موسم گرما میں دُور دَراز کی مسافت سے جان چھوٹی۔ مخلصین اور منافقین کے جذبات مختلف ہوتے ہیں۔

دوسری آیت کریمہ عبداللہ ابن ابی' جدابن قیس' ابن قیشر اور ان کے ستر ساتھوں کے متعلق نازل ہوئی جو غزوات میں عمومًا پیچھے رہ جاتے تھے (شریک نہ ہوتے تھے) خصوصاً غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے (مدینہ میں رہ گئے۔ جہاد میں شریک نہ ہوئے) اوراس رہ جانے کو اپنا کمال سمجھا' اس پر خوش ہوئے۔ (تفسیر تنویر المقیاس ' تفسیر نعیمی)

غزوۂ تبوک میں نہ جانے پر مواخذہ اور پکڑ کی راہ معذوروں اور مجبوروں پر نہیں ۔ یہ پکڑ تو صرف ان بہانہ خور منافقوں پر ہے جو وہاں جانے پر پوری قدرت رکھتے ہوئے آپ سے اجازت مانگتے ہیں کہ ہم کو مدینہ منورہ میں رہ جانے کا اذن دیجئے، ہم بڑے مجبور ہیں۔ان کے اجازت مانگنے کی وجہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ یہ لوگ مجبور معذور عورتوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہنا پسند کرتے ہیں اور اپنی چالبازیوں پر خوش ہوتے ہیں ۔ بہادر مجاہدین کے ساتھ جہاد میں جانا انھیں ناگوار ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر غفلت بلکہ کفر کی مہر لگا دی۔ اب یہ انجام سے بے خبر ہیں بھلا بُرا کچھ نہیں جانتے۔صرف آرام طلب ہیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اپنی دینی اور دُنیا کی حاجات لے کر حضور ﷺ کے دروازے پر جانا سنت صحابہ ہے حضرات صحابہ، حضور ﷺ کو حلّ المشکلات، حاجتوں کو پورا فرمانے والا مانتے تھے۔

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی و دُنیا کی بھیک مانگنا مومن کے لئے عزت ہے۔

(☆) مومن کو چاہئے کہ سائل کو نہ جھڑکیں، نہ اُسے روکے بلکہ اگر اس کا سوال پورا نہ کر سکے تو اچھے الفاظ سے معذرت کر دے۔ **واما السائل فلا تنھر** ۔اس فرمان عالی میں تا قیامت مسلمانوں کو معذرت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

(☆) نیکی نہ کر سکنے پر افسوس کرنا، رونا بھی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔یوں ہی گناہ کر بیٹھنے پر پچھتانا رونا بھی عبادت ہے یہ رونا توبہ کی اعلیٰ قسم ہے اس پر بہترین ثواب کی امید ہے۔

(☆) کسی کو نیکی کرتے دیکھ کر اس پر رشک وغلبہ کرنا کاش میں بھی یہ کرسکتا عبادت ہے ان شآء اللہ اس کو نیکی کرنے والے کا ثواب ہی ملے گا۔ حاجیوں اور مدینہ منورہ کے زائرین ومسافرین کو دیکھ کر اپنی دُوری پر رونا، اُن کی خوش قسمتی پر رشک کرنا عبادت ہے۔

(☆) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کام کی اجازت مانگنا اگر اچھی نیت سے ہو تو عبادت ورنہ حرام اور اللہ تعالیٰ کا عذاب۔

منافقین کی معذرت قبول نہ کرنے کا حکم

Excuses will not be accepted

جب مسلمان غزوہ تبوک سے فتح یاب اور کامیاب ہو کر مدینہ طیبہ واپس آنے لگے تو اللہ نے انھیں آگاہ کر دیا کہ جب تم مدینہ پہونچو گے تو منافقین تمھارے پاس آئیں گے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کی تاویلیں پیش کریں گے اوراس طرح تمھیں اپنے ایمان اور اپنے اخلاص کا یقین دلائیں گے لیکن تم انھیں صاف صاف کہہ دینا کہ اس مکر و فریب کو اب رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمھارے نفاق اور خبث باطن پر مطلع کر دیا ہے اب ہم تمھاری باتوں میں آنے والے نہیں۔

اب تک جو تم نے کیا اُس کی حقیقت کا تو ہمیں علم ہو گیا۔ اب بھی تمھیں اجازت ہے کہ تم اپنی اصلاح کر لو۔ اللہ اوراس کا رسول تمھارے عملوں کو دیکھے گا۔ اگر تمھارے اعمال نے تمھارے ایماندار اور مخلص ہونے کی تصدیق کر دی تو ہم بھی تسلیم کر لیں گے۔ خوب جان لو اس چندروزہ زندگی کے بعد تمھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور وہ سب کچھ جاننے والا، تمھیں تمھارے سب کرتوتوں پر آگاہ کر دے گا۔

﴿يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (التوبہ/۹۴)

'وہ بہانے پیش کریں گے تمھارے پاس جب تم لوٹ کر جاؤ گے اُن کی طرف۔ فرمایئے بہانے مت بناؤ، ہم نہیں اعتبار کریں گے تم پر، آگاہ کر دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمھاری خبروں پر اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارا عمل اوراس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو پھر وہ آگاہ کرے گا تمھیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔'

They will make excuses to you when you will return to them.

Say you, 'Make no excuse, we will never believe you, Allah has already given your news to us. And now Allah and His Messenger will see your works, then you will be returned to Him Who knows all unseen and visible. He will tell you what you used to do.'

اے غزوۂ تبوک کے غازیو۔صحابیو۔ ہمارے محبوب پر اپنی جانیں چھڑکنے والو۔ ہم تم کو آج ہی غیبی خبر دے دیتے ہیں کہ جب تم یہاں سے واپس ہو گے تو وہ منافقین جو حیلے بہانے بنا کر رہ گئے ہیں راستہ ہی میں تم سے آملیں گے اور طرح طرح کے حیلے بہانے پھر بنائیں گے کہ ہم کو تمھارے ساتھ نہ جانے کا بہت افسوس ہے ہم کو فلاں فلاں عذر تھے جب ایسا ہو تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن سے صاف صاف فرما دینا کہ بس بہانے نہ بناؤ کیونکہ ہم تمھاری ایک بات بھی نہ مانیں گے۔ کیسے مانیں؟ ہم کو اللہ تعالیٰ نے تمھاری ساری کھلی چھپی حالت کی خبر دے دی ہے ہم تمھارے دِلوں کے اسرار جانتے ہیں۔

اب تمھارے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ آئندہ اپنے حالت سنبھالو۔اعمال درست کرو آئندہ باتیں نہ بناؤ تمھارے ہر کھلے چھپے عمل اللہ تعالیٰ بھی دیکھے گا اور اس کا رسول بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آخر کار تم دُنیا سے اپنے اصل کی طرف لوٹو گے۔ پھر وہ اللہ جو کھلی چھپی خبروں کو جاننے والا ہے تم کو تمھارے اعمال کی خبر دے گا کہ تم نے فلاں فلاں وقت یہ کام کئے تھے۔تم وہاں کوئی عذر نہ کرسکو گے کیونکہ حاکم علیم بھی ہے خبیر بھی۔ اُس دن کا انتظام آج ہی کرلو۔نفاق چھوڑو۔اخلاص اختیار کرو۔گذشتہ کوتاہیوں کا کفارہ آج ہی کرلو۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اللہ تعالیٰ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے حضور کے خدام کو آئندہ ہونے والی خبروں کی پہلے سے خبر دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تبوک کی راہ میں ہی حضرات صحابہ کرام کو منافقین کے اگلے بہانے بنانے، اُن کے باطن میں چھپی خباثتوں کو اور اُن کے

دِلوں میں جو مکر وفریب اور سازشیں ہیں اُن کی خبر دے دی ۔آج بھی بعض اولیاء اللہ کو آئندہ واقعات پر پہلے ہی مطلع فرما دیا جاتا ہے۔

(☆) منافقین کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا خوف تھا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے تھے۔مومنین کی خوشامد کرتے تھے اپنا نفاق چھپانے کے لئے۔

(☆) جھوٹے کو چین نہیں آتا۔اپنا عیب چھپانے کے لئے مختلف تدبیریں کرتا رہتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں میرے راز نہ کھل جائیں ۔منافقین غزوۂ تبوک سے روانگی کے وقت بھی بہانے بنا چکے تھے مگر پھر بھی اُنھیں چین نہ آیا' واپسی پر پھر مسلمانوں کے پاس راستہ میں جا ملے اور خوشامد' بہانہ کرنے لگے۔

(☆) بارگاہ نبوت میں اپنی سچائی ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔انھیں سب کے متعلق سب کچھ ہی معلوم ہے وہاں شیخی نہ کرو بلکہ توبہ کرو۔

(☆) اللہ کے بندوں کے پاس جا کر توبہ کرنا بہت اچھا ہے قبولیت کا ذریعہ۔رب تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾(النساء/۶۴) اوراگر یہ لوگ اپنی جانوں پرظلم کر کے آپ کے آستانہ پرآجائیں اوراللہ سے معافی چاہیں اورآپ بھی' یارسول اللہ (ﷺ) اُن کی سفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کوتوبہ قبول کرنے والامہربان پائیں گے۔

And if when they do injustice unto their souls, then O beloved ! they should come to you and then beg forgiveness of Allah and the Messenger should intercede for them, then surely, they would find Allah Most Relenting, Merciful.

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ لوگ دُنیا بھر کے قصور (شرک وکفر' حرام کاریاں' گناہ کبیرہ وصغیرہ' چھپے کھلے' نئے پُرانے لغزشیں وخطائیں' ہرقسم کا جسمانی' جنانی اور رُوحانی سارے گناہ) کر کے اوراپنی جانوں پرطرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد سائلانہ انداز

میں جیسے داتا کے دروازے پر فقیر، حاکم کریم کے دروازہ پر اقبالی مجرم حاضر ہوتا ہے، نادم، شرمندہ و تائب ہو کر آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ظلم و جرم کی معافی مانگیں کیونکہ اللہ سے معافی مانگنے کے لئے بہتر وقت اور مناسب جگہ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت (شفاعت) فرمادیں تو یہ لوگ مجھ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے، اُن کی توبہ قبول فرمائی جائے گی۔

(دیکھئے ہماری کتاب مغفرت الٰہی بوسیلہ النبی ﷺ)

(☆) جیسا گنا ویسی توبہ۔ لہذا بُرے کاموں کی توبہ آئندہ اچھے کاموں سے ہونی چاہئے۔ دیکھو یہاں ارشاد ہوا کہ آئندہ تمھارے کام اللہ رسول دیکھیں گے یعنی دیکھا جائے گا کہ تم اب کیا کرتے ہو۔ اس جرم کا کفارہ اچھے اعمال سے کرتے ہو یا نہیں۔

(☆) حضور ﷺ ہر ایک کے ہر عمل کو دیکھ رہے ہیں اُن میں سے کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ فرماتے ہیں **لایخفیٰ علیّ رکوعکم وسجودکم وخشوعکم** مجھ پر تمہارے رکوع، تمہارے سجدے اور خشوع یعنی دِلی کیفیات عجز و انکسار پوشیدہ و چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ (تمہاری قلبی کیفیات و احساسات کو جانتا ہوں)۔

(☆) اللہ تعالیٰ کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ملانا جائز بلکہ سنت الٰہیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ **وسیر اللّٰه عملکم و رسوله** ﴾۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿ **اغناهم اللّٰه ورسوله من فضله** ﴾ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول بھلا کریں...... اللہ رسول نے ہم کو غنی کر دیا۔

منافقوں کی قسموں کا اعتبار نہ کرو

اُن سے منہ پھیرلو۔ یہ ناپاک ہیں

Hypocrites are wholly filthy and their destination is Hell

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۚ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾(التوبہ/۹۶۔۹۵)

قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم لوٹو گے اُن کی طرف تا کہ تم معاف کردو انھیں، سومُنہ پھیرلو اُن سے۔ یقیناً وہ ناپاک ہیں اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے، بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں تمہارے لئے تا کہ تم خوش ہو جاؤ اُن سے۔ سو (یادرکھو) اگر تم خوش ہو بھی گئے اُن سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا، نافرمانوں کی قوم سے۔ (ضیاء القرآن)

Now they will swear by Allah before you, when you will return back to them in order that you may not mind of them, then yes, mind them not. They are wholly filthy and their destination is Hell a recompense what they used to earn. They swear before you that you may be pleased with them. But if you are pleased with them, then no doubt, Allah will not be pleased with a people disobedient.

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جدابن قیس اور معتب ابن قیشر اور اُن کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر اُن کے مکمل بائیکاٹ کا حکم دیا تھا وہ لوگ بائیکاٹ کُھلوانے کی کوششیں کررہے تھے۔

اُن کے متعلق خبر دی گئی کہ اب یہ آخری مرحلے میں جھوٹی قسموں سے کام لیں گے کہ ہم فلاں فلاں مجبوری کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے۔ مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ عبداللہ ابن اُبی منافق کے بارے میں نازل ہوئی کہ اب یہ قسمیں کھا کر کہے گا کہ آئندہ جہادوں میں اپنی جماعت کے ساتھ ضرور حاضر رہا کروں گا ایسا ہی ہوا۔ (خازن' کبیر' روح المعانی) بہرحال یہ آیت منافقین ہی کے متعلق ہے۔

اے غازیان تبوک ! عنقریب وقت آنا ہے کہ تم تبوک سے واپس ہو گے تو منافقین تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ ہم واقعی سخت مجبوری کی وجہ سے تمہارے ساتھ غزوہ میں نہ جا سکے یا آئندہ ضرور تمہارے ساتھ غزوات میں جایا کریں گے۔ یہ قسمیں نیک نیتی سے نہ ہوں گی بلکہ صرف اس لئے کہ تم اُن سے چشم پوشی کرو اور کچھ نہ کہو۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ اُن سے علحدہ ہو جاؤ' انھیں مُنہ نہ لگاؤ۔ تم اُن سے قطع تعلق کرو۔ چنانچہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہ حکم دیا کہ **لاتجالسوهم ولا تكلموهم** نہ اُن کے ساتھ بیٹھو اور نہ اُن سے بات چیت کرو۔ اور قطع تعلق کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ **انهم رجس** یہ ناپاک ہیں۔ اُن کے دِل گندے' خیالات گندے' کام گندے۔ گندا کپڑا' پاک کپڑے سے ملے تو اُسے گندا کر دیتا ہے۔ گندے دِل والا آدمی' پاک آدمی سے میل جول رکھے تو اُس کو نقصان پہنچا دیتا ہے اور پھر اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ تمہارا ٹھکانہ جنت۔ جنتیوں کو دوزخیوں سے کیا کام؟ یہ سب کچھ اُن کی کرتوتوں کا بدلہ ہے وہ صرف اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم دھوکا کھا کر اُن سے درگذر کرو۔ ناراضی دل سے نکال دو۔ راضی ہو جاؤ' لیکن اگر تم اُن کے دھوکے میں آ بھی گئے تو اُن کے لئے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نہ اُن کے دھوکے میں آئے اور نہ اُن سے راضی ہو۔ رب کے ناراض ہوتے ہوئے کوئی کسی بندے کو دھوکا دے کر راضی کر لینا بالکل بیکار ہے۔ ابلیس نے جھوٹی قسم کھا کر آدم علیہ السلام کو دھوکا دے دیا تھا ﴿وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ (الاعراف/۲۱) 'اور قسم کھائی کہ میں تمہارے خیرخواہوں سے ہوں' لیکن وہ رہا ابلیس ہی۔

اُسے اس حرکت سے کوئی فائدہ نہ پہنچا‘ یہ بھی رہیں گے‘ منافق ہی جائیں گے دوزخ میں ہی‘ بہتر ہے کہ مخلص بن جائیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافقین اور گمراہ لوگ بہت قسمیں کھا کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں۔ الحمد للہ مومنوں کو ان ترکیبوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اصل سونے والا کبھی قسمیں نہیں کھاتا۔ ہمیشہ نقلی سونے والا قسمیں کھا کر ہی اُسے اصل ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(☆) جس کے دل میں کھوٹ ہو اُسے کبھی چین نہیں آتا۔ اُسے ہمیشہ اپنے پول کھل جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ منافقین نے غازیوں کے تبوک جاتے وقت بھی حیلے بہانے کئے تھے اور اُن کی واپسی پر بھی حیلے بہانے قسمیں سب کچھ ہی کیں اسی بے چینی کی وجہ سے۔ الحمد اللہ اخلاص میں چین بھی ہے سکون بھی۔ بگلے سے کوّا اچھا کہ اوپر نیچے کالا ہے۔ بگلا اُوپر سفید‘ دل کی جگہ کالا۔

(☆) منافقین کے ساتھ میں ملاپ اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا وغیرہ سب ممنوع ہے۔

(☆) منافقین کے کے‘ خیالات کے‘ ارادوں کے‘ عقائد کے‘ اعمال کے گندے ہیں۔ اس کے برعکس مومنین بفضلہٖ تعالیٰ ان تمام باتوں میں پاکیزہ ہیں۔

(☆) گہرے منافق گویا نجس العین ہیں کہ کسی پانی سے پاک نہیں ہوتے۔ انھیں رب نے **نجس** نہ کہا‘ **رجس** کہا۔ **نجس سے رجس** خاص ہے۔ **نجس** تو اصل‘ ذاتی‘ اور عارضی ناپاکی دونوں کو کہا جاتا ہے مگر **رجس** اصلی ذاتی گندگی کو کہا جاتا ہے۔ پیشاب بھی نجس ہے اور جس کپڑے پر پیشاب لگے وہ بھی نجس۔ مگر رجس صرف پیشاب پاخانہ ہے۔ ناپاک کپڑا رجس نہیں۔ اس لئے سور کے گوشت کو رب تعالیٰ نے رجس فرمایا۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے مشرکین کو نجس فرمایا ﴿**انما المشركون نجس**﴾ اور منافقوں کو رجس۔ جس سے معلوم ہوا کہ منافقین بدتر ہیں مشرکین و کفار سے۔ یہ بھی

خیال رہے کہ اس نجاست یا رجس سے دلی باطنی عقائد کی گندگی ونجاست مراد ہے۔ جسمانی اور ظاہری نجاست مراد نہیں کہ شرعاً انسان پاک ہے اگرچہ کافر یا منافق ہو۔

(☆) منافق عبادات بھی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کرتا ہے۔ منافقین صرف مسلمانوں کو راضی کرنے اپنا نفاق چھپانے کے لئے اللہ کی قسمیں کھاتے تھے اس کے برعکس مومن بفضلہٖ تعالیٰ رضاء الٰہی کے لئے عبادت کرتا ہے۔

(☆) مسلمانوں کو دھوکا فریب دے کر راضی کر لینا' ان کی ناراضی سے بچ جانا منافقوں کا طریقہ ہے۔ ان کے مقابل مومن بفضلہٖ تعالیٰ اپنے بُرے کاموں کی تاویلیں نہیں کرتا بلکہ صاف صاف توبہ کر لیتا ہے۔ اپنے بُرے کاموں کی تاویلیں کر کے انھیں اچھا ثابت کرنا منافقوں کا عیب ہے۔

(☆) اگر مسلمان دھوکے سے منافقوں یا کافروں پر بھروسہ کرے تو گناہ گار نہیں۔ دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے مسلمانوں کے راضی ہو جانے پر عتاب یا وعید نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ اگر تم اُن کے دھوکوں میں آ کر اُن سے راضی ہو گئے تو اللہ اُن سے راضی نہ ہوگا۔ یہ نہ کہا تم سے ناراض ہو جائے گا۔

اعراب (دیہاتی، بدوؤں) کے کفر ونفاق شدت

The villagers are more stubborn in infidelity and hypocrisy

دیہات میں بسنے والے بدّو (اعراب) اپنی صحرائی زندگی، درشت عادات اور مرکزِ اسلام سے دُور رہنے کے باعث اُن کا کفر اور نفاق بہت سخت اور کرخت قسم کا ہے بالکل نیم چڑھے کریلے ہیں۔ اُن کے دِلوں میں نفاق تھا اس لئے راہِ خدا میں جو مال وہ خرچ کیا کرتے تھا بادلِ ناخواستہ خرچ کیا کرتے تھے انھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی جرمانہ یا تاوان ادا کررہے ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا کیونکہ اسلام کی ترقی کے ساتھ انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ الٹا چڑ تھی۔ رضا الٰہی کا مفہوم انھیں معلوم ہی نہ تھا ڈر کے مارے اور مسلم سوسائٹی سے چمٹے رہنے کی وہ قیمت ادا کیا کرتے تھے اُن کے لئے یہ چندہ ایک جرمانہ اور تاوان ہی تھا۔

منافقین دل پر جبر کر کے کچھ مالی امداد کر دیا کرتے ہیں لیکن دل ہی دل میں وہ اس بات کے خواہاں ہیں کہ کہیں گردشِ زمانہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو ختم کر کے رکھ دے اور ہم یہ چندہ دینے سے صاف انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گردشِ روزگار تو تمھیں ہی پیش کر رکھ دے گی اسلام اور مسلمان تو دن بدن ترقی کرتے جائیں گے۔

﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (التوبہ/۹۸) ’اعرابی (دیہاتی) زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں، اور حقدار ہیں کہ نہ جانیں وہ احکام جو نازل کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔ اور بعض بدو ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو وہ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں وہ تاوان ہے اور منتظر ہیں تمھارے لئے (زمانہ کی) گردشوں کے (حقیقت میں) انھی پر ہے بُری گردش۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع (و) علیم ہے‘ (ضیاء القرآن)

The villagers are more stubborn in infidelity and hypocrisy and they are only worthy of this that they remain ignorant of the commands which Allah has sent down upon His Messenger. And Allah is knowing Wise. And among the villagers some are those who regard what they spend in the way of Allah as fine, and remain waiting of misfortunes coming to you. On them is the evil turn. And Allah hears, knows.

اے مسلمانو ۔ اب تک تم نے شہری منافقوں کا حال سنا ۔ مدینہ منورہ کے آس پاس کے دیہاتی منافقین بمقابلہ شہری منافقوں کے کفر میں بھی سخت ہیں منافقت میں بھی بڑھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے سخت جاہل ہیں ۔ کیونکہ انھیں نہ تو تمھاری صحبت میسر ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی یا آپ کے وعظ ونصیحت کا سننا۔ اللہ تعالیٰ علم والا بھی ہے، حکمت والا بھی ۔ اُس نے جسے جہاں رکھا ہے درست رکھا ہے ۔

یہ تو عام دیہاتی منافقوں کا حال ہے۔ رہے اُن کے مالدار، اُن میں دو عیب اور زیادہ ہیں: (۱) انھیں جو زکوٰۃ جہاد وغیرہ میں خرچ کرنا پڑ جاتا ہے وہ خرچ تو کرتے ہیں مگر تاوان یا ٹیکس سمجھ کر، جس کے ثواب کی انھیں کوئی امید نہیں۔ صرف اپنا نفاق چھپانے کے لئے خرچ کرتے ہیں ۔ (۲) تم مسلمانوں کے متعلق انھیں بے چینی سے انتظار ہے کہ تم پر ہلاک کرنے والی گردش آجائے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو، اور خاکش بدہن اسلام ختم ہوجائے ۔ مسلمان مٹ جائیں اور زکوٰۃ وغیرہ خرچ سے چھوٹ جائیں مگر خیال رکھو کہ ہلاکت کی گردش انھیں پر آئے گی ۔ میرے محبوب کا سورج ہمیشہ چمکے گا۔ منافقین کو کوئی اچھائی سے یاد بھی نہ کرے گا تا قیامت اُن پر پھٹکار ہی رہے گی ۔

اعراب (دیہاتی بدوؤں) کی سنگ دلی اور شقاوت :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص

جنگلوں میں رہتا ہے وہ سخت دل ہوتا ہے اور جو شخص شکار کے پیچھے جاتا ہے وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو شخص سلطان کے دروازوں پر جاتا ہے وہ فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(سنن الترمذی)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا۔ اس نے پوچھا: کیا آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ ہم تو اُن کو بوسہ نہیں دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دِل سے رحمت نکال لی ہے تو کیا میں اس کا مالک ہوں؟ (صحیح البخاری)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ چونکہ بادیہ نشینوں اور اعراب میں سخت دِلی غالب ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بادیہ نشینوں میں سے کوئی رسول نہیں بھیجا بلکہ جو رسول بھیجے وہ شہر کے رہنے والوں میں سے بھیجے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى﴾ (یوسف/۱۰۹)

اور ہم نے آپ سے پہلے مَردوں کے سوا کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا' جن کی طرف ہم نے وحی کرتے تھے جو بستیوں کے رہنے والے تھے۔ (تبیان القرآن)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) عموماً علم و حکمت بمقابلہ گاؤں کے شہر میں زیادہ ہوتے ہیں اور جہالت و بے عملی گاؤں میں زیادہ۔اہل عرب کہتے ہیں **العلم فی الامصار و الجهل فی القریٰ** علم شہروں میں ہوتا ہے جہالت گاؤں میں۔ کیونکہ عموماً وہاں علماء کی صحبت میسر نہیں ہوتی۔ فقہاء کی اصطلاح میں بے علم جاہل کو اعرابی کہتے ہیں وہ کہتے ہیں وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ اعرابی کو امام نہ بناؤ۔ وہاں اعرابی سے یہ ہی مراد ہے۔ (روح البیان) (☆) بمقابلہ شہری کفار کے دیہاتی کفار سخت تر ہوتے ہیں کہ اُن ے پاس نہ اسلامیت ہوتی نہ انسانیت ہوتی ہے۔

(☆) جو علم رب تعالیٰ کی بارگاہ میں علم کہلانے کا مستحق ہے وہ شریعت کا علم ہے باقی علوم اگر شرعی علوم کے خدام ہوں تو ٹھیک ہیں ورنہ اُن میں عمر صرف کرنا وقت ضائع کرنا ہے اور اگر شرعی علوم کے خلاف ہوں تو نری گمراہی ہیں۔

(☆) بے سوچے سمجھے قرآن وحدیث کے ترجمے علم دین نہیں بلکہ کبھی انسان اس سے گمراہ ہو جاتا ہے قرآن وحدیث کے لئے فقہ ضروری ہے اسی کو قرآن مجید میں حکمت فرمایا گیا
﴿يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ (البقرة)
دے حکمت (دانائی) جسے چاہے اور جس کو حکمت دی گئی بے شک اس کو بڑی دولت دی گئی۔
اگر صرف ترجمہ سے ایمان مل جاتا تو ابوجہل وابولہب مومن ہو جاتے کہ ترجمہ قرآن وحدیث تو اُن کو بھی آتا تھا۔ آج کل ہر بے دین ترجمہ قرآن وحدیث پر بہت زُور دے رہا ہے اور ترجمے عموماً بے دینوں کے ہیں۔ ان ترجموں سے لوگ قادیانی، وہابی دیوبندی بن گئے۔ رب تعالیٰ فرمایا ہے ﴿ وَالَّـذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ ۔ (الفرقان/۷۳)
اور وہ کہ جب یاد دلائی گئیں انہیں اُن کے رب کی آیتیں تو نہیں پھٹ پڑتے اس پر بہرے اندھے۔ (معارف القرآن) مومن وہ ہیں جو رب تعالی کی آیتوں پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے، سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔
رب تعالیٰ قرآن وحدیث کا تفقہ یعنی سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)
(☆) اللہ کی راہ میں خرچہ کو عبادت سمجھے اور خوش دلی سے کرے۔ اُسے ٹیکس یا جرمانہ یا تاوان نہ جانے ورنہ قبول کی امید نہیں۔ نیز یہ طریقہ منافقین ہے۔ جب خیرات کرو تو ہاتھ دینے میں مصروف ہوں، دِل اس توفیق کے شکریہ میں، آنکھ رونے میں کہ خدایا اسے قبول کر۔
(☆) مسلمانوں کا بُرا چاہنا، اُن پر گردش زمانہ کا انتظار کرنا منافقوں کا طریقہ ہے ہمیشہ مسلمانوں کے خیر خواہ و دُعا گو رہو۔
(☆) اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا بدخواہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے جس کا اب بھی تجربہ ہو رہا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمھارا چراغ روشن رہے تو اُن کے دروازوں پر جاؤ جن کی راتیں روشن رہتی ہیں۔ خوش نصیبی، خوش نصیبوں کے آستانوں سے ملتی ہے۔
(☆) اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کا بدلہ خود لیتا ہے منافقن نے بدخواہی کی۔ رب نے انھیں جواب دیا۔ دیکھو ایک دفعہ ابولہب نے حضور ﷺ سے کہا تھا **تبت بداك**۔ رب تعالیٰ نے خود جواب دیا ﴿ **تبت يدا ابى لهب** ﴾۔

منافقین کو دو عذاب دیئے جائیں گے

Twice torment to hypocrites

﴿وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَاتَعْلَمُهُمْ ۚ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾

(التوبہ/۱۰۱) 'اور تمھارے آس پاس بسنے والے دیہاتیوں کے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے۔ پکے ہو گئے ہیں نفاق میں' تم نہیں جانتے اُن کو۔ ہم جانتے ہیں انھیں ہم عذاب دیں گے انھیں دوبارہ' پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف'

And some villagers around you are hypocrites and some of the dwellers of Madinah too, hypocrisy has become their habit. You know them not, We know them. We will soon torment them twice, then they will be returned to a great torment.

اے مدینہ منورہ کے باشندے مومنو ! تمہارے آس پاس جو قبیلے آباد ہیں۔ اُن میں بھی بعض لوگ منافق ہیں اُن سے غافل نہ رہنا۔ وہ تو پھر بھی کچھ فاصلہ پر آباد ہیں۔ خود مدینہ منورہ کے رہنے والے کچھ لوگ وہ ہیں جو منافقت میں بڑے تجربہ کار ماہر ہیں نفاق اُن کی رَگ رَگ میں رچ گیا ہے نفاق کی جڑیں اُنکے دِلوں میں گہری چلی گئی ہیں اور اُن کے تائب ہونے کی اب کوئی توقع نہیں۔ وہ اتنے ماہر منافق ہیں کہ اپنی بد باطنی اور دِلی خباثت کو کسی طرح ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ کوئی بڑے سے بڑا زیرک بھی اس پر مطلع نہیں ہو پاتا۔ ایسے تجربہ کار اور مہارت والے منافق ہیں جنھیں اپنی منافقت چھپانا ایسا آتا ہے کہ تم انھیں نہیں جانتے۔ اُن کی منافقت' خیال عقل وہم سے معلوم نہیں کر سکتے۔ منافقین اپنے کو ایسے چھپائے ہوئے ہیں کہ تم کتنے ہی عقل و ہوش والے ہو مگر اُن کی منافقت کو اپنی عقل درایت انداز سے نہیں معلوم کر سکتے۔ انھیں تو ہم ہی جانتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم علام الغیوب ہیں۔

یہ فرمان اظہارِ غضب کے لئے ہے کہ اے محبوب ! اُن خبیثوں کو تم نہیں جانتے۔ انھیں تو ہم جانتے۔ آپ اُن کی سفارش نہ کریں۔ اُن کو ہم سزا دیں گے۔ یہ کلام انتہائی غضب ظاہر کرنے اور سفارش کرنے والے کو سفارش سے روکنے کے لئے فرمایا جاتا ہے۔
(تفسیر خازن، روح المعانی، تفسیر نعیمی) منافقین کو دو عذاب دیئے جائیں گے۔ دو عذاب (سزاؤں) سے کون کونسی سزائیں مراد ہیں اس میں آٹھ قول ہیں۔

(۱) ایک سزا دُنیا میں رُسوائی، دوسری سزا قبر میں عذاب۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فلاں اُٹھو یہاں سے نکل جاؤ تم منافق ہو۔ **قم یا فلاں فاخرج فانك منافق ۔ اخرج یا فلاں فانك منافق** اے فلاں نکل جاؤ تم منافق ہو چنانچہ اُن کے نام لے لے کر انھیں نکال دیا اور اُن کو رُسوا کیا گیا۔ (تمام مسلمانوں کے روبرو چھتیس منافقوں کو نام بنام پکارا گیا۔ منافقین کے اُٹھنے اور نکلنے پر سب نے انھیں پہچان لیا)۔ (تفسیر روح المعانی، خازن، تفسیر نعیمی، ضیاء القرآن)

اس دن کسی کام کی وجہ اُس وقت تک حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے، جس وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ رہے تھے اُن کا یہ گمان تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقتِ واقعہ کا پتا چل گیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رُسوا کر دیا، یہ اُن پر عذاب اول تھا اور عذاب ثانی قبر ہے۔
(تفسیر تبیان القرآن)

(دونوں عذاب کے بعد قیامت کا ابدی عذاب) اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو ان منافقین کا علم دے دیا تھا اسی لئے تو حضور ﷺ نے جمعہ کے دن بھرے مجمع میں اُن کے نام لے لے کر نکل جانے کا حکم فرمایا۔

(۲) دُنیا میں سخت بیماری سے اور قبر میں عذاب سے۔ چنانچہ اُن منافقوں کے سینہ میں

ایک زہریلہ دانہ نمودار ہوا جو پیٹھ میں پھوٹا' جس سے دوزخ کی آگ کی تکلیف تھی۔ (تفسیر کبیر وخازن) مومن کے لئے بیماریاں رحمت ہیں منافقین کے لئے عذاب۔

(۳) یہی سزا اُنکے مال واولاد کی ہلاکت اُن کے سامنے' اور دوسری سزا عذاب قبر (خازن)

(۴) پہلی سزا اسلام کا فروغ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلغلہ۔ دوسری سزا عذاب قبر۔ وہ اسلام کا فروغ دیکھ کر دِل میں سخت کڑھتے تھے انھیں حسد کی وجہ سے چین نہیں آتا تھا۔

(۵) پہلی سزا اُن منافقین کی مسجد ضرار کا ڈھایا جانا' اس سے دھواں نکلنا۔ دوسری سزا عذاب قبر۔ (خازن)

(۶) پہلی سزا نزع کے وقت فرشتوں کا اُن کے چہرے پیٹ و پیٹھ کو گرزوں (ہتھوڑوں) سے مارنا۔ دوسری سزا عذاب قبر۔

(۷) پہلی سزا اُن سے زکوٰۃ اور مال چندہ وغیرہ وصول کرنا۔ دوسری سزا جانکنی کی شدت (معانی)

(۸) 'مرتین' سے مراد صرف دوبار نہیں بلکہ بار بار ہے یعنی ہم ان کو بابار عذاب دیں گے منافقوں کو دُنیا میں رُسوائی' ذلت' خواری کا عذاب' بعد موت قبر میں برزخ کا عذاب۔ پھر اُن دونوں عذابوں کے عرصہ کے بعد آخرت کا سخت تر عذاب کہ انھیں ہمیشہ کے لئے دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں رکھا جائے گا جہاں سے انھیں کبھی نہ رہائی ملے گی نہ کبھی اُن کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ (تفسیر نعیمی)

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) ازلی بد بخت کو نہ اچھوں کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی اچھی جگہ رہنے سے نفع ہوتا ہے۔ منافقین مدینہ منورہ میں رہنے' صحابہ کرام کو دیکھنے کے باوجود منافق رہے حالانکہ اُن صحابہ کرام نے عرب و عجم ایران' شام' روم' فلسطین ...... کے کفار کو ایمان بخشا۔

(☆) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک کے ایمان' اخلاص' نفاق بلکہ اُن کے درجات کا علم بخشا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کس کا ایمان یا کس کا کفر کس درجہ کا ہے۔ حضور ﷺ نے مجلس سے چھتیس منافقوں کا نام بنام پکار کر اُٹھا کر نکال کر اُن کی منافقت سب کو بتادی۔

مسجد ضرار اور اُس کے بنانے والوں کا قصہ

Mosque made by hypocrites

زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا ابو عامر راہب۔ قبیلہ خزرج کا بہت بڑا فسادی آدمی تھا۔ اُس نے پچھلی کتابیں پڑھی تھیں جس کی وجہ سے نصرانی ہو گیا تھا اور توریت وانجیل کا عالم بن گیا تھا۔ لوگوں میں اُس کی بڑی عزت تھی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب غسیل الملائکہ ہے اُسی مردود ابو عامر راہب کے فرزند ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضور آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے ظہور کی خبر اہل مدینہ سے بیان کرتا' لیکن جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو وہ حسد اور شیطان کے بہکاوے میں آکر ایمان نہ لایا اور آپ کی عداوت میں سرگرم رہا۔ جب اسلام کا آفتاب مدینہ منورہ میں چمکا۔ تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گرنے لگے تو ابو عامر راہب کی عزت نہ رہی۔ یہ اس پر جل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بولا آپ کونسا دین لائے ہیں؟ فرمایا: دین حنیف ملت ابراہیم۔ وہ بولا اس ملت پر تو میں ہوں۔ آپ نے تو اپنی طرف سے یہ دین گھڑا ہے۔ فرمایا کہ ہمارا اسلام ہی ملت ابراہیمی ہے۔ حضور ﷺ نے اُس کی غلط فہمی دُور کرنے کی کوشش فرمائی لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ جوش میں آکر اُس سے زبان سے نکلا ہم میں سے جو جھوٹا ہو خدا اُسے اپنے وطن سے دُور غربت اور تنہائی میں ہلاک کرے۔ حضور ﷺ نے 'آمین' فرمایا۔ غزوۂ بدر میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتح عظیم عطا فرمائی تو یہ بیتاب ہو گیا اور مکہ میں پہنچ کر اہل مکہ کو انتقام لینے کے لئے خوب اُکسایا۔ اور جب اُن کا لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا تو یہ اُن کے ساتھ ساتھ تھا میدان اُحد میں پہنچا تو اس خیال سے کہ جب وہ اپنے پرانے عقیدت مندوں کے سامنے ہوگا تو وہ اُس کے طرف دوڑ کر چلے آئیں گے۔ وہ صفوں سے آگے بڑھ کر انصار کے قریب آ کھڑا ہوا اور انھیں اپنے ساتھ آملنے کی دعوت دی۔ نور مصطفٰے علیہ افضل التحیہ واجمل الثناء دیکھنے کے بعد

انصار اس منحوس کی شکل دیکھنا بھی بھلا کب گوارا کرتے تھے۔ انھوں نے اُسے راہب کے بجائے فاسق کے لقب سے بلایا اور اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ وہ جھلا کر بولا اے محمد (ﷺ) اب جو قوم تیرے ساتھ جنگ کرے گی میں اس کے ساتھ ہوں گا۔ چنانچہ غزوۂ حنین تک کفر و اسلام کی جتنی جنگیں ہوئیں یہ کفر کے ساتھ رہا اور اُن کا سرغنہ بنا رہا۔ جب ہوازن وثقیف کے مشہور تیر انداز بھی شکست کھا گئے تو اُسے یقین ہو گیا کہ اب جزیرۂ عرب میں کوئی ایسی قوت نہیں جو اسلام سے ٹکر لے سکے۔ قیصر کے ساتھ اُس کے دوستانہ تعلقات تھے اس خیال سے وہ ملک شام کی طرف روانہ ہوا کہ وہ قیصر کو مسلمانوں کے خلاف اُکسائے گا اور اُسے ساتھ لے کر مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کر کے اُن کی قوت کو ختم کر کے رکھ دے گا یہ کہہ کر اُس نے منافقین کے حوصلے بلند کئے۔ اسی کی انگیخت پر قیصر نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ جس کی وجہ سے تبوک کا سفر پیش آیا۔ اُس نے منافقین کو لکھا کہ وہ ایک مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں جہاں وہ تنہائی میں اسلام کے خلاف آزادی سے سازشیں کر سکیں اور نیز اس طرح مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو جائے گا اور جب وہ قیصر کے ہمراہ مدینہ آئے گا تو اس جگہ کو اپنی قیام گاہ بنائے گا۔ چنانچہ قباء کی بستی میں جو مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمائی تھی اُس کے قریب ہی انھوں نے یہ مسجد بنا دی۔ اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں بلکہ اس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں اور مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے۔ نیز اس کی ایک ناپاک غرض یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دشمن ابو عامر آئے تو اسے اپنی قیام گاہ کے طور پر استعمال کرے۔ اسی عمارت کو ظاہر داری کی وجہ سے گو مسجد کہا جائے حقیقت میں تو یہ وہ ناپاک اور منحوس مکان ہے جس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینی چاہئے تا کہ اس کا نشان تک بھی باقی نہ رہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں منافقین حاضر ہو کر اپنی نیک نیتی کا یقین دِلانے کے لئے عرض کی یا رسول اللہ قباء کی بستی میں ایک ہی مسجد تھی، رات کے اندھیرے میں اور برسات کے موسم میں بوڑھوں،

بیماروں اور کمزوروں کو وہاں جانے میں بڑی دِقت ہوتی تھی اس لئے ہم نے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ از راہ مہربانی ایک مرتبہ اس میں نماز ادا فرما دیں تا کہ وہ بابرکت ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تو تبوک کا سفر درپیش ہے واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دیکھا جائے گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و عافیت تبوک سے وائس تشریف لائے اور مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو پھر منافقین کا ایک وفد اپنی وہی عرضداشت لے کر حاضر ہوا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے رسول کو میرا یہ پیغام پہنچا دو۔ چنانچہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر خاک کر دیں اور اُسے آگ لگا دیں۔ چنانچہ فرمان نبوی کی تعمیل کی گئی۔ آن کی آن میں اسے راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ (تفسیر روح البیان، خازن، روح المعانی، خزائن العرفان، تفسیر نعیمی، ضیاء القرآن)

ابو عامر راہب ملک شام میں مقام تنسرین میں تنہائی میں ہلاک ہوا۔ یہاں تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جگہ پھر ثابت ابن ارقم کو عطا فرما دی۔ انھوں نے وہاں گھر بنا کر رہنا شروع کیا تو اُس کے اولاد نہ ہوئی۔ ایک دن اس میں کسی ضرورت کے لئے گڑھا کھودا تو اُس میں سے دھواں نکلا۔ (روح البیان)

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (التوبہ/۱۰۷)

'اور وہ لوگ جنھوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لئے، کفر کرنے کے لئے، اور پھوٹ ڈالنے کے لئے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گا (گھر) بنایا ہے اُس کے لئے جو لڑتا رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے اب تک اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں۔'

And those who have built a mosque in order to injure and because of infidelity and to cause dissension among Muslims and as an ambush for him who is already against Allah and His Messenger from before. And they will surely swear that we desired only good. And Allah bears witness that they are certainly liars.

مسجد ضرار میں کھڑے ہونے کی ممانعت : منافقوں سے بعض وہ بھی ہیں جنھوں نے مسجد قباء کے متصل ایک مسجد بنائی مگر رضاء الٰہی اور اطاعت رسول کے لئے نہیں بلکہ چار مقصدوں کے لئے: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار میں کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ منافقین جمعہ کے دن اس مسجد کو بنا کر فارغ ہو گئے تھے' انہوں نے جمعہ' ہفتہ اور اتوار کو اس مسجد میں نمازیں پڑھیں اور پیر کے دن یہ مسجد گرادی گئی۔

(۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کہ یہاں جمع ہو کر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سازشیں کی جائیں۔ گویا اس کا نام مسجد ہو' اور یہاں کام دارالندوہ کے ہوں۔

(۲) کفر کرنے کے لئے کہ یہاں جمع ہو کر آپس میں اسلام میں شبہات پیدا کئے جائیں اور جو کوئی اُن کے جال میں پھنس جائے اُسے یہاں رکھ کر پختہ کافر بنا دیا جائے اور۔

(۳) مومنوں کا اتفاق و اتحاد توڑنے کے لئے مسجد قباء کے نمازیوں کو متفرق کر دیا جائے اُن میں سے ٹوٹ کر کچھ نمازی یہاں آنے لگیں۔ وہاں کی رونق کم ہو جائے اور جو یہاں آنے لگیں انھیں کافر بنایا جائے۔ گویا یہ مسجد نہیں شکارگاہ ہے۔

(۴) اور وہ ابو عامر راہب جو پہلے سے اللہ رسول سے جنگ کرتا رہا ہے جنگوں میں کفار کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل آتا رہا ہے س کی رصد گاہ (گھات) تیار کریں تا کہ وہ جب بھی مدینہ منورہ میں آیا کرے اس مسجد میں ٹھہرا کرے لیکن اگر اُن سے پوچھا جائے تو قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم نے صرف بھلائی کی نیت کی ہے ہ بوڑھے کمزور

نمازیوں کو آسانی ہو۔ بارش اور اندھیری راتوں میں جماعت کی سہولت ہوا کرے۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ۔اے پیارے آپ اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھنا کہ اس سے مخلصین دھوکا کھائیں گے کہ شاید یہ مسجد منظوری والی ہے۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ اسلام ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرنے کا دین ہے۔ اسلام اخوف ومساوات کا دین ہے۔ اسلام تفرقوں مومٹانے والا دین ہے۔ اسلام ملی وحدت کا درس دینے والا دین ہے۔ اسلام نسلی، لسانی تعصّبات کوختم کرنے کا دین ہے لیکن منافقین نے اہلِ ایمان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے کا کبھی بھی کوئی موقع خالی نہ جانے دیا۔ اُن کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی تھی کہ کسی طریقے سے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار ڈالا جائے۔ نبی مکرم ﷺ پر اپنی جانیں دیوانہ وار قربان کرنے والے اُن سے بے وفائی کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن بدبختوں کے منصوبے کو خاک میں ملا دیئے۔ اُن لوگوں نے جو بظاہر بھلائی کے لئے مسجد تعمیر کروائی اُسے 'مسجد ضرار' کا نام دے کر اُن کے ایمان کی حقیقت کے خلاصہ کو کھول دیا۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) اعلیٰ سے اعلیٰ کام بُری نیت اور فاسد ارادے سے بُرا ہو جاتا ہے۔ مسجد بنانا اسلام میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اس کا بڑا ثواب ہے مگر منافقین نے بُرے ارادوں سے مسجد ضرار بنائی تو اس کا نام مسجد ضرار ہوا۔ ڈھا دی گئی اور اس حرکت سے اُن منافقوں کی مردودیت اور بھی بڑھ گئی بلکہ منافقوں کا کلمہ پڑھنا، اُن کی مردودیت کا ذریعہ بنا۔

(☆) کفار اور منافقین کی وقف شرعاً معتبر نہیں۔ نہ وہ وقف ہے نہ اس پر وقف کے احکام جاری ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسجد ڈھا کر وہاں گھورہ (روڑی) بنا دیا۔

(☆) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا اسلام کے مقابل کفار کا مددگار بننا کفر ہے

اور ایسا آدمی کافر مطلق ہے۔ رب تعالیٰ نے مسجد ضرار کو وہاں ہونے والی سازشوں کو کفر قرار دیا۔

(☆) مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا' اُن کی جماعت توڑنا' اُن میں فرقے بنانا منافقوں کا طریقہ ہے۔

(☆) حضور ﷺ سے جنگ رب تعالیٰ سے جنگ ہے حضور ﷺ سے دشمنی رب تعالیٰ سے دشمنی ہے اس کے برعکس حضور ﷺ سے محبت رب تعالیٰ سے محبت ہے۔

ابو عامر راہب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگیں کی تھیں رب تعالیٰ نے فرمایا اُس نے اللہ رسول سے جنگیں کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دُوری اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اللہ تعالیٰ سے قرب۔

(☆) اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف گواہ ہے اُن کی بدعقیدگیوں کا' اور بدعملیوں کا بھی' بدنیتی کا بھی۔

(☆) ایک مسجد کے قریب بلاضرورت شرعی دوسری مسجد نہ بنائی جائے۔ یونہی سیاسی ساز باز کے لئے مسجد نہ بنائی جائے کہ ایسی مسجدیں مسجد ضرار ہیں۔

(☆) کفار و منافقین کی تعمیر کردہ' وقف کردہ مسجدوں میں نماز نہ پڑھی جائے نہ وہ مسجدیں ہی ہیں۔ نہ اُن پر مسجد کے احکام جاری۔

منافق نمازی کے قتل کا حکم :

محدث کبیر امام ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث پاک کی تخریج فرمائی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بڑا ہی عابد وزاہد نوجوان تھا۔ ہم نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے اُس کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ اُسے نہ جان سکے۔ ہم نے پھر اس کے اوصاف وحالات کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ اُسے پھر نہ جان سکے۔ ایک دن اچانک وہ سامنے آ گیا تو جیسے ہی اُس پر نظر پڑی ہم نے

فوراً حضور ﷺ کو خبر دی کہ یہ وہی نوجوان ہے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں اس کے چہرے پر شیطان کے دھبے دیکھ رہا ہوں۔ اتنے میں وہ حضور ﷺ کے قریب آیا اور اس نے سلام کیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا یہ کیا بات درست نہیں کہ تو اپنے دل میں ابھی سوچ رہا کہ تجھ سے بہتر یہاں کوئی نہیں؟ اس نے جواب دیا' ہاں۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد کے قریب گیا تو حضور ﷺ نے آواز دی کہ کون اُسے قتل کرتا ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں' چنانچہ آپ اس ارادے پر مسجد میں داخل ہوئے تو اُسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس لوٹ آئے اور اپنے دل میں خیال کیا میں نمازی کو قتل کروں؟ جب کہ حضور ﷺ نمازی کے قتل کو منع فرمایا ہے پھر حضور ﷺ نے آواز دی' اُسے کون قتل کرے گا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں کرتا ہوں۔ جب اس ارادے سے مسجد میں داخل ہو گئے تو وہ سجدہ کی حالت میں تھا وہ بھی اسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح واپس لوٹ آئے۔ پھر حضور ﷺ نے آواز دی کہ کون اُسے قتل کرے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے پالیا تو ضرور قتل کرو گے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی ارادے سے مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ شخص جا چکا تھا (تو آپ واپس آ گئے) حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میری اُمت کے تمام فتنوں میں یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا۔ میری اُمت کے دو افراد آپس میں کبھی نہ لڑتے۔ (بحوالہ تحفظ عقائد اہل سنت مولانا ظہیر الدین خان مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

آپ خود غور کریں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُسے قتل کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ کیا آپ نے اُس کا کوئی صریح جرم دیکھا تھا؟ جو شریعت کے متصادم تھا بظاہر تو وہ شریعت کی پاسداری کر رہا تھا مگر رسول اللہ ﷺ اُس کی باطنی خباثت کو جان گئے۔ آج کے دور میں بھی فرقہ پرست اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقل مند تصور کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کا دھیان اپنی نمازوں کی طرف ہوتا ہے۔ اپنے باطنی خبث پر نہیں ہوتا۔ اپنے آپ کو سب

سے بڑا توحید پرست کہتے ہیں اور دوسروں کو فرقہ پرست اور پاگل بیوقوف تصور کرتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے آج کے دور میں امت مسلمہ کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ہر طرف فرقہ پرستی کا بازار گرم ہے۔ یہ فرقہ پرست ہی ہیں جو مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اہلِ ایمان پر اپنے رکیک حملوں کے ناپاک منصوبے بناتے ہیں۔ یہ لوگ بظاہر نمازیں بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں دوسروں کی خوشامد کرتے ہیں۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں اور

دیکھنے میں دوسروں کے خیر خواہ نظر آتے ہیں

قرآن وحدیث کی تعلیمات اُن کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے

جب اُن کے سامنے عقائد کی بات کی جائے تو کہتے ہیں' ہم عقائد کے پرچار کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے آئے ہیں۔ کلمہ کی تلقین کے لئے آئے ہیں۔ عقائد کی وضاحت کرنا علماء کا کام ہے' مگر جب اُن کے سامنے حضور ﷺ کی محبت وغلامی کی بات کی جاتی ہے تو اُن کے بدن نیم مُردہ بلکہ بے حس ہو جاتے ہیں۔ پہلی بار قریب آنے والے کی خوب خاطر تواضع کرتے ہیں۔ جب اُن کے پاس دن گذارتا ہے تو اُن کے عزائم قبیحہ رونما ہونے لگتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم شرک وبدعت کا خاتمہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ توحید پرست بن جائیں۔نعت مصطفٰی اُن کے نزدیک دین میں غلو بن جاتا ہے۔ درود وسلام پڑھنا اُن کے نزدیک دین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نعرۂ رسالت کے جواب میں یا رسول اللہ کہنا اُن کے نزدیک شریک اکبر ہو جاتا ہے۔ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا اُن کے نزدیک نمازوں میں خلل کا باعث ہو جاتا ہے۔

حضور نبی مکرم ﷺ کے تمام معجزات کو ماننے سے گریزاں ہو جاتے ہیں۔ اولیاءِ حق کی کرامات کو ماننے سے اُن کے نزدیک دین میں خرابی ہو جاتی ہے۔ ان بدبخت' بدمذہب اور بدباطنوں کے عقائد وہی ہیں جو ذوالخویصرہ تمیمی کے تھے...... یہ عبداللہ بن اُبی کی معنوی اولاد ہے۔اُن کے طور اطوار حلیہ لباس وہی ہے جو مخبر صادق حضور نبی مکرم ﷺ

نے بیان فرمایا۔ جب تک اُمت ایسے ناپاک فرقہ وارانہ تعصّبات سے پاک نہیں ہوتی ' معاشرہ میں فتنہ وفساد کا بازار گرم رہے گا۔ اگر ایک مسلمان کا رشتہ ہی نبی مکرم ﷺ سے منقطع ہوجائے تو اعمالِ حسنہ کے ڈھیر کیا کریں گے؟ اعمالِ حسنہ اس کے قابلِ قبول ہیں جس کا رشتہ حضور نبی مکرم ﷺ کے ساتھ قائم ہے۔

الحمد لله اہل سنت وجماعت کے عقائد کی بنیاد قرآن وسنت اور صحابہ کرام' تابعین وتبع تابعین عظام' اولیاءعظام بزرگان دین اور اسلاف صالحین کے عقائد وارشادات پر ہے۔

سانحہ افک

اور رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کی فتنہ انگیزی

اور حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت

Important incident of Ifk

and the game played by the hypocrites

This chapter deals with an important incident of Ifk, in which the hypocrites played their game and levelled unfounded blame against the pious wife of the Prophet. Allah annulled the libelous and false charges and declared the sanctity of the family of the Prophet and thus the biggest planned intrigue against Islam was totally foiled.

عہد رسالت کا ایک انتہائی المناک سانحہ اور رُوح فرسا المیہ تاریخ میں واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ اسلام کے دشمن' اسلام کی روز افزوں ترقی' شاندار فتوحات اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت' کامیابیاں اور ہادی اسلام کی عزت وشوکت کو دیکھ کر آتش زیر پا ہو رہے تھے اور اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ کھل کا مقابلہ کرنے کی ہمت سلب ہو چکی تھی ان کی باطنی خباثت ہر روز نئے نئے فتنے جگا کر مسلمانوں کو پریشان کرتی رہتی تھی۔ ان کے سرغنہ عبداللہ ابن ابی نے اب ایسی چال چلی جس نے قیامت برپا کر دی۔ اسلامی معاشرہ کا عضو عضو دَرد سے چیخ اُٹھا۔ ساری فضا میں شکوک وشبہات کا ایک اندھیرا چھا گیا۔ ان ظالموں نے اس پاک ہستی کو اپنی بہتان تراشی کا ہدف بنایا جس کا براہ راست تعلق پیغمبر اسلام سرور عالم رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا جس کی گرد راہ بھی رہروان

جادۂ ہدایت کے لئے نور افشاں تھی۔ منافقین نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی عزت پر حملہ کر کے کمینگی اور دناءت کی حد کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس خانوادۂ رسالت کی عصمت وطہارت کی شہادت اپنی زبان قدرت سے دی اور اس سورۂ پاک میں وہ آیتیں نازل فرمائیں جن سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور منافقین کو یقین ہو گیا کہ اُن کا کوئی منصوبہ اور اُن کی کوئی سازش اسلام کے شجرہ طیبہ کو اب اُکھیڑ نہیں سکتی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو ہمرکابی کا شرف بخشتے۔ جب حضور غزوۂ بنی مصطلق پر روانہ ہوئے تو حسب معمول قرعہ ڈالا گیا تو میرا نام نکلا چنانچہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی۔ اُس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ میں ہودج میں بیٹھی تھی۔ اور جب لشکر روانہ ہوتا تو میرا ہودج اُٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں ہودج اُتار دیا جاتا۔ جب جہاد سے فارغ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا قصد فرمایا۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور رات بسر کی۔ رات کے پچھلے حصّہ میں کوچ کی تیاری شروع ہو گئی۔ میں قضائے حاجت کے لئے باہر گئی۔ جب واپس آئی تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ میں اس کی تلاش میں پھر لوٹ گئی۔ ہار تو مجھے مل گیا' لیکن جب واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔ جو لوگ میرے ہودج کو رکھنے اور پھر اُتارنے پر مامور تھے انھوں نے حسب عادت میرا ہودج اُٹھایا اور اونٹ پر کس دیا۔ انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں بلکہ ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں کیونکہ غذا مرغن نہیں ہوتی تھی اور میں تو کم عمر تھی اس لئے ہودج میں میرے نہ ہونے کا انھیں احساس تک نہ ہوا۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ یہ خیال کر کے کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے' میں وہیں ٹھیر گئی۔ صفوان بن معطل کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے۔ جب لشکر کوچ کرتا تو وہاں پہنچتے۔

اگر کسی کی کوئی چیز پڑی ہوئی ملتی تو اُسے اُٹھا کر اُس کے مالک تک پہنچا دیتے ۔ میں چادر لپیٹ کر لیٹ گئی ۔ اتنے میں صفوان آ پہنچے ۔ ابھی صبح کا اندھیرا تھا ۔ انھوں نے کسی کو دُور سے سویا ہوا دیکھا تو قریب آئے ۔ پردہ کے ااحکام نازل ہونے سے پہلے انھوں ے مجھے دیکھا ہوا تھا اس لئے مجھے پہچان گئے اور بلند آواز سے **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھا ۔ ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا ۔ انھوں نے اپنا اونٹ میرے قریب لا کر بٹھایا اور مجھے سوار کر کے چل دیئے ۔ ہم دوپہر کے وقت لشکر سے آ ملے ۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے جب یہ دیکھا تو اُس نے ایک طوفان برپا کر دیا ۔ یہاں تک کہ مدینہ میں اس منافق نے اس شرمناک تہمت کو اس قدر اُچھالا اور اتنا شور مچایا کہ مدینہ میں ہر طرف اس افتراء اور تہمت کا چرچا ہونے لگا اور بعض مسلمان مثلاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم نے بھی اس تہمت کو پھیلانے میں کچھ حصہ لیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شر انگیز تہمت سے بے حد رنج وصدمہ پہنچا اور مخلص مسلمانوں کو بھی انتہائی رنج وغم ہوا ۔ جب مدینہ میں پہنچی تو بیمار ہو گئی اور ایک ماہ تک بیمار پڑی رہی ۔ لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا لیکن مجھے قطعاً اس کا کوئی علم نہ تھا ۔ البتہ ایک بات مجھے کھٹک رہی تھی کہ میری علالت کیوقت جو لطف وعنایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مجھ پر فرمایا کرتے تھے وہ مفقود تھی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مزاج پرسی کے لئے تشریف لاتے تو صرف اتنا دریافت کرتے **کیف تیکم** کہ تمہارا کیا حال ہے ۔ اس سے مجھے شک گزرتا ‘ تاہم مجھے اس شر انگیز پروپگنڈے کی خبر تک نہ تھی ۔ بیماری کے بعد میں بہت نقاہت اور کمزوری محسوس کرنے لگی ۔ ایک رات میں اُمّ مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اُس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اور ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں ہی جایا کرتی تھیں ۔ اُمّ مسطح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں ۔ ہم دونوں جب فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں تو اِمِّ مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھا اور وہ گر پڑیں ۔ اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا

تعس مسطح ' کہ مسطح ہلاک ہو۔ یہ اُس کا بیٹا تھا۔ میں نے کہا تم ایک بدری کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو؟ یہ بہت بُری بات ہے۔ اُس نے کہا کیا تم نے نہیں سُنا جو طوفان اُس نے برپا کر رکھا ہے؟ میرے استفسار پر اُس نے سارا واقعہ مجھے سنا دیا۔ یہ سن کر میرا مرض پھر عود کر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا **کیف تیکم** ۔ میں نے عرض کی مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مقصد یہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ میں میکے چلی آئی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا: **یا امتاہ الم ذا یتحدث الناس بہ** ؟ امّی جان ! لوگ یہ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا بیٹی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ۔ جب کوئی بیوی پاکیزہ صورت ہو اور اس کا شوہر اُسے محبوب رکھے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ میں نے کہا سبحان اللہ ! لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہیں ۔ میں رات بھر جاگتی رہی اور روتی رہی' صبح ہوئی تب بھی آنسو جاری تھے اور نیند کا نام ونشان تک نہ تھا۔ حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا پورا پورا علم ویقین تھا مگر چونکہ اپنی بیوی کا معاملہ تھا سی لئے آپ نے اپنی طرف سے اپنی بیوی کی براءت اور پاکدامنی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے۔ اس درمیان میں آپ اپنے مخلص اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ فرماتے رہے تاکہ اُن لوگوں کے خیالات کا پتہ چل سکے۔ (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب آپ نے اس تہمت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے تو بھلا جو عورت ایسی بُرائی کی مرتکب ہو خداوند قدس کب؟ اور کیسے برداشت فرمائے گا کہ وہ آپ کی زوجیت میں رہ سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ نے

آپ کے سایہ کو زمین پر نہیں پڑنے دیا تا کہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑ سکے تو بھلا اس معبود برحق کی غیریت کب یہ گوارا کرے گی کہ کوئی انسان آپ کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایسی قباحت کا مرتکب ہو سکے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ آپ کی نعلین اقدس میں نجاست لگ گئی تو تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر خبر دی کہ آپ اپنی نعلین اقدس اُتار دیں اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ اگر ایسی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ اُن کو اپنی زوجیت سے نکال دیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب اسی تہمت کی خبر سنی تو انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بیوی۔ تو سچ بتا۔ اگر حضرت صفوان بن معطل کی جگہ میں ہوتا تو کیا تو یہ گمان کر سکتی ہے کہ میں حضور ﷺ کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ تو اُن کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہوتی تو خدا کی قسم۔ میں کبھی ایسی خیانت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہے اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو بدرجہا تم سے بہتر ہیں بھلا کیونکر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں۔ (مدارک التنزیل)

جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کو بلایا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو میری براءت کی' اُن کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کی جو محبت تھی اس کو ظاہر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے رنجیدہ خاطر کیوں ہیں' اس کے علاوہ عورتوں کی کیا کمی ہے کسی بھی عورت سے تشفی بخش معلومات حاصل کر لیں۔ اگر حضور تصدیق فرمانا چاہتے ہیں تو بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی کو بلا کر دریافت فرمائیے وہ حقیقت حال سے آگاہ کر دے گی۔ چنانچہ بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے بریرہ **هل رایت من شیء یریبك من عائشة** کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس

سے تمھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی شک ہو؟ اس نے عرض کی: مجھے اس خدا کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے اس کے سوا میں نے عائشہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آٹا گوندھا ہوا رکھا ہوتا ہے یہ اپنی کمسنی کی وجہ سے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ کسی نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا کہ تو سچ کیوں نہیں بتاتی ۔تو اس نے کہا **سبحان اللہ واللہ ماعلمت علیھا الا مایعلم الصائغ علی تبر الذھب الاحمر** خدا کی قسم میں اُن کے متعلق اس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی جس طرح ایک زرگر خالص سرخ سونے کے متعلق جانتا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صفائی پیش کرنا: ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مقابلہ کی نوبت بھی آ جاتی تھی کہ ان کو حضور اقدس ﷺ کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور ان کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مثل تھیں لیکن اس کے باوجود جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تو انھوں نے قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم میں تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اچھی ہی جانتی ہوں' بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی **احی سمعی وبصری واللہ ماعلمت الا خیرا** (بخاری باب الافک)

یہ تھی سچی دین داری ورنہ یہ وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور شوہر کی نگاہ سے گرانے کا۔ بالخصوص اس سوکن کو جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر

ارشاد فرمایا: **یـا معشـر المُسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھلی فو اللّٰہ ماعلمت علی اھلی اِلّا خیرًا وما علمت علٰی اھلی من سوءٍ**

'اے گروہ مسلمانان ! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے (اُس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا) جس کی اذیّت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل کے خیر بغیر کچھ نہیں جانتا اور مجھے اُن سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں ہے۔سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اس معاملہ میں' میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے **ضـربنا عنقه** ہم اس کی گردن اُڑا دیں گے اور اگر وہ بنی خزرج سے ہے تو آپ اُن کے خلاف ہمیں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی' پھر قبلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ ایک نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے اُن کو بھڑکا دیا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ تمھیں علم ہے وہ شخص خزرجی ہے اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ اوس قبیلے کا فرد ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے۔ غرض کہ تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

حضور ﷺ کی برسر منبر اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہا دونوں کی براءت وطہارت اور عفت و پاکدامنی کا پورا پورا علم اور یقین تھا اور وحی نازل ہونے سے پہلے ہی آپ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق جھوٹے اور ام المومنین پاک دامن ہیں ورنہ آپ برسر منبر قسم کھا کر اُن دونوں کی اچھائی کا مجمع عام میں ہرگز اعلان نہ فرماتے مگر پہلے ہی اعلان عام نہ فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ اپنی بیوی کی پاکدامنی کا اپنی زبان سے اعلان کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مناسب نہیں سمجھتے تھے جب حد سے زیادہ منافقین نے شور وغل شروع کر دیا تو حضور ﷺ نے منبر پر اپنے خیال اقدس کا اظہار فرما دیا مگر اب بھی اعلان عام کے لئے آپ کو وحی الٰہی کا انتظار ہی رہا۔

میرے شب و روز گریہ وزاری میں گزرتے' لمحہ بھر کے لئے بھی نیند نہ آتی ۔
میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اس طرح رونے سے اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔
ایک دن میں رو رہی تھی ۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ ایک انصاری عورت ملنے کے لئے آئی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ۔ سلام فرمایا اور بیٹھ گئے ۔ اس سے پہلے کبھی بیٹھے نہ تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ میرے بارے میں کوئی وحی نہیں اُتری تھی۔ حضور ﷺ نے تشہد کے بعد فرمایا اے عائشہ تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی اطلاع ملی ہے۔ اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری براءت کر دے گا۔ اگر تجھ سے قصور سرزد ہو گیا ہے تو توبہ کر لے' کیونکہ بندہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ میرے آنسو یکدم خشک ہو گئے ۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا جواب دیں ۔ انھوں نے فرمایا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا ۔ پھر میں نے والدہ سے کہا ۔ انھوں نے بھی معذوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ نوعمر تھی' زیادہ قرآن بھی پڑھا ہوا نہ تھا لیکن میں نے عرض کی بخدا آپ لوگوں نے ایک بات سُنی اور وہ تمھارے دِلوں میں جم گئی ۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانیں گے۔ اور اگر میں ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جس سے خدا جانتا ہے کہ میں بَری ہوں تو آپ فوراً مان لیں گے۔ اس وقت میری مثال حضرت یعقوب علیہ السلام جیسی ہے لہذا میں بھی وہی کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہی تھی ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ ﴾ (یوسف/۱۸) پس صبر ہی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو ۔۔ پھر میں منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت فرمائے گا لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوں گی ۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتی تھی ۔
حضور ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ سردی کے

موسم میں بھی نزولِ وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگے تھے جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور ﷺ ہنستے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ تم خدا کا شکرادا کرتے ہوئے اس کی حمد کرو کہ اس نے تمہاری براءت اور پاک دامنی کا اعلان فرمادیا۔ پہلی بات جو حضور ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی: **ابشر یاعائشة اما الله عزوجل فقد برؤك** اے عائشہ خوشخبری ہو' اللہ تعالیٰ نے تیری براءت فرمادی ہے۔ میری والدہ نے مجھے کہا اے عائشہ اُٹھ اور حضور ﷺ کا شکریہ ادا کر۔ میں نے کہا بخدا میں نہیں اُٹھوں گی اور نہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی جس نے میری براءت فرمائی۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا میں حضور کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی' اس کلام کے متعلق یہ وہم نہ کیا جائے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے انکار کیا' معاذ اللہ ! یا آپ رسول اللہ ﷺ سے ناراض تھیں بلکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر جو عظیم احسان کیا ہے اور اُن کو نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے تو اس نعمت اور احسان پر سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرنی چاہئے ورنہ سیدہ عائشہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور آپ کے شکر کا کیسے انکار کرسکتی ہیں جب کہ یہ عظیم نعمت آپ کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہی ملی تھی' اس لئے آپ کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کا شکر نہیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا شکر ادا کروں گی۔ اس طرح فرمانا آپ کا مقام ناز ہے) اُس وقت سورۂ نور کی یہ دس آیتیں نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ نے ان دس آیتوں کی تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم

بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّايَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۝ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ لَافَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(سورۂ نور/۲۰۔۱۱) بے شک جنھوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے تم اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔ ہر شخص کے لئے اس گروہ میں اسے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا اُن میں سے اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سُنی تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے (اگر وہ سچے تھے تو) کیوں نہ پیش کر سکے اس پر چار گواہ' پس جب وہ پیش نہیں کر سکے گواہ تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمہیں اس سخن سازی کی وجہ سے سخت عذاب (جب تم ایک دوسرے سے) نقل کرتے تھے اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا کرتے تھے اپنے مُونہوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا۔ نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سُنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کہ دوبارہ اس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایمان دار ہو۔ اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنی) آیتیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔ بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی اُن لوگوں میں جو ایمان لاتے ہیں (تو) اُن کے لئے دردناک عذاب ہے دُنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ تعالیٰ

(حقیقت کو) جانتا ہےاورتم نہیں جانتے ہو۔ اوراگر نہ ہوتا تم پراللہ تعالیٰ کا فضل اوراُس کی رحمت اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) رحیم ہے (توتم بھی نہ بچ سکتے)۔

Undoubtedly, those who have brought this big slander are a party from among you. Consider it not an evil for you, rather it is good for you. For everyone of them is the sin that he has earned, and among them he who look the greatest share, for him is the mighty torment. Why it did not happen when you had heard it that the Muslim men and Muslim women would have thought good of their own and would have said, 'This is the manifest slander'. Why did they not bring four witnesses against it? Therefore since they did not bring witnesses, then they are indeed liars in the sight of Allah. And if the grace of Allah and His mercy had not been upon you, in this world and the Hereafter, then a mighty torment would have touched you for the muttering into which you plunged. When you brought such talk on your tongues hearing from one another, and uttered with your mouths that of which you have no knowledge and thought it light, while it was great in the sight of Allah. And why it did not so happen, when you heard it you would have said. It is not befitting to us to speak about such thing? Allah, Hallowed be You; this is a great slander. Allah admonishes you never then to repeat like of it if you believe. And Allah explains to you His signs clearly. And Allah is knowing, Wise. Those who desire that scandal should spread among the Muslims, for them is the painful torment in

this world and the Hereafter. And Allah knows and you know not. And if there had not been the grace of Allah and His mercy upon you and that Allah is Kind enough. Merciful to you, (then, you would have experienced its hardship).

ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد منافقین کا اٹھایا ہوا یہ طوفان تھما اور اُن کا منہ کالا ہو گیا۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے سات اس طرح چمک اُٹھا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دِلوں کی دُنیا میں نورِ ایمان سے اُجالا ہو گیا۔ اگر چہ اس کا سرغنہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا لیکن اُس نے اس شد و مد سے بات کا بتنگڑ بنایا کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی لپیٹ میں آ گئے چنانچہ حضرت حسان بن ثابت، مسطح اور حمنہ بنت جحش کا نام اسی زمرہ میں لیا جاتا ہے اُنھیں حد قذف لگائی گئی اور عبداللہ بن ابی کو بعض اقوال کے مطابق حد لگائی گئی لیکن اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اُسے خدا کی آتش انتقام میں ہمیشہ جلتے رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ (ضیاء النبی، سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت مریم و حضرت عائشہ کی پاکی کی گواہی:

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی یہاں ایک علمی نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مریم پر تہمت لگی۔ پاکی کی گواہی کس نے دی؟ اُن کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایام شیر خوارگی میں پاکی کی گواہی دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی۔ پاکی کی گواہی کس نے دی؟ اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ کو قوت گویائی عطا فرمائی کہ اس سے اُن کی برأت ظاہر فرما دی...... یہ گواہی ایک شیر خوار بچے نے دی۔ رب کتنا بڑا قادر مطلق ہے کہ پاکی کی گواہی وہ شیر خوار بچوں سے دلا رہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی۔ اگر میرا

رب چاہتا تو شیر خوار بچے پا کی کی گواہی دیتے۔اگر میرا رب چاہتا تو مکے کی کنکریاں پا کی کی گواہی دیتیں ۔اگر میرا رب چاہتا تو درخت کے پتے پا کی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو دریا کے قطرے پا کی کی گواہی دیتے۔اگر میرا رب چاہتا تو فلک کے ستارے پا کی کی گواہی دیتے۔مگر میرے خدا نے فیصلہ عجیب فرمایا۔اے محبوب معاملہ یہاں کا عجیب ہے۔وہاں بچوں نے گواہی دی تھی۔مگر یہاں تو انتظام یہ ہے کہ سب کو حکم مل چکا ہے کہ اے ستارو خاموش رہو۔اے ذرو خاموش رہو۔اے دریا کے قطرو خاموش رہو۔اے پتھرو خاموش رہو۔اے سنگریزو خاموش رہو۔اے درخت کے پتو خاموش رہو۔اور اے محبوب تم بھی خاموش رہو۔ یہ تمہاری زوجہ کی بات ہے میں گواہی دوں گا۔ میں بچوں سے گواہی نہیں دلواؤں گا بلکہ دنیا کی کسی چیز سے بھی گواہی نہیں دلواؤں گا لہذا اے محبوب حکمت یہی ہے تم بھی خاموش رہو میں گواہی دوں گا۔ واقعی بڑا اچھا ہو گیا کہ رب تبارک وتعالیٰ نے گواہی دی ورنہ اگر رسول گواہی دیتے اور بات رسول کی گواہی تک ہوتی' رسول جو کہتے وہ حدیث بنتی ۔اور جب حدیث یہاں تک پہونچتی تو نہ جانے راویوں کا کیا حال ہوتا' اور دشمن رسول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان عظمت کے اوپر نہ جانے کیسے کیسے داغ لگاتا۔حدیث میں جرح کرتا' راویوں سے ٹکراتا' متن سے الجھتا' کیا کرتا معلوم نہیں۔۔لہذا' اہتمام یہ فرمایا گیا کہ اے محبوب تم نہ بولو۔تم بولو گے تو حدیث بنے گی ۔میں گواہی دوں گا تو وہ قرآن کا جزو ہوگی۔اب یہ قرآن ہے لہذا اب جو پا کی پر ایمان نہ لائے اس کا کفر اظہر من الشمس ہے۔

بیوقوف لوگ یہ سوچتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اگر معلوم ہوتا تو کیوں نہ بول دیتے۔ پا کی کی گواہی خود ہی دیدیتے۔ معلوم ہوتا ہے رسول کو خبر نہیں تھی۔ اے

نادانوں ۔رسول کومعلوم ہے جب ہی تو خاموش ہیں کہ ادھر سے آیت آنے والی ہے کیوں بولوں (خطبات شیخ الاسلام)

جومنافقین آیات براءت کے نزول کے بعد بھی اپنے اس افتراء پر قائم رہے اور توبہ نہیں کی تو انہیں ملعون قرار دیا۔ انہیں دُنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم کی وعید سنائی گئی **لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم** ۔ آج بھی وہ لوگ (روافض) جوسیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے قائل نہیں وہ بھی اسی وعید کے مستحق ہیں وہ قرآن کے منکر اور دُنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم کے مستحق اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (بحوالہ فیوض الباری)

اعتراضات اور جوابات :

(☆) ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا پہلے سے علم تھا تو آپ نے اس مسئلہ میں اصحاب سے استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ سے سیدہ عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس لئے کیا تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب اُن کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انہوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہین کی' آپ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا' سیدہ عائشہ کی سوکن (سیدہ زینب بنت جحش) سیدہ عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے سیدہ عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے سیدہ عائشہ صدیقہ کی برأت اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم سیدہ عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

(☆) نزول وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہ کی برأت کے متعلق علم' اور شبہات کے جوابات : اس حدیث میں ایک بحث یہ ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے نبی کریم ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور برأت کا علم تھا یا نہیں؟

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا' کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

فواللہ ماعلمت علی اهلی الا خیر او قد ذکروا رجاما علمت علیه الا خیرا

(صحیح بخاری) بخدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

باقی رہا یہ کہ نبی کریم ﷺ کو جب سیدہ عائشہ صدیقہ کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے سیدہ عائشہ کی طرف توجہ کم کیوں کردی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سیدہ عائشہ صدیقہ کی طرف کم توجہ کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ اس تہمت کے بعد آپ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدہ عائشہ صدیقہ کی برأت کا اعلان نہ ہوجائے اس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تاکہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

(☆) اعتراض یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لئے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ قرآن مجید میں اس قسم کی بکثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿فان کنت فی شك مما انزلنا الیك فسئل الذین یقرء ون الکتٰب من قبلك﴾

(یونس/۹۴) تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرماتا ہے: **﴿فمن تولیٰ بعد ذٰلك فاولٓئك هم الفٰسقون﴾** (ال عمران/۸۲) پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

﴿قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدین ﴾ (زخرف/۸۱) آپ فرمائیے ! اگر (بہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اعتبار سے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ اور یہ تحقیق وتفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے فرمایا تھا' اور اس ارشاد میں اُمت کے لئے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے غلطی ہوجائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلانا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہوجائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے' نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہوگئے تھے' ایسے میں اگر رسول اللہ ﷺ ازخود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ اپنے اہل کی رعایت فرمارہے ہیں اور آپ کے متعلق بدگمانی کرکے کافر ہوجاتے۔ نبی کریم ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ تو جب نبی کریم ﷺ کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہوگا۔

کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہاء : Big slander

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَاتَحْسَبُوْهُ شَرًّالَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَخَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیٴٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾

(النور/ ۱۱)   بے شک جنھوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے۔تم اسے اپنے لئے بُرا خیال نہ کرو بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔ ہر شخص کے لئے اس گروہ میں اسے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا ان میں سے اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

Undoubtedly, those who have brought this big slander are a party from among you. Consider it not an evil for you, rather it is good for you. For everyone of them is the sin that he has earned, and among them he who look the greatest share, for him is the mighty torment.

کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہا کو افک کہتے ہیں۔ **الافك ابلغ مايكون من الكذب والافتراء** اس ایک لفظ سے ہی منافقین کی سازش کو بے نقاب کر دیا کہ اس کا صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سراسر جھوٹ افتراء اور بہتان ہے جس واقعہ کو زبان قدرت جھوٹ کا پلندہ کہہ دے اس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں رہتی۔لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر اور مسلمانوں کی تربیت کے لئے اس کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔

الافك: ہر وہ چیز جس کو اس کی اصل وضع سے پھیر دیا گیا ہو' وہ ہوائیں جو اپنے معمول کے خلاف اُلٹی چلتی ہیں۔ **قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ** (التوبہ/ ۳۰) اللہ اُن کو غارت کرے وہ اعتقاد برحق سے اعراض کر کے باطل کی طرف جا رہے ہیں۔ جب کسی پر تہمت لگائی جائے یا اس پر بہتان تراشا جائے تو اس میں بھی حق کے خلاف باطل بات کہی جاتی ہے اور صدق کو چھوڑ کر کذب کو اختیار کیا جاتا ہے اور سب سے بدترین تہمت وہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے لگائی تھی۔ (المفردات)

' تم اسے اپنے لئے بُرا خیال نہ کرو' یہ خطاب تمام مسلمانوں کو ہے خصوصًا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' اور اُن کے خانوادہ کو' یعنی اس بہتان تراشی سے جو

قلبی اور رُوحانی تکلیف تمہیں پہنچی ہے اسے شر خیال نہ کرو۔ اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اس جھوٹے الزام سے تمہیں دُکھ ہوا۔ رضاء الٰہی کے لئے تم نے صبر کیا' اس پر تمھیں اجرِ عظیم ملے گا۔ اے صدیق۔ تمھیں چند دن تکلیف ضرور ہوئی لیکن اب قیامت تک تیری نورِ نظر کی پاک دامنی کی شہادت قرآن دیتا رہے گا۔ تیری لختِ جگر کی عفت اور پاک دامنی کو ماننا ایمان اور اسلام ہوگا۔ جو اس کا انکار کرے گا بلکہ جو اس میں ذرا شک کرے گا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج اور نعمتِ ایمان سے محروم کر دیا جائے گا۔

'عذاب عظیم' اس خبیث منافق عبداللہ ابن ابی کے لئے ہوگا جس نے اس جھوٹ گھڑنے اور اس کی تشہیر میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔

عبداللہ بن اُبی کو آخرت کے عذاب کے ساتھ خاص کر لیا گیا' اور جو مسلمان اس تہمت لگانے میں ملوث ہو گئے تھے مثلاً حضرت حسان' حضرت مسطح اور حضرت حمنہ اُن کی تطہیر کے لئے اُن پر حد قذف لگائی گئی۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس کی پاداش میں عبداللہ ابن اُبی نفاق میں مشہور ہو گیا۔ (تفسیر تبیان القرآن بحوالہ عنایت القاضی)

یہ نفوس قدسیہ (صحابہ کرام) جن پر حد جاری کی گئی یہ سب اُن پر تطہیر کے لئے کی گئی اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں تمام نیک اعمال کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونہ ہے اگر یہ حضرات ان جرائم کے مرتکب نہ ہوتے تو آپ کی زندگی میں حد جاری کرنے کا نمونہ نہ ہوتا اور آپ کی زندگی میں تمام احکام شرعیہ کے نفاذ کا نمونہ نہ ہوتا۔ حد کے جاری ہونے سے اُن کی تطہیر ہو گئی اور اُس سے اُن کے مرتبہ اور مقام میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یہ تمام صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں اُن کے لئے جنت اور اللہ کی رضا کی بشارت ہے۔ اُن کا ایک کلو جَو صدقہ کرنا بھی بعد والوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے اور بعد کے تمام اخیار اُمت اُن کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچتے۔

ہر مسلمان مرد اور عورت کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیئے :

﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴾
(النور/۱۲) 'ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سنی تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے'

Why it did not happen when you had heard it that the Muslim men and Muslim women would have thought good of their own and would have said, 'This is the manifest slander'.

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں 'هذا عتاب من الله سبحانه وتعالى للمؤمنين' یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو عتاب اور سرزنش فرمارہے ہیں کہ تم نے سنتے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کردی۔ اس میں تردد کی غلطی کیوں کی۔ تمھیں تو فوراً کہہ دینا چاہے تھا **هذا افك مبين** 'یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے'

مسلمانوں کو یہ چاہیئے تھا کہ جب انہوں نے تہمت کی یہ خبر سنی تھی تو وہ فوراً کہتے کہ یہ کھلی ہوئی تہمت اور بڑا بہتان ہے۔ عام مسلمان کے لئے بھی ایسا ہی کہنا چاہیئے خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ اور تمام مسلمانوں کی ماں کے متعلق تو ضرور اور لازماً ایسا کہنا چاہیئے تھا۔ (تبیان القرآن)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اس آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ:

اس میں اُن لوگوں سے خطاب ہے جو اس واقعہ میں تردد کرتے ہوئے خاموش رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلص مومنوں کو تردد نہ ہوا' ورنہ معاذ اللہ وہ بھی اس عتاب میں ادخل ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا جھوٹا بہتان ہونا غیب نہیں بلکہ بالکل ظاہر تھا جسے رب تعالیٰ نے 'مبین' (روشن۔کھلا ہوا) فرمایا۔لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

یعنی ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس تہمت کی خبر سنی تھی تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے بارے میں یعنی اپنے مسلمان بھائی بہن کے بارے میں نیک گمان کرتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔

اس آیت میں کئی چیزیں قابل غور ہیں: اول یہ کہ **بانفسهم** کے لفظ سے قرآن کریم نے یہ اشارہ کیا کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بدنام ورُسوا کرتا ہے وہ دَرحقیقت اپنے آپ ہی کو رُسوا کرتا ہے کیونکہ اسلام کے رشتہ نے سب کو ایک بنا دیا ہے۔ قرآن کریم نے ایسے تمام مواقع میں یہ اشارہ استعمال فرمایا ہے جیسا ایک جگہ فرمایا **لا تلمزوا انفسکم** یعنی عیب نہ لگاؤ اپنے آپ کو۔ مراد اس سے یہ ہے کہ کسی بھائی مسلمان (مرد یا عورت کو)۔ دوسری جگہ فرمایا۔ **لاتقتلوا انفسکم** اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ مُراد وہی ہے کہ کسی بھائی مسلمان کو قتل نہ کرو۔ تیسری جگہ فرمایا **ولا تخرجوآ انفسکم من دیارکم** یعنی نہ نکالو اپنے آپ کو اپنے کھروں سے۔ یہاں بھی کسی مسلمان بھائی کو اس کے گھر سے نکالنا مراد ہے چوتھی جگہ فرمایا **وسلموا علی انفسکم** یعنی اپنے آپ کو سلام کرو۔ مراد وہی مسلمان بھائی کو سلام کرنا ہے۔ یہ سب آیات قرآن یہ ضمنی ہدایت دیتی ہیں کہ ایک مسلمان جو دوسرے کسی بھی مسلمان پر عیب لگاتا یا اُس کو ایذاء ونقصان پہنچاتا ہے حقیقت کے اعتبار سے خود اپنے کو عیب دار کرتا ہے اور خود نقصان وتکلیف اُٹھاتا ہے کیونکہ اس کا انجام پوری قوم کی رُسوائی اور بدنامی ہوتی ہے۔

قرآن کی اسی تعلیم کا اثر تھا کہ جب مسلمان اُبھرے تو پوری قوم کے ساتھ ابھرے' اُن کا ہر فرد اُبھرا۔ اور اسی کے چھوڑنے کا نتیجہ آج آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے کہ سب ِگرے اور ہر فرد ِگرا۔ دوسری بات اس آیت میں یہ قابل نظر ہے کہ مقام کا تقاضا یہ تھا کہ **لوْلا اِذ سمعتموه ظننم بانفسکم خیرا** بصیغہ خطاب کہا جاتا جیسا کہ شروع میں **سمعتوه** بصیغہ خطاب آیا ہے مگر قرآن کریم نے اس مختصر جملے کو چھوڑ کر اس جگہ طرز بدلا کہ صیغہ خطاب یعنی **ظننتم** کے بجائے **ظن المومنون** فرمایا۔ اسمیں ہلکا سا اشارہ اس بات

کی طرف ہے کہ یہ فعل جن لوگوں سے سرزد ہوا وہ اس فعل کی حد تک **مؤمنون** کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے حسن ظن قائم رکھتا۔

تیسری بات یہ قابل نظر ہے کہ اس آیت کے آخری جملے **و قالوھذا افك مبين** میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تقاضا ایمان کا یہ تھا کہ مسلمان اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے اس سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان کے بارمیں جب تک کسی گناہ یا عیب کا علم کسی دلیل شرعی سے نہ ہوجائے اس وقت تک اس کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور بلا کسی دلیل عیب و گناہ کی بات اُس کی طرف منسوب کرنے کو جھوٹ قرار دینا عین تقاصائے ایمان ہے۔ (معارف القرآن)

مسئلہ : اس سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے۔ اور جو شخص بلا دلیل شرعی کے اس پر الزام لگا تا ہے اس کی بات کو رَد کرنا اور جھوٹا قرار دینا بھی واجب ہے کیونکہ وہ محض ایک غیبت اور مسلمان کو بلا وجہ رُسوا کرنا ہے۔ (مظہری)

گواہ پیش کرنے کا حکم

﴿ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ (النور/۱۳) '(اگر سچے تھے تو) کیوں نہ پیش کر سکے اس پر چار گواہ۔ پس جب وہ پیش نہیں کر سکے گواہ تو (معلوم ہوگیا کہ) وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں'

Why did they not bring four witnesses against it? Therefore since they did not bring witnesses, then they are indeed liars in the sight of Allah.

اس آیت میں یہ اصول بیان فرمادیا کہ جب کوئی شخص کسی پر چار گواہ پیش کئے بغیر تہمت لگائے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے اور چونکہ اس واقعہ میں عبداللہ بن اُبی اور دیگر منافقین نے بغیر کسی گواہ کے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی اس لئے تہمت لگانے والے جھوٹے ہیں اور سیدہ عائشہ کا دامن عفت بے غبار ہے۔

اگراُن کے اس دعویٰ میں رائی کے برابر بھی صداقت ہوتی تو وہ گواہ پیش کرتے، لیکن اُن کا گواہ پیش کرنے سے قاصر رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الزام بالکل من گھڑت ہے اور محض حسد کا نتیجہ ہے یعنی ظاہر و باطن جھوٹے ہیں اور اگر گواہی لے آتے تو ظاہرا جھوٹے نہ رہتے۔ اگرچہ درحقیقت پھر بھی وہ اور اُن کے سارے گواہ جھوٹے ہوتے۔

اس آیت کے پہلے جملہ میں تو اس کی تلقین ہے کہ ایسی خبر مشہور کرنے والوں کے بارے میں مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ اُن کی بات کو چلتا کرنے کے بجائے اُن سے مطالبہ دلیل کا کرتے اور چونکہ تہمت زنا کے معاملے میں دلیل شرعی چار گواہوں کے بغیر قائم نہیں ہوتی اس لئے اس سے اُن سے مطالبہ یہ کرنا چاہئے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر چار گواہ پیش کرو یا زبان بند کرو۔ دوسرے جملہ میں فرمایا کہ جب وہ چار گواہ نہیں لاسکتے تو اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ ایسا ہونا کچھ بعید نہیں کہ ایک شخص نے اپنی آنکھ سے ایک واقعہ دیکھا مگر اس کو اس پر دوسرے گواہ نہیں ملے تو اگر یہ شخص اپنے چشم دید واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اس کو جھوٹا کیسے کہا جاسکتا ہے خصوصًا اللہ کے نزدیک جھوٹا کہنا تو کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب واقعات کے حقائق معلوم ہیں اور یہ واقعہ وجود میں آنا بھی معلوم ہے تو وہ عنداللہ جھوٹ بولنے والا کیسے قرار پایا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ یہاں عنداللہ سے مراد حکم اللہ اور قانون الٰہی ہے یعنی یہ شخص قانون الٰہی اور حکم خداوندی کی رُو سے جھوٹا قرار دیا جائے گا اور اس پر حد قذف جاری کی جائے گی کیونکہ حکم ربانی یہ تھا کہ جب چار گواہ نہ ہوں تو واقعہ دیکھنے کے باوجود اُس کو بیان نہ کرو اور جو بغیر چار گواہوں کے بیان کرے گا وہ قانوناً اور حکماً جھوٹا قرار پاکر سزا پائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ کوئی کام فضول نہ کرے جس کا کوئی فائدہ نتیجہ نہ ہو، خصوصاً ایسا کام جس میں دوسرے مسلمان پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو تو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کسی عیب و گناہ کی شہادت صرف اس نیت سے دے

سکتا ہے کہ جرم وگناہ کا انسداد مقصود ہو، کسی کو رُسوا کرنا یا ایذا دینا مقصود نہ ہو تو جس شخص نے چار گواہوں کے بغیر اس قسم کی شہادت زبان سے نکالی گویا اس کا دعویٰ یہ کہ جس میں یہ کلام اصلاح خلق اور سعاشرہ کو برائی سے بچانے اور انسداد جرائم کی نیت سے کر رہا ہوں مگر جب شریعت کا قانون اس کو معلوم ہے کہ بغیر چار گواہوں کے ایسی شہادت دینے سے نہ اس شخص پر کوئی حد وسزا جاری ہوگی اور نہ ثبوت بہم پہنچے گا بلکہ الٹی جھوٹ بولنے کی سزا کا میں مستحق ہو جاؤں گا تو اس وقت وہ عنداللہ اپنی اس نیت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ میں اصلاح خلق اور انسداد جرائم کی نیت سے یہ شہادت دے رہا ہوں کیونکہ شرعی ضابطہ کے مطابق شہادت نہ ہونے کی صورت میں یہ نیت ہو ہی نہیں سکتی۔ (مظہری)

مومنین پر اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان اور رحمت ہے :

﴿وَلَوْ لَافَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (النور/۱۴) 'اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دُنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمھیں اس سخن سازی (تہمت) کی وجہ سے سخت عذاب' (ضیاء القرآن)

And if the grace of Allah and His mercy had not been upon you, in this world and the Hereafter, then a mighty torment would have touched you for the muttering into which you plunged.

یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان اور اُس کی رحمت ہے کہ اُس نے تمھیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کر دیا ورنہ بے پر کی اُڑانے والوں نے تو قہرِ الٰہی کو دعوت دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ انھوں نے تو یہ خیال کیا کہ یہ ایک معمولی سی بات ہے انھیں کیا خبر کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دِل رنجیدہ ہو اُس سے اللہ تعالیٰ کی آتش غضب بھڑک اُٹھتی ہے جس ذات پاک کو پاک دامنی و پاک بازی کا دَرس دینے کے لئے منتخب فرمایا گیا ہو اُس کے دامن تقدس کو داغدار کرنے کی کوشش اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی مذموم اور ناپاک ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اس میں صرف اُن لوگوں سے خطاب ہے جو تہمت میں شریک ہوگئے یا تردّد کرتے ہوئے خاموش ہوگئے یعنی تم کو توبہ کی مہلت اور توبہ کرنے پر معافی کا وعدہ ہے اس لئے تم عذاب سے بچ گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کو تردد بھی نہ ہوا' ورنہ وہ حضرات بھی معاذ اللہ اس عتاب میں داخل ہوجاتے۔ نعوذ باللہ۔ (نورالعرفان)

یہ آیت اُن مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی جو غلطی سے اس تہمت میں کسی قسم کی شرکت کر بیٹھے تھے پھر توبہ کر لی اور بعض پر سزا بھی جاری ہوئی۔ اُن سب کو اس آیت نے یہ بھی بتلا دیا کہ جو جرم تم سے سرزد ہوا' وہ بہت بڑا جرم تھا۔ اُس پر دُنیا میں بھی عذاب آ سکتا تھا جیسے پچھلی قوموں کے مجرموں پر آیا ہے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب شدید ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ تم مومنین کے ساتھ فضل و رحمت کا ہے۔ دُنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اس لئے یہ عذاب تم سے ٹل گیا۔ دُنیا میں اللہ کے فضل و رحمت کے مظاہر یہ ہوئے کہ اول اسلام و ایمان کی توفیق بخشی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف عطا فرمایا جو کہ نزول عذاب سے مانع ہے اور پھر جو گناہ ہوگیا تھا اس سے سچی توبہ کی توفیق بخشی' پھر اس توبہ کو قبول فرمالیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا اثر یہ ہے کہ تم سے عفو و درگزر اور مغفرت کا وعدہ فرمالیا۔

بلاتحقیق اور بے دلیل بیان کرنا منع ہے :

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ (النور/۱۵)

'(جب تم ایک دوسرے سے) نقل کرتے تھے اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا کرتے تھے اپنے مُونہوں سے ایسی بات جس کا تمھیں کوئی علم ہی نہ تھا۔ نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی۔'

When you brought such talk on your tongues hearing from one another, and uttered with your mouths that of which you

have no knowledge and thought it light, while it was great in the sight of Allah.

﴿**اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ**﴾ **تلقّی** کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بات پوچھے اور نقل کرے۔ یہاں بات کو سن کر بے دلیل اور بلا تحقیق آگے چلتی کر دینا مراد ہے۔

﴿**وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ**﴾ یعنی تم تو اس کو معمولی بات خیال کرتے تھے کہ ہم نے جیسا سنا ویسا دوسرے سے نقل کر دیا مگر وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا کہ بے دلیل اور بے تحقیق ایسی بات کو چلتا کر دیا جس سے دوسرے مسلمان کو سخت ایذا ہو' اُس کی رُسوائی ہو اور اُس کے لئے زندگی دُوبھر ہو جائے۔

تم محض ایک سُنی سنائی بات کو نقل کر رہے تھے اور اس پر یقین اور وثوق حاصل کئے بغیر اُس کو آگے پھیلا رہے تھے' ہر چند کہ تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات تھی کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا معاملہ تھا۔ یہ صرف اتنا جرم نہیں تھا کہ اسّی (۸۰) کوڑے مارنے سے اس کی تلافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دُنیا والوں کی نگاہوں میں معزز' محترم اور باوقار بنایا ہے اور اُس کے حرم اور اُس کی اہانت کرنا خود رسول کو لوگوں کی نگاہوں میں بے وقعت بنانا ہے کیونکہ جس شخص کی اہلیہ پر ایسی تہمت ہو اُس کی قدر و منزلت نہیں ہوتی' یہ صرف رسول کے مشن کو نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اللہ نے جس حکمت سے رسول کو مبعوث فرمایا ہے اُس حکمت کو نقصان پہنچانا ہے۔

اس طرح کہ نہ تم نے کچھ برائی' نہ دیکھنے والے سی سنی' صرف بدگمانی سے کہا۔ اس سے پتہ چلا کہ بعض صحابہ سے گناہ اور معصیت صادر ہوئی مگر وہ اس پر قائم نہ ہوئے لہذا یہ درست ہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں۔ رب نے اُن کے بارے میں فرمایا ﴿ **وکلا وعد اللّٰه الحسنی**﴾ (سب صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا) اور فرماتا ہے **رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه** (اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جنتوں کا وعدہ فرمایا)

ظاہر ہے کہ رب فاسق سے راضی نہیں ہوتا۔ نہ اُس سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے

یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی غیب نہیں بلکہ شہادت ہے ایسی شہادت کہ اس میں شک کرنے والوں کو عتاب ہوا جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ وغیرہ (نورالعرفان)

تہمت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا :

﴿وَلَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ﴾ (النور/۱۶) 'اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے'

And why it did not so happen, when you heard it you would have said. It is not befitting to us to speak about such thing? Allah, Hallowed be You; this is a great slander.

اس آیت میں پہلی آیت کی مزید تاکید فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کے حرم محترم کا معاملہ عام مسلمانوں کی بیویوں کی طرح نہیں ہے۔ تمہارے ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ تم منافقوں سے اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے سبحان اللہ ! یہ تو بہت بڑا بہتا ہے۔ ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ اب جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فحاشی کی تہمت لگائے وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

یہاں ﴿سُبْحٰنَكَ﴾ ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اُس کے رسول کی زوجہ محترمہ کا دامن ایسے الزام سے آلودہ ہو (بحر) گویا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات پر الزام لگانا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگانا اور نبی مکرم پر ایسا الزام آپ پر نہیں بلکہ رب کریم پر ہے جس نے ایسا نبی بنایا۔ یاد رہے کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کو ثابت کرنے کے لئے زبانِ قدرت نے وہی اسلوب اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی تردید کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا۔ کیونکہ نبی کا ایسے عیوب سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے جیسے اس کا جھوٹا ہونا' کمینہ خاندان کا فرد ہوتا' اس کے والدین کا تہمتِ زنا سے متہم ہوتا' اس طرح اُس کی اہلیہ کی عصمت کا مشکوک ہونا۔ اگر نبی میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی پایا جائے گا تو لوگ اس سے متنفر ہو جائیں گے اور اس کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا **ان کونها زوجة للرسول صلی الله علیه وسلم المعصوم یمنع من ذالك لان الانبیاء مبعوثون الی الکفّار یدعوهم ویستعطفوهم فوجب ان لایکون معهم ما ینفرهم عنهم و کون الانسان بحیث تکون زوجته مسافحه من اعظم المنفرات۔** (تفسیر کبیر)

امام موصوف نے اپنے اس کلام پر دو شبہے پیش کئے ہیں اور خود ہی اُن کا جواب دیا ہے

ا۔ نبی کی بیوی کا کافر ہونا قرآن سے ثابت ہے اور کفر زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ اگر نبی کی اہلیہ سے کفر جیسے سنگین جرم کا ارتکاب ہوسکتا ہے تو اس سے کم درجہ کے گناہ کا صدور بھی ممکن ہے۔ اس کا جواب فرمایا کہ بیوی کا کفر لوگوں کو تنفر نہیں کرتا' البتہ اس کے دامنِ عصمت کا داغدار ہونا لوگوں کو بلا شبہ تنفر کر دیتا ہے۔

۲۔ دوسرا شبہ ذکر کیا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔ اس کے رَد میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشّمس تھا وہ سن کہ بھی حضور ﷺ کو پریشان ہوتے۔ **ولقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون** ۔ نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے اور اُن کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہ تھا۔ ان قرائن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور ﷺ کو بخوبی معلوم تھا **فلجموع هٰذه القرائن کان ذٰلك القول معلوم الفسادقبل نزول الوحی** (کبیر)

اس کے علاوہ جو خطبہ حضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا اس کا یہ جملہ سارے شک وشبہ کو دُور کر دینے کے لیے کافی ہے۔ **یٰمعشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی فواللّٰہ علمت علی اھلی الا خیرا۔** اے گروہ مسلمانان ! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی' میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔

بالاتفاق حضور ﷺ کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا ہے۔ اپنے اہل بیت کی برأت حلف اُٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ اور حضور ﷺ کا حلف اُٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جا سکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا بھی تردد ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً نہ حلف اُٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

آجکل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز یں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں سیدہ عائشہ کی برأت کا اعلان کیوں نہ کر دیتے وغیرہ۔ جنھیں سن کر دل دَرد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے اور یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زُور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں اُن کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی' رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ وہ خود سوچیں اگر اُن کی بہو بیٹی پر ایسا بہتان لگا یا جائے یا خود اُن کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے اگرچہ انھیں اپنی پاکدامنی کا حق الیقین بھی ہو تو کیا اُن کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا۔ نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں اُن کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلاء میں شدت' اُس

کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبر واستقامت کا مظاہرہ......ان تمام امور میں بھی لطف ہے۔
اس کی قدر ومنزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)
حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اس آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں۔

'اس سے معلوم ہوا کہ تہمت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا اسی لئے اسے بہتان نہ کہنے والوں اور توقف کرنے والوں پر عتاب ہوا۔ لہذا عصمت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے لیکن اس حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ حضور کے گھر کا معاملہ تھا یہ عتاب دوسروں پر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نبی کریم ﷺ کو بالکل توقف نہ تھا لیکن حضور ﷺ وحی آنے تک خاموش رہے کیونکہ اگر آپ اپنے علم کی بناء پر ام المومنین کی عصمت کی خبر دیتے تو منافق کہتے کہ آپ نے اپنے اہل بیت کی طرفداری کی۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا بھی خاموش رہے بلکہ خود ام المؤمنین نے بھی لوگوں سے نہ کہا کہ میں بے قصور ہوں حالانکہ آپ کو اپنی پاکدامنی یقین سے معلوم تھی۔ (نور العرفان)

مسلمانوں کو ایسی خبر سننے کے وقت کیا عمل کرنا چاہئے وہ یہ کہ صاف کہدیں کہ ایسی بات بلا کسی دلیل کے زبان سے نکالنا بھی ہمارے لئے جائز نہیں۔ یہ تو بہتان عظیم ہے۔

ایک شبہ اور جواب

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جیسے کسی واقعہ کا صدق (سچائی) بغیر دلیل کے معلوم نہیں ہوتی اس لئے اس کا زبان سے نکالنا اور چرچا کرنا ناجائز قرار پایا۔ اسی طرح کسی بات کا جھوٹا ہونا بھی تو بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا کہ اس کو بہتان عظیم کہدیا جائے۔

جواب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو گناہوں سے پاک صاف سمجھنا اصل شرعی ہے جو دلیل سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف جو بات بغیر دلیل کے کہی جائے اس کو جھوٹا سمجھنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ایک مومن مسلمان پر بغیر کسی دلیل شرعی کے الزام لگایا گیا لہذا یہ بہتان ہے۔

خلفائے راشدین پر رحمت الٰہی :

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (النور/ ۱۸۔۱۷) 'نصیحت کرتا ہے تمھیں اللہ تعالیٰ کہ دوبارہ اس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایماندار ہو۔ اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لیے (اپنی) آیتیں۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔' **Allah admonishes you never then to repeat like of it if you believe. And Allah explains to you His signs clearly. And Allah is knowing, Wise.**

خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس معاملہ میں مسلمانوں کی تین جماعتیں ہوگئیں۔ ایک وہ جو تہمت میں شریک ہوگئے۔ دوسرے وہ جو تذبذب میں رہے۔ تیسرے وہ جنھوں نے صراحتہً فرما دیا کہ یہ کھلا جھوٹ ہے جیسے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ پہلوں پر عذاب آیا' دوسروں پر عتاب ہوا' تیسروں پر رحمت الٰہی۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاذ اللہ تذبذب رہا ہوتا جیسا کہ وہابی کہتے ہیں تو نعوذ باللہ آپ بھی دوسری جماعت میں داخل ہو جاتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کا پورا یقین تھا مگر ظاہر نہ فرمایا کیونکہ یہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' خاموش رہے کیونکہ اپنی لخت جگر کا واقعہ تھا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب جو حضرت عائشہ پر تہمت لگائے یا اُن کی جناب میں تردد میں رہے وہ مومن نہیں' یقیناً وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

فواحش اور برائیوں کے انسداد کا اسلامی نظام اور تدابیر :

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النور/ ۱۹)

'بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں

(تو) اُن کے لئے دَردناک عذاب ہے دُنیا اورآخرت میں۔ اوراللہ تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا ہے اورتم نہیں جانتے ہو۔'

Those who desire that scandal should spread among the Muslims, for them is the painful torment in this world and the Hereafter. And Allah knows and you know not.

اَلْفَاحِشَۃ کا معنی بے حیائی اور بدکاری ہے اور بے حیائی کی جھوٹی خبر کی اشاعت بھی بے حیائی ہے' اوراللہ تعالیٰ نے اس فعل کو عذاب الیم کا باعث فرمایا ہے' نیز اس آیت میں فرمایا مسلمانوں میں فحاشی کو پھیلانے سے محبت کرنا بھی موجب عذاب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر بھی عذاب ہوتا ہے اوران تمام افعال پر مواخذہ ہوتا ہے اور یہ جوعوام میں مشہور ہے کہ گناہ کے عزم اوراس کی نیت پر مواخذہ نہیں ہوتا صرف گناہ کے عمل پر مواخذہ ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

کسی پر لگائے ہوئے الزام کی بلاتحقیق تشہیر کرنا' برائیوں اورفواحش کے خلاف نفرت کی جو دِیوار اسلام نے قائم کردی ہے اُس میں رخنہ اندازی کی قولاً فعلاً کوشش کرنا' ایسی کتابیں لکھنا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہو' ایسے گانے ایسی تصاویر' ایسے ڈرامے' ایسی فلمیں جن سے نوجوانوں میں شرم وحیاء کا جذبہ کمزور ہوتا جائے...... سب اس میں شامل ہیں۔ وہ لوگ جومحض دولت کمانے کے لے ایسی فلمیں بناتے ہیں' بڑھ چڑھ کر حیا سوز مناظر پیش کرتے ہیں' ایسے اشتہارات جن میں جنسی عریانیت سے جاذبیت اورکشش پیدا کی جاتی ہے' ایسا لڑیچر جس کی مقبولیت کا انحصار ہی شہوانی محرکات پر ہے مانا کہ وقتی طور پر اس کی آمدنی میں بے پایاں اضافہ ہوجاتا ہے لیکن اس سے جونقصان ہوگا اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ جب قوم کا اخلاق بگڑ جائے گا' جب شرم وحیاء کی چادر تار تار ہوجائے گی' بے حیاء اور ہوسناک نگاہیں اس کی دولتِ عصمت لوٹنے میں بھی کوئی تامل محسوس نہیں کریں گی۔ قوم کے اصلاح یافتہ ہونے کے برکات سے جس طرح ہرفرد مستفید

ہوتا ہے اسی طرح اس کے اخلاق باختہ ہونے سے ہر فرد کو حصہ رسدی مل کر رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دروازہ کو بند کر دیا جس سے فسق و فجور کا سیلاب اُمنڈ سکتا ہے۔

قرآن حکیم نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پائے اور شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہو' تا کہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حدِ زنا اس پر جاری کر کے اس شہرت ہی کو سبب انسداد بنا دیا جائے۔ اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت دینا جب کہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں طبعی طور پر لوگوں کے دِلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ دس طرح کی خبریں ہر روز ہر اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ نوجوان مرد او رعوریں اُن کو دیکھتے رہتے ہیں۔ روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جب کہ وہ ثبوت شرعی کے ساتھ ہو۔ اس کے نتیجہ میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آجائے۔ اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔

اس آیت میں ایسی خبریں بلا ثبوت مشہور کرنے والوں پر دُنیا اور آخرت دونوں میں عذاب الیم ہونے کا ذکر ہے۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے کہ قیامت کے بعد ہوگا جس کا یہاں مشاہدہ نہیں ہوسکتا مگر دُنیا کا عذاب تو مشاہدہ میں آنا چاہیئے تا کہ جن لوگوں پر حد قذف (تہمت کی سزا) جاری کر دی گئی اُن پر تو دُنیا کا عذاب آ ہی گیا۔ اور اگر کوئی شرائط اجراء حد موجود نہ ہونے کی وجہ سے حد قذف سے بچ نکلا تو وہ دُنیا میں بھی فی الجملہ مستحق عذاب تو ٹھہرا۔ آیت کے مصداق کے لئے یہ بھی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو توبہ کی توفیق نصیب فرمائی :

﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (النور/۲۱)

'اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچ سکتے)'

And if there had not been the grace of Allah and His mercy upon you and that Allah is Kind enough. Merciful to you, (then, you would have experienced its hardship).

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ بہت شفقت کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے تو اللہ کا عذاب تم کو اپنی گرفت میں لے لیتا کیونکہ تم نے سنگین جرم کیا تھا۔

تو اے تہمت لگانے والو ! تم پر ایسا بینظیر عذاب آتا جو آج تک کسی پر نہ آیا کیونکہ تم نے بینظیر نبی کی بے نظیر طیبہ، طاہرہ عفیفہ، محفوظہ زوجہ کو بہتان لگایا۔ یہ تم پر اللہ کا خاص فضل اور اس کی رحمت ہے کہ تمھیں توبہ کی توفیق نصیب فرمائی۔

منافقین تکلیف میں اسلام کو چھوڑ دیتے ہیں

Allah will disclose the believers and the hypocrites

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۚ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ وَ لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ (العنکبوت/۱۱-۱۰)

'اور بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ پر۔ پھر جب ستایا جائے اسے راہِ خدا میں تو بنالیتا ہے لوگوں کی آزمایش کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر۔ اور اگر آجائے نصرت آپ کے رب کی طرف سے تو وہ کہنے لگتے ہیں ہم تو تمھارے ساتھ تھے۔ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہر اُس چیز کو جو لوگوں کے سینوں میں (پنہاں) ہے اور ضرور دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ انھیں جو ایمان لائے اور ضرور دیکھ لے گا منافقوں کو۔' (ضیاء القرآن)

'اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مان گئے اللہ کو پھر جب دُکھ دیا گیا اللہ کی راہ میں تو بنانے لگے لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر۔ اور اگر آگئی مدد تمہارے رب کی طرف سے تو ضرور کہیں گے کہ ہم آپ کے ساتھی تھے۔ کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو سارے جہان کے سینوں میں ہے اور ضرور بتا دے گا اللہ ایمان والوں کو اور ضرور معلوم کرا دے گا منافقوں کو۔ (معارف القرآن)

And there are some persons who say 'we have believed in Allah, 'then when they are meted with any affliction in the way of Allah, they regard the persecution of the people as equal to the torment of Allah. And if help comes from your Lord, then they shall surely say, 'We were with you', Does Allah not know well what is in the hearts of the people of entire world? And surely Allah will disclose the believers and will surely disclose the hypocrites.

وہ لوگ جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ راستہ ہموار ہے یہاں کوئی نشیب فراز نہیں۔ کوئی زحمت گوارا کئے بغیر منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے لیکن اُن کی توقع کے خلاف جب مصائب والآم کے کالے بادل گھیر کر آجاتے ہیں تو اس وقت وہ اپنے بچاؤ کی خاطر اسلام سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ انھیں رحمت الٰہی سے محروم کر دیا جائے گا کیونکہ دشمنان اسلام کے ظلم وستم سے تو وہ خائف ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے انھیں ڈر نہ آیا۔ محض اپنی جان بچانے کے لئے یا دیگر مالی منفعتوں کی خاطر انھوں نے عہد وفا توڑ ڈالا۔ وہ اس قابل نہیں کہ انھیں بلال رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ یاسر رضی اللہ عنہ جیسے عاشقان باوفا کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔ یہ عشق کی توہین ہے یہ حُسن ازل کی ناقدری ہے اور خدائے غیور اس کو برداشت نہیں کرتا۔

جو لوگ ہوا کا رُخ دیکھ کر اپنے نظریات وعقائد میں ردّوبدل کر لینے کے خوگر ہیں اگر وہ اسلام قبول کرنے کا اقرار بھی کر لیں جبکہ اُنھیں اپنی جان اور اپنے مال کا کوئی خطرہ نہ ہو تو اُن کا اقرار قابل اعتقاد نہیں۔ یہ کھوٹے سکے ہیں، اخلاص ووفا کے بازار میں چلنے کے قابل نہیں۔

(☆) جیسے مومن عذاب الٰہی کے خوف سے گناہ چھوڑ دیتے ہیں ایسے ہی منافقین اور کمزور ایمان والے، بے وقوف کفار کی ایذا کے خوف سے ایمان چھوڑ دیتے ہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو منافقین کا علم دے دیا تھا جو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنین اور منافقین سے خبردار نہ تھے وہ اس آیت سے بے خبر ہے یا اس کے منکر۔ کیونکہ ظاہر کر دینے سے مراد دُنیا میں ظاہر فرما دینا ہے۔

کفار و منافقین کی پیروی نہ کریں

Hear not the infidels and hypocrites

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾

(الاحزاب/۱) اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ کا یونہی خوف رکھنا اور نہ کہا مانئے کفار اور منافقین کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا (علم وحکمت والا) ہے۔

O Prophet ! the Communicator of unseen news ! continue fearing Allah and hear not the infidels and hypocrites. Undoubtedly Allah is Knowing, Wise.

سورۂ احزاب مدنی ہے اس کے بیشتر مضامین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور خصوصیت پر مشتمل ہیں جس میں آپ کی تعظیم کا واجب ہونا اور آپ کی ایذاء رسانی کا حرام ہونا مختلف عنوانات سے بیان ہوا ہے۔ اس سورہ کے سبب نزول میں چند روایات منقول ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ کے آس پاس یہود کے قبائل' قریظہ' نضیر' بنو قینقاع وغیرہ آباد تھے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور کوشش تھی کہ کسی طرح یہ لوگ مسلمان ہو جائیں اتفاقاً اُن یہودیوں میں سے چند آدمی آپ کی خدمت میں آنے لگے اور منافقانہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے۔ دِلوں میں ایمان نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری اقرار کو بھی غنیمت سمجھا کہ کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں تو دوسروں کو دعوت دنیا آسان ہو جائے گا اس لئے آپ اُن لوگوں کے ساتھ خاص مدارات کا معاملہ فرماتے' اور اُن کے چھوٹے بڑے آنے والوں کا اکرام کرتے تھے۔ اُن کی دِلداری کا خیال رکھتے تھے۔ اس سے انہیں یہ غلط فہمی ہوگئی کہ اب اگر وہ کوئی صلاح ومشورہ دیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرلیں۔ اس واقعہ پر سورۂ احزاب کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ (قرطبی)

ایک دوسرا واقعہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہجرت کے بعد کفارِ مکہ میں سے ولید بن مغیرہ اور شیبہ ابن ربیعہ مدینہ طیبہ آئے اور حضور ﷺ کے سامنے یہ پیشکش کی کہ ہم سب قریش مکہ کے آدھے اموال آپ کو دیدیں گے اگر آپ اپنے دعوے کو چھوڑ دیں۔ اور مدینہ منورہ کے منافقین اور یہود نے آپ کو یہ دھمکی دی کہ اگر آپ نے اپنا دعویٰ اور دعوت سے رجوع نہ کیا تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (روح المعانی)

تیسرا ایک واقعہ ثعلبی اور واحدی نے نقل کیا کہ ابوسفیان اور عکرمہ ابن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی اس زمانے میں جب واقعہ حدیبیہ میں کفار مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ترک جنگ پر معاہدہ ہوگیا تھا تو یہ لوگ مدینہ طیبہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ لات، منات، عزیٰ ہمارے معبودوں کے خلاف کہنا ترک کر دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ یہ بت بھی شفاعت کریں گے اور جو لوگ اُن کی پوجا کرتے ہیں یہ اُن کو بچالیں گے تو ہم آپ سے اور آپ کے رب سے اس کے بعد کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ اُن کا یہ بیہودہ اور لغو مشورہ سن کر حضور ﷺ کو سخت کوفت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' بھی خدمت اقدس میں حاضر تھے عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُن گستاخوں کے سر قلم کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں انھیں پہلے امان دے چکا ہوں، اُن سے معاہدہ صلح کر چکا ہوں اسلئے ایسا نہیں ہوسکتا۔ پھر اُن کو حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار اور منافق اس قابل نہیں کہ اُن کی بات مانی جائے۔ آپ صرف اُن احکام کی پیروی فرمایئے جو علیم و حکیم خدا نے آپ پر نازل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو تمھاری، انفرادی، اجتماعی سیاسی اور معاشی ضرورتوں سے باخبر ہے اور اس کا ہر حکم حکمتوں سے پُر ہے ایسے علیم و حکیم خدا کی فرمانبرداری سے ہی تم دونوں جہانوں میں سرخرو ہوسکتے ہو۔

اس مبارک سورت کا آغاز ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کے پرجلال کلمات سے کیا گیا ہے

یہ حضور ﷺ کا خاص اعزاز واکرام ہے کہ پورے قرآن میں کہیں آپ کو نام لے کر خطاب نہیں کیا گیا' دوسرے انبیاء کو ہمیشہ اُن کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ **یا اٰدم ۔ یانوح ۔ یا ابراھیم** ۔اے آدم' اے نوح' اے ابرہیم ۔لیکن اپنے حبیب کو جب بھی مخاطب فرمایا تو نام سے نہیں بلکہ اسم وصفی سے۔ اس سے مقصود حضور ﷺ کی عظمتِ شان اور جلالت قدر کا اظہار ہے چنانچہ علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے **نـاداہ جـل وعـلا بـوصـفـہٖ دون اسمہٖ تعظیما لہ و تفحیما** یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم وتکریم اور اظہار شان کیلئے وصف نبوت سے یاد فرمایا اور نام لے کر ندا نہیں دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے قرآن میں جہاں خطاب کیا گیا وہ کسی لقب نبی یا رسول' طٰہٰ' یٰسین' مزمل' مدثر' وغیرہ سے خطاب کیا گیا صرف چار مواقع پر جن میں یہی بتلانا منظور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اُن میں آپ کا نام ذکر کیا گیا جو ضروری تھا۔

اس نداء سے تین مسئلے معلوم ہوئے ۔ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط نام شریف سے پکارنا سنت الٰہیہ کے خلاف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے القاب سے پکارو۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام شریف محمد واحمد ہیں۔ آپ کے القاب اور صفاتی نام بہت ہیں۔ نبی بھی آپ کے القاب میں سے ہے۔ تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت تمام رسولوں سے زیادہ ہے کہ اور انبیاء کرام کو اُن کے نام سے پکارا مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لقب سے۔

صاحب لسان العرب لفظ 'نبی' کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یہ نبا سے مشتق ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہو۔

علامہ جوہری اور فراء دونوں کی رائے یہی ہے کہ یہ نبا سے ماخوذ ہے اس کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا۔

علامہ اصفہانی نے مزید تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 'نبا' ہر خبر کو نہیں کہا جاتا بلکہ صرف اس خبر کو 'نبا' کہتے ہیں جس میں یہ تین اوصاف ہوں:

(۱) فائدہ مند ہو (۲) اہم اور عظیم ہو (۳) اور ایسی ہو کہ اس کے سننے سے علم یا کم از کم غلبہ ظن حاصل ہو۔ اس لفظ پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے اُن کی دنیا اور عقبیٰ کی بیماریاں دُور ہوتے ہیں اور نبی کیونکہ ایسی باتوں سے آگاہ کرتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے۔

انہی تحقیقات کے پیش نظر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے 'النبی' کا ترجمہ 'غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے'۔

نبی : نبی کے معنیٰ ہیں پیغام رساں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان بڑے درجہ والا نبی ہے یعنی نبی نبوۃ سے بنا بمعنیٰ بلندی درجات (تفسیر روح المعانی' کبیر) یا نبی نباء سے بنا بمعنی خبر' نبی خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہو اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال ہے۔ وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول ۔۔ جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی ۔۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ دربار رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بلند رُتبے ملے۔ سرکا دو جہاں نے اپنی شمعِ نبوت کے پروانوں کو دین ودُنیا کی کیسی کیسی نعمتوں' سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرمادیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔ بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرمادیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ

مُراد کی مُراد پوری فرما دی۔ کسی کو جنّت بخش دی، کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرما دیا، کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا، کسی کو مال واولاد کی دولت سے مالا مال کر دیا، کسی کو عزتِ دارین کا تاج پہنا دیا، کسی کو صدیق بنا دیا، کسی کو فاروق بنا دیا، کسی کو غنی کر دیا، کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔

نبی کا دوسرا ترجمہ ہوا 'خبر دینے والا' خبر دیا ہوا' نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں' نہ وہاں عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه یخبر عن الله تعالی** یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا ﴿**تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ**﴾ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ ﴿**عَمَّا يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ**﴾ وہ کس چیز کے بارسے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں' کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔۔ اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔ خبر دینے والا' خبر لینے والا' خبر رکھنے والا۔ اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے' اے خبر دینے والے۔ کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔ مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار' ریڈیو' تار' خط' ٹیلیفون' ٹیلیویژن' نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں' مگر ان میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہ ہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَرپردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنیٰ کئے جائیں' خبر رکھنے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔ حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا' یارسول اللہ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بے شمار اُمتی اور ہر اُمّتی کے بے شمار اعمال۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں' تہ خانوں میں' پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عالَم بالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟۔

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو' اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ' میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں' ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبریل کو آنے دو' رب تعالیٰ سے پوچھوا لیں گے۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ' جمع تفریق کر کے بتا دیں۔ نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو' بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمّتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں۔

عرض کیا' کون؟ فرمایا' عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا' حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر و حضر' جنگل و گھر میں حضور کے ساتھی ہیں۔ فرمایا' اے عائشہ' انھیں کیا پوچھتی ہو' اُن کی

ہجرت والی رات غارِ ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔
یہ ہیں معنیٰ اس کے۔ کہ اے خبر رکھنے والے۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دست کرم پھر جائے وہ کُل کی خبر رکھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بیسیوں میل دور نہاوند میں جہاد کر رہے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں سے پُکارتے ہیں اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور خبر لے رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی آواز بھی وہاں پہنچا رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ خچر پر جا رہے ہیں۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے دو پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہاں دو قبریں ہیں۔ جن میں عذاب ہو رہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنیٰ۔

اور اگر اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے' تو مطلب یہ ہو گا کہ اے غریبوں' مسکینوں' گم ناموں' بے خبروں کی خبر لینے والے۔ جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں بے بسوں کے فریاد رس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین بچے چھوٹے لڑکپن میں فوت ہو جائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں' یارسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا۔ اس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا' اس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔ آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔ جس کا کوئی نہیں' اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنیٰ

خبر لینے والے کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بھولیں گے۔ خبر لینے والے کا نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہٰذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں۔ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُرانوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خُدا ہی چُھپا تم پہ کروروں درود

نداء یا رسول اللہ :

یَا پُکارنے کا کلمہ ہے اور پُکارنا چند مصلحتوں سے ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے کافروں کو بھی، مسلمانوں کو بھی، رسولوں کو بھی اور ہمارے حضور ﷺ کو بھی پُکارا، مگر ان چاروں کو پُکارنے کے الگ الگ مقصد ہیں۔ کافروں کو پُکارنا اظہار غضب کے لئے ہے، جیسے حاکم مجرم سے کہے 'او بے ایمان' 'او غدار' وغیرہ۔ اور مومنوں کو پُکارنا غفلت سے جگانے کے لئے، سوتے کو پہلے جگا لیتے ہیں پھر کلام کرتے ہیں۔

انبیاء کرام کو پُکارنا اظہار کرم کے لئے، کیونکہ وہ حضرات ایک آن کے لئے بھی رب تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾

میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں' نبی کریم ﷺ نے بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ اس لئے اُن کا پُکارنا اظہار کرم کے لئے ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اور نبیوں کو رب تعالیٰ نے نام لے کر پُکارا مگر ہمارے حضور ﷺ کو کہیں یا احمد' یا محمد کہہ کر نہیں پُکارا۔ جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا جیسے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ اس میں ہم غلاموں کو تعلیم ہے کہ جب ہم اُن کے رب ہو کر انہیں نام لے کر نہیں پُکارتے اور تم تو اُن کے غلام' نمک خوار ہو' تمہیں نام لے کر پُکارنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ غرضکہ اس **یَا** میں بھی اظہار شانِ مصطفیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ محبوب ﷺ کی اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو کہا کریں گے کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ ان کا منہ بند کرنے کے لئے اپنے حبیب کو جگہ جگہ پُکارا تاکہ بتایا جائے کہ یہ تو میری سُنّت ہے۔ شرک کیسا؟

مصیبت میں زبان سے میری نامِ پاک کیا نکلا مصیبت خود بنی میرا سہارا یارسول اللہ

حضور ﷺ کو دور یا نزدیک سے پُکارنا جائز ہے اُن کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی' خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے (جآء الحق)

حضور ﷺ کو نداء کرنا قرآن کریم' فعل ملائکہ' فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا **یامحمد اخبرنی عن الاسلام** نداء پائی گئی۔ مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا **یامحمد ان الله ارسلنی الیك** نداء پائی گئی۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر طالب دُعا ہوئے۔ اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی **اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمدٍ نبی الرحمة یامحمد اِنِّیْ قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذهٖ لتقضی اللهم فشفعه فیَّ** ۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور

تیری طرف حضور ﷺ نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تا کہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما۔۔ ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ اس میں نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے مدد بھی مانگی ہے۔

ملّت مشائخ و بزرگان دین اپنی دُعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔ قصیدہ بُردہ میں ہے :

یااکرم الخلق مالی من الوذ بہٖ سواک عند حلول الحادث العمٖم

اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں۔

امام زین العابدین اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

یارحمۃ للعٰلمین ادرک لزین العابدین

محبوس ایدی الظٰلمین فی موکب والمزدحم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

یاسید السادات جئتکَ قاصداً ارجو رضاکَ واحتمی بحماک

اے پیشواؤں کے پیشوا (اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے) میں دلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔

آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں (آپ کی حمایت کا طلبگار رہوں)۔

ان اشعار میں حضور ﷺ کو نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے استعانت بھی اور یہ نداء دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں **السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله وبركاته** یہاں حضور ﷺ کو پکارنا واجب ہے۔

تقویٰ اور منافقین کی عدم پیروی :

اس خطاب (آیۂ کریمہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حکم دیئے گئے۔ ایک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا' کہ مشرکین مکہ سے جو معاہدہ ہو چکا ہے اُس کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہے دوسرے مشرکین اور منافقین و یہود کی بات نہ ماننے کا۔ یہاں جو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ عہد شکنی بھی گناہ کبیرہ ہے اور کفار و مشرکین کی وہ باتیں جو شان نزول میں اُوپر بیان کی گئیں ہیں' اُن کا ماننا بھی گناہ عظیم ہے تو آپ خود ہی اس سے محفوظ تھے پھر اس حکم کی ضرورت کیا پیش آئی۔ روح المعانی میں ہے کہ مراد ان احکام سے آئندہ بھی اُن پر قائم رہنے کی ہدایت ہے جیسا کہ اس واقعہ میں آپ اُن پر قائم رہے اور ﴿اتق اللّٰہ﴾ کے حکم کو اس لئے مقدم کیا کہ مسلمانوں نے اُن مشرکینِ مکہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا جن سے معاہدہ صلح ہو چکا تھا۔ اس لئے عہد شکنی سے بچنے کی ہدایت لفظ **اتق اللّٰہ** کے ذریعہ مقدم کی گئی۔ بخلاف اطاعت کفار و مشرکین کہ اس کا کسی نے ارادہ بھی نہ کیا تھا اس لئے اس کو مؤخر کیا گیا۔

تقویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار تھا دامن تقدس پر کسی ناپسندیدہ فعل کی گرد بھی نہیں پڑی تھی جس سے پرہیز کا حکم دیا جا رہا ہو۔ اس لئے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اے حبیب ! جس طرح آج تک آپ نے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اسی طرح اب بھی ہمیشہ کی طرح بڑی استقامت کے ساتھ راہ تقویٰ پر گامزن رہئے۔ **المقصود الدوام والثبات علیھا** (روح المعانی۔ تفسیر ضیاء القرآن)

حضور ﷺ کے دل میں خوفِ خدا تو پہلے ہی سے کمال درجہ کا تھا اس آیت میں اس خوف پر قائم رہنے کا حکم ہے کہ حاصل چیز کا حاصل کرنا غیر ممکن ہے۔ (نور العرفان)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے مگر مراد اُمت کو سنانا ہے حضور ﷺ معصوم ہیں احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کا آپ سے کوئی احتمال

نہ تھا مگر قانون پوری اُمت کے لئے ہے اُن کو سنانے کا عنوان یہ اختیار کیا گیا کہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جس سے حکم کی اہمیت بہت بڑھ گئی کہ جب اللہ کے رسول بھی اس کے مخاطب ہیں تو اُمت کا کوئی فرد اس سے کیسے مستثنیٰ ہوسکتا ہے۔

ابن کثیر نے فرمایا کہ اس آیت میں کفار و مشرکین کی اطاعت سے منع کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ اُن سے مشورے نہ کریں' اُن کو زیادہ مجالست کا موقع نہ دیں' کیونکہ ایسے مشورے اور باہمی روابط بسا اوقات اس کا سبب بن جایا کرتے ہیں کہ اُن کی بات مان لی جائے تو اگر چہ اُن کی بات مان لینے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی احتمال نہ تھا مگر اُن کے ساتھ ایسے روابط رکھنے اور انکو اپنے مشوروں میں شریک کرنے سے بھی آپ کو روک دیا گیا اور اس کو اطاعت کے لفظ سے اس لئے تعبیر کر دیا کہ ایسے مشورے اور باہمی روابط عادۃً ماننے کا سبب بن جایا کرتے ہیں تو یہاں درحقیقت آپ کو اسباب اطاعت سے منع کیا گیا ہے نفسِ اطاعت کا تو آپ سے احتمال ہی نہ تھا۔

رہا یہ سوال کہ آیت مذکورۃ میں کافروں کی طرف سے خلافِ شرع اور خلافِ حق باتوں کا اظہار تو کوئی بعید نہیں۔ اُن کی اطاعت سے منع کرنا بھی ظاہر ہے۔ مگر منافقین نے اگر اسلام کے خلاف کوئی بات آپ سے کہی تو پھر وہ منافقین نہ رہے' کھلے کافر ہو گئے۔ اُن کو الگ ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ منافقین نے بالکل کھول کر تو کوئی بات خلاف اسلام نہ کہی ہو مگر دوسرے کفار کی تائید اور حمایت میں کوئی کلمہ کہا ہو

منافقین کا جو واقعہ شان نزول میں بیان ہوا ہے اگر اُس کو سبب نزول قرار دیا جائے تو اس میں اشکال ہی نہیں کیونکہ اس واقعہ کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کو اس سے روکا گیا ہے کہ اُن اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے یہود سے اے حبیب ﷺ آپ زیادہ مدارات کا معاملہ نہ کریں۔

مسئلہ: امور دین میں کفار سے مشورہ لینا بھی جائز نہیں۔ دوسرے امور جن کا تعلق تجربہ وغیرہ سے ہو اُن میں مشورہ لینے میں مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کا مجوسیوں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دینا :

نیز فرمایا: اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کام آپ کے دین اور آپ کی شریعت کے خلاف ہوں اُن میں آپ اُن کی موافقت نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کفار اور منافقین کی اطاعت ہرگز نہیں کرتے تھے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی عدم اطاعت اور عدم موافقت کے طریقہ پر برقرار رہیں، اور اس پر دوام اور استمرار کریں، نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ خود کفار اور منافقین کے طریقہ کی موافقت نہیں کرتے تھے بلکہ آپ اُن کے طریقہ کی مخالفت کرتے تھے اور آپ نے اپنی اُمت کو بھی اُن کے طریقہ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، سو تم اُن کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری، صحیح المسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید بالوں کو متغیر کرو، اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس (آتش پرست) کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے، آپ نے چند انصاری بوڑھوں کی سفید ڈاڑھیاں دیکھیں، تو آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ یا زرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے ؟

آپ نے فرمایا تم شلوار بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے کہا یارسول اللہ ! اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں اور (اس کے اُوپر) جوتی نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا تم موزے بھی پہنو اور جوتی بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے کہا یارسول اللہ ! اہل کتاب ڈاڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی رکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیاں چھوڑو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ عاشوراء سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ میت کو لحد میں نہ رکھ دیا جاتا۔ آپ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا یا محمد (ﷺ) ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا یہود کی مخالفت کرو۔ (سنن ابوداؤد)

واقعہ غزوۂ احزاب

Al-Ahzab (confederates)

Brief Introduction: **This chapter was revealed at Madina. After migration to Madina the enemies of Islam Jews and pagans of Arab tried their best to annihilate Muslims totally. For this purpose various methods of intrigues, false accusation use of violence and brute force were used against Muslims. Allah annuled their devices and provided shining success to the Prophet and his devoted followers at every juncture. This particular chapter deals with the evil attempt by enemies to exterminate Muslims altogether by physical force. The battle of Ahzab (Confederates) or battle of Trench occurring in Shawwal and Zulqad A.H. 5 has been maily discussed in the chapter. The Quraish confederated with other idolatrous tribes and Jews to fight against Muslims. The enemies gathered a force of ten thousand men and surronded Madina. This siege of Madina lasted two weeks or 27 days but the enemies could not be successful in entering Madina. The Prophet adopted a new method of war not known to the people before. He ordered to dig trench around Madina. This siege caused much suffering, but in the end confederates were totally uprooted. A natural calamity of cold air and storm completely destroyed the entire establishment of enemies. This was a well-organized and**

formidable attack. The Muslims too faced it boldly and in a well-organized manner. This was strategy of the Prophet astonished the enemies. After this battle Islam was established more firmly than before.

احزاب کے معنی پارٹی یا جماعت کے آتے ہیں۔ اس غزوہ میں مشرکین مکہ، یہودی اور منافقین کی تمام جماعتیں متحد اور متفق ہو کر مسلمانوں کو ختم کر دینے کا معاہدہ کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں نے اس غزوہ میں دشمن کے آنے کے راستہ پر یعنی مدینہ منورہ کے اطراف میں خندق کھود کر مدینہ منورہ کا دفاع کیا تھا اس لئے اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جس سال مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے، اُس کے دوسرے ہی سال میں غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ تیسرے سال میں غزوۂ اُحد پیش آیا۔ چوتھے سال میں یہ غزوۂ احزاب واقع ہوا۔ بہرحال ابتداء ہجرت سے اس وقت تک کفار کے حملے مسلمانوں پر مسلسل جاری تھے۔ غزوہ احزاب کا حملہ بڑی بھرپور طاقت وقوت اور پختہ عزم اور عہد و میثاق کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام پر یہ غزوہ دوسرے سب غزوات سے زیادہ اشد تھا کیونکہ اس میں حملہ آور احزاب کفار کی تعداد بارہ ہزار سے پندرہ ہزار تک بتلائی گئی ہے اور اس طرف سے مسلمان کُل تین ہزار وہ بھی بے سروسامان، اور زیادہ سخت سردی کا زمانہ۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کی شدت بڑی ہولناک صورت میں یہ بیان فرمائی ہے

﴿اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۠ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ (الاحزاب/۱۱-۱۰)

'تمھارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے۔ اس موقع پر خوب آزمالیا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے جھنجوڑے گئے۔'

From blow you and when eyes drew back in amazement and your hearts reached your throats and you began to think diverse thoughts about Allah (of hopes and despairs). That was the place, Muslims were tested and they were shaken with severe shaking.

یعنی دشمن نے ہر طرف سے تمھیں گھیر لیا تھا صورت حال اتنی بھیانک تھی کہ دہشت کے مارے آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں خوف و ہیبت سے کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔
آزماش بڑی سخت تھی ایک بھونچال تھا ہر چیز تھر تھر کانپ رہی تھی۔ امتحان کی اس بھٹی سے مسلمان کندن بن کر نکل رہے تھے جن لوگوں نے نفاق کا لباس پہنا ہوا تھا وہ ننگے ہو کر سامنے آ رہے تھے مگر جیسا کہ یہ وقت مسلمانوں پر سب سے زیادہ سخت تھا ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد سے اسی کا انجام مسلمانوں کے حق میں ایسی عظیم فتح و کامیابی کی صورت میں سامنے آیا کہ اس نے تمام مخالف گروہوں مشرکین، یہود اور منافقین کی کمریں توڑ دیں اور آگے اُن کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ مسلمانوں پر کسی حملے کا ارادہ کر سکیں۔ اس لحاظ سے یہ غزوہ کفر و اسلام کا آخری معرکہ تھا جو مدینہ منورہ کی زمین پر لڑا گیا۔

غزوۂ بنی نضیر : مدینہ طیبہ میں یہود کے دو مشہور قبیلے آباد تھے بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہنچتے ہی اُن سے دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا لیکن اُن کے دِلوں میں اسلام سے عداوت کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ وہ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتے جب کہ وہ اپنی اس باطنی خباثت کا مظاہرہ کر سکیں۔ غزوۂ احد میں جب گھاٹی پر متعین تیراندازوں کی عجلت اور غلطی کے باعث اسلامی لشکر کو سخت جانی نقصان ہوا تو یہود کے حوصلے بڑھ گئے۔ دوستی کے معاہدہ کے باوجود بنی نضیر نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی، جس میں وہ بُری طرح ناکام ہوئے۔
جب حضور ﷺ بنی نضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے تو وہ بظاہر بڑے احترام سے پیش

آئے اور ایک مکان کی دیوار کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا۔ چھت پر چکی کا ایک بھاری پاٹ رکھا تھا۔ انہوں نے سازش کی کہ چپکے سے کوئی آدمی اُوپر چڑھ جائے اور اُس کو نیچے پھینک دے۔ اُن کا ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا تھا۔ جبریل امین نے حسب حکم الٰہی فوراً مطلع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ اس عہد شکنی اور غداری کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دس دن کے اندر مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ ابن اُبی نے انہیں جا کر شہ دی کہ وہ اپنے گھروں میں ڈٹے رہیں۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو وہ اپنی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کیخلاف جنگ کرے گا اور اس نے یقین دلایا کہ دوسرے کئی بدو قبائل بھی اُن کی امداد کے لئے مدینہ پر دھاوا بول دینگے۔ اس لئے بنی نضیر نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور صاف صاف کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ سے جو کچھ ہوسکتا ہے کر گزریئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہلت کی مدت ختم ہوتے ہی اُن کا محاصرہ کرلیا۔ عبداللہ ابن ابی دَبک کر اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ اُن کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ جب بنی نضیر نے حالت کو اپنی توقع کے خلاف پا یا تو انھوں نے مدینہ طیبہ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کیا۔ جان بخشی کی التجا کو قبول کرلیا گیا۔ چنانچہ تین آدمیوں کو ایک اونٹ پر جتنا سامان وہ لاد سکتے تھے لاد کر لے جانے کی حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ بنی نضیر جلاوطنی کے بعد کچھ خیبر میں آ کر آباد ہو گئے اور بعض وادی القریٰ میں فروکش ہو گئے لیکن انھوں نے یہاں آ کر بھی اسلام کے خلاف سازش کرنی شروع کر دی۔ اُن کا ایک وفد جس میں سلام بن ابی الحقیق' کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق' سلام بن شکم اور حی بن اخطب قبیلہ نبی نضیر سے اور بنی وائل سے ابوعمارہ شریک تھے مکہ پہنچا اور قریش کو حضور ﷺ کے خلاف جنگ پر اُبھارنا شروع کیا اور انھیں یقین دلایا کہ وہ اس جنگ میں اُن کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اسلام اور بانی اسلام کو ختم کر کے دم لیں گے۔ قریش (مشرکین عرب) نے اُن سے پوچھا کہ اے علماء یہود۔ تم صاحب کتاب ہو اور علم و

فضل میں تمھارا مقام بہت اونچا ہے۔ تم جانتے ہو کہ محمد (فداہ ابی امی) سے ہم برسر پیکار ہیں۔ ہمیں ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہم راہ راست پر ہیں یا وہ۔ یہودی وفد نے کہا۔تمھارا دین اُن کے دین سے بہتر ہے اور اُن سے کہیں زیادہ تم راہ حق پر گامزن ہو۔ بیوقوف اتنی سے بات پر خوشی کے مارے آپے سے باہر ہو گئے۔ چنانچہ وہ بھی اس معاہدہ میں شریک ہو گئے' اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کا عزم کر لیا۔اس وفد کی ملاقات جب ابوسفیان سے ہوئی تو اُس نے ان کا بڑا پر تپاک خیر مقدم کیا اور انھیں کہا کہ ہمارے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو محمد (فداہ ابی وامی) کی عداوت پر ہمارے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔ یہودی اور کیا چاہتے تھے۔ انھوں نے ابوسفیان کی اس آمادگی کو دیکھ کر کہا کہ آپ قریش میں سے پچاس سردار چن لیں اور آپ بھی اُن میں ہوں پھر ہم سب جا کر کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اور اپنے سینے کعبہ کی دیواروں کے ساتھ ملا کر وعدہ کریں کہ ہم پیغمبر اسلام کی عداوت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا وہ اسلام کے خلاف جنگ جاری رکھے گا۔ چنانچہ قریش کے پچاس سرداروں اور یہودیوں کے اس وفد نے کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا معاہدہ کیا۔ (مظہری) یہاں سے وہ بنی غطفان کے پاس پہنچے۔ انھیں اسلام کے خلاف خوب بھڑکایا۔قریش کے ساتھ جو طے پایا تھا اسے بھی خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا اور ساتھ ہی یہ لالچ بھی دیا کہ اگر تم اس جنگ میں ہمارا ساتھ دو گے تو ہم خیبر کے باغات کی کھجوروں کا سارا پھل اس سال تمھاری نذر کر دیں گے۔ چنانچہ بنی غطفان کا سردار عیینہ بن حصین اپنے قبیلے سمیت اس سازش میں شریک ہو گیا۔ عیینہ نے اپنے دوست قبائل بنی اسد' بنی مُرّہ' اشجع کو بھی اس جنگ میں شرکت کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی۔

قریش کے لشکر کا کمانڈر ابوسفیان اور اس کے حلیف قبیلوں کا پرچم عیینہ کے ہاتھ میں تھا اسطرح یہ دس بارہ ہزار کا لشکر جرار مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے اور اُن کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دینے کے لئے روانہ ہوا۔ سرزمین عرب میں اتنا عظیم لشکر آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا

اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی اپنے دشمنوں کے عزائم سے بے خبر نہیں تھا۔ مختلف قبائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو غلام تھے انھوں نے ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا' اگرچہ صاحب وحی کو دَر حقیقت مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی' وہ براہ راست حق تعالیٰ کے اذن و اجازت سے کام کرتے ہیں مگر مشورے میں دو فائدے تھے۔ ایک اُمت کے لئے مشورہ کی سنت جاری کرنا' دوسرے قلوب مومنین میں باہمی ربط واتحاد کی تجدید اور تعاون و مدد کا جذبہ بیدار کرنا۔ اس کے بعد دفاع اور جنگ کے مادی وسائل پر غور ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جو پہلا کلمہ آیا تھا ﴿**حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل**﴾ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی اور وہی ہمارا بہتر کارساز ہے۔

غزوۂ خندق : حالات بہت نازک تھے ایک چھوٹی سی بستی پر اتنے لشکر جرار کی یلغار کیسے روکی جائے؟ جب کہ اس بستی میں بھی مار ہائے آستین (منافقین) کی کمی نہ تھی۔ مجلسِ مشورہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہمارے بلاد فارس میں جب دشمن یوں حملہ کرنے کی نیت سے دَھاوا بول دیتا تو ہم اپنے شہر کے اُرد گرد خندق کھود کر اُس کی پیش قدمی کو روک دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تجویز کو بہت پسند فرمایا اور خندق کھودنے کا حکم دے دیا۔ مخبر دو جہاں سرور کون و مکان اپنے دست مبارک میں کدال لئے اپنے غلاموں کے دوش بدوش خندق کھودنے میں مصروف تھے اور مٹی اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ شکم مبارک کے بال مٹی سے اُٹ گئے تھے اور جلد مبارک دکھائی نہیں دیتی تھی۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جاڑے کا موسم تھا غضب کی سردی تھی۔ صحابہ کرام بھوک سے نڈھال ہیں' تھکاوٹ سے چُور ہیں لیکن اپنے محبوب قائد کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم عمل ہیں۔ شمع توحید کے ان پروانوں کو اللہ تعالیٰ

کے پیارے حبیب نے جانبازی اور فدائیت کا یوں مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔

ان العیش عیش الآخرہ فاغفر الانصار والمهاجرة

یعنی زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ میرے پروردِگار انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ اپنے حق میں یہ دُعا سُن کر صحابہ کرام پر وَجد کی کیفیت طاری ہوگئی' کیف وسرور سے بےخود ہو کر یہ گانے لگے۔

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد مابقینا ابدا

یعنی ہم منزل عشق ومحبت کے وہ مسافر ہیں جنھوں نے اپنے ہادی ومرشد کے دست مبارک پر اس بات پر بیعت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے کلمہ حق کو بلند کرنے کے لئے مصروف جہاد رہیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے شریں اور دلنواز لہجہ سے اپنے ایک غلام حضرت عبداللہ بن رواحہ کے یہ شعر بھی پڑھتے

اللهم لولا انت ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینة علیتا وثبت الاقدام ان لاقینا

یعنی اے میرے مولا کریم۔ اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہ ہدایت پر گامزن نہ ہوتے' نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہمیں نماز کی توفیق ملتی۔ اے اللہ۔ ہم پر اطمینان وسکون نازل فرما اور اگر ہمارا مقابلہ دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

خندق کا پتھر ۔ ملک شام اور ایران کی خوشخبری : عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ میں' سلمان' حذیفہ' نعمان بن مقرن المزنی اور چھ انصاری اپنے حصہ کی چالیس گز خندق کھود رہے تھے تو اتفاق سے ایک چٹان آ گئی۔ ہم نے سارا زُور لگایا۔ بڑے جتن کئے' لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمان سے کہا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کریں تا کہ جو ارشاد ہو' اُس پر عمل کیا جائے۔ حضرت سلمان

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چٹان کے متعلق گذارش کی کہ ہمارے بازو شل ہو گئے ہیں، ہماری کدالیں کُند ہوگئی ہیں لیکن وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت سلمان کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس سے اتنی روشنی پیدا ہوئی جیسے کسی نے گھپ اندھیرے میں اچانک چراغ جلا دیا ہو اور اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر جا گرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اللّٰہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام** مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں۔ دوسری مرتبہ پھر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ضرب لگائی پھر اسی طرح روشنی نمودار ہوئی اور تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور نے فرمایا **اللّٰہ اکبر۔ اعطیت مفاتیح فارس** مجھے ملک ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ تیسری مرتبہ چوٹ لگائی۔ باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہوگئی اور حضور ﷺ نے فرمایا **اللّٰہ اکبر۔ اعطیت مفاتیح الیمن** مجھے یمن کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضربوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا بلکہ دُنیا کی دو بڑی عالمی طاقتوں روم اور ایران کے سنگین قلعوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا اور اُن ممالک کو فتح کی بشارت بھی اپنے غلاموں کو سنا دی۔ ظاہری حالات کی نزاکت کسی سے مخفی نہیں۔ سارا عرب اُمڈ کر آ رہا ہے۔ مدینہ کا ماحول بھی سازگار نہیں۔ یہاں بھی یہودیوں اور منافقوں کی ایک بھاری جمعیت موجود ہے فوج کے لئے نہ ساز و سامان ہے اور نہ خوراک کا معقول انتظام ہے۔ ان حالات میں جب بظاہر دشمن کے اس زبردست حملہ کے پیش نظر اپنی سلامتی بھی مشکوک ہو، اتنی عظیم مملکتوں کی فتح کی بشارت صرف اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول ہی دے سکتا ہے جس کی نگاہ نبوت کے سامنے مستقبل کے واقعات بھی صاف دِکھائی دے رہے ہیں۔

خلافتِ فاروقی اور بشارتیں: یہاں ایک اور بات غور طلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دیتے ہوئے ہر بار یہ فرمایا **اعطیت** کہ مجھے ان ملکوں کی کنجیاں دی گئی ہیں

اور سب جانتے ہیں کہ یہ ملک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے اور حضور ﷺ کی یہ بشارتیں پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظمؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق ہیں اسی لے جو مما لک آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہونے والے تھے انھیں حضور نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ اگر آپ خلیفہ برحق نہ ہوتے بلکہ غاصب اور ظالم ہوتے جیسے بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں تو اس بشارت کا قطعا کوئی محل نہ ہوتا۔ کبھی کوئی شخص اپنے دشمن اور مخالف کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا کرتا۔ ہمیشہ اپنوں کی فتوحات اور انھیں کے کارناموں کو اپنی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن ملکوں کی فتح کا وعدہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اس وعدہ کا خلافت فاروقی میں پورا ہونا آپ کے خلیفہ برحق ہونیکی اتنی روشن دلیل ہے کہ کسی حق پسند اور منصف مزاج کو کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

یہ روایت صرف اہلسنت کی کتابوں میں ہی نہیں تاکہ کوئی یہ کہہ کر اپنے دل کو بہلا لے کہ یہ سُنیوں کی گھڑی ہوئی روایت ہے بلکہ شیعہ حضرات کی صحیح ترین حدیث کی کتابوں میں موجود ہے جس سے خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔

ناظرین کے فائدہ کے لئے شیعہ کتاب کی راویت بھی درج ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کسی کی ہدایت کا سبب بنادے۔

فروع کافی جلد دوم کتاب الروضہ ۲۵ مطبوعہ تہران میں درج ہے

عن ابی عبد اللّٰہ قال لما حضر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخندق مَرّوا بکدّیہ فتناول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی المعول من ید امیر المؤمنین اومن ید سلمان فضرت بھا ضربۃ فتفرقت بثلاث فرق فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فتح علی فی ضربتی ھذہ کنوز کسریٰ وقیصر ۔یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایاہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو ایک چٹان آ گئی' حضور نے امیر المومنین یا حضرت سلمان کے ہاتھ سے کدال پکڑی اور اس چٹان پر ضرب لگائی

اس کے تین ٹکڑے ہو گئے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اس ضرب سے میرے لئے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح ہو گئے ہیں۔

حملہ حیدری میں اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا گیا ہے۔

حضور نے جواب فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے آگ نکلی (بجلی کوندی)
مجھے کسریٰ کے محلات دِکھائے گئے اور دوسری ضرب پر رُوم کا محل' تیسری ضرب کے وقت یمن۔
جبرئیل علیہ السلام نے اس کا سبب یہ بیان کیا کہ میرے بعد دین اسلام کے مددگار اور جانثار
ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں میری شریعت کا قانون نافذ کریں گے۔

اس بشارت اور اللہ تعالیٰ کے لطف پر میں نے ہر بار تکبیر (**الله اکبر**) کہی۔

مومنوں نے جب یہ مژدہ سُنا سب نے خوش ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اسی طرح دیگر کتابوں میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس وقت جو منافقین خندق کی کھدائی میں شامل تھے وہ منافق دِل میں تو بڑے خوش تھے کہ اچھا ہوا مسلمانوں کی بربادی کی گھڑی آ گئی جس کا وہ بڑی بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے پہلے سرگوشیاں کیں اور پھر لوگوں کے سامنے برملا کہنا شروع کر دیا کہ تمھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات پر حیرت وتعجب نہیں ہوتا۔ وہ تمھیں کیسے باطل اور بے بنیاد وعدے سنا رہے ہیں کہ یثرب (مدینہ) میں خندق کی گہرائی کے اندر انھیں حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات نظر آ رہے ہیں اور یہ کہ تم لوگ انھیں فتح کرو گے اور آج مدینہ میں اپنی جان کے لالے پڑے ہیں' ذرا اپنے حال کو تو دیکھو کہ تمھیں اپنے تن بدن کا تو ہوش نہیں' پیشاب پاخانے کی ضرورت پوری کرنے کی مہلت نہیں۔ تم ہو جو کسریٰ وغیرہ ملک کو فتح کرو گے۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی میں بشیر بن معتب ایک منافق پیش پیش تھا۔ اس واقعہ پر آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاِذْ يَـقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّاوَعَدَ نَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا﴾

(الاحزاب/۱۲) 'اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دِلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کیلئے۔'

And when the hypocrites and those in whose hearts there was a disease said, 'Allah and His Messenger promised us nothing but a delusion.

منافقین کے دِلوں میں نفاق کا مرض چھپا ہوا تھا۔

غور کیجئے کہ اُس وقت مسلمانوں کے ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر پورے یقین کا کیسا سخت امتحان تھا کہ ہر طرف سے کفار کے نرغہ اور خطرے میں ہیں خندق کھودنے کے لئے مزدور اور خادم نہیں' خود ہی یہ محنت ایسی حالت میں برداشت کر رہے ہیں کہ سخت سردی نے انھیں پریشان کر رکھا ہے۔ ہر طرف سے خوف ہی خوف ہے بظاہر اسباب اپنے بچاؤ اور بقاء پر یقین کرنا بھی آسان نہیں۔ دُنیا کی عظیم سلطنت روم و کسریٰ کی فتوحات کی خوشخبری پر یقین کس طرح ہو۔ مگر ایمان کی قیمت سب اعمال سے زیادہ اسی بناء پر ہے کہ اسباب و حالات کے سراسر خلاف ہونے کے وقت بھی اُن کو رسول کے ارشادات میں کوئی شک وشبہ پیدا نہ ہوا۔

یہ کس کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے جان نثار خادم تھے جو کسی حال بھی یہ نہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس مزدوری کی محنت شاقہ میں اُن کے شریک ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن صحابہ کرام کی دِل جوئی اور اُمت کی تعلیم کے لئے اس محنت و مزدوری میں برابر کا حصہ لیا۔ صحابہ کرام کی جانثاری' آپ کے اوصاف کمال اور نبوت و رسالت کی بنیاد پر تو تھی ہی' مگر ظاہر اسباب میں' ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ہر محنت و مشقت اور تنگی و تکلیف میں آپ سب لوگوں کی طرح اُن میں شریک ہوتے تھے۔ حاکم و محکوم' بادشاہ و رعیت اور صاحبِ اقتدار و عوام کی تفریق کا کوئی تصور وہاں نہ پیدا ہوتا' اور جب سے ملوک اسلام نے اس سنت کو ترک کیا' اُسی وقت سے یہ تفرقے پھوٹے' اور طرح طرح کے فتنے اپنے دامن میں لائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر دعوت اور عظیم معجزہ کا ظہور :

اسی خندق کی کھدائی کے دَوران وہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ ایک روز حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ بھوک کے سبب آپ متاثر ہو رہے ہیں۔ اپنی اہلیہ سے جا کر کہا کہ تمھارے پاس کچھ ہو تو پکالو۔ حضور ﷺ پر بھوک کا اثر دیکھا نہیں جا تا۔ اہلیہ نے بتایا کہ ہمارے گھر میں تقریباً ساڑھے تین سیر جَو ہے پیس کر آٹا بناتی ہوں۔ ایک بکری کا بچہ تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو ذبح کر کے گوشت تیار کیا اور حضور ﷺ کو دعوت دینے چلے اور پوری حقیقتِ حال بیان کر دی کہ صرف اتنا ہی کھانا ہے۔ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کا بڑا مجمع تھا آپ نے پورے لشکر میں اعلان فرما دیا کہ چلو جابر کے گھر دعوت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حیران تھے' گھر پر پہونچے تو اہلیہ نے سخت پریشانی کا اظہار کیا۔ اور پوچھا کہ آپ نے حضور ﷺ کو اصل حقیقت اور کھانے کی مقدار بتلا دی تھی؟ حضرت جابر نے فرمایا کہ ہاں وہ میں بتلا چکا ہوں تو اہلیہ محترمہ مطمئن ہوئیں کہ پھر ہمیں کچھ فکر نہیں۔ حضور ﷺ مالک ہیں جس طرح چاہیں کریں وہ سب حضور ﷺ کے مہمان ہیں۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولہے سے نہ اُتاری جائے۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے روٹی اور سالن سب کو دینے اور کھلانے کا اہتمام فرمایا اور پورے مجمع نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھا لیا مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولہے پر بدستور جوش مارتی رہی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب مجمع کے فارغ ہونے کے بعد بھی نہ ہماری ہانڈی میں سے کچھ کم نظر آیا تھا اور نہ گوندھے ہوئے آٹے میں کوئی کمی ہوتی تھی۔ سب گھر والوں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا' باقی پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری۔غزوۂ خندق)

کھجور میں برکت : اسی طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ میں کچھ کھجوریں لے کر آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ کچھ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے میرے باپ کے ناشتہ کے لئے بھیجی ہیں۔ آپ نے ان کھجوروں کو اپنے دست مبارک میں لے کر ایک کپڑے پر بکھیر دیا اور تمام اہل خندق کو بلا کر فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ چنانچہ تمام خندق والوں نے شکم سیر ہو کر ان کھجوروں کو کھایا۔ (مدراج النبوۃ) یہ دونوں واقعات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ہیں۔

اس طرح چھ روز میں شب و روز کی محنت شاقہ سے کفار کے لشکر کے آنے سے پہلے خندق تیار کر لی گئی۔ مدینہ طیبہ کے تین اطراف ایسے تھے جہاں سے عومی حملے کی توقع نہ تھی جنوب کی طرف گھنے باغات تھے مشرق اور مغرب کی طرف پتھریلا علاقہ اور سخت چٹانیں تھیں جہاں جگہ جگہ گہری اور چوڑی دراڑیں تھیں، صرف شمال سمت ہی کھلی اور غیر محفوظ تھی اور حملہ کا اسی جانب سے خطرہ تھا چنانچہ کوہ سلع کو پشت کی طرف رکھ کر شہر کی شمالی جانب پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھود کر مکمل کر لی گئی۔ دشمن کے وہاں پہنچنے سے پہلے حضور تین ہزار جان نثاروں کو لے کر موزوں مقامات پر خیمہ زن ہو گئے۔ کفار کا لشکر جو ایک طوفان کی صورت میں آگے بڑھا چلا آ رہا تھا، ایسے یہ خیال تھا کہ وہ مدینہ کی بستی کو پہلے ہلہ میں ہی نیت و نابود کر کے رکھ دے گا۔ انھوں نے جب اپنے سامنے اتنی چوری اور گہری خندق دیکھی تو حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ اُن کی جنگی منصوبہ بندی میں ایسی تدبیر کا سان گمان بھی نہ تھا، مجبوراً خندق کی دوسری طرف ہی انھوں نے اپنے خیمے نصیب کر لئے اور مسلمانوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور حملہ کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

جنگ کی ابتداء اور عمرو بن عبدود کا قتل : ایک روز ابو جہل کا بیٹا عکرمہ، عمرو بن عبدود عرب کا مشہور شہ سوار اور جنگجو اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر خندق کا چکر کاٹنے لگے۔ ایک جگہ خندق نسبتاً تنگ تھی اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا

بجلی کی سرعت کے ساتھ کود کر خندق کے دوسرے کنارے جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بلند آواز سے للکارا: **ھل من مبارز** ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔ کافر کی یہ للکار سن کر اللہ اور اس کے رسول کا شیر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنی تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے عبدود کے بیٹے! میں نے سنا ہے کہ تو نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو تو اُن دو میں سے ایک ضرور دے گا؟ اس نے بڑی نخوت سے کہا، ہاں۔ میں نے ایسا عہد کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پاک پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔ **ادعوك الى الله والى الرسول والى الاسلام**۔ اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ شیر خدا نے فرمایا: پھر میری دوسری درخواست یہ ہے کہ اور میرے ساتھ مقابلہ کرو وہ کہنے لگا: میرے آپ کے والد ابو طالب کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ میری تلوار سے قتل ہوں۔ اسلام کے شیر نے کفر کی لومڑی کو فرمایا: لیکن میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ میری ذوالفقار تیرا سر قلم کرے۔ یہ سن کر وہ غصّہ سے دیوانہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگا دی اس کی کونچوں کو کاٹ دیا اور حیدر کرار سے پنجہ آزمائی کے لئے آگے بڑھا۔ سارا کفر، سارے اسلام کے مدمقابل تھا۔ دونوں نے اپنی شجاعت کے جوہر دِکھائے۔ پے در پے حملے کرنے کے لئے ایک دوسرے جھپٹتے رہے اتنی گرد وغبار اُڑی کہ دونوں اس میں چھپ گئے۔ دونوں لشکر اپنے اپنے بہادروں کی تلواروں کی جھنکار اور اُن کے آپس میں ٹکرانے کی آواز سن رہے تھے۔ دکھائی کچھ نہیں دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنی چشم اشکبار سے سیدنا علی کی کامیابی کے لئے مصروف دُعا تھا۔ حضرت علی کی تلوار صاعقہ بن کر چمکی۔ اس کے فولادی خود کو اور اس کی زِرہ کو چیرتی ہوئی دشمن خدا کو دو ٹکرے کرتی ہوئی زمین پر آ ٹکی۔ چند لمحوں کے لئے سناٹا چھا گیا۔ یہ لمحے مسلمانوں کے لئے قیامت کے لمحے تھے جب غبار چھٹا تو دُنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا شیر، مصطفٰی کریم کی آغوش ناز میں پروان چڑھنے والا بھائی اور حسنین کریمین کا پدر بزرگوار

اس کافر کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا ہے اور تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی خوشی کا کیا عالم ہوگا۔ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مسرت و شادمانی کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہی وہ ضرب حیدری ہے جس نے کفر کے چھکے چھڑا دیئے اور اُن کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک مہینہ کے قریب کفار محاصرہ کئے رہے لیکن پھر کسی کو یہ جراءت نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کے کچھار کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

بنوقریظہ کی شمولیت : اگرچہ یہ سب ہنگامہ یہود کے ایک قبیلہ بنی نضیر کی ریشہ دوانیوں سے رونما ہوا تھا لیکن دوسرا یہودی قبیلہ بنی قریظہ اس میں بالکل ملوث نہیں تھا۔ اس کے سردار کا نام کعب بن اسد قرظی تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے دوستی کے معاہدہ کی پوری طرح پابندی کر رہے تھے۔ ایک دن موقع پا کر بنی نضیر کا رئیس حیی بن اخطب بنی قریظہ کے سردار کعب کو ملنے کے لئے گیا تا کہ اس کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ جب کعب کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ اُس نے اندازہ کر لیا کہ ضرور کوئی خباثت کرے گا۔ اُس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اس کو ملنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے کہا: اے کعب! دروازہ کھول۔ کعب نے کہا تم بدبخت آدمی ہو۔ مجھے بھی تم کسی بلا میں مبتلا کر دوگے۔ اس لئے میں تمہارے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔ حیی نے اسے طعنہ دیتے ہوئے کہا تم اس لئے دروازہ نہیں کھول رہے کہ تمھیں روٹی نہ کھلانی پڑے۔ بخل کا یہ الزام کعب کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس نے بادل نخواستہ دروازہ کھول دیا۔ جب دونوں تنہائی میں بیٹھے تو حیی نے کہا: **یاکعب ! جئتك بعز الدهر بحر طام . جئتك بقريش على قادتها و سادتها** ۔ اے کعب! میں تمھارے پاس زمانہ بھر کی عزت لے کر آیا ہوں ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے پاس قریش کے جنگجو اُن کے سرداروں سمیت لے کر آیا ہوں۔ بنی غطفان اور کئی دوسرے قبائل کے

نو جوان بھی اس لشکر جرار میں شامل ہیں ہم نے یہ پختہ وعدہ کیا ہے کہ جب تک ہم حضور کا خاتمہ نہ کر دیں گے اور اسلام کو جڑوں سے اکھیڑ کر نہ پھینک دیں گے اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے۔ اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا ایسا زرین موقع پھر نہیں ملے گا اس موقع کو غنیمت جانوں اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ہم باہر سے حملہ کریں گے اور تم پشت کی طرف سے ہلّہ بول دینا۔ کعب نے تو بہت صاف صاف انکار کر دیا اور کہا: **بــــذل الدهر وبجهام قد اهرق ماء ة** اے حیّ تم میرے پاس زمانہ بھر کی عزت نہیں لائے بلکہ جہاں بھر کی ذلت اور رُسوائی لے کر آئے ہو۔ اور جو لشکر تمھارے ساتھ ہے یہ ایسا بادل ہے جو صرف گرجتا اور کڑکنا جانتا ہے اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ پیغمبر اسلام سے ہمارا دوستی کا معاہدہ ہے اور آج تک اُن کی طرف سے اس کی معمولی خلاف ورزی بھی نہیں ہوئی۔ میں اس معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتا' لیکن حیّ اس کو عہد شکنی پر برانگیختہ کرتا رہا' یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو گیا اور کعب نے آخر کار مسلمانوں سے دوستی کے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ دیا اور حیّ اور لشکر کفار کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کر دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو اس کی تصدیق کے لئے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاد اور خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ کو چند خاص آدمیوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر یہ اطلاع غلط ہو تو بھرے مجمع میں آ کر بتا دینا' لیکن اگر درست ہو تو کنایۃً بتانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس حادثہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ یہ حضرات جب بنی قریظہ کی گڑھی میں پہنچے تو وہاں کا سماں ہی بالکل نرالا تھا۔ جنگ کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی تھیں۔ تلواریں بھالے' تیر کمانیں' اسلحہ خانے سے نکال کر تقسیم کی جا رہی تھیں۔ انھوں نے کعب سے گفتگو کرنا چاہی اور اسے سمجھنا چاہا۔ لیکن وہاں تو نیتوں میں فتور پیدا ہو چکا تھا وہ کوئی معقول بات سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ تو تو میں میں تک نوبت پہنچی۔ بنی قریظہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے آدمی اور محمد (ﷺ) کے درمیان قطعاً کوئی معاہدہ نہیں ہے اب معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے واپس آ کر حضرت

سعد بن معاذ نے اس عہد شکنی کی اطلاع حضور کی خدمت میں اشارۃً کردی ۔ رفتہ رفتہ بات عام ہوگئی ۔مسلمانوں کی پریشانی کی حد ہوگئی۔ پہلے تو صرف بیرونی حملہ آور سے مقابلہ تھا اب گھر بھی محفوظ نہ رہا۔ بنی قریظہ کے نوجوان کسی وقت بھی عقب سے حملہ کر کے حالات کو سنگین بنا سکتے تھے۔

بنی غطفان سے گفتگو : منافقین جو اب تک مصلحت بینی کے پیش نظر بادلِ نخواستہ اسلامی لشکر میں شامل تھے انھوں نے برملا کھسکنا شروع کر دیا۔ وہ طرح طرح کی بہانہ سازیاں کرنے لگے، لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب کے سچے خادم ان حالات میں بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی جمعیت اور طاقت کو منتشر کرنے کے لئے بنی غطفان کے سرداروں عیینہ اور ابوالحرث بن عمرو سے بات چیت شروع کی ۔ اگر تم محاصرہ اُٹھا کر چلے جاؤ تو مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ تمھیں دے دیا جائے گا۔انھوں نے آمادگی کا اظہار کیا۔ابھی یہ بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔وہ حاضر ہوئے تو اُنھیں ساری گفتگو سے خبردار کر دیا گیا۔انھوں نے عرض کی: اے ہمارے آقا۔اگر یہ معاہدہ حضور کو پسند ہے اور خوشی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو بھی ہمیں مجال انکار نہیں۔ اگر حضور محض ہماری سلامتی کے پیش نظر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو پھر ہم یہ معاہدہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جب ہم کافر اور مشرک تھے اس وقت بھی ہم ان قبائل کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بطور مہمان یا خرید کر یہ مدینہ کی کھجوریں کھا سکتے تھے۔ ویسے زبردستی کسی کو کھجور کا ایک دانہ لینے کی جرات نہیں تھی۔ اب تو ہمیں اللہ تعالیٰ عزت اسلام سے مشرف کیا ہے ہماری غیرت ایمانی اور جمعیت اسلامی کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ یونہی ہماری کھجوروں میں حصہ دار بن جائیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے محض تمھاری سلامتی کے پیش نظر اُن سے یہ بات چیت شروع کی ہے۔ اس تاریک

ماحول میں' ان صبر آزما مشکلات میں غیرت وجرات کا یہ مظاہرہ دیکھ کر حضور کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے عرض کی: **واللہ لا نعطیھم الا السیف حتٰی تحکم اللہ بیننا وبینھم** ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور اُن کے درمیان فیصلہ فرمائے۔

منافقین کے پروپکنڈے : منافقین کی سرگرمیاں مسلمانوں میں خوف وہراس پھیلانے تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ وہ تو انہیں یہ مشورے بھی دینے لگے تھے کہ جان کی ضرورت ہے تو میدان چھوڑ کر چپکے سے گھر واپس چلے جاؤ۔ وہ اپنے دوستوں کو ناصح مشفق بن کر سمجھاتے کہ تم اچھے بھلے سیانے لوگ ہو۔ اپنی بے سروسامانی کو دیکھو' اپنی تعداد کی قلت کو دیکھو اور اُدھر دشمن کے ساز وسامان اور اس کی ٹھاٹیں مارتی ہوئی فوجوں کو دیکھو کہ جب حرکت میں آتی ہیں تو زمین کانپنے لگتی ہے حملے ہونے کی دیر ہے وہ مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گی۔ یارو۔ ایسی کشتی کے سوار کیوں بنتے ہو جو ڈوب رہی ہے بہتر یہ ہے کہ جیسے بن پڑے یہاں سے نکل جاؤ ورنہ پھر یہ نہ کہنا کسی نے ہمیں بروقت مشورہ نہ دیا تھا۔

دشمنوں کے اس پروپکنڈے کا اثر بھی ظاہر ہونے لگا تھا۔ وہ لوگ جن کے دِلوں میں نفاق کا روگ تھا یا جو کمزور اور بزدل تھے وہ گھر لوٹنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے لگے۔ کوئی آ کر کہتا یا رسول اللہ۔ ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں' ہوسکتا ہے دشمن کسی وقت حملہ کردے اور ہمارے بال بچوں کو تہ تیغ کردے اور ہمارا گھر بار لوٹ لیا جائے۔ مہربانی فرما کر ہمیں اجازت دیجئے تا کہ ہم واپس جا کر اپنے گھروں کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب یہ سب اُن کی حیلہ سازیاں ہیں اُنکے گھر محفوظ ہیں' انہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ صرف میدان جہاد سے بھاگنے کے لئے بہانے بنا رہے ہیں۔

﴿وَ اِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ یٰۤاَهۡلَ یَثۡرِبَ لَامُقَامَ لَكُمۡ فَارۡجِعُوۡا ۚ وَیَسۡتَاۡذِنُ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمُ النَّبِیَّ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُیُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ۚ اِنۡ یُّرِیۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ (الاحزاب/۱۳)

'اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی اُن میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں' (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو)' اور اجازت مانگنے لگا اُن میں سے ایک گروہ نبی کریم سے یہ کہہ کر کہ (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں' حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے (اس بہانہ سازی سے) اُن کا ارادہ محض (میدان جنگ سے) فرار تھا۔'

And when a party of them said, 'O people, of Madina, here there is no place for your stay, therefore walk back to your houses', and a party of them asked permission of the Prophet, saying our houses are unsafe, and they were not unsafe. They wished not but to flee away.

منافق تو یہ خیال کر رہے تھے کہ اب اسلام کا درخت جڑوں سے اکھڑ جائے گا یہ آندھی اس چراغ کو بجھا دے گی۔ بزدل لوگ میدان جنگ سے بھاگنے کی تدبیریں کرنے لگے تھے طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرنے لگے تھے بعض نے تو اجازت مانگنے کو بے جا تکلف خیال کیا۔ جونہی موقع ملا مورچہ کو خالی چھوڑ کر چپکے سے کھسک گئے لیکن مردان پاکباز کا ایک گروہ بھی تھا جنھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں پر پکا یقین تھا حالات بیشک حوصلہ شکن تھے فضا خطرات کے مہیب بادلوں سے اَٹی ہوئی تھی لیکن ان وفا کیشوں کے عزم وثبات میں ذرا فرق نہ آیا۔ ان اندھیروں میں اُن کے نور یقین کی تابندگی دِید کے قابل تھی۔

مدینہ پاک کو اب یثرب کہنا بُرا ہے منافقوں کا طریقہ ہے۔ اللہ ورسول کے وعدوں میں جلدی کرنی مومن کی شان سے بعید ہے اُن کے وعدے سچے ہیں اگرچہ بعض میں دیر لگے۔ اب مدینہ منورہ کو طیبہ' بطحیٰ ' مدینہ منورہ وغیرہ پیار سے الفاظ سے یاد کیا جائے کیونکہ یثرب کے معنٰی ہیں مصیبت کی جگہ۔ یہاں فرمایا گیا کہ منافقین اور ضعیف الاعتقاد لوگ اہل مدینہ کو اہل یثرب کہتے ہیں۔ منافقین کا حال یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ دشمن کا لشکر شہر میں

داخل ہو جائے اور وہ انھیں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دے تو یہ لوگ اس اسلام دشمنی کے باعث جو اُنکے دلوں میں پوشیدہ ہے اسی وقت ہتھیار سجا کر دشمن کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے پھر نہ انھیں اپنے بال بچے کا خیال ستائے گا اور نہ اپنے گھروں کی حفاظت کا فرض یاد رہے گا۔ تمام چیزوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اسلام کو مٹانے کے جوش میں کفار کے لشکر میں شریک ہو جائیں گے۔ یہ ہے منافقین کی ذہنیت کا حقیقت پسندانہ تجزیہ اور اُن کے انداز فکر اور طریق کار کی صحیح تصویر۔ کفار کی دعوت پر لبیک کہنے میں وہ صرف اتنی مہلت مانگیں گے کہ گھروں میں رکھے ہوئے ہتھیار لے آئیں اور پوری طرح مسلح ہو کر اسلام کو مٹانے کے لئے اُن کے لشکر میں شریک ہو جائیں۔

منافقین کی اسلام کے خلاف کفار کی حمایت :

﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ (الاحزاب/۱۴)

'اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) اُن پر مدینہ کے اطراف سے' پھر اُن سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی' تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے اسمیں مگر بہت کم۔''

And if the armies were entered upon them from the sides of Madina, then they would have asked sedition of them, then necessarily, they would have done so and would not have been late in it but a little.

یعنی اگر بالفرض اُن کے گھر ایسے غیر محفوظ ہوتے کہ جو چاہے اُن میں گھس جائے پھر دشمن اُن کے گھروں میں گھس کر اُن سے مرتد ہونے کا مطالبہ کرتے تو یہ لوگ فوراً مرتد ہو جاتے کیونکہ اُن کے دل میں ایمان نہیں۔

آج تو اُن کا یہ عالم ہے کہ بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں لیکن پہلے تو لمبے چوڑے دعوے کیا کرتے تھے اور خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم اسلام کے

لئے جان دے دیں گے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے سر کٹا دیں گے مگر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں گے۔ کہاں گئے اُن کے وعدے اور کہاں گئے ان کے دعوے؟ منافقوں کا ہمیشہ یہی شعار ہوتا ہے کہ جب باتیں بنانے کا وقت ہوتا ہے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیتے ہیں اور اپنے اخلاص اور بہادری کے بارے میں ایسی ڈینگیں مارتے ہیں کہ سننے والا حیران ہو جاتا ہے۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اُن کی قلعی کھل جاتی ہے اور ان کا غیظ باطن آشکار ہو جاتا ہے۔

عہد شکنی : وہ یہ گمان نہ کریں کہ جو وعدے انہوں نے خداوند عالم سے کئے تھے انھیں بھلا دیا جائے گا اور اُن سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی۔ اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہر بات کے متعلق باز برس کرے گا۔

﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴾

(الاحزاب/۱۵) 'حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اُس کے متعلق ضرور باز برس کی جائی ہے'

And undoubtedly, they had already covenanted with Allah before that, that they would not turn their backs. And the covenant with Allah shall be questioned of.

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا عہد کرنا گویا رب تعالیٰ سے عہد کرنا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے نائب اعظم اور مختار مطلق ہیں۔ اسی طرح اپنے شیخ سے عہد گویا حضور سے عہد ہے۔ اس آیت سے اشارۃً بیعث کا ثبوت ہے رب تعالیٰ فرماتا **﴿ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰه﴾**۔ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مقبول الٰہی کے ذریعے رب تعالیٰ عہد و پیاں کرے اور ان عہدوں کو پورا کرے۔ یہ ایسے ہی ضورری ہے جیسے رب کے عہد کا پورا کرنا۔ یعنی بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے جنگ کے بعد آپ سے عہد کر لیا تھا کہ ہم احد میں تو بھاگ گئے تھے مگر اب کبھی دشمن کے مقابل سے نہ

بھاگیں گے لیکن آج اس عہد سے پھر گئے۔ قیامت میں اور چیزوں کا جیسے حساب کتاب سوال و جواب ہوگا ویسے ہی اُن سے اپنے عہد و پیاں کا بھی حساب ہوگا۔

موت سے بچنے کے لئے میدانِ جنگ سے بھاگنا :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اے محبوب! انہیں کہئے کہ اگر تم موت اور قتل سے بچنے کے لئے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہتے ہو تو تمھارے جیسا نادان اور کون ہوگا۔ یاد رکھو۔ موت سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں میدان جنگ میں قتل ہونے سے اگر آج تم بچ بھی گئے تو کیا پھر ہمیشہ کے لئے زندہ رہو گے؟ آج نہیں تو کل بہرحال تم نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اس لئے چندروزہ زندگی کے لئے اپنے نام پر بزدلی اور نامردی کی تہمت نہ لگنے دو۔

﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

(الاحزاب/١٦) 'فرما دیجئے (اے بھگوڑو!) تمہیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور (اگر بھاگ کر تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہوسکو گے مگر تھوڑی مدت '

Say you, 'Flight will never profit you, if you flee from death or slaying, and even then you shall not be allowed to enjoy the world but a little'.

یعنی اس بھاگ جانے میں تم پر جہاد سے فرار کا گناہ تو ہو جائے گا مگر کوئی دُنیاوی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اگر تمھاری تقدیر میں آج موت یا قتل لکھا ہے تو ضرور پہنچ جائے گا اور آج تمھاری موت نہیں ہے تو کچھ دن بعد ضرور مرو گے تو تھوڑی سی زندگی کے لئے اتنے بڑے گناہ کا بوجھ کیوں اُٹھاتے ہو۔

منافقین اور کفار کا کوئی مددگار نہیں : سن لو اگر اللہ تعالیٰ تمھیں کسی عذاب کے شکنجے میں کسنا چاہے تو کوئی ایسا نہیں جو تمھیں زبردستی چھڑا لے۔ اور اگر وہ تمھیں

اپنی کسی نوازش سے سرفراز کرنا چاہے تو کسی کی مجال نہیں کہ وہ رکاوٹ بن کر کھڑا ہو جائے۔

او اراد بکم رحمة سے پہلے یہ عبارت مقدر ہے **من ذالذی یعیبکم بسوء ان اراد بکم رحمة** لیکن اختصار کے لئے اسے مقدر کر دیا کیونکہ ہر ذی فہم یہ سمجھ سکتا اللہ تعالیٰ نے اگر اپنی امداد کا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی تائید سے محروم کر دیا تو پھر کون تمھاری امداد کرے گا اس لئے جھوٹی امیداوں میں گرفتار ہو کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ عذاب کا مستحق نہ بنادو۔

﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا﴾ (الاحزاب/۱۷)

'فرمایئے کون بچا سکتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہیں عذاب دینے کا اردہ کرلے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے۔ اورنہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار' **Say you, 'who is he that may evade the command of Allah from you, if He wills evil for you or desires mercy for you? And they shall not find for themselves besides Allah any supporter nor helper.**

یہاں برائی سے مراد اُنکی موت یا قتل ہے جو انہیں ناگوار ہے اور رحمت سے مراد زندگی اور امن ہے جو انھیں رحمت معلوم ہوتی ہے ورنہ مومن تو شہادت کی موت کو رحمت اور جہاد سے بھاگنے کے بعد کی زندگی کو عذاب جانتا ہے۔

اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ موت یقیناً آنی ہے۔اس سے بھاگ نہیں سکتے ۔ دوسرے یہ کہ اسباب اور جنگ سے بھاگنا موت کو ٹال نہیں سکتا۔ تیسرے یہ کہ جو خدا کو چھوڑ کر خدائی کو دوست بنائے وہ بڑا بے وقوف ہے اور جو خدائی کی محبت میں خدائی کو چھوڑے وہ کامیاب ہے۔ انجام کی بھلائی پائے گا۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کی امداد اللہ کی مدد ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر رب تمہارا بُرا چاہے تو تمہارا کوئی مددگار نہیں جو اُس کے عذاب سے بچائے۔

یہود کا منافقوں کو خفیہ پیغام : یہود نے منافقوں کو خفیہ پیغام بھیجا کہ ہم تمھارے سچے خیر خواہ ہیں اگر تم حضور کے ساتھ رہے تو ابوسفیان تمھیں بالکل تباہ کر دینگے اور اگر تم ہمارے پاس آ گئے تو تمھارا بال بیکا نہ ہوگا۔ منافقین نے خفیہ طور پر مسلمانوں کو رغبت دی کہ اسلامی کیمپ چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ جس قدر یہ منافق' مسلمانوں کو ڈارتے تھے اسی قدر مومنوں کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہوتے تھے اور ان کا استقلال اور بڑھتا تھا منافقین کی یہ حرکات محض ریاکاری یا مسلمانوں کو بہکانے اور انکو بزدل بنانے کی کوشش کرنے کے لئے ہیں لہذا اُن کا جہاد میں آنا عبادت نہیں بلکہ کفر ہے۔

منافقین جہاد کرنے والوں کو رُوکتے تھے :

﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَأْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (الاحزاب/۱۸) 'اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے رُوکنے والوں کو تم میں سے اور انہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آ جاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر برائے نام'

Undoubtedly, Allah knows those of you who hinder others from holy war and say to their brothers, come to us, and they come not to the battle but a little.

منافقین کو بتایا جا رہا ہے کہ تم لوگوں کے دِلوں میں خوف و ہراس پیدا کرتے ہو اور انہیں اسلام کے دَرخشاں مستقبل سے بدظن کرتے ہو اور جہاد میں شرکت سے رُوکتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمھاری ان حرکتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں۔ یقیناً وہ تمھاری جملہ سازشوں سے باخبر ہے اور تمھیں وہ سزا مل کر رہے گی جس کے تم مستحق ہو۔ تم محض دِکھاوے کے لئے دن بھر ایک آدھ چکر میدانِ کارزار میں لگا جاتے ہو' اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ وہ تمھاری چالوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿الْمُعَوِّقِيْنَ﴾ روکنے والے اور منع کرنے والے۔ بعض لوگ مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے سے روکتے تھے اور منع کرتے تھے۔ یہ کون لوگ تھے اس کی تعیین میں حسب ذیل اقوال ہیں :

۱۔ ابن السائب نے کہا یہ آیت عبداللہ بن اُبی' معتب بن بشیر اور اُن دیگر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو خندق سے لوٹ کر مدینہ چلے گئے تھے۔ اُن کے پاس جب کوئی منافق آتا تو یہ اس سے کہتے تھے تم پر افسوس ہے' یہیں بیٹھے رہو اور خندق کی طرف واپس نہ جاؤ' اور لشکر میں جو اُن کے ساتھی تھے اُن کو بھی یہ پیغام بھیجتے تھے ہمارے پاس آ جاؤ' ہم تمہارے منتظر ہیں۔

۲۔ قتادہ نے کہا یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے جو مدینہ میں رہنے والے اپنے ان بھائیوں سے کہتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور اُن کے اصحاب تعداد میں بہت کم ہیں وہ ابوسفیان اور اُس کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہیں' تم اُن کا ساتھ چھوڑ دو۔

۳۔ امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے لشکر سے نکل کر اپنے بھائی کے پاس گیا' اس کے پاس روٹی' بھنا ہوا گوشت اور نبیذ رکھا تھا۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا تم یہاں داد عیش دے رہے ہو اور رسول اللہ ﷺ تلواروں اور نیزوں کے درمیان ہیں۔ اس کے بھائی نے کہا تم بھی یہیں آ جاؤ' میں قسم کھاتا ہوں کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کبھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو' میں قسم کھاتا ہوں کہ میں حضور کے پاس جا کر یہ بات بتاؤں گا۔ وہ آپ کو بتانے گیا تو حضرت جبریل نے یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

منافقین کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں : حالت جنگ اور امن میں

منافقین کا جو رویہ ہے اس کا مزید انکشاف کیا جا رہا ہے غریب اور مسکین مسلمانوں کی امداد کے لئے یا جہاد کی تیاری کے لئے انھیں مال دینے کی دعوت دی جاتی ہے تو ایک دمڑی خرچ کرنا بھی اُن کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ آخری درجہ کی کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو پھر اُن کی حالت دیدنی ہوتی ہے آنکھیں گھومنے لگتی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ موت کے فرشتہ نے اپنا ہاتھ اُن کی شہ رگ پر رکھ دیا ہے اور وہ لوچ رہا ہے۔ مرنے والے کی جو حالت ہوتی ہے وہی اُن بزدِلوں کا حال ہوتا ہے۔ کنجوسوں کی بزدلی کی کتنی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔

اپنے ہاں کے دولتمندوں کو دیکھئے کہ انھیں اپنے پڑوس میں بسنے والے مسکینوں اور اپنے خاندان کے خستہ حال یتیموں اور بیواؤں پر کبھی ترس نہیں آتا۔ اُن کے لئے ایک کوڑی خرچ کرنا بھی انھیں مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن جب اشتراکیت کے علمبردار اُن کی فیکڑیوں پر دَھاوا بول دیتے ہیں اور اُن کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اس وقت انکا حال بعینہٖ وہی ہوتا ہے جو منافقین کا خوف طاری ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ کاش اُمت کے اغنیاء اپنے غریب اور محتاج بھائیوں کی امداد فیاضی سے کریں اور یتیم بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کریں' تو قطعاً انہیں اُن روح فرسا حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

جب جانبراز مجاہدین کی کوششوں سے دشمن پسپا ہو جاتا ہے تو اُن کے ہوش ٹھکانے لگتے ہیں۔ اس وقت اُن کی خسیس فطرت دوسرے روپ میں ظاہر ہوتی ہے مال غنیمت میں سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے جھپٹنے لگتے ہیں۔ اُن کی بھوکی للچائی ہوئی نظریں ہر چیز کو ہڑپ کرنے کے لئے بے چین ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ جانباز مجاہدوں پر طعن وتشنیع تیر برسانے لگتے ہیں۔ یوں پتہ چلتا ہے کہ اس فتح و کامیابی کا سہرا صرف اُن باتونی لوگوں کے سر ہے۔ وہ مجاہدین جو فولادی چٹان بن کر دشمن کے سامنے سینہ تان کر

کھڑے رہے اور دشمن کے ہر حلّہ کو پسپا کرتے رہے اُن کا اس فتح میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ تمھارا جنگی منصوبہ ناقص تھا، تم نے اپنا فرض ادا کرنے میں غفلت برتی ہے تم نے گولا بارود استعمال کرنے میں بڑے اسراف سے کام لیا ہے۔ تم نے دشمن کو قتل کرنے میں انسانی جذبات کا احترام نہیں کیا...... وغیرہ وغیرہ۔ اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح ان بہادروں کے کردار کو داغدار اور مشکوک ثابت کردیں اور اپنی بدعملی کے باوجود سارا کریڈٹ (فائدہ اور تائید) خود لے لیں۔ انکی عیب جوئی اور الزام تراشی میں عفوو درگزر کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ تیز دھار والی تلوار کی طرح اُن کی زبانیں بڑی بے رحمی سے اُن پر پیہم برستی رہتی ہیں۔

آپ نے اگر کبھی نکمّے لوگوں کو مخلص کارکنوں پر الزامات لگاتے دیکھا ہو تو بالکل یہی آپ کو دکھائی دیا ہوگا۔ **اشحة علی الخیر**۔ مال غنیمت میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کے لئے آپ اُن کو حریص پائیں گے۔

بتادیا کہ اس قسم کی کمینہ حرکتیں صرف انہی لوگوں سے صادر ہوتی ہیں جن کے سینے میں نور ایمان نہیں ہوتا۔ جب ایمان کا چراغ جگمگانے لگتا ہے تو انسان اس قسم کی رذیل حرکتیں نہیں کرسکتا۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے اگر وہ کچھ نیک عمل کرتے ہیں تو وہ باطل قرار دے دیئے جاتے ہیں۔

﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِىْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

(الاحزاب/۱۹) 'پرلے درجے کے کنجوس ہیں تمہارے معاملہ میں۔ پھر جب خوف (ودہشت) چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو پھر جب خوف دُور ہو جائے تو تمہیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے۔ بڑے

حریص ہیں مال غنیمت کے حصول میں (درحقیقت) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لے آئے ۔ پس اللہ نے ضائع کردیئے ہیں اُن کے اعمال ۔اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے

They are niggardly in helping you, then when the time of fear comes to them, you will see them that they are looking towards you, their eyes are rolling as the death has covered anyone, then when the time of fear has passed away, they began to taunt you with sharp tongues being greedy of the booty. These people have never believed, therefore Allah has nullified their works, and this is an easy thing for Allah.

معلوم ہوا کہ وقت پر ساتھ نہ دینا اور زبان سے دعویٰ محبت کرنا منافقوں کا کام ہے مومنوں کی شان یہ ہے کہ کلام کم کرے کام زیادہ کرے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے بولنے کے لئے ایک زبان دی ہے اور دیگر کام کرنے کے لئے اعضاء دو دو دیئے ہیں۔ منافقوں کی نیکیاں برباد ہوجائیں گی ۔ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں' اور منافقوں کافروں کے تمام صدقات و خیرات اچھے کام برباد ہیں جیسے بغیر بنیاد مکان۔ خیال رہے کہ یہاں برباد فرمانے سے مراد ہے بربادی کو ظاہر فرمانا۔ ورنہ اُن کے اعمال اول سے ہی درست نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ایک آن میں عمر بھر کی نیکیاں رَد فرما سکتا ہے اور ایک آن میں عمر بھر کے گناہ بخش دینے پر بھی قادر ہے۔

منافقین کی بزدلی : منافقین کی بزدلی کا ایک اور منظر پیش کیا جارہا ہے کہ شجاعت و بہادری کی ڈینگیں مارنے والوں کا حال یہ ہے کہ جب سے دشمن کا لشکر جرار مدینہ طیبہ کے باہر خیمہ زن ہوا' رستم وسہراب کے یہ فرزند دَبک کر اپنے تہ خانوں میں جا بیٹھے۔ اب دشمن سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ بھی گیا ہے لیکن یہ ابھی تک اپنے بلوں میں گھسے بیٹھے ہیں اور باہر نکلنے کا نام نہیں لیتے ۔انھیں بار بار بتایا جارہا ہے کہ مطلع صاف ہو چکا ہے ۔اب کوئی خطرہ نہیں ۔نکل آؤ اپنی ان بلوں سے لیکن انھیں یقین نہیں آتا ۔

خدانخواستہ اگر چند قبائل اکٹھے ہوکر پھر حملہ کر دیں تو یہ اپنا سر پیٹ لیں اور واویلا کرتے ہوئے کہیں کاش اُن مضبوط اور خوبصورت مکانات اوران مرمریں آرام دہ محلات کے بجائے وہ کسی صحرا میں بدوؤں کے ساتھ زندگی بسر کرر ہے ہوتے جہاں دشمن کے حملہ کا ہر وقت دھڑ کا لگا نہ ہوتا۔

منافقوں کی بے ہمتی :

﴿یَحۡسَبُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ لَمۡ یَذۡهَبُوۡا ۚ وَ اِنۡ یَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ یَوَدُّوۡا لَوۡ اَنَّهُمۡ بَادُوۡنَ فِی الۡاَعۡرَابِ یَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ ؕ وَ لَوۡ كَانُوۡا فِیۡكُمۡ مَّا قٰتَلُوۡۤا اِلَّا قَلِیۡلًا﴾ (الاحزاب/۲۰)

’دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل یہی خیال کرر ہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور اگر جتھے (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش! وہ صحرا میں بدوؤں کے ہاں ہوتے (آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے اور اگر یہ (بزدل) تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر برائے نام۔‘

They are thinking that the armies of the infidels have not yet gone, and if the armies come again, they would have wished then, that anyhow being out in the village would enquire about your news. And if they would have been among you, even then they would not have fought but a little.

یعنی ان منافقوں کی بزدلی کا حال یہ ہے کہ اگرچہ تیز ہوا اور فرشتوں کی مدد سے تمام کفار بھاگ چکے ہیں مگر اُن کے دِلوں کو اب تک اعتبار نہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی وہ بھاگے نہیں۔ ان منافقوں کی بے ہمتی کا یہ عالم ہے کہ اگر بالفرض محال کفار کے لشکر دوبارہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں تو اب کی بار یہ لوگ مدینہ پاک کو ہی چھوڑ کر دیہات میں بھاگ جائیں اورلوگوں سے تمھاری ہار جیت کی خبریں پوچھ لیا کریں۔خود مدینہ منورہ آنے کی کبھی ہمت نہ کریں۔ خیال رہے کہ یہ کلام بطریق فرض ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے جنگ خندق کے بعد خبر دے دی تھی کہ اب آئندہ ان شآءاللہ ہم اُن پر حملہ آور ہوں گے وہ ہم پر حملہ آور نہ ہوں گے بفضلہٖ تعالیٰ ایسے ہی ہوا۔ اگر بالفرض دوبارہ جنگ خندق ہو تو یہ منافقین مسلمانوں کے ساتھ صرف ریاکاری کے لئے جنگ میں شرکت کریں گے۔

نعیم بن مسعود کا اسلام قبول کرنا اور نصرتِ خداوندی :

اہل ایمان کے صبر و خلوص کا جب امتحان ہو چکا تو نصرتِ خواوندی رونما ہونے لگی۔ بنی غطفان کا ایک نوجوان نعیم بن مسعود بن عامر بن غطفان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیا ہے میرے مسلمان ہونے کی کسی کو خبر نہیں، اگر میں کسی خدمت کے قابل ہوں تو ارشاد فرمایئے۔ دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تنہا تو اس آڑے وقت میں اسلام کی کوئی نمایاں خدمت نہیں کر سکتے۔ البتہ تم کسی طرح دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا کر دو تو یہ ہماری بڑی امداد ہوگی۔ **الحرب خدعتہ** ' یہ جنگ ہے اور جنگ میں ایسی تدبیر جائز ہے۔ نعیم کے بنی قریظہ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ وہ اپنے قبیلہ سے کھسک اُن کے ہاں گیا اور انھیں جا کر کہا میری جو دِلی محبت اور دیرینہ تعلقات تمھارے ساتھ ہیں اُن کا تمھیں بخوبی علم ہے۔ انھوں نے کہا بیشک،ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر اُس نے بڑے رازدارانہ انداز میں کہا۔ قریش اور غطفان کے قبائل مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم نے مسلمانوں سے دوستانہ معاہدہ توڑ کر اُن کی امداد کا اعلان کر دیا لیکن تمھاری اور اُن کی حالت یکساں نہیں۔ تمھاری یہاں رہائش ہے، تمھارے بال بچے مال و منال، زمین و مکان سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انھیں چھوڑ کر یہاں سے نہیں جا سکتے۔ لیکن اُن کے اہل و عیال اور مال و متاع یہاں سے بہت دُور اپنے اپنے علاقہ میں محفوظ ہیں۔ انھیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور کامیابی کی صورت میں اُن کی ہر چیز پر قبضہ کر لیں گے بصورت دیگر وہ یہاں سے چلے جائیں گے اور تمھیں تنہا چھوڑ دیں گے۔ خود سوچ لو' کیا ایسی صورت میں تم

تنہا اس شخص کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ تم جنگ چھڑنے سے پہلے انہیں کہو کہ وہ چند مقتدر لوگ تمھارے پاس بطور یرغمال بھیج دیں تا کہ تمھیں یقین ہو جائے کہ وہ کسی حال میں تمھیں ملسمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اپنے وطن نہیں لوٹیں گے ۔ یہود قریظا اس کی بات سے بڑے متاثر ہوئے ۔کہنے لگے **قد اشرت بنصع** تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے۔

وہاں سے نکل کر وہ قریش کے پاس آیا اور ابوسفیان اور چند چیدہ قریشیوں سے جا کر ملا اور کہا میرے تمھارے ساتھ عرصہ دراز سے دوستانہ مراسم ہیں۔ اسے تم خوب جانتے ہو' اور پیغمبر اسلام سے مجھے جو عداوت ہے وہ بھی تمھیں معلوم ہے مجھے ایک خبر ملی ہے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں تمھارے گوش گزار کر دوں لیکن خدارا کسی کو نہ بتانا اور یہ راز فاش نہ کرنا۔ انھوں نے انھیں یقین دِلایا کہ یہ راز افشاء نہیں ہونے دیا جائے گا۔ نعیم نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ نبی قریظہ کا دوستانہ معاہدہ مسلمانوں کے ساتھ تھا جو انھوں نے توڑ دیا اور تمھارے ساتھ مل گئے۔ اب وہ اس عہد شکنی پر بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انھوں نے اظہارِ ندامت کرتے ہوئے معاہدہ کی تجدید کے لئے گفت و شنید شروع کر دی ہے انھوں نے حضور کو کہا ہے کہ ہم اپنی وفاداری کے اظہار کے لئے قریش اور غطفان کے چند مقتدر آدمی کسی طرح بلا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ آپ اُن کو قتل کر دیجئے پھر ہم' آپ کے ساتھ مل کر کفار پر حملہ کر دیں گے اور انھیں مار بھگا ئیں گے۔ پیغمبر اسلام نے اُن کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطور رہن چند آدمی طلب کریں تو خبردار ایک آدمی بھی نہ بھیجنا۔ بعینہٖ یہ بات اُس نے غطفان کے سرداروں کو جا کر بتائی۔

اتفاق کی بات ہے کہ ہفتہ کی رات کو ابوسفیان نے عکرمہ بن ابی جہل اور ورقہ بن غطفان کو چند دوسرے سرداروں کے ساتھ یہود کے پاس روانہ کیا اور انہیں کہلا بھیجا کہ ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے' حالتِ سفر میں ہمارے جانور ہلاک ہو رہے ہیں' خود بھی ہم طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ محاصرہ کو اب مزید طول دنیا ہمارے لئے ممکن

نہیں ہے۔ اس لئے اب مزید تاخیر کئے بغیر ہمیں کوئی فیصلہ کن اقدام اُٹھانا چاہئے۔ کل ہم سامنے سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور تم پیچھے سے ہلّہ بول دینا تاکہ اس مخمصہ سے جان چھوٹے اور ہم فارغ ہوکر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ یہود نے جواب دیا کہ کل یوم السبت (ہفتہ) ہے اور ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مسلمانوں سے خطرہ مول لینے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم کسی وقت ہمیں بے یارومددگار چھوڑ کر چلے نہیں جاؤ گے اور ہمیں تب یقین آئے گا جب چند معزز آدمی تم ہمارے پاس بطور رہن بھیج دو۔ اگر تمھیں یہ شرط منظور نہیں تو پھر ہم محمد (فداہ ابی وامی) کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ تم تو کل گھروں کو چلے جاؤ گے' ہم یہاں سے بھاگ کر کہاں سر چھپائیں گے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ابوسفیان وغیرہ کو جا کر بتائی تو وہ کہنے لگا کہ بخدا نعیم نے جو اطلاع ہمیں دی تھی وہ درست ہے۔ ابوسفیان نے اُن کی یہ شرائط ماننے سے صاف صاف انکار کردیا۔ اس طرح نبی قریظہ کو یقین ہوگیا کہ نعیم نے جو مشورہ دیا تھا وہ صحیح تھا انھوں نے حملہ آور لشکر کو کہلا بھیجا کہ جب تک تم اپنے آدمی بطور یرغمال ہمارے پاس نہیں بھیجو گے ہم تمھارا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ وہ ایک دوسرے سے بدگمان ہوگئے اور اسلام کے خلاف اُن کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔

جاڑے کا موسم تھا بلا کی سردی پڑ رہی تھی سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہورہا تھا یہود کے ساتھ تعلقات بھی توڑ چکے تھے حوصلے پست اور ہمت ٹوٹ چکی تھی ایک رات کو سخت آندھی آئی اُن کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں' ہانڈیاں اُلٹ گئیں۔ گھوڑے رسّے تڑا کر بھاگ نکلے۔ سارے لشکر میں سراسمیگی پھیل گئی وہ سمجھے کہ یہ تند و تیز آندھی انھیں تباہ کرکے رکھ دے گی۔ ابوسفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا۔ یارو۔ میں تو جارہا ہوں' تم بھی کوچ کرو۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ جھکڑ کیا قیامت ڈھا رہا ہے ابوسفیان پر ایسی بدحواسی طاری تھی کہ اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کا عقال (رسّی)

کھولنا یاد نہ رہا۔ جب اس نے ایڑ لگا کر اٹھانا چاہا تب اُسے پتہ چلا کہ اس کا پاؤں رسّے سے بندھا ہوا ہے۔ اسی حالت میں اُس نے عقال کو تلوار سے کاٹا اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ قریش اور غطفان نے جب اپنے کمانڈر کو یوں بزدلی کا مظاہر کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے بھی بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔

حضرت حذیفہ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے فرار کا آنکھوں دیکھا حال بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو رحمت مجسم علیہ الصلوٰ ۃ والسلام خوشی سے ہنس پڑے یہاں تک کہ حضور کے دندان مبارک کی سپیدی ظاہر ہوگئی۔ مسلمان جب صبح بیدار ہوئے اور لشکر کفار کے پڑاؤ کی طرف دیکھا تو وہاں ٹوٹی ہوئی طنابوں' اُلٹی ہوئی ہانڈیوں' بجھی ہوئی آگ اور بکھرے ہوئے سامان کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئی۔ کفر کی کالی گھٹا ناپید ہوچکی تھی۔ یثرب نگر کا مطلع صاف ہو چکا تھا۔ جہاں سورج کی سنہری کرنیں مسرت' کامیابی اور اطمئنان کی نوید سُنا رہی تھیں۔

یہ ان حالات کا اجمالی خاکہ ہے جن میں سورۂ احزاب کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر نہ بھیجا ہوتا تو یہ آندھی' لشکر کفار کے سپاہی کو ہلاک کر دیتی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمتہ للعالمین کے طفیل کفار کو بھی عذاب الٰہی سے پناہ ملی۔

اللهم احينا على دينه وامتنا على ملتهٖ واحشرنا فى زمر ته تحت لواء حمدهٖ وارزقنا شفاعته فى الدنيا والآخرة۔ اللهم صلى وسلم وبارك على جيبك امكرم و رسولك المعظم وعلى آله واصحابه اجمعين۔

منافقین کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا
انھیں قتل کر دیا جائے گا
منافقت کا انجام قتل ہے

Hypocrites will not remain in Madina

Hypocrites shall be seized and be slain

مدینہ منورہ میں یہود و مشرکین اور منافقین کی تعداد کافی تھی جن کے اوباش نوجوان شرم و حیاء کی قدروں سے ناواقف تھے اور فسق و فجور کے دِلدادہ تھے۔ اُن کی دوسری کمینہ حرکات کے علاوہ ایک رزیل عادت یہ بھی تھی کہ جب عورتیں اپنے گھروں سے کسی ضروری کام کے لئے نکلیں تو وہ اُن کا دُور تک تعاقب کرتے۔ خصوصًا شام کے اندھیرے وقت میں جب عورتیں قضائے حاجت کے لئے باہر جاتیں تو راستوں پر اونچی جگہوں پر درختوں کی اوٹ میں کھڑے ہو جاتے اور جب کوئی عورت اُدھر آنکلتی تو اس کو پھانسنے کی کوشش کرتے۔ یہ اُن کے ہاں عام دستور تھا۔ اس کو زیادہ معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اُن کے بڑے بوڑھے بھی اسی حرکتوں کو جوانی کی خرمستیاں کہہ کر ٹال مٹول کر دیا کرتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف کیا اور مدینہ منورہ بنا دیا' اس وقت مسلمان خواتین کو بھی ضروری کاموں کے لئے گھر سے نکلنا پڑتا تھا تو وہ اوباش یہی رذیل حرکتیں کرتے۔ اگر انھیں ٹوکا جاتا' تو وہ کہتے ہم پہچان نہیں سکے کہ یہ مسلم خاتون ہے ورنہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ایسا کرتے' چنانچہ مسلمانوں نے اپنی اس تکلیف کا تذکرہ بارگاہ رسالت ﷺ میں کیا تو پردے کے احکام نازل ہوئے۔

منافقین عورتوں کو چھیڑتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف غلط افواہیں پھیلا کر اُن کو پریشان کرنا چاہتے تھے۔ منافقین فاسق فاجر آوراہ اور بُرے خیالات رکھتے والے تھے۔ مسلمانوں کے بارے میں جھوٹی خبریں اُڑاتے تھے کہ مسلمان ہار گئے' کفار جیت گئے یا مسلمان بہت مارے گئے وغیرہ وغیرہ تاکہ غازیوں کے بیوی بچے اور مدینہ منورہ میں رہ جانے والے بیمار اور ضعیف مسلمانوں کو پریشانی وصدمہ ہو۔ مسلمانوں میں ایسی افواہیں پھیلانا حرام ہے جن سے اُن کو تشویش اور پریشانی ہو اور نقصان پہونچے۔

منافقین ان شرارتوں سے باز نہ آئیں تو وہ لوگ جہاں رہیں گے لعنت اور پھٹکار اُن کے ساتھ ہوگی اور جہاں ملیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور قتل کردیئے جائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور جب کوئی مسلمان احکام اسلام کی کھلی مخالفت اور انکار کرنے لگے تو وہ اصلاح شریعت میں مرتد کہلاتا ہے اس کے ساتھ شریعت اسلام میں کوئی مصالحت نہیں' بجز اس کے کہ وہ تائب ہو کر پھر مسلمان ہوجائے اور احکام اسلام کو قولاً وعملاً تسلیم کرلے ورنہ پھر اس کو قتل کیا جائے گا۔

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۚ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ (الاحزاب/۶۲-۶۰) 'اگر (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے منافق اور جن کے دِلوں میں بیماری ہے اور شہر میں جھوٹی افواہیں اُڑانے والے' تو ہم آپ کو مسلط کردیں گے اُن پر' پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ کے پاس مدینہ طیبہ میں مگر چند روز۔ وہ بھی اس حال میں کہ اُن پر لعنت برس رہی ہوگی۔ جہاں پائے جائینگے پکڑ لئے جائینگے اور جان سے مار ڈالے جائینگے اللہ کی سنت اُن (بدقماشوں) کے متعلق بھی یہی تھی جو پہلے گزر چکے۔ اور آپ سنت الٰہی میں ہرگز کوئی تغیر وتبدل نہ پائیں گے۔'

If the hypocrites and those in whose hearts there is a disease and those who circulate lies in Madina desist not, We shall surely give you authority over them, then they will not remain with you in Madina but a little. Accursed they are wherever they are found they shall be seized and be slain counting one by one. This has been the practice of Allah regarding those who have gone before, and you shall never find a change in the practice of Allah.

'منافقین' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دِل میں کفر تھا اور ظاہر ایمان کرتے تھے اور وہ لوگ جن کے دِلوں میں (فسق کی) بیماری ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں زنا اور دیگر فحش کاموں کی محبت تھی۔ اور وہ بُرے ارادہ سے مسلمان عورتوں کا پیچھا کرتے تھے اور 'مدینہ میں جھوٹی افواہیں اُڑانے والے' اس کے لئے اس آیت میں **المرجفون** ' کا لفظ ہے۔

اگر منافقین' مسلمان خواتین کو تنگ کرنے سے باز نہ آئے اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹی افواہیں اُڑانے والوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں تو وہ یاد رکھیں انھیں من مانی کرنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ہم آپ کو اُن پر غلبہ اور تسلط عطا فرمائیں گے اور وہ آپ کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہم آپ کو اُن پر مسلط کر دیں گے اور آپ اُن کے قتل کا حکم دے کر انھیں نیست و نابود کر دیں گے۔

اس کے متعلق دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ نہایت قلیل تعداد میں کچھ عرصہ یہاں رہیں گے پھر انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بہت قلیل عرصہ مدینہ طیبہ میں رہیں گے اس کے بعد انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

منافقوں اور بد باطن لوگوں کیلئے اے حبیب۔ تمھارے پڑوس میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ چند روز یہاں رہیں گے اس کے بعد انھیں یہاں سے نکال دیا جائے گا جہاں جائیں گے اُن

پر لعنت اور پھٹکار ہوگی۔ جہاں بھی وہ پائے جائیں گے اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں انھیں گرفتار کرلیا جائے گا اور اُنھیں بڑی رُسوائی اور ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور رہے ہ جو لوگ اُس کے رسول کے ساتھ منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور مار آستین بن کر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کے ایمان کی یہ بھی ایک قطعی دلیل ہے کہ اگر اُن کے دِل میں نفاق ہوتا' یا وہ اسلام کے بدخواہ ہوتے' جس طرح کئی بد باطن کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ آج بھی صرف مدینہ طیبہ میں نہیں بلکہ عرش بریں سے بھی زیادہ متبرک اور مقدس گنبد خضرا میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اور دامن کرم میں تشریف فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اَن گنت اور بیشمار رحمتیں اور برکتیں جو اس کے حبیب پر نازل ہو رہی رہیں اُس سے وہ بھی محظوظ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کو یوں اشکار کرتا ہے لیکن دِل کے اندھے نورِ حق کو پھر بھی نہیں دیکھ سکتے۔

منافقین کے دلوں پر مہریں
وہ نفس کے پیروکار ہیں

Seal upon the hearts of hypocrites

Hypocrites follow their caprices

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ (محمد/١٦)

'اور اُن میں کچھ ایسے ہیں جو کان لگائے رکھتے ہیں آپ کی طرف حتیٰ کہ جب نکلتے ہیں آپ کے پاس سے تو کہتے ہیں اہل علم سے (کہ ذرا فرمایئے) یہ صاحب ابھی ابھی کیا کہہ رہے تھے یہی وہ (بدبخت) ہیں مہر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کی۔' (تفسیر ضیاء القرآن)

And among them are some who listen to you till when they go forth from before you say to the men of learning, 'what he has said just now? These are they upon whose hearts Allah has set a seal and they followed their caprices.

اور اے محبوب ! اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو قرآن سننے کے لئے بظاہر آپ کی طرف کان تو لگاتے ہیں مگر جب آپ کے پاس سے اُٹھ کر باہر جاتے ہیں تو جن لوگوں کو دینی معلومات دی گئیں اُن سے پوچھتے ہیں (کیوں جی) انہوں نے ابھی کیا فرمایا تھا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں۔ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں جب وہ قرآن پاک سنتے ہیں اُن کو خداوند کریم اس قرآن پاک کی برکت سے اور ہدایت دیتا ہے نیز انہیں پرہیز گاری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

انہی مشرکوں میں سے ایسے بھی مسخرے مشرک تھے جو حضور کی خدمت میں آ کر قرآن پاک

سنتے تھے جب وہاں سے نکلتے تو اہل علم حضرت عبداللہ بن مسعود اور سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر پوچھتے کہ اس وقت حضور نے کیا فرمایا تھا اور یہ سوال اُن کا منافقانہ ہوتا تھا۔ سوال چونکہ استہزاء ہوتا تھا اس لئے قرآن پاک نے فرمایا کہ ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴾ فرمایا یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو ہوگئے اور اسی خواہشات نفسانی کی پیروی میں سب کچھ سُن کر سُنی اَن سُنی کر دیتے تھے برخلاف مومنین کے انہوں نے جب قرآن پاک سنا تو اس سے ان کے لئے ہدایت کا راستہ ملا اور اللہ نے ان کی پرہیز گاری کو اور بڑھایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور خوش اعتمادی کے ساتھ قرآن پاک سننے والے ہدایت پاتے ہیں اور استہزاء سننے والے اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے دوسری جگہ فرمایا ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ﴾ اس قرآن پاک کو سن کر بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پر آتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں تو وہ بے حکمے بے دین لوگ جن کی نیت قبول ہدایت نہیں ہوتی۔

(تفسیر الحسنات ۔ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ)

جمعہ کے خطبوں اور دیگر اجتماعات میں اہل ایمان کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبات' اہل ایمان تو ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور اپنے دل میں انھیں محفوظ کر لیتے' لیکن منافقین' حضور ﷺ کے فرامین تو سنتے' مگر اُن کی طبیعت پر یہ بڑے گراں گرزتے' جب محفل برخواست ہوتی تو صحابہ کرام سے پوچھتے کہ ابھی ابھی انھوں نے کچھ فرمایا ہے' ذرا بتایئے تو انھوں نے کیا فرمایا ہے؟ ہمیں تو یاد نہ رہا یا ہم سمجھ نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کے دِلوں پر مہریں لگا دیں اور وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں اس لئے انھیں سرور عالم حضور نبی مکرم ﷺ کے ارشادات کیسے یاد رہ سکتے ہیں۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ میں منافقین شرکت کرتے تھے اور بظاہر غور سے سنتے تھے تاکہ لوگ انھیں مخلص مسلمان سمجھیں۔ منافقین کی یہ عادت آج تک جاری ہے اب یہ اہلسنت و جماعت کی محافل اور جلسوں میں شرکت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کے وقت جب سب کھڑے ہوتے ہیں تو یہ بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی تقیہ کو اختیار کرتے ہوئے بادلِ نخواستہ خود بھی خاموش ستون کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(☆) بے رغبتی اور عدم توجہ سے دین کی باتیں سننا منافقین کی علامت ہے۔

جہاد پر جانے کا حکم سن کر موت کی غشی طاری ہو گئی

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۚ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۚ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (محمد/۲۱-۲۰)

'اور اہل ایمان کہتے ہیں کیوں نہ اُتری کوئی نئی سورت (جہاد کے بارے میں)۔ پس جب اُتاری جاتی ہے کوئی واضح سورت اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں اُن لوگوں کو جن کے دِلوں میں (نفاق کا) روگ ہوتا ہے کہ وہ تکتے ہیں آپ کی طرف جیسے تکتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پس اُن کے لئے بہتر یہ تھا کہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر وہ سچے رہتے اللہ تعالیٰ سے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا۔'

مسلمان ہجرت سے پہلے بڑے صبر وسکون کے ساتھ کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے اور زیادتیاں سہتے رہے یہاں تک کہ انھیں ہجرت کی اجازت مل گئی۔ اُن کا خیال تھا کہ مکہ سے تقریباً چار سو کلومیٹر دُور مدینہ طیبہ میں آرام کا سانس لینا نصیب ہوگا لیکن کفار مکہ کی دَست درازیوں نے نیند حرام کر دی۔ کوئی مسلمان قابو آتا تو اُسے قتل کر دیتے۔ مدینہ کے نواح میں جو چراگاہیں تھیں اُن پر دھاوا بول دیتے اور جو مویشی ہتھے چڑھتے' لے کر بھاگ جاتے۔ مسلمان اس صورت حال سے تنگ آ گئے تھے وہ بڑی بے چینی سے اذن جہاد کے منتظر تھے۔ منافقین بھی بڑی ڈینگیں مار رہے تھے کہ اگر جہاد کی اجازت مل گئی تو ہم کافروں کو عبرت انگیز سزا دیں گے اور میدان جہاد میں اپنی شجاعت کے ایسے کارنامے دکھائیں گے کہ دُنیا عش عش کر اُٹھے گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دے دیا تو اہل ایمان نے شکر الٰہی ادا کیا لیکن اُس وقت منافقین کی حالت دیدنی تھی۔ حواس باختہ ہو گئے تھے اوسان خطا ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا کہ نزع کا

عالم ہے، موت کی غشی اُن پر طاری ہوگئی ہے اب مرے کہ اب مرے۔ بے شک امتحان کے وقت ہی مومن اور منافق کی پہچان ہوتی ہے۔ باتیں بنانے میں تو منافقین بڑے چرب زبان ہوتے ہیں۔

آیت کریمہ میں مومنین کو جہاد کے شوق میں یہ عرض کرنا محسوس ہوا کہ جہاں اور احکام آرہے ہیں وہاں جہاد کے بھی احکام کیوں نہیں آتے۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان والے تو یہ چاہتے ہیں کہ احکام جہاد نازل ہوں مگر منافقین اسلام ان احکام کو سن کر ایسے غش ہوتے ہیں کہ گویا موت طاری ہورہی ہے۔ (تفسیر الحسنات)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کے لئے بہتر تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے اور جب جہاد کے بارے میں قطعی حکم نازل ہوگیا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کے جو وعدے اور دعوے انھوں نے کئے تھے اُنھیں پورا کر دکھاتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اُن کے دونوں جہاں سنور جاتے، لیکن اُن کے دل ایمان کے نور سے محروم ہیں۔ اُن سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اہل ایمان کی طرح اسلام کو سربلند کرنے کے لئے جان کی بازی لگادیں گے۔

اگر اُنھیں حکومت مل جائے تو فتنہ برپا کردیں اور قطع رحمی کرنے لگیں

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد/۲۲)

پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کروگے زمین میں اور قطع کردوگے اپنی قرابتوں کو۔

Do you then have the sign that if you get the authority, spread disorder in the land and sever your lies of kinship?

اس آیت میں خطاب اُن منافقین سے ہے جو جہاد کا حکم سن کر مرے جا رہے تھے۔

آیت میں **تَوَلَّيْتُمْ** کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اول: **تو ليتم ای اعرضتم عن الاسلام** (بحر محیط) یعنی اگر تم اسلام سے منہ پھیر لو تو پھر تم زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹ آؤ گے۔ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرو گے ایک دوسرے کا گلا کاٹو گے، نہ تمھیں عدل وانصاف کے تقاضے یاد رہیں گے اور نہ تم ایک دوسرے کے ساتھ احسان و مروت کا سلوک کرو گے۔ سابقہ وحشت و بربربت کا دور پھر آ جائے گا۔ دوم: **تَوَلَّيْتُمْ** ولایت سے ہے یعنی اگر زمام اقتدار تمھارے ہاتھ میں آ جائے تو تم سے کسی بھلائی کی توقع عبث ہے۔ تم جیسے بزدل جو راہ حق میں جہاد کرنے سے جی چراتے ہیں اُن سے یہ کیسے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ مسند اقتدار پر بیٹھ کر عدل وانصاف قائم کریں گے یا اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کریں گے۔ ان نااہلوں کو اگر حکومت مل جائے تو وہ جور دِستم کی آگ بھڑکائیں گے۔ ملک کے امن وسکون کو تہ و بالا کر کے رکھ دیں گے۔ بزدل ہمیشہ ظالم اور ستم گر ہوا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اے منافقو۔ اگر ہم تم کو سلطنت دے دیں تو تم رشوتیں لے کر ایک دوسرے پر ظلم کر کے آپس میں لڑ بھڑ کر زمین میں فساد پھیلا دیں گے کیونکہ تم دنیا کے حریص اور دین میں سست ہو۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اگر تم نے احکام شرعیہ الٰہیہ سے رُوگردانی کی جن میں حکم جہاد بھی شامل ہے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے قدیم طریقوں پر پڑ جاؤ گے جس کا لازمی نتیجہ زمین میں فساد اور قطع ارحام ہے جیسا کہ جاہلیت کے ہر کام میں اس کا مشاہدہ ہوتا تھا کہ کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر چڑھائی اور قتل وغارت کرتا تھا۔ اپنی اولاد کو خود اپنے ہاتھوں زندہ دَرگور کر دیتے تھے۔ اسلام نے اُن تمام رسوم جاہلیت کو مٹایا اور اس کے مٹانے کے لئے حکم جہاد جاری فرمایا جو اگرچہ ظاہر میں خونریزی ہے مگر درحقیقت اس کا حاصل سڑے ہوئے عضو کو جسم سے الگ کر دینا ہے تاکہ باقی جسم سالم رہے۔ جہاد کے ذریعہ عدل وانصاف اور قرابیوں اور رشتوں کا احترام قائم ہوتا ہے۔

صلہ رحمی کی سخت تاکید

لفظ ارحام رحم کی جمع ہے جو ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کا مقام ہے چونکہ عام رشتوں قرابتوں کی بنیاد وہیں سے چلتی ہے اس لئے محاورات میں رحم بمعنی قرابت اور رشتہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں اس جگہ اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ ذوی الارحام اور ارحام کا لفظ کن کن قرابتوں پر حاوی ہے۔ اسلام نے رشتہ داری اور قرابت کے حقوق پورے کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے دو اصحاب سے اس مضمون کی حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صلہ رحمی کرئے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قریب کرے گا اور جو رشتہ قرابت قطع کریگا اللہ تعالیٰ اس کو قطع کر دیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ اقوال و افعال اور مال کے خرچ کرنے میں احسان کا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی ایسا گناہ جس کی سزا اللہ تعالیٰ دُنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں اس کے علاوہ، ظلم اور قطع رحمی کے برابر نہیں۔ (ابو داؤد، ترمذی، ابن کثیر)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اُس کی عمر زیادہ ہو اور رزق میں برکت ہو، اُس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے یعنی رشتہ درداروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے۔ احادیث صحیحہ میں یہ بھی ہے کہ قرابت کے حق کے معاملہ میں دوسری طرف سے برابری کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ اگر دوسرا بھائی قطع تعلق اور ناروا سلوک بھی کرتا ہے جب بھی تمھیں حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے۔ صحیح بخاری میں ہے **لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها** یعنی وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو صرف برابر کا بدلہ دے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسری طرف سے قطع تعلق کا معاہ کیا جائے تو یہ ملانے اور جوڑنے کا کام کرے (ابن کثیر)

منافقین پر اللہ کی لعنت، اللہ نے انھیں بہرا، اندھا بنادیا اور دلوں پر قفل لگا دیا

Allah has cursed the hypocrites

Hypocrites are deaf and blind (from the truth)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (سورۂ محمد/۲۴-۲۳)

'یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر (حق سننے سے) انہیں بہرا کردیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔ کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے قرآن میں یا (اُن کے) دِلوں پر قفل لگا دیئے گئے ہیں؟ '

These are they whom Allah has cursed and made them deaf from the truth and made their eyes blind. Do they then ponder not over Quran, or there are locks on the hearts of some of them?

یہی وہ بدنصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور کردیتا ہے۔ اُن کی بزدلی اور اُن کے ظلمِ عدوان کے باعث اُن کے کان بہرے ہوجاتے ہیں۔ وہ حق کی صدائے دِلنوراز سن ہی نہیں سکتے۔ اُن کی آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں۔نور ہدایت انھیں نظر ہی نہیں آتا۔

تمام عیوب منافقوں کے ہیں جو جہاد سے جان چراتے تھے اور غنیمت تقسیم ہوتے وقت سب سے آگے ہوتے تھے۔منافقین کے دِلوں پر نفاق کے قفل لگے ہیں۔وہ نہ تو قرآن مجید میں تدبر کرسکتے ہیں اور نہ قرآن کی ہدایت اُن کے دل میں اُترتی ہے۔ قفل کھلے تو ہدایت داخل ہو۔

ایسے آدمی جو زمین میں فساد پھیلائیں اور رشتوں قرابتوں کو قطع کریں اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے یعنی اُن کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے۔

منافقین، کفر کو ترجیح دیتے تھے اور حق کو قبول کرنے میں انحراف کرتے تھے گویا یہ فرمایا کہ ان کے دِلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں کہ حق بات نہیں پہنچتی اور کفر کو قبول کرتے ہیں تو جو لوگ اسلام میں آ کر مرتد ہو گئے اور حقانیت دیکھ کر منحرف ہوئے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شیطان نے اُن کو پھسلا دیا اور اُن کی دُنیا میں رہنے کی آرزوؤں کو دراز کر دیا۔ اسی لئے اُن کے منہ سے یہی لفظ نکلتے ہیں کہ ہم اسلام کے دشمن کی حمایت کریں گے اور جو اللہ نے نازل فرمایا وہ ہمیں پسند نہیں اور اُن کی یہ سرگوشیاں اور خفیہ راز اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور اپنے حبیب لبیب جناب مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء پر بھی منکشف فرما دیا۔ (تفسیر الحسنات)

کسی معین شخص پر لعنت کا حکم

اور لعن یزید کی بحث : حضرت امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے اُن سے یزید پر لعنت کرنے کی اجازت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ اُس شخص پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ صاحبزادے نے عرض کیا کہ میں نے تو قرآن کو پورا پڑھا، اُس میں کہیں یزید پر لعنت نہیں آئی۔ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ یزید سے زیادہ کون قطع ارحام کا مرتکب ہوگا جس نے رسول اللہ ﷺ کے رشتہ وقرابت کی بھی رعایت نہیں کی۔ مگر جمہور اُمت کے نزدیک کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کا کفر پر مرنا یقینی طور پر ثابت نہ ہو۔ ہاں عام وصف کے ساتھ لعنت کرنا جائز ہے جیسے **لعنة الله على الكاذبين ۔ لعنة الله على المفسدين ولعنة الله على قاطع الرحم** وغیرہ (روح المعانی)

دین سے پھرنے والوں کوشیطان فریب دے کرآس دلاتا ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ﴾ (سورہ محمد/۲۵)

'بیشک جولوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹ گئے باوجود یکہ اُن پر ہدایت (کی راہ) ظاہر ہو چکی تھی شیطان نے انہیں فریب دیا اور اُنہیں لمبی زندگی کی آس دلائی ۔ '

Undoubtedly, those who turned away to their backs after the guidance had become clear to them. The devil seduced them and gave them false hope of long-living in the world.

حق جب نکھر کر سامنے آجاتا ہے تو اس کی کشش خود بخود دِلوں کو اپنی طرف جذب کرنے لگتی ہے اس کے باوجود جولوگ حق قبول کرنے سے رُوگردانی کرتے ہیں اور باطل سے چمٹے رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان باطل عقائد اور بُرے اعمال کو اُن کے سامنے آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کرتا ہے۔ اُن کو جھوٹی اُمنگوں سے للچاتا ہے۔ اُن کے دِل میں ڈالتا ہے کہ ابھی تو عنفوانِ شباب ہے' موت تو بڑی دیر کے بعد آئے گی ۔ ان لمحوں کو ضائع مت کرو اور جی بھر کر عیش ونشاط کرو۔ **سول لهم زين لهم خطاياهم** یعنی اُن کے گناہوں کو اُن کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے **املٰی لهم الشيطان فى الامل ووعدهم طول العمر** یعنی شیطان انھیں طرح طرح کی امیدیں دلاتا ہے اور اُن سے وعدہ کرتا ہیکہ تمھاری عمر بڑی لمبی ہوگی ۔ توبہ کرنے کی اتنی جلدی کیا ہے جب بڑھاپا آجائے گا اُس وقت توبہ کر لینا۔

اس سے مراد کفار اہل کتاب ہیں جو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے اپنی کتاب کے ذریعہ ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد آپ کے منکر ہو گئے یا منافقین مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ سن کر بھی ہدایت پر نہ آئے ۔

ابلیس انسانوں کو دو طرح دھوکا دیتا ہے۔ ایک یہ کہ بُرے اعمال کو اُن کی نگاہ میں اچھا کر کے دِکھاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اُسے سمجھاتا ہے کہ ابھی تیری عمر زیادہ عمر زیادہ ہے، عیش کر۔ مرنے کے قریب توبہ کر لینا۔ مومن عاقل ہر سانس کو آخری سانس سمجھ کر نیک کام میں جلدی کرتا ہے پہلا فریب دوسرے فریب سے سخت تر ہے۔

اللہ تعالیٰ نفاق کا پَردہ چاک کر دے گا

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۰ وَلَوْنَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ۰ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۰ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾

(سورۂ محمد/۳۰۔۲۹) 'کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دِلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر نہیں کرے گا اُن کے دِلی کھوٹوں کو۔ اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو دِکھا دیں یہ لوگ۔ سو آپ پہچان تو چکے ہیں اُن کو اُن کے چہرے سے۔ اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے اُنھیں اُن کے اندازِ گفتگو سے۔ اور اللہ جانتا ہے تمھارے اعمال کو۔'

Do those on whose hearts there is disease think that Allah will not bring to light their rancour? And if we pleased, We could show them to you so that you should recognize them by their faces and you shall certainly recognize them by the tone of their speech. And Allah knows your deeds.

منافق جو عداوتیں مومنین کے ساتھ رکھتے تھے اس پر اُن کا یہ گمان تھا کہ ہمارا راز مسلمانوں پر ظاہر نہیں ہے فرمایا یہ گمان اُن کا غلط ہے۔ اللہ اُن کی عداوتیں ظاہر فرما دے گا بلکہ اگر اللہ چاہے تو اُن حاسد لوگوں کو بھی دکھا دے گا۔

اور اے محبوب ! ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ اچھی طرح دِکھا دیں کہ آپ ان کو صورت

ہی سے پہچان لیں اور یقیناً آپ جانتے ہیں اُن کی پیشانیوں سے اور یقیناً آپ پہچانتے ہیں اُن کے طرزِ تکلم کو اور اللہ تمہارے عملوں کو جانتا ہے اور ہم آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ جانیں ہم مجاہدین کو اور تم میں سے صبر کرنے والوں کو اور ہم جانچیں گے تمہارے حالات۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تو منافقین کو حضور پر ایسا ظاہر فرمایا کہ مسجد نبوی سے ستر منافقین حضور نے نکلوا دیئے اور قطعی فرمایا کہ **اخرج فانك منافق** حالانکہ انہوں نے اپنا نفاق مخفی رکھا تھا کہ مسجد نبوی میں آ کر سنن ونوافل پڑھتے' خطبہ سنتے ہوئے روتے مگر جب ارشاد ہوا **ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم** اہل مدینہ میں بہت سے وہ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں جانتے ہوئے بھی نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔گویا آپ چشم پوشی فرماتے ہیں۔ حضور منبر سے اُترے اور ستر بہتر کے قریب پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیئے اور فرمایا کہ **اخرج فانك منافق** نکل تو منافق ہے' حالانکہ منافقانہ طریقہ اور نفاق کے طور ظاہر نہیں تھے مگر وہ جو فرمایا ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ﴾ آپ اُن کو اُن کی پیشانیوں سے جانتے ہیں اور اُن کے طرز تکلم سے آپ پہچانتے ہیں۔

آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ نفاقِ منافقین' حضور پر روشن تھا مگر اپنے غایت خلق کی بنا پر انہیں ذلیل نہیں کیا جاتا تھا تو جب حکم آیا **لاتعلمهم نحن نعلمهم** تو یہ تعمیل حکم الٰہی مسجد نبوی سے تمام کے تمام منافق نکال دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ ان کے عملوں کو اور اس کی حقیقت کو خوب جانتا ہے کہ وہ سنتیں جمعہ میں آ کر کیوں پڑھتے تھے اور خطبہ میں گریہ وزاری کیوں کرتے تھے۔آگے ارشاد ہے کہ ہم آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ سچے جانبار مجاہد واضح ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مجاہدین اسلام میں کچھ منافقین بھی شامل ہو جاتے تھے۔

ایک منافق کا واقعہ ہے کہ اس نے خوب میدان کیا حتیٰ کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ صحابہ نے اس کی تعریف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ ایمان سے لڑا تو اچھا ہے ورنہ جہنمی ہے غرضکہ ایسا ہی ہوا کہ ہاتھ کی تکلیف سے مضطر ہوا اس نے اپنے کو ہلاک کر ڈالا اور جہنم میں گیا۔ (تفسیر الحسنات' علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمۃ)

منافقین دَرونِ پردہ مشرکوں سے ساز باز کرنے میں مصروف رہتے تھے اور اُنھیں یقین دِلا چکے تھے کہ اگرچہ ہم بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں لیکن اگر تم مسلمانوں پر حملہ کروگے تو ہم تمہارے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں آئیں گے۔ تم ہماری طرف سے مطمئن رہو۔ منافقین کی یہ یقین دہانیاں اگرچہ بڑی مخفی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی سازشوں سے آگاہ کردیا۔

منافقین تصنع اور ریاکاری کے پردے ڈال کر اپنے دِلوں کے بغض کو چھپانے کی بڑی کوشش کر رہے ہیں لیکن کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں وہ اپنے نفاق کو چھانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اُن کے دِلوں میں اسلام کے خلاف نفرت وعداوت کے جو شعلے بھڑک رہے ہیں کسی کو اُن کی خبر نہ ہوگی۔ یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کا پردہ چاک کردے گا اور اُن کے دِلوں میں چھپے ہوئے راز آشکار ہوجائیں گے۔ (جوہری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **ماخفی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد ھذہ الایۃ احدٌ من المنافقین** یعنی اس آیت ﴿ **وَلَوۡ نَشَآءُ لَاَرَیۡنٰکَهُمۡ فَلَعَرَفۡتَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ ؕ وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ......** ﴾ کے نزول کے بعد کوئی منافق حضور پر مخفی نہ رہا۔ علامہ ابن جریر طبری نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو منافقین کا علم عطا فرمادیا تھا۔

مندرجہ ذیل آیات کی تعمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب حضور ﷺ کو منافقین کے بارے میں پورا پورا علم ہو ﴿ **لا تصل علی احد منھم ولا تقم علی قبرہٖ** ﴾ (توبہ)
آپ کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھئے اور کسی کی قبر پر تشریف نہ لے جایئے ﴿ **قل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا** ﴾ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ منافقین کو فرمایئے کہ اس کے بعد تم کبھی میرے ساتھ جہاد کے لئے روانہ نہ ہوگے اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن کیساتھ جنگ کروگے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے منافقین کو پہچانتے ہیں اُن کے نفاق کو

جانتے ہیں۔ مسند احمد میں عقبہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک خطبہ میں خاص خاص منافقین کے نام لے کر اُن کو مجلس سے اُٹھا دیا۔اُس میں چھتیس آدمیوں کے نام شمار کیئے گئے ہیں۔ (ابن کثیر)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز اپنے دِل میں چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کے چہرے سے اور سبقت لسانی سے ظاہر کر دیتے ہیں یعنی دورانِ گفتگو اُس سے کچھ ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جس سے اُس کا دِلی راز ظاہر ہو جائے۔ایسی ہی ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے دل میں کوئی بات چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے وجود پر اس چیز کی چادر اُڑھا دیتے ہیں اگر وہ چیز کوئی اچھی بھلی ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے اور بُری ہو تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

صلح حدیبیہ سے منافقین کو عذاب

Torment the hypocrites

﴿وَّ يُعَذِّ بَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا﴾ (الفتح/٦)

' اور تا کہ عذاب میں مبتلا کر دے منافق مردوں اور منافق عورتوں' مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بُرے گمان رکھتے ہیں ۔ انہیں پر ہے بُری گردش ۔ اور ناراض ہوا ہے اللہ تعالیٰ اُن پر اور (اپنی رحمت سے) انہیں دُور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لئے جہنم ۔ اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے ۔'

And that He may torment the hypocrite men and the hypocrite women and the polytheist men and the polytheist women who have evil thoughts concerning Allah. On them is the evil turn of fortune and Allah showed His wroth on with them, and has cursed them and has prepared Hell for them. And that is what an evil end.

مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مسلمان مکہ معظّمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں آباد ہوئے ۔ مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا اپنی اس خواہش کا اظہار وہ بارگاہِ رسالت میں بھی کرتے رہتے تھے ۔ حضور ﷺ انھیں صبر کی تلقین کے ساتھ ساتھ یقین دلاتے کہ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب یہ سب رُکاوٹیں دُور ہو جائیں گی اور تم بڑی آزادی سے حج وعمرہ کے ارکان ادا کر سکو گے ۔

یکم ذیقعدہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عشاق کا یہ قافلہ سوئے حرم روانہ ہوا ۔ اس کی تعداد چودہ سو اور پندرہ سو کو درمیان تھی ۔

قریش کو جب نبی مکرم ﷺ کی روانگی کی اطلاع ملی تو اُن کے دلوں میں وسوسوں اور اندیشوں کے طوفان اُمڈ آئے۔ انھوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض بہانہ ہے اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انھیوں نے طے کرلیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ نبی کریم ﷺ جب حدیبیہ کے مقام پر پہونچے تو حضور کی ناقہ (اونٹنی) قصوی بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ یہیں فروکش ہوجاؤ۔ قریش بضد تھے کہ وہ کسی قیمت پر آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔ حضور ﷺ کی خواہش تھی کہ جنگ نہ ہونے پائے' سارے معاملات حسن وخوبی سے طے پا جائیں حالات کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہیں کررہے تھے چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی طرف بھیجا تا کہ یہ اپنی ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر ورُسوخ کے باعث اہل مکہ کی غلط فہمیوں کو دُور کرسکیں اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو زیارت وطواف کعبہ سے نہ روکیں۔ اسی اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لیں گے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔ صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ جان کی بازی لگانے کے لئے بیعت کریں۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی اس کے تذکرہ سے ایمان کو جلا اور عشق کو نئی توانائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو اُن کے اوسان خطا ہوگئے۔ جس ہٹ دھرمی کا اب تک مظاہر کررہے تھے اس کی تندی کافور ہوگئی انھوں نے صلح کی بات چیت کرنے کے لئے سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

گفت وشنید کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ آخر کار ایک معاہدہ صلح طے پایا جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کئے بغیر امسال واپس چلے جائیں گے البتہ آئیندہ سال آکر وہ عمرادا کرسکیں گے۔

صلح حدیبیہ کے بعد حضور ﷺ اپنے جان نثاروں کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ مہم جن مرحلوں سے گزری، ہر مرحلہ بڑا صبر آزما اور ہمت شکن تھا۔ حالات کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ کسی قدم پر بھی نظم وضبط کے بند ٹوٹ سکتے تھے جب زائرین حرم کا یہ قافلہ روانہ ہوا تو منافقوں نے برملا کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے کو جا رہے ہیں۔ تھوڑی سی تعداد اور وہ بھی غیر مسلح، ان کا بچ کا واپس آنا ممکن نہیں۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی شمع جمال کے پروانوں نے اس کی قطعاً پروانہ کی۔ مدینہ میں منافق اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ اب مسلمان زندہ بچ کر واپس نہیں آئیں گے۔ کفار مکہ اُن کا کچومر نکال کر رکھ دیں گے۔ کفار مکہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انھوں نے پہلی دفعہ من مانی شرائط پر مسلمانوں کو صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان دونوں گروہوں کی یہ غلط فہمی بہت جلد دُور ہو جائے گی۔ پیغمبر اسلام کا قدم عزت و غلبہ کی منزل کی طرف اُٹھے گا۔ اسلام کا آفتابِ اقبال نصف النہار پر چمکے گا۔ جزیرۂ عرب کے قبائل فوج در فوج اسلام قبول کر لیں گے۔ مکہ کے قابل فخر سردار خود چل کر آئیں گے اور حضور سرور عالم و عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر طوق غلامی زیب گلو کریں گے اور اس غلامی پر فخر و ناز کریں گے۔ اسلام کی ترقی اور پیغمبر اسلام کی بے مثال کامیابی کو دیکھ کر منافقین ومشرکین پر دُنیا تاریک ہو جائے گی۔ اُن کے گھروں میں صف ماتم بچھ جائے گی۔ اُن کے دِلوں سے غم والم کا دھواں اُٹھے گا۔ تباہی و بربادی کا جو چکر چلا کر وہ مسلمانوں کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتے تھے خود اُن کو پیس کر رکھ دے گا۔

منافقین کی جہاد سے پیچھے رہنے کی بہانہ سازیاں

﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ (الفتح/۱۱)

’عنقریب آپ سے عرض کریں گے وہ دیہاتی جو پیچھے چھوڑے گئے تھے ہمیں بہت مشغول رکھا ہمارے مالوں اور اہل وعیال نے‘ پس ہمارے لئے معافی طلب کریں۔ (اے حبیب) یہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو اُن کے دِلوں میں نہیں۔ آپ (انہیں) فرمایئے کون ہے جو اختیار رکھتا ہو تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا اگر وہ فرمائے تمہارے لئے کسی ضرر کا یا ارادہ فرمائے تمہارے لئے کسی نفع کا‘ بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔‘

اللہ تعالی کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر مکہ کی تیاری شروع کی تو مدینہ طیبہ کے نواح میں جو قبائل جہینہ‘ مزینہ‘ غفار‘ اشجع‘ دیل اور اسلم آباد تھے جو اکثر اسلام سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے رہتے تھے ان کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں ہمراہ چلیں۔ یہ قوی اندیشہ تھا کہ کفار مکہ شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہو گی تو وہ ہر قسم کی خباثت سے باز رہیں گے۔ قبائل نے سوچا کہ اس سفر میں شرکت تو موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے۔ اہل مکہ جن کی جنگی مہارت اور شجاعت مسلم ہے جن کی قوت کا یہ عالم ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہو چکے ہیں اور مسلمان خندق کھود کر صرف دفاعی جنگ لڑ سکتے ہیں۔ اگر مسلمان احرام کی حالت میں اُن کے گھروں میں جائیں گے تو وہ اُن کی تکہ بوٹی کر ڈالیں گے۔ صرف قریش سے ہی مقابلہ نہ ہو گا بلکہ ثقیف‘ کنانہ اور دیگر قبائل جو مکہ کے اردگرد آباد ہیں وہ بھی قریش کی امداد کے لئے نکل آئیں گے۔ ان حالات میں یہ لوگ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھے

لیت ولعل میں وقت گزار دیا۔ صرف چودہ سو جانباز اپنے آقا علیہ السلام کے ساتھ نتائج سے بے پرواہ ہو کر عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔

منافقین کی خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ انھیں یقین تھا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ کر واپس نہیں آئے گا۔ مکہ کے جنگجوان سب کو تہ تیغ کر دیں گے اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لے بجھ جائے گا' لیکن جب ان کی توقعات' پیش گوئیوں اور اندازوں کے بالکل برعکس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کارواں ایک عظیم صلح کر کے مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوا تو اب اُن میں کھلبلی مچ گئی' جن کی تباہی کی خبر سننے کے لئے وہ ہر لحظہ گوش برآواز تھے وہ تو بعافیت واپس آرہے ہیں۔ انھوں نے اب طرح طرح کے بہانے سوچنے شروع کر دیئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی مطلع فرما دیا کہ اے محبوب ﷺ جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو بادیہ نشین قبائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنی عدم شمولیت کے لئے طرح طرح کے عذر بیان کریں گے۔ وہ کہیں گے یا رسول اللہ۔ ہم تو دِل وجان سے آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار تھے لیکن ہمارے مال اور اہل وعیال کی حفاظت کا ہم کوئی انتظام نہ کر سکے۔ انھیں یونہی چھوڑ کے چلے جانا قرین دانشمندی نہیں تھا۔ ہمارے دشمن اس تاک میں بیٹھے تھے کہ ہم کہیں سفر پر جائیں تو وہ ہلہ بول کر ہمارے مال مویشی ہانک لے جائیں اور ہمارے بچوں اور عورتوں کی بے حرمتی کریں۔ اگر یہ بھیانک خطرہ دَرپیش نہ ہوتا تو ہم سو جان سے آپ پر فدا ہوتے۔ پھر بھی ہم اس فروگزاشت پر بڑے نادم ہیں' ہمارے لئے مغفرت کی دُعا فرمایئے۔

اگر اُن کی غیر حاضری کی کی کوئی معقول وجہ ہوتی یا انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا' اس پر انھیں پشیمانی اور قلق ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ وہ تو محض بہانہ سازی کر رہے تھے۔ نہ اُن کی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ تھی نہ ہی اُن کو اپنی اس نازیبا حرکت پر کوئی ندامت تھی اور نہ ہی وہ حضور کی استغفار کو کوئی اہمیت دیتے تھے وہ تو محض ملمّع سازی سے کام لے رہے تھے اور اپنی منافقت کو ایک دوسرے رُوپ میں ظاہر کر رہے تھے۔ ایسے نابجاروں کے لئے نہ استغفار کی

ضرورت ہے اور نہ اب مزید پردہ پوشی کی ضرورت ہے۔ اے محبوب ﷺ آپ انہیں فرمائیے کہ تم مال وعیال کی حفاظت کا بہانہ بنا رہے ہو۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمھاری موجودگی میں کسی کو پیامِ اجل آجاتا تو کیا تم اس کو بچا سکتے ؟ تمھاری موجودگی میں اگر کوئی وباء تمھارے ڈنگروں میں پھوٹ پڑتی تو تم کیا کر لیتے ؟ تمہارے کھیتوں پر اگر اولے برسائے جاتے تو کیا تم اُن پر چھتری تان کر اُن کو بچا لیتے ۔ نیز اگر تم سفر میں میرے ہمرکاب ہوتے تو کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم کا دَروازہ بند ہوجاتا ۔ یہ سب تمھارے نفاق کی نحوست ہے کہ تم اُن گونا گوں سعادتوں سے محروم ہوگئے جو میرے ساتھیوں کو ارزانی ہوئی ہیں ۔اللہ تعالیٰ تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے اس قسم کے بہانے بنا کر تم اپنے کفر ونفاق کو چھپا نہیں سکتے ۔

منافقین سمجھے تھے کہ اب اللہ کا رسول اور مسلمان اہل مکہ سے بچ کر واپس نہیں آئیں گے

﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا﴾ (الفتح/١٢)

’حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب ہرگز لوٹ کر نہیں آئے گا یہ پیغمبر اور ایمان والے اپنے اہل خانہ کی طرف کبھی‘ اور بڑا خوشنما لگتا تھا یہ ظن (فاسد) تمہارے دِلوں کو اور تم طرح طرح کے بُرے خیالوں میں مگن رہے (اس وجہ سے) تم برباد ہونے والی قوم بن گئے ۔‘

اس سفر یں منافقین کی عدم شمولیت کی اصل وجہ بیان کی جارہی ہے کہ اُن کا خیال تھا کہ مسلمان اہل مکہ سے بچ کر اب واپس نہیں آئیں گے ۔اس گمان پر خوش ہوتے ہوئے سفر نہ کرنے کو اپنی دُور بینی اور عاقبت اندیشی قرار دے رہے تھے اور اس پر بڑے نازاں تھے کہ انھوں نے ہوا کا رُخ پہچان لیا ہے اور اپنے آپ کو ان خطرات سے بچا لیا ہے جن میں مسلمان پھنسنے والے تھے ۔ یہ سوچ انھیں بڑی حسین اور صحیح معلوم ہوتی تھی اور اس پردہ

دل ہی دل میں بڑے نازاں وفرحان تھے۔انھیں بتایا جارہاہے کہ اگرتمھارے دلوں میں اسلام اورفرزندان اسلام کے لئے خیر سگالی کا ذرا بھی جذبہ ہوتا توتمھیں مسلمانوں کی اس متوقع تباہی پرکم ازکم رنج اور افسوس تو ہوتا کہ بے چارے یونہی اپنی جوانیاں گنوانے جارہے ہیں لیکن تمھارا تو یہ حال ہے کہ تم یہ خیال کرکے پھولے نہیں سماتے۔تمھارے نزدیک اسلام اوراہل اسلام کی بربادی کا تصور ہی بڑا دلکشی اورازحد پسندیدہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو برباد کرنے والے وہ نہیں جنھوں نے حق کوقبول کیا اوراس کی سربلندی کے لئے سربکف میدان میں جانے کے لئے ہرلحہ بے قراررہے بلکہ تم وہ بدبخت ہوجنھوں نے نورِحق کودیکھنے سے آنکھیں بند کرلیں۔

علامہ جوہری لفظ 'بور' کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: 'بور' اس شخص کو کہتے ہیں جوفاسداورتباہ حال ہوجس میں نیکی اور بھلائی کا شائبہ تک نہ ہو۔

علامہ ابوالحسنات سیدمحمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمۃ تفسیرالحسنات میں فرماتے ہیں :

آیت کریمہ میں ان کے ظنون قلبی (دِلوں کے گمان) کوظاہرفرمانے کے لئے اُن کا حال بھی ظاہرکردیا اورفرمادیا کہ عیال واموال کی محض حفاظت ہی تمہیں نہیں روک رہی تھی بلکہ وہ گمانِ باطل جوتمہیں یقین کے درجہ تک ہوگیا تھا اورقریش کے خوف نے تمہیں بزدل بنادیا تھا۔ وہی چیزتھی جس کی وجہ میں تم آج یہ عذر چھانٹ رہے ہواور یہ تمہیں خبرنہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ علیم وخبیر ہے کہ تمہارے خطرات قلبی کوبھی جانتا ہے اوراس گمان باطل کو جو قریش کی طرف سے تمہارے دل میں پیدا ہوا تھا جس نے تمہیں صحابہ کے ساتھ نکلنے سے روکا۔ وہ درحقیقت عدم اطاعت تھی نہ کہ مشغولیت اورعدم اطاعت پرجو اللہ اوراس کے رسول کی پیروی نہ کرے اس کے لئے ہمارے یہاں بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ حفاظتِ مال اورنگرانی عیال کیوجہ میں اگرکوئی نہ نکلے تو وہ معذورسمجھا جائے گا اورمحض بہانہ سازی کرنے کے لئے **شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا** ...... کہہ دے تواس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور جوسرتابی حکم کرے تواس کے لئے عذاب شدید کا وعید ہے۔

غنیمت کے لالچ کے لئے جہاد میں شرکت کی خواہش کریں گے لیکن انھیں اجازت نہیں

﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (الفتح/۱۵)

'کہیں گے (پہلے سفر جہاد سے) پیچھے چھوڑے جانے والے جب تم روانہ ہو گے اموال غنیمت کی طرف تا کہ تم اُن پر قبضہ کر لو' ہمیں بھی اجازت دو کہ تمہارے پیچھے آئیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ فرمایئے تم قطعاً ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے یونہی فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے۔ پھر وہ کہیں گے کہ (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (اُن کا یہ غلط خیال ہے) دَرحقیقت وہ (احکام الٰہی کے اسرار کو) بہت کم سمجھتے ہیں۔'

جہینہ' مزینہ اور دیگر قبائل جنھوں نے سفر حدیبیہ میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا اُس کی وجہ منافقین کا یہ خیال کہ مسمان اہل مکہ سے بچ کر واپس نہیں آئیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک اور ہونے والے واقعہ سے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما رہا ہے اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ! عنقریب جب تم ایک دوسرے سفر جہاد پر روانہ ہونے لگو گے جہاں کامیابی کے امکانات بالکل روشن ہیں خطرات کم اور مالِ غنیمت کے حصول کی توقع بہت زیادہ ہے' یہ موقع پرست لوگ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنے ایمانی جوش اور جذبہ جہاد کا اظہار زور شور سے کریں گے اور اس جہاد میں شمولیت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں گے۔ اُن کا مقصد تلافی منافات نہیں ہوگا بلکہ محض اموال غنیمت کے حصول کے لئے اپنے جذبات جاں نثاری کا مظاہر کریں گے۔ آپ انھیں دوٹوک بتا دیجئے کہ اس سفر جہاد میں تمہیں شرکت کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے

کہ اس جہاد میں صرف وہ لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے ہیں میری مجال نہیں کہ میں اپنے رب کے فیصلے کو بدل ڈالوں۔

منافقین بجائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور خوشی سے اسے مان لیں۔ اُن کے دلوں میں چھپا ہوا نفاق نمودار ہو کر رہے گا۔اور سوئے ظن سے کام لیتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں خدا نے منع نہیں کیا بلکہ اصلی وجہ یہ ہیکہ یہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں، ہم سے جلتے ہیں، انھیں یہ گوارا نہیں کہ مالِ غنیمت میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ ملے۔سارا مال خود ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ منافقین بڑے احمق ہیں۔جس طرح خود لالچی اور حریص ہیں۔خیال کرتے ہیں کہ مسلمان بھی دولت کے پرستار ہیں اور اُن کا ہادی و مرشد بھی (معاذ اللہ) دولت سمیٹنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ کتنے نادان اور ناسمجھ ہیں جس کی سیرت کا دامن آفتاب سے پابندہ ہے اُس کے بارے میں ایسی بدگمانی کا شکار ہیں

منافقین کو سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لے موقعہ دیا جائے گا

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْيُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الفتح/١٦)

'فرمادیجئے اُن پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو کہ عنقریب تمھیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے۔تم اُن سے لڑائی کرو گے یا وہ ہتھیار ڈال دیں گے۔ پس اگر تم نے اُس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا۔اور اگر تم نے (اس وقت بھی) منہ موڑا جیسے پہلے تم نے منہ موڑا تھا تو تمھیں اللہ تعالیٰ دَردناک عذاب دے گا۔'

مدینہ طیبہ کے گرد دنواح میں بسنے والے قبائل غزوۂ خیبر میں شریک ہونے کے لئے بڑے بے تاب تھے۔ اُن کی یہ بے تابی اور بے چینی اس لئے نہ تھی کہ وہ اپنی گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتے تھے بلکہ اُنکا مقصد یہ تھا کہ خیبر میں انہیں اموال غنیمت ملنے کی توقع تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب کفار مکہ ان مسلمانوں کی تاب نہیں لاسکے تو بے چارے یہودیوں میں یہ ہمت کہاں کہ وہ مسلمانوں کو مغلوب کرسکیں۔ مسلمان اس مہم میں یقیناً فتح یاب ہوں گے۔ یہودیوں کے باغات، زرخیز زمینیں اور کئی پشتوں سے جمع کیا ہوا مال انہیں مفت ہاتھ آئے گا۔ علاوہ ازیں اُن کا شمار بھی غازیان اسلام میں ہونے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ان بدوی عربوں کو فرمایئے کہ گھبراؤ نہیں۔ کفر و اسلام کا یہ آخری معرکہ نہیں کہ اگر تم اس میں شریک نہ ہوئے تو پھر تمہیں اپنی جانبازی اور سرفروشی کے جوہر دِکھانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ اس ستیزہ گاہِ عالم میں یہ سلسلہ تا حشر جاری رہے گا۔ ایک طاقتور جنگجو اور بہادر قوم سے عنقریب ٹکر ہونے والی ہے اس وقت تمہیں دعوتِ جہاد دی جائے گی۔ اگر اُس وقت تم نے اُس دعوت پر لبیک کی' میدان جہاد میں دادِ شجاعت دی اور اپنی جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا اور اگر اُس وقت بھی تم نے اپنی روایتی بزدلی اور منافقت کے باعث رُوگردانی کی اور جہاد میں شریک ہونے سے گریز کیا تو یاد رکھو تمہیں دَردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دعوتِ جہاد اُن قبائل کو کب دی گئی۔ وہ قوم جس کو قرآن نے **اولی باس شدید** بڑی طاقتور اور جنگجو قوم کا خطاب دیا ہے' وہ کون سی قوم ہے۔ تاریخی روایات میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ انسان ان کے مطالعہ سے پریشان ہوجاتا ہے کہ ان میں سے کون سی روایت واقعہ کے مطابق ہے' لیکن اگر قرآنِ کریم کے الفاظ میں غور کیا جائے تو حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ارشاد خداوندی ہے کہ تمہیں ایسی قوم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی جائے گی جو بڑی طاقتور'

جنگجو اور بہادر ہوگی۔ اس جنگ کا انجام بھی قرآن نے بتا دیا کہ **تقاتلونهم او يسلمون** یعنی تم اُن سے جنگ کر کے انہیں خاک و خون میں ملا دو گے یا وہ اسلام قبول کریں گے یا تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ ان تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے اب آپ روایات کا غیر جانبداری سے مطالعہ کریں' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صحیح قول کون سا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد عہد رسالت میں کفر و اسلام کے درمیان مندرجہ ذیل معرکے ہوئے۔ غزوۂ موتہ' فتح مکہ' جنگ حنین و طائف' غزوۂ تبوک۔ ان میں سے کوئی بھی اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ غزوۂ موتہ میں رُومیوں کے ساتھ ٹکر ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد فقط تین ہزار تھی۔ رُومیوں کی تعداد باختلاف روایات ایک لاکھ یا دو لاکھ تھی لیکن اس جنگ کا نتیجہ **يقاتلون او يسلمون** نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے تین جرنیل شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید نے لشکر کی قیادت سنبھالی۔ آپ کی جنگی مہارت' عبقریت اور بے مثال شجاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا لشکر جو ٹڈی دل رومیوں کے محاصرہ میں پھنس گیا تھا اور جس کے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے دشمن کے محاصرہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ جنگ فیصلہ کن نہ تھی اسی لئے جب یہ لشکر مدینہ طیبہ واپس آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کا استقبال اس طرح نہ کیا جس طرح ایک فاتح لشکر کا کیا جاتا ہے بلکہ بعض نے تو انہیں بھگوڑا (**فرارون**) تک کہا۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ '**بل انتم كرارون**''

اس کے بعد فتح مکّہ کے لئے روانگی کا وقت آیا۔ ایک لشکرِ جرار ہمرکاب تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں پہلے ہی خوشخبری دے دی تھی۔ ﴿**لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين محلقين رؤسكم و مقصّرين لا يخافون**﴾ یعنی آپ ان شاء اللہ تعالیٰ مسجد حرام میں داخل ہوں گے امن کے ساتھ اور آپ کو قطعاً کوئی خوف نہ ہوگا۔ اس مژدہ کے بعد یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور ﷺ

جنگ کے اردہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اتنے بڑے لشکر کو لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ کفار مکہ اتنے مرعوب ہو جائیں کہ اگر کسی کے دل میں شرارت اور فتنہ انگیزی کا خیال ہو بھی تو وہ اس کی ہمت نہ کر سکے۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب اسلام کی فوجِ ظفر موج اپنے ہادی و مرشد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت مکہ میں داخل ہوئی تو اکّا دُکّا واقعات کے سوا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جنگ کا تو اہل مکہ نے اردہ تک نہ کیا۔ قریش مکہ اگر پہلے **اولی باس شدید** کا مصداق ہوں تو ہوں لیکن بدر، احد اور خصوصاً غزوۂ احزاب کے بعد تو اُن میں یہ دَم خم ہی نہ رہا تھا کہ وہ اسلام کے خلاف سینہ سپر ہو سکیں۔ اب تو وہ اپنی دیرینہ ہٹ اور عداوت کو نباہ رہے تھے، ورنہ اُن کی قوت کھوکھلی ہو چکی تھی۔ جب قریش کے حریف بنی بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنی خزاعہ پر شب خون مار کر عہد شکنی کی تو اہل مکہ کی نیند اُڑ گئی۔ انہیں ہر وقت یہ دَھڑکا لگا رہتا کہ اب مسلمان ہم سے انتقام لینے کے لئے چڑھائی کر دیں گے چنانچہ ابوسفیان مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ بڑی لجاجت اور خوشامد سے اس صلح نامہ کو برقرار رکھنے کی درخواستیں کرتا رہا۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی بڑی منت سماجت کی کہ بارگاہ رسالت میں اس کی سفارش کریں، لیکن بے نیل مرام وہ مکہ واپس آیا۔ اس لئے فتح مکہ کے وقت قریش اور ان کے حلیف قطعاً اس قابل نہ تھے کہ قرآن کریم میں اُن کے بارے میں **اولی باس شدید** کے الفاظ استعمال ہوتے۔

ہوازن اور ثقیف نے بے شک اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کیا، لیکن اسلام کے بارہ ہزار بہادروں کے سامنے اُن دو تین ہزار آدمیوں کی ابتدا میں جو واقعات رونما ہوئے جن کے باعث ہوازن کا پلّہ بھاری نظر آتا ہے، وہ میدان جنگ میں پیش نہیں آئے تھے بلکہ مسلمانوں کا لشکر بے ترتیبی سے اُن کی وادی 'اوطاس' کی طرف بڑھ رہا تھا انہوں نے کمین گاہوں میں اپنے تیر انداز چھپا کر بٹھا دیئے تھے، بے خبری اور بے دھیانی کی حالت میں جب لشکر اسلام کی چند ٹکڑیاں اس تنگ درّہ سے گزرنے لگیں تو انہوں نے اچانک تیروں کی بوچھار شروع کر دی جس سے بھگدڑ مچ گئی لیکن جوں ہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی گرج دار آواز سے مسلمانوں کو للکارا **یامعشر الانصار الذین آووا ونصروا یامعشر المهاجرین الذین بایعوا تحت الشجرة ان محمدا حی فهلموا** وادی کے کونہ کونہ سے **لبيك لبيك** کی صدائیں گونجنے لگیں۔ سب پروانہ وار دوڑتے چلے آئے اور لمحہ بھر میں جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ ہوازن وثقیف اپنی عورتوں بچوں اور مال مویشی کو پیچھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ علامہ ابن خلدون کے قول کے مطابق صرف چار مسلمان شہید ہوئے۔

واستشهد من المسلمين قوم حنين اربعة ایمن ابن ام ایمن اخو اسامة لام ویزید بن زمعه' ابن اسود و سراقه بن حرث من بنی العجلان وابو عامر الاشعری (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ۸۱۵)

ان حقائق کو سامنے رکھ کہ آپ غزوۂ حنین کا جائزہ لیں' آپ کا دل مان جائے گا کہ اس آیت میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ یہ معمولی جھڑپ نہیں ہوسکتی۔

رہا غزوۂ تبوک تو اس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہاں رُومیوں کو ہمت ہی نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہوسکیں۔ **تقاتلونهم اویسلمون** کا مفہوم وہاں بھی نہیں پایا جاتا۔

ہاں غزوۂ خیبر کے بعد سب سے پہلے اسلام اور باطل کی جو خون ریز لڑائی ہوئی وہی اس آیت کا مصداق بن سکتی ہے۔

یہ وہ جنگ ہے جو عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑی گئی۔ جن لوگوں نے اس جنگ کے حالات پڑھے ہیں وہی اس کی شدّت کا کچھ احساس کر سکتے ہیں۔ بڑے اختصار کے ساتھ اس خون ریز معرکہ کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ آپ کو پورا اطمینان ہوجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عرب کے نومسلم بدو قبائل میں قبائلی عصبیت کا فتنہ جاگ اُٹھا اور ارتداد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ کسی نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ کوئی خلافت اسلامیہ کی حاکمیت کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ بعض طالع آزما ایسے بھی تھے جنہوں

نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔سب سے زیادہ خطرناک یہی فتنہ تھا۔ان لوگوں میں سے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا' مسیلمہ کی قوت ، اس پر ایمان لانے والوں کی تعداد سے بہت زیادہ تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان تمام خطرات کا قلع قمع کرنے کے لئے مؤثر اقدامات شروع کر دیئے۔ مسیلمہ کذاب کی روز افزوں قوت اسلام اور اسلامی مملکت کے لئے شدید ترین خطرہ بن کر اُبھر رہی تھی۔دو سالوں میں مسیلمہ کے اردگرد اس کا اپنا کثیر التعداد قبیلہ بنو حنیفہ جمع ہو گیا جو بسالت ، جنگی مہارت اور شجاعت کے باعث عرب بھر میں مشہور تھا۔ اردگرد کے دوسرے قبائل بھی اُن کے ساتھ آ کر مل گئے۔ قبائلی عصبیت نے اُن کو اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ دیا تھا کہ وہ مسیلمہ کو جھوٹا سمجھتے ہوئے بھی اُس کی مدد کرنا ضروری سمجھتے تھے چنانچہ طلیحہ النمری جو بنی نمر قبیلہ کا سردار تھا' یمامہ میں آیا۔اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ مسیلمہ کہاں ہے؟ مسیلمہ کے عقیدت مندوں نے جواب دیا کہ تم نام لے کر مسیلمہ کا ذکر نہ کرو بلکہ اس کو 'رسول اللہ' کہو۔ طلیحہ نے جواب دیا جب تک میں اس کو دیکھ نہ لوں میں اُس کو رسول نہیں کہوں گا۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو طلیحہ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کون آتا ہے؟ مسیلمہ نے کہا 'رحمان'۔ پھر اُس نے دریافت کیا **'افی نور اَمْ ظُلمة ؟'** روشنی میں یا تاریکی میں؟ مسیلمہ نے کہا تاریکی میں۔ طلیحہ نے جواب دیا۔ **اشھد انك كذاب وان محمّدًا (عليه الصلوة والسلام) صادق لكن كذاب ربيعه احب الينا من صادق مضَر۔** یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور محمد (ﷺ) سچے ہیں۔لیکن ربیعہ قبیلہ کا جھوٹا مجھے مضر قبیلہ کے سچے سے زیادہ محبوب ہے۔

اسی ایک واقعہ سے آپ قبائلی عصبیت کا بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے مسیلمہ کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ سارے علاقہ پر اُس کی دھاک بیٹھ گئی۔ پہلے مسلمانوں کا لشکر عکرمہ رضی اللہ عنہ ابن ابی جہل کی قیادت میں آیا لیکن اُن کے شدید حملہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا۔اس کے بعد شرجیل رضی اللہ عنہ ابن حسنہ نے مسیلمہ پر دَھاوا بولا ، لیکن نتیجہ پسندیدہ نہ تھا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جنہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (**سیف من سیوف اللّٰه**)
فرمایا تھا' اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اسلامی لشکر میں اکابر مہاجرین اورا جلہ انصار کی
کثیر تعداد تھی۔ حفاظ قرآن بھی کافی تعداد میں تھے۔ چنانچہ عقربا کے گاؤں کے کھلے
میدان میں دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ مسلیمہ کے جاں فروش سپاہیوں کی تعداد ساٹھ
ہزار تھی۔ اتنا بڑا لشکر اہل عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سارے سپاہی فولاد کی
زرہوں میں غرق تھے۔ اسلحہ کی فردانی تھی۔ زادِراہ کی کمی نہ تھی۔ جب یہ جنگ شروع
ہوئی' جس کے نتیجہ پر اسلام کے مستقبل کا انحصار تھا' تو مرتدین نے پہلا حملہ اس شدت سے
کیا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ دشمن بڑھتے بڑھتے اس خمیہ تک چلا آیا جو کمانڈر
انچیف کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ حصرت خالد رضی اللہ عنہ کی عبقری اور بے نظیر شجاعت کام آئی۔
حصرت خالد رضی اللہ عنہ خود گھوڑے پر سوار ہوئے۔'**یا محمد اه** ' کا نعرہ لگایا اور مسیملہ پر
حملہ کر دیا۔ چند گھنٹوں کی خون ریز لڑائی میں دشمن کے سات ہزار سے زیادہ سپاہی ہلاک
ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چکر کاٹا اور مسلیمہ کے گرد جمگھٹا بنا کر کھڑے ہونے
والے سپاہیوں پر برقِ خاطف بن کر گرے اور اُن کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔
اس اچانک اور بے پناہ حملہ سے اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے مسلیمہ سے پوچھنا
شروع کیا۔ **این ماكنت تعدنا** ۔ جس نصرت کا تم ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے وہ کہاں ہے
؟ مسلیمہ نے کہا **قاتلوا على احسابك** میری موعودہ مدد کا انظار نہ کرو۔ اب اپنی
خاندانی عزّت وحمیت کے لئے جنگ کرو۔ یہ کہا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ محکم ابن
طفیل نے جب اپنی قوم کی یہ رُسوائی دیکھی اور افراتفری کے عالم میں میدان سے شکست کھا
کر بھاگتے دیکھا تو پکارا۔ **یابنی حنیفه الحدیقه** ۔ اے بنی حنیفہ باغ میں داخل ہو جاؤ
۔ وہاں قریب ہی ایک وسیع باغ تھا جس کی چاردیواری بڑی مضبوط اور اونچی تھی اور آہنی
دروازے بڑے پختہ تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے پناہ لی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ ابن
مالک نے جب یہ دیکھا کہ دشمن قلعہ نما باغ میں پناہ گزیں ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ساتھیوں

کو کہا کہ مجھے اُوپر اُٹھا کر کسی طرح باغ کی دِیوار پر چڑھا دو۔ انہوں نے منع کیا لیکن اُن کا اصرار برقرار رہا۔ چنانچہ آپ کو دیوار پر پہنچا دیا گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے بڑی چستی سے دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ راستہ میں جو مرتد ملا اُس کو تہِ تیغ کر دیا۔ یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہنچے اور اُسے کھول دیا۔ مسلمان مجاہدین اندر داخل ہو گئے ۔ بڑے گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ وحشی (قاتل سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ) نے مسلیمہ کو قتل کر دیا۔ جب اُس کے لشکریوں کو علم ہوا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سات ہزرا کفار وہاں مارے گئے ۔ دشمن کے مقتولوں کی مجموعی تعداد اکیس ہزار بنتی ہے ۔مسلمانوں کا بھی شدید جانی نقصان ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش کیا۔ اس طرح امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظیم قیادت، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بےنظیر عبقریت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثل شجاعت و بہادری نے فتنۂ انکارِ ختم نبوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔

یہ وہ پہلا معرکہ ہے جو اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں اور ایک ایسی قوم کے درمیان ہوا جس پر **اولی باس شدید** کا صحیح اطلاق ہوتا ہے اور اس کا انجام بھی **تقاتلونهم اویسلمون** کے عین مطابق ہوا۔ حضرت نافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **واللّٰہ لقد کنا نقرأ هٰذه الاية فی مضٰی ستدعون الی قومٍ اولی باس شدید فلا نعلم من هم حتی دعانا ابوبکر الی قتال بنی حنیفة فعلمنا انهم هُم ۔**

بخدا پہلے ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے لیکن ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہ جنگجو قوم کون سی ہے جس کے ساتھ ہمیں جنگ کی دعوت دی جائے گی ۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنی حنیفہ کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی تو ہم جان گئے کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ (ضیاء القرآن)

روزِ قیامت منافقین کی فریاد

﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۗ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۗ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ (الحدید/۱۳)

'اُس روز کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے (اے نیک بختو!) ذرا ہمارا بھی انتظار کرو ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہارے نور سے۔ (انہیں) کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور (وہاں) نور تلاش کرو۔ پس کھڑی کر دی جائے گی اُن کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دِیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے باطن میں رحمت اور اس کے ظاہر کی جانب عذاب ہوگا۔ (ضیاءالقرآن)

The day when the hypocrite men and the hypocrite women will say to Muslims, 'look towards us, so that we may take something from your light'. It will be said to them', 'go you back and seek there a light. They will go back, henceforth a wall shall be setup between them, in which there is a door. The inside of it has mercy and the outside has torment.

صاحبِ تفسیر الحسنات علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے یوم سے مراد قیام کا دن ہے اور اشارہ اس وقت سے ہے جب پُل صراط سے گزرنا ہوگا۔ اس وقت منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے (یہاں منافق سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر اسلام وایمان لائے لیکن بباطن کافر ومنکر تھے جیسا کہ عہد نبوی میں منافق تھے اور بعض نے کہا منافقین میں وہ باطل فرقے بھی شامل ہیں جنھیں اہل سنت وجماعت نے کافر ومضل قرار دیا ہے ان عقائد اور اعمال کی وجہ

سے جوانہوں نے اپنائے اوراسی پر قائم رہے یہاں تک کہ مر گئے) مسلمانوں سے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھویعنی ہمارا انتظار کرو یا ذرا توقف کرو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔

بغوی کا قول ہے کہ اہل ایمان واطاعت کے موافق نور عطا ہوگا جس کی روشنی میں وہ پُل صراط سے گزریں گے اور منافقوں کو بھی نور دیا جائے گا اور جب منافقین پُل صراط پر اس نور کی روشنی میں چلیں گے تو وہ نور بجھ جائے گا یہ ہے وہ استہزاء یا خدع جواللہ کی طرف سے اُن کے استہزاء خدع کے بدلہ میں ہوگا اور قرآن حکیم کی آیت **ھو خادعھم** کی تفسیر میں یہی ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایسا اُن کے ساتھ بطر استہزاء کے ہوگا جس طرح کہ وہ منافقین، مومنوں کے ساتھ دُنیا میں ٹھٹھا کرتے تھے جب کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان والے نہ تھے۔ بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا کہ جب لوگ تاریکیوں میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایک نور روشن فرمائے گا مومن اس نور کی طرف چلیں گے یہاں تک کہ جنت تک پہنچیں، جب منافق ایسا دیکھیں گے تو وہ مسلمانوں کے اتباع میں چلنے کا ارادہ کریں گے تو وہ نور اُن کے لئے تاریکی میں بدل جائے گا اس وقت وہ اہل ایمان سے کہیں گے ذرا رُک جاؤ کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ حاصل کریں اور یہ امر محقق ہے کہ اس روز کسی منافق کافر کے لئے کوئی نور نہ ہوگا اور وہ تاریکی ہی میں ہوں گے۔ شاید اہل ایمان کا نور انہیں حسرت دلانے کے لئے دِکھایا جائے اور وہ اس طرح کہیں ۔ واللہ اعلم
(تفسیر الحسنات)

صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ از ہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

منافق مرد اور منافق عورت جو اس دنیا میں اپنے کو بڑے زیرک اور چالاک سمجھتے ہیں قیامت کے دن اُن کی حالت دیدنی ہوگی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا، نجات کے سارے راستے بند۔ اس بے چارگی کے عالم میں وہ اہل ایمان کو کہیں گے ذرا اپنی روشنی میں ہمیں بھی تو چلنے دو۔ ذرا اپنا نورانی چہرہ ہماری طرف بھی تو کرو۔ شاید اس تاریکی سے ہم رستگاری حاصل کرسکیں۔ انھیں کہا جائے گا پیچھے لوٹ کر جاؤ اور وہاں سے نور تلاش کرو۔

جب وہ پیچھے مڑیں گے تو اُن کے درمیان اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی۔ اس کے دروازوں کی اندرونی جانب جو جنت کی طرف ہوگی وہ رحمت والی ہوگی اور باہر والی جانب جو دوزخ کی طرف ہوگی وہ عذاب والی ہوگی۔

اہل ایمان قبروں سے نکل کر جب حشر کے میدان میں تشریف لائیں گے تو اُن کی عجیب شان ہوگی۔ اُن کے آگے بھی نور رہو گا اُن کے دائیں بھی نور رہو گا۔ یہ نور ہر شخص کی قوت ایمان اور اعمال حسنہ کے مطابق ہوگا۔ اس دنیا میں جس قدر کسی نے ایمان کی پختگی کا مظاہرہ کیا ہوگا جس قدر اُس نے نیکیاں کی ہوں گی اس نسبت سے اس کا نورضوفشاں ہوگا حدیث پاک میں ہے کہ بعض مومن ایسے ہوں گے جن کے نور سے مدینہ اور عدن کی طویل مسافت جگمگا رہی ہوگی۔ بعض کے نور سے مدینہ اور صنعاء (یمن) کا درمیانی علاقہ روشن ہو رہا ہوگا۔ بعض کا نور اس سے کم ہوگا اور بعض کے نور سے صرف اُن کے قدم رکھنے کی جگہ روشن ہوگی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزِ قیامت سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے مجھے ہی سجدہ سے سر اُٹھانے کا اذن ملے گا۔ میں آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھوں گا اور ساری امتوں سے اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی۔ امتوں کے اس ہجوم میں حضور اپنی اُمت کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا **اعرفهم محجلون من اثر الوضوء ولايكون الاحد من الامم غيرهم واعرفهم يعطون كتبهم بايمانهم واعرفهم بسيماهم فى وجوههم بنورهم يسعى بين ايديهم** یعنی میں اُن کو پہچان لوں گا اُن کے ہاتھ اور پاؤں وضو کے اثر سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ چیز کسی دوسری اُمت میں نہ پائی جائے گی۔ میں انھیں پہچان لوں گا کیونکہ اُن کے نامہ اعمال اُن کے دائیں ہاتھ میں دیئے جایں گے۔ میں اُن کو اس نشانی سے پہچان لوں گا جو اُن کے چہروں میں ہوگی، میں انھیں اس نور سے پہچان لوں گا

جو اُن کے سامنے ضوفشانی کر رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم غریبوں پر بھی یہ کرم فرمائے۔ آمین (تفسیر ضیاء القرآن)

اس نور سے جنتی لوگ پل صراط پر آسانی سے گزریں گے اور جنت میں اپنی جگہ پر آسانی سے پہنچ جائیں گے۔

خیال رہے کہ کفار مشرکین محشر میں مسلمانوں سے جدا ہو جائیں گے۔ فرمایا جائے گا ﴿ وامتاز والیوم ایها الجرمون ﴾ (اور الگ کھسکو آج اے مجرم لوگو......اور آج کے دن جُدا جُدا ہو جاؤ اے مجرمو) مگر منافق (اور بد مذہب و بدعقیدہ عناصر) اس چھانٹ میں علحدہ نہ ہوں گے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ محشر سے روانہ ہوں گے۔ پل صراط سے گزرنے لگیں گے مگر مسلمانوں کی پیشانیاں سجدوں اور ایمان کی وجہ سے منور ہوں گی۔ منافق محروم ہوں گے۔ تب یہ گفتگو ہوگی۔ ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾ یہاں منافقوں کی مخلصین سے چھانٹ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مخلص کے ساتھ حشر نصیب کرے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

رُوح البیان نے فرمایا کہ محشر سے چلتے وقت منافقوں کو نور دیا جائے گا اُن کے ظاہری نیک اعمال کا۔ اس نور میں وہ چلیں گے مگر جب پل صراط پر پہنچیں گے تو مومنوں کا نور باقی رہے گا مگر منافقوں کا نور بجھ جائے گا تب وہ مومنوں کو پکاریں گے کہ ہمارا نور بجھ گیا۔ اب تم اپنا چہرہ ہماری طرف کرو تاکہ تمھاری چمکتی پیشانیوں سے ہم بھی فائدہ حاصل کریں۔ تب مومن انھیں یہ جواب دیں گے۔ (نور العرفان)۔

اس نور کے معاملے میں کفار کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ کیوں کہ اُن میں نور کا کوئی احتمال ہی نہ تھا۔ منافقین کے نور کے بارے میں دو روایتیں آئیں کہ اول ہی سے اُن کو نور نہ ملے گا یا ملنے کے بعد پل صراط پر جانے کے وقت بجھا دیا جائے گا اور اُن کے اور مومنین کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ پل صرفاط کے ذریعہ جہنم کو پار کرنا یہ صرف مومنین کے لئے ہوگا کفار و مشرکین پل صراط پر نہیں چڑھیں گے وہ جہنم کے دروازوں کے راستے جہنم

میں ڈال دیئے جائیں گے اور مومنین پل صراط کے راستے سے گذریں گے پھر گناہگار مومن جن کے لئے اُن کے اعمال کی سزا چند روز جہنم میں رہنا ہے وہ اس پل صراط سے رگر کر جہنم میں پہونچیں گے باقی مؤمنین صحیح سالم گذر کر جنت میں داخل ہو گے۔ واللہ اعلم

جس طرح منافقین دُنیا میں اللہ اور رسول کو دھوکا دینے کی ہی کوشش میں لگے رہتے تھے اُن کے ساتھ قیامت میں معاملہ بھی ایسا ہی کیا جائے گا جیسے کسی کو دھوکہ دینے کے لئے کچھ روشنی دِکھلا کر بجھا دی جائے۔ جیسا کہ ان کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے ﴿اِنَّ المنٰفقین یخدعون اللّٰه وهو خادعهم﴾ (النساء) بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کر کے مارے گا۔ (کنزالایمان)

امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ ے فرمایا کہ منافقین کو پہلے نور دے دیا جاے گا مگر عین اس وقت جب نور کی ضرورت ہو گی سلب کر لیا جائے گا۔

میدان حشر میں نور اور ظلمت کے اسباب

(۱) ابوداؤد و ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’خوش خبری سنادو اُن لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں‘ قیامت کے روز مکمل نور کی۔

(۲) مسند احمد اور طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’جو شخص پانچوں نمازوں کی محافظت کرے گا (یعنی اُن کے اوقات اور آداب کو پابندی کے ساتھ بجالا ئے گا) اُس کے لئے یہ نماز قیامت کے روز نور اور برہان اور نجات بن جاے گی اور جو اس پر محافظت نہ کرے گا نہ اُس کے لئے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات اور وہ قارون اور ہامان اور فرعون کے ساتھ ہوگا

(۳) طبرانی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو سورۂ کہف پڑھے گا قیامت کے روز اُس کے لئے اتنا نور ہوگا جو اس کی جگہ سے مکہ مکرمہ تک پھیلے گا اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے گا قیامت کے روز اُس کے قدموں سے آسمان کی بلندی تک نور چمکے گا۔

(۴) امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت بھی تلاوت کرے گا وہ آیت اُس کے لئے قیامت کے روز نور ہوگی۔

(۵) ویلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مجھ پر درود بھیجنا پُل صراط پر نور کا سبب بنے گا۔

(۶) طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حج وعمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے لئے جو سر منڈایا جاتا ہے تو اس میں جو بال زمین پر گرتا ہے وہ قیامت کے دن نور ہوگا۔

(۷) مسند بزار میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ منٰی میں جمرات کی رمی کرنی قیامت کے روز نور ہوگا۔

(۸) طبرانی نے بسند جید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص کے با ل حالت اسلام میں سفید ہو جائیں وہ اس کے لئے قیامت میں نور ہوگا۔

(۹) بزار نے بسند جید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد میں ایک تیر بھی پھینکے گا اُس کے لئے قیامت میں نور ہوگا۔

(۱۰) بیہقی نے شعب الایمان میں بسند منقطع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ بازار میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو اس کے ہر بال کے مقابلے میں قیامت کے روز ایک نور ملے گا

(۱۱) طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت و تکلیف کو دُور کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے پل صراط پر نور کے دو شعبے بنادے گا جس سے ایک جہان روشن ہو جائے گا جس کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

(۱۲) بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے اور طبرانی نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ان سب نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ایاکم والظلم فانه هو الظمت یوم القیٰمة** ۔یعنی تم ظلم سے بہت بچو کیونکہ ظلم ہی قیامت کے روز ظلمات اور اندھیری ہوگی۔ **نعوذ باللّٰه من الظلمات و نسأ له النور التام یوم لقیامه**

منافقین کی پُکار

﴿یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ (حدید/۱۴)

'منافق پکاریں گے اہل ایمان کو کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ کہیں گے بے شک ! لیکن تم نے اپنے آپ کو خود فتنوں میں ڈال دیا اور (ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور شک میں مبتلا رہے اور دھوکہ میں ڈال دیا تمہیں جھوٹی امیدوں نے یہاں تک کہ اللہ کا فرمان آ پہنچا اور دھوکہ دیا تمہیں اللہ کے بارے میں شیطان (دَغاباز) نے'

The hypocrites will call the Muslims, saying, 'were we not with you?' They will say, 'why not, you put your souls in temtation and looked out for the evils of Muslims and doubted and your vain desires deceived you till the decree of Allah came and the great Deceiver deceived you regarding the decree of Allah.

جب اہلِ جنت (مومنین ومومنات) اور منافقین ومنافقات دونوں فریقوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی تو اہل جنت' منافقوں کی نظروں سے اوجھل ہوجائیں گے تو وہ زور زور سے انھیں دیوار کے پیچھے سے پکاریں گے اے بندگان خدا۔ اے غلامان مصطفٰی ! کیا دُنیا میں ہم تمھارے ساتھ نہیں رہتے تھے۔ ہم تو آپس میں بڑے گہرے دوست بھی تھے۔ باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں' آج ہم سے تم نے یوں منہ موڑ لیا جیسے کبھی شناسائی ہی نہ تھی۔

اہل ایمان انھیں جواب دیں گے بے شک تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے لیکن تمھیں خوب علم ہے کہ تمھارے باطن میں کیا پنہاں تھا۔ تم نے نفاق وکفر اختیار کرکے خود کو ہلاکت

میں ڈالا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لذات وشہوات میں پڑ کر تم نے ہلاک وبربادی کا سوا کیا۔ یہاں منافقین کی اُن خصلتوں کا ذکر ہورہا ہے جو اُن کی تباہی کا باعث بنیں ۔ہمیں بھی چاہیے کہ ان کلمات میں سنجیدگی سے غور کریں اور پھر اپنا جائزہ لیں کہ کہیں منافقین کی کوئی خصلت ہم میں تو نہیں پائی جاتی۔

پہلی بات جو منافقین کو کہی جائے گی وہ یہ ہے **فتنتم انفسکم** (تم نے اپنے آپ کو خود فتنوں میں ڈال دیا)۔ علامہ راغب اس کا معنی کرتے ہیں کہ تم نے اپنے نفسوں کو ابتلاء اور عذاب میں پھینک دیا۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں **استعملتموھا فی الفتنہ** تم نے اپنے آپ کو فتنہ وفساد کی اگ بھڑکانے میں استعمال کیا۔ منافقین دُنیا میں اسی طرح زندگی بسر کرتے ہیں ۔اسلام پر جب بھی کوئی کٹھن گھڑی آتی تو انھوں نے اسلام کی مشکلات میں اضافہ کرنے میں اپنے سارے وسائل صرف کر دیئے ۔ دوسری بات جو انھیں کہی جائے گی وہ یہ ہے **و تربصتم** یعنی کفر واسلام کی کشمکش جب عروج پر تھی تمھارا فرض تھا کہ تم نتائج سے بے پروا ہو کر اپنی قسمت اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیتے۔ توحید و رسالت کی جو شہادت تم نے زبان سے دی تھی تم پر لازم تھا کہ اپنے عمل سے اس کو سچا کر دکھاتے ۔لیکن تم انتظار کرتے رہے کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے' پانسہ کس کے حق میں پلٹتا ہے۔ عشق اور مصلحت بینی' ایمان اور موقع پرستی دو متضاد چیزیں ہیں۔ **تربص** کا ایک معنی ذخیرہ اندوزی بھی کیا گیا ہے۔ لسان العرب میں ہے **المتربص المحتکر** علامہ جوہری بھی لکھتے ہیں **المتربّص ۔ المحتکر** (صحاح) ذخیرہ اندوزی کرنے والا اس انتظار میں رہتا ہے کہ جب جنس بازار میں نایاب ہو جائے اور اُس کا نرخ بڑھ جائے اُس وقت وہ اُسے فروخت کرے۔

تیسرا نقص جس میں وہ ملوث تھے وہ **ارتبستم** سے بیان کیا گیا یعنی ساری عمر تم شک میں مبتلا رہے۔تم دین کے معاملات میں شکر رکھتے اور دولتِ صدق ویقین سے عاری تھے اللہ اور اس کے دین پر شک کرتے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرتے تھے اور تمہیں دنیا

کی ہوس نے اندھا کر رکھا تھا۔ اسلام قبول کرنے سے جو یقین اور اذعان دل میں پیدا ہو جاتا ہے اس سے تم محروم تھے۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے رسول ہیں؟ کیا قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے؟ کیا قرآن کی یہ بات سچی ہے کہ اللہ کی راہ میں جو لوگ جان دے دیتے ہیں وہ سر جُدا ہونے کے باوجود مردہ نہیں بلکہ زندہ جاوید ہیں؟ اسلام کی سر بلندی کے لئے مال خرچ کرنے سے انسان مفلس و نادار نہیں ہوتا بلکہ تونگر و غنی بن جاتا ہے یہ ساری باتیں تھی جنھیں تم شک کی نظر سے دیکھتے رہے اور اسی شک کے باعث تم اس عزیمت سے عمر بھر محروم رہے جو بندۂ مومن کی خصوصیت ہے۔ آخر میں انھیں بتایا کہ جھوٹی امیدوں اور کھوکھلی توقعات نے تمہیں ہمیشہ دھوکے میں رکھا۔ لمبی چوڑی باطل امیدوں میں رہے کہ مسلمان حوادث کے نتیجہ میں تباہ ہو جائیں گے یا دین حق مٹ جائے گا۔ غرور (شیطان) بھی تمھیں گناہوں پر اُکساتا رہا۔ اس کی طفل تسلیوں میں تم یوں مگن رہے کہ اپنی اصلاح کا تمھیں کبھی خیال ہی نہ آیا۔ یہاں تک کہ موت نے تمھارا رشتہ حیات کاٹ کر رکھ دیا۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ شیطان کے دھوکے میں پڑے رہے اور بخدا اس کے مکر سے نہ نکلے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے انہیں دوزخ میں ڈال دیا۔ (تفسیر الحسنات)

منافقین اور کفار سے کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا

No ransom shall be accepted from the hypocrites

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ مَأْوٰكُمُ النَّارُ ۚ هِيَ مَوْلٰكُمْ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ (حدید/۱۵) 'پس آج نہ تم سے فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کفار سے۔ تم (سب کا) ٹھکانا آتش (جہنم) ہے۔ وہ تمہاری رفیق ہے اور بہت بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔'

Therefore this day no ransom shall be accepted from you or from the manifest infidels. Your destination is the Fire. It is your friend, and what an evil end it is !

اے منافقو ! آج تم سے کچھ بھی بطور بدلہ نہ لیا جائے گا اور نہ ہی کچھ قبول کیا جائے گا۔ بدلہ یا عوض جس کو دے کر عذاب سے جان چھڑائی جا سکے۔ کفار اور منافقین دونوں ایمان سے محروم ہوتے ہیں اس لئے دونوں کی سزا کی نوعیت یکساں ہے نہ اس کے لئے بخشش ہے نہ اُس کے لئے مغفرت۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کافر سے فرمائے گا تمہارا کیا حال ہے۔ اگر تمہارے پاس دُنیا بھر سے بڑھ کر مال ہو تو کیا تم اُسے آگ کے عذاب سے رہائی کے لئے فدیہ کر دو گے تو وہ کہے گا' کیوں نہیں اے پروردگار۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے کہیں آسان بات چاہی تھی اور تم اپنے باپ آدم کی پشت میں تھے کہ تم میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ' تو نے انکار کیا' سوائے شرک کے۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔

ھی مولٰکم ای ھی اولٰکم یعنی تمھارے لئے آگ ہی مناسب مقام ہے۔ مولیٰ اسے کہتے ہیں جو کسی کے کاموں کا متولی یعنی ذمہ دار بنے۔ گویا اب جہنم ہی اس بات کی ذمہ دار ہے کہ انھیں سخت سے سخت تر عذاب کا مزا چکھائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہمیشہ ساتھ رہنے والے کو بھی مولیٰ کہتے ہیں یعنی اب جہنم کی آگ ہی اُن کی ہمیشہ کی ساتھی اور رفیق ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو بھی عقل وشعور عطا فرمائے گا پس وہ کافروں کے خلاف غیظ وغضب کا اظہار کرے گی یعنی اُن کی والی بنے گی اور انھیں عذاب الیم سے دوچار کرے گی۔

منافقین گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کیلئے سرگوشیاں کرتے ہیں

Secret counsel of the hypocrites

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

(المجادلۃ/ ۷) 'کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں۔ پھر وہ انہیں آگاہ کرے گا جو (کرتوت) وہ کرتے رہے قیامت کے دن۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'

O listern ! Have you not seen that Allah knows whatever is in the heavens and whatever is in the earth? Where there is secret counsel of three, then the fourth is He, and of five then the sixth is He, neither less than that nor more, but He is with them wherever they may be. Then on the Day of Resurrection He will inform them of what they did. Undoubtedly, Allah knows all things.

منافقین اسلام کی روز افزوں ترقی سے بڑے ہراساں رہا کرتے۔ اُن میں یہ ہمت تو نہ تھی کہ کھل کر مسلمانوں کی مخالفت کریں لیکن اُن کا خبیث باطن، اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور منصوبے بنانے میں مصروف رکھا کرتا تھا۔ جہاں کہیں تین چار مل بیٹھتے بڑی رازداری سے مسلمانوں کو پریشان کرنے، اُن کی بڑھتی ہوئی طاقت کو مفلوج کرنے، اُن کی صفوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لئے کھسر پھسر شروع کر دیتے اور یہ خیال

کرتے کہ ان سرگوشیوں کی خبر کسی کو نہیں اور اُن کی سازشوں پر کوئی آگاہ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ انھیں اُن کی اس غلط فہمی پر متنبہ فرمارہا ہے کہ تم سراسر غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو' تمھاری تعداد کتنی ہی ہو' میں تمھیں دیکھ رہا ہوتا ہوں ۔ تمھاری سرگوشیوں کو خوب سن رہا ہوتا ہوں ۔ قیامت کے روز تمھاری ایک ایک شرارت پر تمھیں آگاہ کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ خفی جلی سب امور کا جاننے والا ہے یہاں تک کہ سینوں کی دھڑکنوں' دل میں پیدا ہونے والے وساوس وخطرات کو بھی جانتا ہے۔ اس کا علم لامتناہی ہے اور مخلوقات کے جملہ امور کو بالکلیہ محیط ہے۔

نجوی' اونچی جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہر کس کی رسائی نہیں ہوسکتی ۔ کیونکہ راز بھی خفاء کی بلندیوں میں ہی ہوتے ہیں اس لئے نجویٰ کہا گیا ہے (مظہری)

صاحب لسان العرب لکھتے ہیں کہ دو آدمیوں کے راز داری سے بات کرنے کو نجوی کہتے ہیں۔

یہود اور منافقین کی یہ عادت تھی کہ جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے تو الگ بیٹھ کر سرگوشیاں کرنے لگتے ۔ اس اثناء میں مسلمانوں کی طرف بار بار دیکھتے اور اشارے کرتے ۔ اُن کا مقصد یہ ہوتا کہ مسلمان یہ خیال کریں گے کہ یہ لوگ اُن کے بارے میں مشورے کر رہے ہیں اُن کے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں ۔ مسلمانوں کو اُن کے اس طریقہ سے بڑی وحشت ہوتی ۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی بار ہا شکایت کی' لیکن وہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آتے' ہر جگہ اُن کی سرگوشیوں کا سلسلہ جاری رہتا ۔ جہاں کہیں دو چار مل بیٹھتے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلاح ومشورے ہونے لگتے ۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) خلوت جلوت میں انسان اللہ کو اپنے ساتھ جانے' تا کہ گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے ۔ یہ تصور کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے تقویٰ اور توکل کی اصل ہے ۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ علم وقدرت کے لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ ہے مگر رحمت کے لحاظ سے مومنوں کے ساتھ' غضب کے لحاظ سے کفار کے ساتھ ۔

(☆) سورج کی دھوپ ہر گندی وستھری جگہ پڑتی ہے مگر اس سے نہ دھوپ گندی ہو نہ سورج کی شان میں فرق آئے ۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہر اچھی بُری جگہ ہے مگر اس سے نہ علم وقدرت بُرے ہوں نہ رب تعالیٰ کی شان میں فرق آئے ۔

(☆) دُنیا اور قبر میں مکمل حساب نہیں ہوسکتا' کیونکہ بندہ کچھ اعمال کر چکا ہے کچھ کرنا باقی ہیں قبر میں اعمال جاریہ کے کچھ ثواب آنے باقی ہیں اس لئے حساب کے واسطے قیامت کا دن مقرر ہے اس ہی دن سب کو سارے اعمال کی خبر دی جائے گی ۔

(☆) بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جگہ تم تین آدمی جمع ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر باہم سرگوشی اور خفیہ باتیں نہ کیا کرو جب تک دوسرے آدمی نہ آجائیں کیونکہ اس سے اس کی دلشکنی ہوگی (غیریت اور اجنبیت کا احساس ہوگا اور ممکن ہے کہ ایسے شبہات پیدا ہو جائیں کہ شاید یہ دونوں کوئی بات میرے خلاف کر رہے ہیں جو مجھ سے چھپاتے ہیں) (مظہری)

(☆) اس ممانعت سے یہ حکم مسلمانوں کے لئے نکل آیا کہ وہ بھی آپس میں کوئی سرگوشی اور مشورہ اس طرح نہ کریں جس سے دوسرے کسی مسلمان کو ایذاء پہونچے ۔

منافقین کی دِلی ہمدردیاں کفار کے ساتھ ہیں وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَ يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ؕ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؕ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

(المجادلۃ/ ۱۴۔۱۶) ’کیا تم نے نہیں دیکھا ان (نادانوں) کی طرف جنہوں نے دوست بنا لیا ایسی قوم کو جن پر خدا کا غضب ہوا۔ نہ یہ لوگ تم میں سے ہیں اور نہ اُن میں سے۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے اُن کے لئے سخت عذاب بلاشبہ یہ لوگ بہت بُرے کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بنا رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال' پس وہ (اس طرح) روکتے ہیں اللہ کی راہ سے' سو اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔‘

Have you not seen those who look for friends a people upon whom is Allah's wrath? They are neither of you nor of them, they swear falsely knowledgly. Allah has already kept prepared severe torment for them. Undoubtedly, they do most evil work. They have taken their oaths as shield, and they hindered from the way of Allah, for them, therefore, is the humiliating torment.

منافقین اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے کہ اسلام تو روز افزوں ترقی کر رہا ہے اس کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مال غنیمت کی ریل پیل ہونے والی ہے۔ دُنیاوی منفعت کے حصول کے لئے وہ مسلمانوں میں گھسے ہوئے تھے لیکن اُن کی دِلی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ تھیں اور انھیں کو اپنا دوست سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ ان بدبختیوں نے ایک ایسی قوم سے دوستی قائم کر رکھی جن پر اللہ کا غضب ہے۔
نہ یہ (آستین کے سانپ) مسلمانوں میں داخل ہیں اور نہ یہودیوں میں۔
منافقین کے حال پر بطور تعجب کے ارشاد ہے یہ وہ منافقین تھے جو یہودیوں کو دوست رکھتے تھے اور اُن کی خیر خواہی کرتے تھے اور مومنین کے راز انہیں پہنچاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ کیا آپ نے نہ دیکھا۔ منافقین تذبذب کا شکار ہیں، نہ مومن نہ کھلے کافر۔ دوغلے اور دورخے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے **مثل المنافق مثل الشاة العائرہ بین غنمین لا تدری الیھا تتبع** یعنی منافق کی مثال اس بھیڑ کی سی ہے جو دوریوڑوں میں سرگرداں پھر رہی ہو۔ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ اُس نے کس ریوڑ کے پیچھے جانا ہے۔
ایک روز حضور ﷺ نے اپنے حجرہ شریفہ میں تشریف فرما تھے چند صحابہ کرام بھی حاضر تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **یدخل علیکم رجل قلبہ قلب جبار و ینظر بعینی شیطان** ابھی تمھارے پاس ایک آدمی آئے گا جس کا دل بڑا سخت ہے اور جو شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ ابن بتل جھٹ آ گیا جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور ڈاڑھی پتلی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو اور تیرے ساتھی کیوں گالیاں دیتے رہتے ہیں۔ اُس نے قسم کھائی کہ اُس نے کبھی گالی نہیں دی اُس کے ساتھی آئے۔ انھوں نے بھی قسمیں کھائیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں۔

ان آیات میں حق تعالیٰ نے اُن لوگوں کی بدحالی اور انجام کار عذاب شدید کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ کے دشمنوں کافروں سے دوستی رکھیں۔ کفار خواہ مشرکین ہوں یا یہود و نصاریٰ یا دوسرے اقسام کے کفار (بدعقیدہ و بدمذہب)، کسی مسلمان کے لئے

دِلی دوستی کسی سے جائز نہیں، اور وہ عقلاً ہو بھی نہیں سکتی، کیونکہ مومن کا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ کفار، اللہ تعالیٰ کے مخالف اور دشمن ہیں اور جس شخص کے دِل میں کسی شخص کی سچی محبت اور دوستی ہو، اُس سے یہ ممکن ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ اُس کے دشمن سے بھی محبت اور دوستی رکھے۔

اسی لئے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں موالات کفار کی شدید حرمت و ممانعت کے احکام آئے ہیں، اور جو مسلمان کسی کافر سے دِلی دوستی رکھے، اُس کو کفار ہی کے زمرہ میں شامل سمجھے جانے کی وعید آئی ہے لیکن یہ سب احکام دِلی اور قلبی دوستی کے متعلق ہیں۔ کفار کے ساتھ حسن سلوک ہمدردی، خیرخواہی، اُن پر احسان، حسنِ اخلاق سے پیش آنا یا تجارتی اور اقتصادی معاملات اُن سے کرنا، دوستی کے مفہوم میں داخل نہیں۔ یہ سب امور کفار کے ساتھ بھی جائز ہیں۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کھلا ہوا تعامل اس پر شاہد ہے البتہ ان سب چیزوں میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ اُن کے ساتھ ایسے معاملات رکھنا اپنے دین کے لئے مضر نہ ہو، اپنے ایمان اور عمل میں سستی پیدا نہ کرے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی مضر نہ ہو۔

منافقین کے مال اور اُن کی اولاد انھیں عذاب الٰہی سے بچا نہ سکے گی قیامت کے دن بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے

Their riches and their children

will avail them nothing against Allah

﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (المجادلۃ/۱۸)

'کچھ نفع نہیں پہنچائیں گے انہیں اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد عذابِ الٰہی سے بچانے کے لئے۔ یہ لوگ جہنمی ہیں۔ یہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جس روز اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو وہ قسمیں کھائیں گے اللہ کے سامنے جس طرح تمارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور خیال کریں گے کہ وہ کسی مفید چیز پر تکہ کئے ہیں۔ خبردار! یہی وہ جھوٹے لوگ ہیں۔'

Their riches and their children will avail them nothing against Allah. They are men of Hell wherein they shall abide. The day when Allah will raise them altogether, then they will swear before Him as they are swearing before you and they think that they have done someting. Do you hear? undoubtedly, they are the liars.

یہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے اور یہاں منافقین کے احوال کا ذکر کر کے اُن پر واضح کیا گیا ہے کہ مال و اولاد جس پر انہیں ناز ہے اور زعم رکھتے ہیں کوئی بھی کام نہ دے گا اور عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔ منافقوں کی اولاد و اموال قیامت میں انھیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے جن کی وجہ سے وہ آج منافق بنے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اُن کی اولاد و مال کام آئیں گے کیونکہ کام نہ دینا کفار کا عذاب ہے۔ نیک اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہ گار ماں باپ کو بخش دے گا۔ منافق بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ وہ کافر ہی ہیں بلکہ کافر سے بدتر ہیں۔

جھوٹی قسموں کو اپنی ڈھال بنا کر وہ اپنے آپ کو بھی بچا رہے تھے اور اس آڑ میں وہ لوگوں کو اسلام سے نفرت دلاتے اور اسلام کے خلاف گھڑ گھڑ کر باتیں کرتے اور اس طرح اُن کے اسلام قبول کرنے کی راہ میں رُکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے۔ اُن کے انجام سے اُن کو باخبر کر دیا۔ جھوٹ اُن کی نس نس میں رچ گیا تھا' اُنھیں جھوٹ بولنے سے ذرا شرم نہیں آتی تھی وہ بار بار جان بوجھ کر جھوٹ بولتے' نہ اُن کی زبان لڑکھڑاتی' نہ اُن کا دل انھیں ملامت کرتا۔ دوسرا ظلم وہ یہ کرتے کہ اپنی جھوٹی بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے دھڑا دھڑ جھوٹی قسمیں کھانے لگتے۔ جھوٹ اب اُن کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے حتٰی کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے تو وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے اور جھوٹی قسموں کا تانتا باندھ دیں گے۔

ان کی بدبختی اور سنگ دِلی کی انتہا ہے کہ قیامت والے دن جہاں کوئی چیز مخفی نہیں رہے گی وہاں بھی اللہ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھانے کی جسارت کریں گے جس طرح دُنیا میں وہ وقتی طور پر جھوٹی قسمیں کھا کر کچھ فائدے اُٹھا لیتے تھے وہاں بھی سمجھیں گے کہ یہ جھوٹی قسمیں اُن کے لئے مفید رہیں گی۔

قیامت کے دن منافقین کہیں گے کہ **واللہ ربّنا ما کنّا مشرکین**۔ خدا کی قسم ! ہمارے پروردگار کی قسم ! ہم قطعاً مشرک نہ تھے اور دِل ہی دِل میں بڑے مطمئن ہوں گے کہ اس طرح جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے لیا ہے اور اپنے آپ کو اس کی گرفت سے بچا لیا ہے اب انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سراسر جھوٹے ہیں۔

منافقین بعد میں اپنے کفر وغیرہ کا اقرار کریں گے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ اپنے گناہ کا انکار یا جھوٹے بہانے بازی ڈبل گناہ ہے۔ اقرارِ گناہ عبادت ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا **ربنا ظلمنا انفسنا** اس سے اُن کی محبوبیت ظاہر ہوئی۔

گناہوں پر خوش ہونا منافقوں کا کام ہے۔ زیادہ قسمیں کھانا خصوصاً جب کہ جھوٹی ہوں منافقوں کی علامت ہے۔ روایات میں ہے کہ زیادہ قسموں سے روزی گھٹتی ہے۔

منافقین پر شیطان تسلط جمارکھا ہے اور یادخدا سے غافل کردیا ہے

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (المجادلة/١٩)

'تسلّط جمالیا ہے اُن پر شیطان نے اور اُس نے اللہ کا ذکر انہیں فراموش کرا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کا ٹولہ ہیں خوب سن لو! شیطان کا ٹولہ ہی یقیناً نقصان اُٹھانے والا ہے۔'

Satan (the Devil) has got control over them and has made them forget the remembrance of Allah. They are the party of Satan, Do you hear? Undoubtedly, it is the party of Satan that are the losers.

منافقین ایسی بھونڈی حرکتیں کیوں کرتے ہیں۔ وہ ایسی جھوٹی قسمیں کیوں کھاتے ہیں جن کا جھوٹ اظہر من الشّمس ہوتا ہے۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اُن کی عقل و ہوش پر شیطان نے پوری طرح تسلط جمالیا ہے۔ وہ خود سوچنے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو پٹی وہ ظالم انہیں پڑھتا ہے اور جس راہ پر وہ انھیں چلاتا ہے آنکھیں بند کئے ہوئے وہ اس پر چل کھڑے ہوتے ہیں۔ **اى غلب على عقولهم يوسوسته و تزيينه حتٰى اتبعوه فانسٰهم** شیطان نے شہوات و مرغوبات کو اُن کے لئے اس قدر رسہانا اور دلفریب بنایا ہے کہ اُن کے لئے اللہ عزوجل شانہ' کا ذکر کرنا ممکن ہی نہیں رہا۔ پس وہ سرے سے نہ اپنے دِلوں کے ساتھ اور نہ ہی اپنی زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں یعنی انہیں اس قدر غافل کر دیا ہے کہ وہ عذاب وعقوبت سے نہیں ڈرتے اور انہیں اس امر کا علم ہی نہیں کہ حق تعالیٰ اُن کے اسرار کو بخوبی جانتا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ انھیں ذکر الٰہی کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ انھوں

نے اپنے رب کی یاد کو ہی فراموش کر دیا ہے وہ اب شیطانی فوج میں بھرتی ہو گئے ہیں (شیطانی لشکر اور اس کے پیروکار ہیں) اور جو شیطان کا چیلہ بن جائے وہ ایسی ناشائستہ حرکتیں نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا۔ وہ یاد رکھیں کہ انجام کار انھیں شدید نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ نفع تو کجا اصل سرمایہ بھی غارت ہو جائے گا۔ یہ لوگ گھاٹا و خسارہ اُٹھانے والے ہیں ایسا خسارہ جس کی انتہا نہیں، جس کی وجہ سے جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہو گئے اور جہنم کے ابدی عذاب میں پکڑے گئے اور شیطانی گروہ کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے دائمی بربادی و ہلاکت ہے۔

منافقین شاطرانہ چالوں سے ہی فرصت نہیں پاتے، اللہ کی عبادت کب کریں۔ اُن کی نمازیں اور قسمیں بھی چالبازی کے لئے ہیں نہ کہ عبادت الٰہی کے لئے۔ بُری نیت سے نیک کام بھی کرنا شیطانی عمل ہے۔ منافقین چالبازی کے لئے نماز، روزہ و زکوٰۃ ادا کرتے تھے مگر انھیں شیطانی ٹولہ قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ کوئی شخص اپنی دانست میں اللہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ کافر، کفر بھی کرتا ہے تو یہ سمجھ کر کہ رب اس سے راضی ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت فرمایا ہے۔ مخالفین، اولین و آخرین سے جو اللہ نے پیدا کیا ذلیل ترین مخلوق میں شمار ہوں گے کہ اُن سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں۔ اُن کی ذلت اُن کے کرتوتوں اور اُن کی دشمنی کے حساب و مقدار سے ہو گی اور اس کی حد نہ ہو گی۔ ظاہر ہے کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور اس کے مومنین بندوں کے لئے ہے اور اللہ کریم کی عزت غیر متناہی اور بے انتہا ہے لہٰذا ان منافقوں کی ذلت اسی مناسبت سے ہو گی جس سے بڑھ کر کوئی ذلت نہ ہو گی اور نہ ہی اس کی انتہا ہو گی۔ (تفسیر الحسنات)

منافقین کا یہود کو مدینہ نہ چھوڑنے کا اصرار

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ؕ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ؕ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ؕ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ؕ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ (الحشر/۱۲)

'کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے کہ اگر تمہیں (یہاں سے) نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے' اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں۔ (سن لو!) اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلیں گے اُن کے ساتھ۔ اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر (جی کڑا کر کے) انہوں نے اُن کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر اُن کی مدد نہ کی جائے گی۔'

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی کسی وقت بھی جنگ چھڑ جائے کا امکان تھا اُس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبداللہ ابن ابی اور ابن بثنل تھے' کہلا بھیجا کہ مسلمانوں سے ڈرو نہیں۔ اُن کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ۔ تم اکیلے نہیں ہو۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم دو ہزار مسلح بہادروں کا لشکر لے کر تمھارے ساتھ آملیں گے۔ تمھیں جلاوطن ہونے کا جو حکم دیا گیا ہے اُس کو ماننے سے صاف انکار کردو اگر مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو تم تنہا مدینہ نہیں چھوڑو گے ہم تمھارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ منافق جھوٹ بک رہے ہیں۔ اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ ہرگز اُن کی مدد نہیں کریں گے۔ اگر بنی نضیر کو یہاں سے ملک بدر ہونا پڑا تو یہ ہرگز اُن کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ بفرض محال اگر

اُن بز دلوں نے میدان میں آنے کی جسارت کی تو تمھیں دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے۔
چنانچہ بعینہٖ اسی طرح ہوا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

اجلہ علماء تفسیر کا فرمانا ہے کہ یہ اخبارِ غیوب سے ہے یا پیشن گوئی ہے جو اعظم دلائل بنوت سے ہے اس لئے کہ عبداللہ بن ابی نے بنونضیر سے خفیہ کہا تھا کہ نہ نکلو تو اللہ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جاسوسی کی اطلاع فرما دی اور ہوا بھی اسی طرح کہ جب بنونضیر مدینہ سے جلا وطن کیئے گئے تو عبداللہ بن ابی نے اُن کا ساتھ نہ دیا اور پیشن گوئی روشن ہوگئی جو آفتاب سے زیادہ روشن معجزۂ نبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف سے تو اُن کے دل خالی ہیں لیکن تمھاری ہیبت سے وہ تھر تھر کانپ رہے ہیں اُن کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ منافقین تم سے شدید خائف ہیں اور تم سے ڈرتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے جو مالک اور قادر ہے لیکن یہ پرلے درجے کے بے وقوف ہیں۔ یہود و منافقین دونوں عظمتِ الٰہی کا ادراک نہیں رکھتے اور وہ اس کی معرفت سے بیگانہ ہیں اگر سمجھدار ہوتے تو مومنوں کی بجائے اللہ سے ڈرتے جو نفع و نقصان کا مالک اور صرف بندوں ہی نہیں بلکہ ان کے اعمال کا بھی خالق ہے۔ اگر اُن کے ساتھ کہیں جنگ کی نوبت آجائے تو کھلے میدان میں تمھارے ساتھ جنگ کرنے کی جرأت ہرگز نہیں کریں گے۔ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہوکر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر کوئی ایک آدھ تیر چلا دیں تو اور بات ہے کھل کر مقابلہ کی ہمت اُن دُنیا پرستوں میں کہاں سے آئے گی۔ جرأت تو پیدا ہوتی ہے حق سے۔ زندگی سے موت اُس وقت عزیز معلوم ہوتی ہے جب حق کے لئے مر مٹنے کا موقع آئے یا کوئی بلند نصب العین سامنے ہو۔ یہاں تو زیادہ سے زیادہ جینے رہنے کے بغیر اور کوئی مقصد ہی نہیں۔ یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیسے میدان میں آسکتے ہیں۔ اُن کی ایک اور پوشیدہ کمزوری سے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ بظاہر تو یہ متفق اور متحد دِکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت ایسی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے عداوت کے بغیر اُن کے سامنے کوئی قدر مشترک نہیں۔

اُن کے درمیان کوئی پیار نہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا چراغ بجھ جائے۔ اُن کے اقتدار، اُن کے مادی مفادات کو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے جو خطرہ ہے وہ ٹل جائے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں جو انھیں متحد رکھ سکے۔ ایک دوسرے کے خلاف اُن کے دِلوں میں حسد وعداوت کا جو الامکھی دَہک رہا ہے۔

یہ لوگ غور وفکر سے عاری ہیں اور حق کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے اور کفر ومخالفت نے ان کے قلوب کو گھیر رکھا ہے۔ اگر ذرا برابر بھی سمجھ رکھتے تو رسول معظم ﷺ کے مقابلے میں جمع نہ ہوتے جن کی حقانیت روشن وظاہر ہے اور یہ لوگ اسے دیکھتے بھی ہیں مگر دشمنی سے باز نہیں آتے اور یہی بات اُن کی نادانی کی دلیل ہے۔ عقل ودانش سے اُن کا دُور بھی واسطہ نہیں۔ ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی مخالفت میں کمربستہ ہوجاتے ہیں اُن کا انجام بڑا عبرتناک ہوتا ہے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) معلوم ہوا کہ منافق کفار کے بھائی ہیں مومن کے بھائی نہیں، اگرچہ بظاہر کلمہ پڑھیں۔ منافقین کو کافر کتابیوں کا بھائی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ کفر یہ اعتقادات اور ان کے دینی نقطعہ نظر سے ہے یا باہمی موالات اور مسلمانوں سے مخالفت وکنبہ کے اشتراک کی وجہ سے ہے۔ منافقین وقت پر کفار ہی کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو بھائی سمجھنا، بھائی کہنا منافقوں کا کام ہے۔

(☆) منافق درحقیقت کسی کا ساتھی نہیں، نہ اُس کے وعدوں کا اعتبار، نہ کفار کو اس پر اعتبار آتا ہے نہ مسلمانوں کو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے خفیہ رازوں پر اطلاع دیتا ہے کیونکہ منافقوں کی یہ گفتگو نہایت راز داری کے ساتھ تنہائی میں ہوئی تھی پھر جو رب تعالیٰ نے کہا تھا وہی ہوا۔

منافقین اور یہود کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان اور انسان

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ﴾ (الحشر/۱۷)

'منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے انکار کردے۔ اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے' پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

منافقین کی مثال شیطان کی کہاوت کی طرح ہے کفر و سرکشی کی ترغیب دینا' گناہوں اور بُرائیوں پر آمادہ کرنا اور ارتکاب کے بعد اپنی برأت کا اعلان کرتے ہوئے کہ ان کاموں سے میرا کوئی تعلق نہیں اور تو اپنے کرتوت کا خود ذمہ دار کہہ کر بھاگ جانا۔

شیطان کا بریت ظاہر کرنا اس خوف کی وجہ سے ہے کہ کہیں اس کفر کرنے والے شخص کے کفر کے عذاب میں وہ بھی شریک نہ ہو جائے یا اسے مشارکت کا عذاب نہ ملے لیکن شیطان کی یہ چال اور بیزاری اُسے ہرگز نہ بچا سکے اور یہ عیاری نفع نہ دے گی جس طرح شیطان کا طریقۂ واردات ہے بعینہٖ یہود بنونضیر کو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف اُبھارا اور سرکشی پر یہ کہہ کر آمادہ کیا کہ وہ اُن کے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور اگر لڑائی ہو' اُن کی مدد کریں گے اور یہ وہ اُن کے ساتھ دو ہزار لڑنے والوں کے ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے اور عبداللہ ابن ابی اور اس کے گماشتے ان باتوں کا یقین دلاتی رہے اور کہا کہ ہم تمہارے بارے میں کسی کا کہا نہ مانیں گے مگر جب بنونضیر برسر جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھ گئے اور نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ہی اُن کی مدد کر سکے تو منافقین یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس جرم بغاوت اور مخالفتِ رسول میں برابر کے شریک نہیں اور اُن کی عیارانہ کاروائیاں انہیں عذاب و گرفت الٰہی سے

بچنے میں کچھ فائدہ مند ہوں گی تو ان کے لئے بھی اسی طرح ہلاکت و بربادی ہے جو ان کے دوستوں پر مقدر ہو چکی اور جس میں وہ گرفتار ہو چکے۔ (تفسیر الحسنات)

شیطان کا یہ کام ہے کہ وہ پہلے دوست اور خیر خواہ کے رُوپ میں آتا ہے اور انسان جب اُس کے جال میں پھنس جاتا ہے تو وہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑ کر رفو چکر ہو جاتا ہے۔ بدر کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ کئی لوگوں نے ابوجہل کو مشورہ دیا کہ جس قافلہ کی حفاظت کے لئے ہم گھر سے نکلے تھے وہ بخیریت مکہ پہنچ گیا ہے۔ اب اس لشکر کشی کا کوئی مقصد نہیں۔ ہمیں واپس چلے جانا چاہے لیکن شیطان ایک نجدی سردار کے لباس میں نمودار ہوا اور یہ کہہ کر انھیں اُکسایا **لا غالب لکم الیوم من الناس انی جارٌ لکم** ۔آج کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا' میں تمھارا پشت پناہ ہوں ......لیکن جب دونوں لشکر ٹکرائے تو یہ کہتا ہوا دُم دَبا کر بھاگا **انی بری منکم انی اریٰ مالا ترون انی اخاف لله رب العالمین** اے ابوجہل اور اس کے ساتھوں ! میں تم سے بَری الذمہ ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔ کردارِ شیطانی اور منافقین کی حالت میں گہری مماثلت ہے اور اُن کے جرم کا انجام ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے۔

شیطان کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے یہی حالت ان منافقین اور بنی نضیر کی تھی پہلے وہ بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے لیکن وقت پر اُن سے منہ پھیر لیا۔ (ضیاء القران)

تفسیر مظہری وقرطبی و ابن کثیر وغیرہ میں اس جگہ شیطان کی اس مثال کے واقعات بنی اسرائیل کے متعدد راہبوں اور عبادت گزاروں کو شیطان کے بہکا کر کفر تک پہنچا دینے کے متعلق نقل کئے ہیں مثلاً بنی اسرائیل کا ایک راہب گزار جو اپنے صومعہ میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا' اور روزی اس طرح رکھتا تھا کہ دس دن میں صرف ایک مرتبہ افطار کرتا تھا۔ ستر سال اس کے اسی حال میں گزرے۔ شیطان لعین اُس کے پیچھے پڑا' اور اپنے سب سے زیادہ مکار' ہوشیار شیطان کو اس کے پاس بصورت راہب عبادت گزار بنا کر بھیجا جس نے اُس کے پاس جا کر اس راہب سے بھی زیادہ عبادت گزاری کا ثبوت دیا

یہاں تک کہ راہب کو اس پر اعتماد ہو گیا۔ بالآخر یہ مصنوعی راہب شیطان' اس بات میں کامیاب ہو گیا کہ اس راہب کو کچھ دُعائیں ایسی سکھلائیں جس سے بیماروں کو شفا ہو جائے' پھر اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے اثر سے بیمار کر کے اُن کو خود ہی اس راہب کا پتہ دیا۔ جب یہ راہب اُن پر دعا پڑھتا تو یہ شیطان اپنا اثر اس سے ہٹا دیتا' وہ شفایاب ہو جاتا تھا۔ اور عرصہ دَراز تک یہ سلسلہ جاری رکھنے کے بعد اُس نے ایک اسرائیلی سردار کی حسین لڑکی پر اپنا یہ عمل کیا اور اُس کو راہب کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ یہاں تک کہ اُس کو راہب کے صومعہ تک پہونچانے میں کامیاب ہو گیا اور رفتہ رفتہ اُس کو اس لڑکی کے ساتھ زنا میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہوا۔ جس کے نتیجہ میں اُس کو حمل ہو گیا' تو رُسوائی سے بچنے کے لئے اُس کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ قتل کرنے کے بعد شیطان ہی نے سب کو واقعہ قتل وغیرہ بتلا کر راہب کے خلاف کھڑا کر دیا' یہاں تک کہ لوگوں نے اس کا صومعہ ڈھا دیا' اور اُس کو قتل کر کے سولی دینے کا فیصلہ کیا۔

اس وقت شیطان اُس کے پاس پھر پہونچا کہ اب تو تیری جان بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں اگر تو مجھے سجدہ کر لے تو میں تجھے بچا سکتا ہوں۔ راہب نے سب کچھ گناہ پہلے کر چکا تھا۔ کفر کا راستہ ہموار ہو چکا تھا۔ اُس نے سجدہ بھی کر لیا۔ اس وقت شیطان نے صاف کہہ دیا کہ تو میرے قبضہ میں نہ آتا تھا' میں نے یہ سب مکر تیرے مبتلائے کفر کرنے کے لئے کئے تھے اب میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ (تفسیر قرطبی' تفسیر مظہری)

اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں کا یہی انجام ہے کہ انہوں نے نہ ہی حق قبول کیا اور نہ ہی حق کا ساتھ دیا بلکہ سرکشی اختیار کی اور بغاوت میں حد سے تجاوز کر گئے۔ دُنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہو گئی اور باطل پرستوں شیطان کی سزا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اے فرزندان اسلام ! تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ ہوشیار۔ ایسی راہ پر قدم نہ اُٹھے جس سے تمھارے رب نے تمھیں رُوکا ہے اور اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہو۔ ہر شخص اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ اُس نے اپنی عاقبت کے لئے کیا ذخیرہ تیار کیا ہے جو

شخص آج کی خوشیوں میں یوں کھو جائے کہ اُسے کل کا ہوش نہ رہے وہ دانا نہیں نادان ہے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ تم اللہ تعالیٰ کے حبیب کے غلام ہو۔ قیامت کے دن تمھاری شان نرالی ہونی چاہیئے۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) منافق لوگ شیطان کی طرح کفار سے کفر کراتے ہیں پھر وقت پر منہ پھیر جاتے ہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ کا ہر ڈر تقویٰ نہیں ہوتا بلکہ وہ ڈر جو اطاعت الٰہی کا ذریعہ بن جائے وہی تقویٰ ہوتا ہے ورنہ شیطان بھی اللہ تعالی سے ڈرتا ہے مگر وہ متقی یا مومن نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر چار طرح کا ہے گناہ کرنے پر سزا سے ڈرنا' نیکی کر کے نہ قبول ہونے سے ڈرنا' اُس کی عظمت سے ڈرنا' اُس کے وعدوں کے خلاف ہونے سے ڈرنا یا فقط ہیبت سے ڈرنا۔

(☆) کفار کے ساتھ منافقین بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ دُنیا میں جس سے محبت ہوگی اُس کے ساتھ آخرت میں رہنا ہوگا۔ ان شا اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضور ﷺ کے ہمراہ ہوں گے۔

منافق زبانی حضور کی رسالت کی گواہی دیتے اللہ تعالیٰ اُن کی تکذیب فرماتا ہے

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (المنٰفقون/۱)

'(اے نبی مکرم) جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ بلا شبہ اُس کے رسول ہیں لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔'

When the hypocrites come to you, they say 'we bear witnesses you are undoubtedly, the Messenger of Allah and Allah knows that you are His Messenger. But Allah bears witness that the hypocrites are most surely liars.

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

یہ منافق وہی ہیں جو کلمہ پڑھتے تھے۔ جو نماز پڑھتے تھے' جو روزہ رکھتے تھے جو رسول کی بارگاہ میں بیٹھتے تھے' جو رسول کی اقتداء کرتے تھے' جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان کا ادعاء کرتے تھے۔ اُن کو قرآن نے منافق کہا ہے یعنی نام نہاد مسلمان' بلفظ دیگر مسلم نما کافر۔ (خطبات برطانیہ)

اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما رہا ہے کہ اے حبیب ! یہ منافق جب تیری خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو بڑے جوش وخروش سے آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ اے حبیب۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ واقعی اس کے رسول ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں زبان سے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اُن کے دل اُس کی تصدیق نہیں کرتے۔ بتادیا کہ **مشهود به** (آپ کی رسالت) تو سچ ہے لیکن اُن کی شہادت جھوٹی ہے کیونکہ اُن کے دل اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

جب منافق لوگ آپ کی مجلس شریفہ میں آتے ہیں یعنی ان کی حاضری بخوشی نہیں بلکہ ضمیر کے خلاف ہوتی ہے۔ اُن کا باطن' ظاہر کے موافق نہیں اور جو کہتے ہیں وہ حق ہے اور جو باطن میں ہے وہ جھوٹ پر مبنی ہے یعنی ان کی شہادت کہ آپ اللہ کے رسول ہیں دِل سے سچی نہیں اگرچہ بظاہر اس کے مدعی ہیں۔

ایمان وہی مستحکم ہوتا ہے جو دِل کے اندر قرار پکڑ لے۔ یہ منافقین اپنی آنکھوں سے جلوہ جمال جہاں آراء کو دیکھتے' معجزات وکمالات بھی دیکھتے مگر اُن کے باطن میں مادیت پرستی قرار پکڑ چکی تھی جو انہیں حضور ﷺ کی ذاتِ پاک کے ساتھ عداوت کو اُبھارتی' اُن

کے دِل اُن جذبات محبت سے بالکل مبرا تھے جس کے عملی پیکر اصحاب رسول تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دعوی ایمان کو مسترد فرما دیا کہ میرا رسول تمہاری تصدیق کا محتاج نہیں کہ تم منافق ہو کر بھی زبان سے اُس کی رسالت کی تصدیق کرو گے تو میں تمہیں مومن مان لوں گا' ہرگز نہیں۔ یہ تو منصب نبوت ورسالت پر فائز کرنے والا رب ہی جانتا ہے کہ یہ رسول مکرم ومعظم ہے مگر تم اس تصدیق میں سچے نہیں' تم جھوٹے ہو۔

اگر تم سچے ہوتے تو اس کی یثرب تشریف آوری پر دیدہ دل فرش راہ کرتے۔

دل وجان سے اس کے ہاتھ پر بیعت اسلام کرتے۔

اس کے غلاموں کے ساتھ شامل ہو کر دل وجان سے وفاداری کا ثبوت دیتے۔

اس کی محبت وغلامی کو اعمال صالحہ کی قبولیت کا مدار جانتے۔

اس کی خاطر ہر طرح کے مصائب آلام کو بخوشی قبول کرتے۔

دَرپردہ بھی اس کی محبت واطاعت کا اظہار کرتے۔

ذاتی مفادات کو پس پشت کرتے ہوئے خلوص وللّٰہیت کا عملی ثبوت دیتے۔

تم اپنے دلوں کو ہر طرح کے بغض وکینہ سے پاک رکھتے۔

تم اپنے دعوی میں جھوٹے تھے تو مفاد پرستانہ رویہ اختیار کئے رکھا۔ ایک طرف تو اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتے مگر وفاداریاں ساری یہود کے ساتھ تھیں۔

تم نے قدم قدم پر اسے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ تم لوگوں نے دلوں سے کھوٹ نہ جانے دیا۔ مصلحت بینی کے پیش نظر ادھر بظاہر وفادار بنے رہے اور یہود کے طرفدار رہے۔ تم نے اپنی خباثتوں کو چھپانے کے لئے ہزار جتن کئے مگر نہ چھپ سکیں۔ دین میں فتنہ وفساد ڈالنے کے لئے دن دیہاڑے فریب کاریاں کرتے رہے۔ میرے نبی مکرم ﷺ کی راہوں میں گڑھے بھی کھودتے رہے۔ ان پر آزمائشیں وتکالیف آتی تھی تو تم لوگ خوش ہوتے تھے۔ اپنے کو عقلمند اور چالاک سمجھدار سمجھتے تھے اہل ایمان کو بیوقوف بناتے رہے تو ان قباحتوں اور خباثتوں کے ہوتے ہوئے تمہاری ظاہری ایمان داری کو کیونکر قبول کرسکتا ہوں؟

کوئی جواز ہے؟ اب تم اپنی مکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں آ کر اس کی نبوت کی تصدیق کرتے ہو' محبت میں تو تمہیں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا تھا مگر نظر نہیں آئی' تم لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا۔ تم دوسروں کو نیکی کی راہ میں نکلنے سے روکتے ہو۔

تمہارے دلوں پر کفر کی مہریں لگ چکی ہیں' تم بے سمجھ ہو۔ تم سے حق پذیری کی استعداد چھین لی گئی ہے۔ نور حق کو دیکھنے والی قوت و بصارت چھین لی گئی ہے۔ عقل کا نور ختم کر دیا گیا ہے۔ نوشتہ تقدیر نے تمہیں بے نصیبوں اور بے ادبوں کی صف میں لکھ دیا ہے کیونکہ جان بوجھ کر حق کے پیغام سے منہ موڑا ہے تو تم سے حق بات سمجھنے کی صلاحیت مٹا دی گئی تھی۔ تمہاری ظاہری خوبصورتی' ظاہری حسن و جمال کو دیکھنے والا' تمہاری ظاہری صورتوں کے حسن کو دیکھتا ہے۔ گفتگو سنو تو انتخاب الفاظ کی فصاحت و بلاغت ورطہ حیرت میں گم در دیتی ہے۔ یہ تمہارے موسمی فکری رنگ جس میں تغیر و تبدل آتا ہے۔

تمہارے ایمان کی تصدیق تو تب ہوتی جب اس میں صدیق اکبر جیسا والہانہ جذبہ عشق رسول ہوتا' عمر فاروق جیسی غیرت ایمانی ہوتی' عثمان غنی جیسی فیاضی ہوتی' علی مرتضٰی جیسی وفاداری ہوتی' صہیب و بلال جیسا عشق رسول ہوتا' انس و ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسی خدمت نبوی۔ الغرض جس طرح انصار و مہاجرین وفا کیشوں نے قدم قدم پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے' راہوں پر پلکے بچھائیں' عزت و تکریم نبوی کی اعلی ارفع مثالیں پیش کیں تمہارا دامن ان خوبیوں سے خالی ہے۔ تم صرف ظاہر پرست ظاہر بین ہو۔ خودغرض لالچی پرلے درجے کے مکار......تو ان بدخصلتوں کے ہوتے ہوئے تمہارا ایمان قبول کروں؟ تو یہ میری شان ربوبیت اور میرے محبوب کی محبوبیت کے خلاف ہے۔

تمہارے دِلوں میں میرے محبوب ﷺ کی محبت ہوتی تو جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بخشش طلب کرے تو بجائے سرِ تسلیم خم کرنے کے گردنیں اکڑاتے ہوئے سروں کو جھٹکتے ہوئے انکار کر دیتے ہو حالانکہ اُس کی تم پر کرم نوازیاں بہت زیادہ ہیں' اتنا سب

کچھ ہو جانے کے باوجود تمہارے خلاف صف آراء نہ ہوا اور نہ تم سے سوشیل بائیکاٹ کیا' نہ تم کو مدینہ منورہ سے نکالا بلکہ تمہارے لئے اپنی مہربانیوں کے دروازے کھلے رکھے۔ اب اگر تم بظاہر صرف دِکھاوے کے لئے اُس کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہو تو وہ تمہاری گواہی کا محتاج نہیں۔ یہ تو میں ہی جانتا ہوں کہ وہ رسول مکرم ہیں کیونکہ اس عالی منصب پر فائز میں نے کیا ہے تم اس کی ظاہری تصدیق کے باوجود جھوٹے ہو۔

(سورۂ منافقون کے نزول کا مفصل واقعہ اس کتاب کے ابتدائی صفحات 'فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

قابل ذہن نشین نکات :

(☆) نفاق سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آنا گناہ ہے کہ رب تعالیٰ نے منافقین کی یہ حاضری اُن کے عیوب میں شمار فرمائی ہے جیسے کفار کا حضور ﷺ کے چہرہ کو دیکھنا گناہ ہے ایمان کے ساتھ اُس بارگاہ میں حاضری' انھیں دیکھا بہترین عبادت ہے جو مومن کو صحابی بنا دیتی ہے۔ عمل ایک ہے مگر نیت کا اختلاف سے احکام مختلف ہیں۔

(☆) منافقین اپنے قول میں خود جھوٹے ہیں گواہی وہ ہے جو دِل سے دی جائے۔ یہ لوگ صرف زبان سے حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں اُن کے دِل اس یقین سے خالی ہیں۔ زبان سے صرف دھوکہ دینے کے لئے اظہار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوی ایسی نازک ہے کہ کبھی انسان بات سچی کہتا ہے مگر جھوٹا ہوتا ہے۔ وہاں صرف زبان نہیں دیکھی جاتی' دِل کی گہرائیوں پر نظر ہے۔ وہاں زبان سے شیخی مارنے کی ضرورت ہی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

﴿الم تر الی الذین یزکون انفسهم ۔ بل الله یزکی من یشآء ولا یظلمون فتیلا﴾

(النساء) 'کیا آپ نے انھیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں بلکہ یہ تو اللہ کی شان ہے کہ جسے چاہے پاکباز بنادے کسی پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔

منافقین نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے

Hypocrites have taken their oaths as shield

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (المنٰفقون/۲) ''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے' اسی طرح روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ بے شک وہ بہت ہی بُرے کام (کرتوت) کرتے ہیں۔''

They have taken their oaths as shield and they kept back from Allah's way. Undoubtedly, they are doing most vile work.

جھوٹا شخص جانتا ہے کہ لوگ بُری بات نہیں مانیں گے۔ اپنے آپ کو سچا ظاہر کرنے کے لئے وہ ضرورت اور بلا ضرورت قسمیں اُٹھاتا ہے یہی حالت اُن منافقین کی بھی تھی۔ ہر بات پر قسمیں اُٹھانے اور اپنے آپ کو پکّے اور سچّے مومن ثابت کرے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہوا ہے اور اُس کی آڑ میں وہ طرح طرح کے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان اُن سے وہی سلوک روا رکھیں جو اہل ایمان کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ اُن کے مال اور جان کی حفاظت کی جائے۔ مالِ غنیمت سے انھیں حصہ ملتا رہے اور کئی طرح سے اُن کی ناز برداریاں کی جائیں۔ اس کے علاوہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے لوگوں کو اسلام سے روکتے ہیں۔ جب کوئی شخص اُن سے اس بارے میں مشورہ طلب کرتا ہے تو اسلام سے یہ کہہ کر متنفر کرتے ہیں کہ ہم تو خود بڑے شوق سے اس دین میں شامل ہوئے تھے کئی سال گزر چکے ہیں ہمیں تو آج تک اس میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آئی۔ ہم تو خود بڑے دِل برداشتہ ہیں۔ خبردار' تم اس جال میں نہ پھنس جانا۔ اس طرح ان قسموں کی آڑ میں شکار کھیلتے۔ **صَدّوہ** لازمی اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ خود رُکتے ہیں اور اسلام سے منہ موڑتے ہیں یا لوگوں کو اسلام سے باز رکھتے ہیں۔ یعنی جس نے دین اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا یا اطاعت بجالانے کا اظہار کیا تو انہیں رسول اللہ ﷺ

پر ایمان لانے سے طرح طرح کے وساوس وشبہات میں ڈالا۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کو جہاد سے روکا۔ ایمان کے مقابل کفر ونفاق کی پیروی کرتے ہیں یعنی منافقت اوراس کی راہوں پر چلنا یا راہ خدا سے لوگوں کو دور رکھنا یا روکنا بہت ہی بُرائی کا دھندہ ہے۔

قابل ذہن نشین نکات : (☆) زیادہ قسمیں کھا کر اپنے مومن ہونے کا ثبوت دینا منافقوں کا کام ہے مومن کو اس کی ضرورت نہیں' اُسے لوگ بغیر قسم کے ہی مسلمان جانتے مانتے ہیں۔آج بھی بعض لوگ منبروں پر کھڑے ہو کر قرآن اُٹھاتے ہیں کہ ہم وہابی نہیں بلکہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں اس کی اصل یہی منافقوں کا عمل ہے۔

منافقین کے کرتوتوں کے باعث اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی

A seal has been set over their hearts

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (المنٰفقون/۳)

'(ان کا) یہ (طریق کار) اس لئے ہے کہ وہ (پہلے) ایمان لائے پھر وہ کافر بن گئے۔پس مہر لگا دی گئی اُن کے دلوں پر تو (اب) وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔'

This is so because, they believed with their tongues, then disbelieved with their hearts, therefore a seal has been set over their hearts, so now they understand nothing.

منافقوں کے کرتوتوں (جھوٹی قسموں کو آڑ بنانا' اسلام سے متنفر کرنا' جہاد سے روکنا' اور بُرے کاموں) کے باعث اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان سے تو وہ ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اسلامی برداری میں شامل کر کے طرح طرح کے فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں اور خلوتوں میں اکٹھے ہوتے تو کفر کرنے لگتے ہیں اور اسلام کا تمسخر اڑایا کرتے ہیں۔

﴿ واذا خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزء ون﴾ (البقرہ)
اس منافقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگا دی اور اُن سے حق پذیری کی استعداد چھین لی اور اُن کے دل کی وہ آنکھ ہی اندھی کر دی جو نورِ حق کو دیکھ سکتی ہے اور دیکھ کر پہچان سکتی ہے۔ بے شک دیدۂ حق شناس حق تعالیٰ کی گراں بہا نعمت ہے اور اس کی یہ سنت ہے کہ جو لوگ اُس کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور ناشکری کرتے ہیں اُن سے وہ نعمتیں واپس لے لی جاتی ہیں۔ آیت کا مقصد یہ نہیں کہ اُن کے دلوں پر پہلے ہی مہر لگا دی گئی تھی اس لئے وہ حق کو قبول نہ کر سکے اور کفر سے چمٹے رہے بلکہ مدعا یہ ہے کہ انھیں حق قبول کرنے کی صلاحیت بخشی گئی تھی لیکن جب وہ جان بوجھ کر حق سے رُوگردانی کرتے رہے تو انھیں اس صلاحیت سے محروم کر دیا گیا۔ منافقوں کو اُن کی حرکتوں کی وجہ سے اُن کے دِلوں پر مہر کر دی گئی ہے اب اُن کے دِلوں میں ایمان کیسے داخل ہو۔ اُن کے نفاق اور بُرے اعمال کی وجہ سے اُن سے قبولِ حق کی استعداد سلب کر لی گئی یہاں تک کہ وہ کفر پر ہی جمے رہے اور کفر پر ہی مر گئے۔

منافقین کے ظاہر خوشنما' باتیں بڑی رسیلی لیکن خود بے کار

Hypocrites seem pleasing bodies and attentive speak

﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۚ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۚ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۚ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (المنٰفقون/٤) 'اور جب آپ انہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو بڑے خوشنما معلوم ہوں گے۔ اور اگر وہ گفتگو کریں تو توجہ سے آپ اُن کی بات سنیں گے (در حقیقت) وہ (بیکار) لکڑیوں کی مانند ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی ہوں۔ گمان کرتے ہیں کہ ہر گرج اُن کے خلاف ہی ہے یہی حقیقی دشمن ہیں۔ پس آپ اُن سے ہوشیار رہیئے۔ ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ' کیسے سرگرداں پھرتے ہیں'

And when you see them, their bodies seem pleasing to you,

and if they speak, you listen to their speech attentively. They though they were wooden beams fixed to a wall. They take every cry over themselves. They are enemies, therefore beware of them. Kill them Allah ! whither are they perverting?

عبداللہ بن ابی' جدّ بن قیس اور معقب بن قشیر شکل وصورت کے اعتبار سے بڑے خوبصورت تھے۔ اُن کے قد لمبے اور اعضاء جسمانی متناسب اور اُن کی رنگت خوشنما سفید تھی۔ نگاہیں اُن کے چہروں پر جم کر رہ جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پر لے درجے کے باتونی اور چرب زبان تھے۔ اُن کی گفتگو سن کر انسان عش عش کر اُٹھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کے جسموں کو دیکھا جائے تو بڑے دل کش معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو سنی جائے تو اس میں بڑی جاذبیت اور اثر ہوتا ہے۔ لیکن اگر اُن کی حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جمالی خربوزے ہیں۔ باہر سے خوبصورت' اندر سے پھیکے۔ اسلامی کمالات تو کجا اُن میں تو انسانی خوبیوں کا نام ونشان تک بھی نہیں۔ قرآن کریم نے اُن کو **خشب مسندة** سے تشبیہ دے کر اُن کی لغویت کو عیاں کر دیا۔ خشب کا معنی لکڑی۔ مسندة کا معنی جسے دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا ہو' جب تک لکڑی کارآمد ہوتی ہے اس سے فرنیچر وغیرہ بنائے جاتے ہیں' صرف بے کار لکڑی کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ آگ جلانے کے کام آسکتی ہے۔

اُن کی بزدلی کا بیان ہو رہا ہے۔ مدینہ کے کسی سمت میں کوئی آواز کسی وجہ سے بلند ہو' اُن کے دِل دھڑکنے لگتے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ اُن کی اسلام دشمنی کسی وجہ سے بے نقاب ہوگئی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو تہ تیغ کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ (چونکہ انہیں اپنے نفاق کے افشاء کا دھڑکا لگا رہتا ہے اس لئے ہر بلند آواز کو وہ اپنی خباثت وکمینگی اور بے صبری کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والی اور اپنے لئے نقصاندہ (ہلاکت کا باعث) سمجھتے ہیں تو گویا وہ اس طرح ہیں جیسے مقاتل کا قول ہے جب کوئی گم شدہ جانور

ڈھونڈنے کے بارے میں یا کسی پکارنے والے کی پکار کو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو سنتے ہیں تو ان کی عقلیں متاثر ہو جاتی ہیں اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ اس کیوجہ سے پکڑے جائیں گے یا کوئی حکم اُن کے بارے میں نازل ہو گیا)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو مطلع فرماتے ہیں کہ یہ منافق اسلام کے اور آپ کے حقیقی دشمن ہیں' اُن سے محتاط رہیے (اُن کو نگاہ میں رکھو اور اُن کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ)۔ گویا دشمن سے محتاط اور ہوشیار رہنا قرآن کریم کی تعلیم ہے ایسی سادگی اور بھولے پن کی اسلام اجازت نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا دشمن کے دام فریب میں پھنستا رہے۔

منافقین اتنی روشن دلیلوں کے باوجود حق سے رُوگراں ہیں (کفر وضلالت پر ڈٹے ہوئے ہیں)۔ آفتابِ ہدایت کے طلوع ہونے کے بعد بھی وہ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

طلب مغفرت کے لئے بارگاہ رسالت میں آنے سے انکار

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ﴾ (المنفقون/٥)

'اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے تو (انکار سے) اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (حاضری سے) رُک رہے ہیں تکبّر کرتے ہوئے۔'

And when it is said to them, 'come, that the Messenger of Allah may ask forgiveness for you, they turn their heads aside, and you see them that they turn aside their faces waxing proud.

منافقوں کی ایک اور علامت بتائی جارہی ہے۔ حالات نے اُن کے نفاق کا پردہ جب چاک کر دیا اور لوگوں کو اُن کے خبث باطن پر آگاہی ہوگئی تو اُن کے دوستوں نے انہیں کہا کہ تم

ساری عمر کفر کرتے رہے' نفاق کا نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلاتے رہے۔ اسلام کو نقصان پہنچانے میں تم نے کوئی منٹ فروگزاشت نہیں کیا۔ اب تو تمہارا نفاق ظاہر ہو گیا ہے۔ چلو بارگاہ رسالت ﷺ میں اور جا کر معافی مانگو۔ حضور ﷺ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشدے گا اور تمہاری عاقبت سنور جائے گی۔ قسمت اچھی ہوتی' بخت بیدار ہوتا تو رحمت للعالمین ی خدمت میں حاضر ہو جاتے' نبی رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُن کی مغفرت کے لئے دُعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کرم فرما دیتا اور اُن کے گھناؤنے ماضی پر قلمِ عفو پھیر دیتا۔ لیکن ان ازلی بدبختوں نے جب اپنے دوستوں کا یہ مشورہ سنا تو بڑے غرور اور گھمنڈ سے سروں کو گھمانا شروع کر دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے گناہوں کی آمرزش کے لئے اُن کے پاس تو کسی قیمت پر نہیں جائیں گے۔

علامہ قرطبی نے ایک بڑی بصیرت افروز بات لکھی ہے کہ عبداللہ بن ابی کو جب اُس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لو۔ حضور تیری بخشش کے لئے دُعا فرمائیں گے۔ تیری شقاوت' سعادت سے بدل جائے گی...... تو اُس نے ازراہ کبر ونخوت نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگا۔ **امر تمونی ان اؤمن فقد اٰمنت وان اعطی زکوٰۃ مالی فقد اعطیت فما بقی الا ان اسجد لمحمد** (ﷺ) یعنی تم نے مجھے ایمان لانے کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا۔ تم نے مجھے اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو میں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔ اب ایک ہی بات باقی ہے کہ میں محمد (علیہ الصلوٰ والسلام) کو سجدہ کروں۔ یہ میں نہیں کروں گا۔

اس روایت میں آپ غور کریں' منافق کا ذہن کس طرح غلط راہ پر چلتا ہے۔ اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بارگاہِ نبوت میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے محبوب سے اپنی مغفرت کی دُعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے۔ وہ اپنے اعمال' نماز' زکوٰۃ...... وغیرہ پر ہی نازاں رہتا ہے اور یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے درِ کرم پر حاضر ہو کر اُس کی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کرے۔ اس زمانہ

میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہیں بارگاہ رسالت میں حاضری شرک اور بدعت معلوم ہوتی ہے۔ خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور لوگوں کو بھی محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں وہ ذرا اس آیت میں اور اس روایت میں تو غور کریں' کہیں اُن کا رویہ منافقین کے رویہ سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حجابوں سے بچائے۔ اپنے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہمیں دونوں جہان کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اُسے حمد جس نے تجھ کو سراپا کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہونے والے کی بخشش نہیں ہوگی

﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ (المنفقون/٦)

'یکساں ہے اُن کے لئے کہ آپ طلب مغفرت کریں اُن کے لئے یا طلب مغفرت نہ کریں اُن کے لئے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا انہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا'

Equal it is for them whether you ask forgiveness for them or not, Allah will never forgive them. Undoubtedly, Allah guides not the disobedient.

یہ منافق جن کی زبان پر تو اسلام کا دعویٰ ہے لیکن اُن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن نہیں' جو قدم قدم پر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور آپ کے دین کو ناکام کرنے کے لئے سازشوں کے جال بنتے رہتے ہیں اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے رُوکتے ہیں' وہ پرلے درجے کے فاسق ہیں اور ایسے فساق کے لئے آپ

بھی اگر مغفرت کی دُعا مانگیں گے تو ہم انہیں نہیں بخشیں گے۔ جو تیرے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کرے وہ بخشا جائے ! یہ میرے قانون کے خلاف ہے۔ میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت کی نعمت نہیں بخشا کرتا۔ (یعنی یہ لوگ اپنے فسق وفجور میں راسخ و پختہ ہو چکے ہیں اور اس دائرہ سے جس میں ان کی اصلاح ممکن تھی خارج ہو چکے ہیں اور یہ اپنی استعداد و قابلیت کو بُرے کاموں میں لگانے میں منہمک ہیں اور مختلف قسم کی بُرائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں لہذا یہ درست نہیں ہو سکتے اور علم الٰہی کی رُو سے قبول ہدایت سے محروم ہو چکے ہیں مغفرت جو ہدایت کی شاخ ہے جب اس سے تکبر و اعراض کرتے ہیں تو کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں گویا اُن کی استعداد سلب ہو چکی ہے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور رافت کا تقاضا یہی تھا کہ کوئی بھی گمراہ نہ رہے۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ رہے۔اسی لئے حضور ﷺ اپنی جان کے دشمنوں اورخون کے پیاسوں کے لئے بھی دُعا فرمایا کرتے **اللھم اھدِ قومی فانھم لا یعلمون** ۔ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے' وہ نادان ہیں! حضور ﷺ پر سچے دل سے ایمان لانے والے جب اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بصد ادب و نیاز حاضر ہوتے ہیں اور اپنے عمر بھر کے گناہوں کی بخشش کے لئے دُعا کی التجا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور انہیں یہ مژدہ جانفزا سنایا جایا ہے ﴿**لوجدوا اللہ توابآ رحیما**﴾ یعنی اے ساری عمر اپنی جانوں پر ظلم توڑنے والوں! تم میرے محبوب کے درِ کرم پر حاضر ہو گئے ہو اور اُس نے تمہاری مغفرت کے لئے درخواست (سفارش وشفاعت) کی ہے۔سُن لو۔اللہ تعالیٰ کو تم توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحمت کرنے والا پاؤ گے۔

الٰہی ! ہمیں ان بدبختوں میں سے نہ کر جو تیرے پیارے رسول کی بارگاہ میں طلب استغفار کے لئے حاضر نہیں ہوتے بلکہ اُس کو کفر وشرک کہنے پر مُصِر ہیں۔ الہ العالمین ! ہمیں اُن خوش نصیبوں میں کہ جن کے دِل نورِ ایمان سے منور ہیں جو تیرے حبیب کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لئے باعث ہزار سعادت یقین کرتے ہیں۔ آمین! (تفسیر ضیاء القرآن)

عبداللہ ابن ابی کا کہنا کہ مسلمانوں کی روٹی اور چندہ بند کردو یہ خود ہی تِتر بِتّر ہو جائیں گے

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَايَفْقَهُوْنَ﴾ (المنفقون/۷)

'یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچ کرو اُن (درویشوں) پر جو اللہ کے رسول کے پاس ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے تنگ آکر) تتر بتر ہو جائیں اور اللہ کے لئے ہی ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین (اس حقیقت کو) سمجھتے ہی نہیں'

Those are they who say, 'spend not on those who are with the Messenger of Allah until they disperse', whereas the treasures of the heavens and the earth are only for Allah, but the hypocrites understand not.

یہی بد بخت منافق اپنے قبیلہ والوں' اپنے چیلوں کو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اردگرد مفت خواروں کا جو جمگھٹا تمہیں دِکھائی دیتا ہے یہ تمہارے ٹکڑوں پر پَل رہا ہے تم آج اگر اُن کی روٹی بند کردو اور چندہ دینے سے باز آجاؤ تو یہ بھوک سے تنگ آکر خود بخود تتر بتر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے منافقو! تم نہ ہی میرے رسول کے رزاق ہو اور نہ میرے رسول کے اُن نیاز مند غلاموں کے رزاق ہو۔ زمین و آسمان کے سارے خزانے میرے ہیں۔ جب میں اُن کا ہوں اور وہ میرے ہو گئے ہیں تو میں انہیں تمہارے محتاج نہیں ہونے دوں گا۔ تم اپنے چندے اور اپنی اعانتیں بند کر کے دیکھ لو' تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میں انہیں کس طرح اپنے بھرپور خزانوں سے مالا مال کرتا ہوں۔ اس آیت کی وضاحت کے لئے مندجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

بنو مصطلق' ساحل کے قریب مریسیع نامی چشمہ پر اقامت گزین تھے۔ مدینہ طیبہ

میں اطلاع پہنچی کہ وہ مسلماوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنارہے ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ مدینہ پر چڑائی کریں' بلکہ خود پیش قدمی فرماتے ہوئے اُن پر دَھاوا بول دیا' جس میں انہیں بُری طرح شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح مبین اور مالِ غنیمت بکثرت دستیاب ہوا۔ اسی اثنا میں ایک ناخوشگوار واقعہ وقوع پذیر ہوا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خادم جہجاہ اور عبداللہ بن اُبی کا حلیف سنان ایک کنوئیں پر اکٹھے ہوئے۔ اُن میں پانی لینے پر تلخ کلامی ہوئی۔ معاملے نے طول پکڑا۔ سنان نے انصار کو پکارا' جہجاہ نے مہاجرین کو پکارا۔ قریب تھا کہ باہمی قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: **ما بال دعوىٰ الجاهلية دعوها فانها فتنة ولينصر الرجل اخاه ظالمًا كان او مظلومًا ان كان ظالمًا فلينهه فانه ناصر وان كان مظلومًا فلينصره ۔** 'تم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنے اپنے قبیلوں کو مدد کے لئے کیوں بلاتے ہو۔ اس طرح کی للکار کو ترک کرو' اس میں سراسر فتنہ ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو' خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ۔ ظالم کی مدد کا تو یہ طریقہ ہے کہ اس کو ظلم سے رُوکا جائے اور مظلوم کی مدد کا یہ طریقہ ہے کہ اُس کی اعانت کرو تا کہ اُس کی دادرسی ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ فتنہ ٹل گیا۔ عبداللہ بن ابی کے حلیف سنان کو جہجاہ نے طمانچہ مارا تھا۔ اپنی جماعت میں جب وہ آکر بیٹھا تو غصہ سے اس کے نتھنے پھولے ہوئے تھے۔ کہنے لگا ہم نے اُن لوگوں کو پناہ دی۔ اُن کے کھانے پینے کا سارا انتظام کیا۔ آج یہ ہم پر دھونس جمانے لگے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ **سمن كلبك يأ كلك** تم اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں ہی کاٹ کھائے۔ تم اُن کا کھانا بند کر دو۔ اُن پر آئندہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرو۔ اُن کا دماغ خود بخود درست ہو جائے گا اور بھوک سے تنگ آکر یہ منتشر ہو جائیں گے۔ پھر کہنے لگا' ہمیں ذرا سفر سے واپس مدینہ جا لینے دو پھر جو طاقتور اور معزز ہے (یعنی وہ خود) کمزور اور ذلیل کو اس شہر سے

باہر نکال دے گا۔ زید بن ارقم ایک نوجوان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اگرچہ ابن ابی کی پارٹی کا آدمی تھا لیکن یہ بکواس سن کر اُسے یارائے ضبط نہ رہا' کہنے لگا : اے ابن ابی بخدا تو ذلیل وخوار ہے اور اپنی قوم میں تیری کوئی وقعت نہیں۔ خداوند رحمٰن نے ساری عزتیں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشی ہیں اور مسلمان آپ کے عشق میں وارفتہ ہیں۔ تیری اس بیہودہ گفتگو کے بعد میری' تیری دوستی ختم۔ عبداللہ نے زید کو کہا' برخوردار چپ رہو میں تو صرف دِل لگی کر رہا تھا۔

زید بن ارقم نے اپنے چچا کو ساری بات بتادی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ حضور ﷺ نے ابن ابی کو بلا کر پوچھا تو صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں نے ہر گز ایسی بات نہیں کی۔ زید نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی طرف سے یہ سارا قصہ گھڑ کر پیش کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی قسموں کی وجہ سے اس سے درگزر فرمایا۔ زید کہتے ہیں مجھے بڑی ندامت ہوئی۔ اس صدمہ سے میں نڈھال ہوگیا۔ امام ترمذی کے الفاظ میں بقیہ واقعہ سنیے:

زید کہتے ہیں کہ میں سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا لیکن بار ندامت سے میرا سر جھکا ہوا تھا۔ پیچھے سے دلنواز آقا تشریف لائے' محبت سے میرا کان مروڑا اور میری طرف رُخ انور کر کے ہنس دیئے۔ اس عنایت خصوصی سے مجھے اتنی مسرت ہوئی کہ اگر مجھے ابدی زندگی مل جاتی تب بھی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔ **اذا تانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فعرك اذنی وضحك فی وجھی فما كان یسُرنی ان لی بھا الخلدُ فی الدنیا ۔**

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے سے آئے' پوچھا کہ حضور نے کیا ارشاد فرمایا: میں نے ساری بات بتائی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **ابشر** مبارک باد۔ پھر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپہنچے ۔ واقعہ سن کر انہوں نے بھی بشارت دی۔ جب رات گزر گئی تو حضور ﷺ نے دوسرے روز صبح سورہ المنافقون کی تلاوت فرمائی۔

قال ابوعیسیٰ ھٰذا حدیث حسن صحیح۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے

جب عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو حضور ﷺ کی خدمت میں بیان کی گئی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہاں حاضر تھے۔عرض کیا **دعُنِیُ اضرب عنقه** مجھے اجازت فرمایئے میں اُس مردود کی گردن اُڑا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا وہ تمام اہل ایمان خصوصًا کارپردازانِ حکومت کے لئے بڑا اسبق آموز ہے۔ فرمایا:

و کیف یا عمر اذا یحدّث الناس ان محمد ا یقتل اصحابه ۔اے عمر! یہ اجازت کیسے دے دوں۔ لوگ باتیں بنائیں گے کہ ذرا دیکھو کہ اب اپنے ساتھوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے(کیونکہ وہ اُن میں رہتا ہے)۔ (تفسیر ضیاء القران)

منافقین کہتے ہیں مدینہ جا کر عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے......اس کا ردّ

The honour is for Allah, and His Messenger and Muslims

﴿یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (المنٰفقون/۸)

'منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو۔حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ کے لئے' اُس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو (اس بات کا) علم ہی نہیں'

They say, 'if we return to Madina, the one most honourable will surely expel therefrom the one most mean, 'whereas the honour is for Allah, and His Messenger and Muslims, but the hypocrites know not.

کفار و منافقین کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز و محترم خیال کرنے لگیں

حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے یا اُس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے ماننے والے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت و کرامت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے ۔ کفار و منافقین جو کفر و نفاق کی ذلتوں میں گرفتار ہیں بزدلی کے باعث کھل کر سامنے نہیں آ سکتے' جھوٹی قسمیں کھانے سے باز نہیں آتے' معمولی سے دنیوی فائدہ کے لئے اپنے نظریات کا صاف صاف انکار کر دیتے ہیں ۔ مسلمانوں کے دامنِ شفقت میں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ اس کے باوجود جب موقع ملے تو انہیں ڈسنے سے باز نہیں آتے ۔ جن لوگوں کا یہ کردار ہو' کیا انہیں یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز اور محترم کہیں؟ انسانی عزت مال و جاہ سے نہیں' زرق برق لباس میں نہیں ۔ انسان کی عزت و وقار کا راز تو اُس کے بلند کردار' اس کی بے داغ سیرت اور مکارم اخلاق میں مضمر ہے جس سے یہ لوگ کوسوں دُور ہیں ۔

اس حقیقت کا منافقوں کو علم نہیں ۔ وہ تنگ نظر اسی کو عزت سمجھتے ہیں کہ جنہیں پہننے کے لئے خوبصورت لباس' کھانے کے لئے لذیذ کھانے اور رہنے کے لئے شاندار محلات حاصل ہوں وہی محترم و مکرم ہیں ۔ (تفسیر ضیاء القران)

﴿یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَذَلَّ﴾ یہ قول منافق عبداللہ ابن ابی کا ہے جس میں اگرچہ الفاظ صاف نہیں بولے مگر مطلب ظاہر تھا کہ اُس نے اپنے کو اور انصار مدینہ کو عزت والا اور اُن کے مقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ کرام کو معاذ اللہ ذلیل قرار دیا اور انصار مدینہ کو اس پر بھڑکانا چاہا کہ اُن کمزور اور ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں ۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں اُس کی بات کو اُسی پر اُلٹ دیا کہ اگر عزت والوں نے ذِلت والوں کو نکالا تو اس کی خمیازہ تمھیں کو بھگتنا پڑے گا کیونکہ عزت تو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کا حق ہے مگر تم اپنی جہالت کی بناء پر اس سے بے خبر ہو ۔ یہاں قرآن کریم نے **لایعلمون** کا لفظ استعمال فرمایا اور اس سے پہلے **لایفقھون** فرمایا تھا ۔ وجہ فرق کی یہ ہے کہ کوئی انسان اپنے آپ کو دوسرے انسان کا رازق سمجھ بیٹھے تو یہ سراسر عقل کے خلاف ہے اس کا یہ سمجھنا بیوقوفی اور بے عقلی کی علامت ہے

اورعزت وذلت دُنیا میں کبھی کسی کو، کبھی کسی کوملتی رہتی ہے۔ اس لئے اس میں مغالطہ ہوتو یہ واقعات سے بےخبری اور ناواقفی کی دلیل ہے اس لئے یہاں **لایعلمون** فرمایا۔

یہ منافقوں کے اس زعم کا رَد ہے جوانہیں اپنے معزز ہونے کے بارے میں تھا اوراس کا ابطال جس کی طرف انہوں نے ذلت والے کی نسبت کی تھی۔ اوروہ (رسول اللہ ﷺ اورمومنین) اس سے پاک ہیں یعنی عزت وغلبہ اورقوت اللہ ہی کے لئے ہے اوراس کے لئے ہیں جس کواللہ تعالیٰ نے نہایت معزز فرمایا یعنی رسول اللہ ﷺ اورایمان والوں کواوراُن کے غیرکونہیں۔

عبداللہ بن ابی کا بیٹا مخلص مومن تھا۔ اس نے جب اپنے باپ کے اس قول کے بارے میں سنا تو اپنے باپ پر اشراف مدینہ کے رُوبروتلوار کھینچ لی اور کہا خدا کی قسم کہ میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو یہ نہ کہے محمد (ﷺ) انتہائی عزت والے ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں۔ پس اُس نے باپ کو نہ چھوڑا جب تک کہ اس نے یوں کہا اورایک روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کے باہر ٹھہر گیا اورلوگ مدینہ میں داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ اس اس کا باپ (عبداللہ بن ابی) آیا تو اس نے کہا 'ٹھہر جا' ابن ابی بولا تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی نے کہا: خدا کی قسم کہ تو کبھی بھی مدینہ میں داخل نہ ہوسکے گا مگر یہ کہ رسول اللہ ﷺ تیرے لئے اجازت فرمائیں اورآج تجھے ضرور پتہ چل جائے گا کہ سب سے زیادہ عزت والا کون ہے اورسب سے زیادہ ذلت والا کون ہے پھروہ پلٹ کرگیا اوررسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور جوکچھ اُس کے بیٹے نے کیا تھا آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ اس کو چھوڑ دواور (جانے دو) توانہوں نے باپ کو جانے دیا۔

علماء تفسیر نے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے تھوڑا عرصہ بعد ابن ابی بحالت نفاق مرگیا گویا اس میں اُس کے انجام کی خبرتھی کہ اُسے جلد معلوم ہوجائے گا کہ بڑی عزت والا کون ہے۔ (تفسیر الحسنات)

بےنصیب باپ' عزت والے بیٹے کے سامنے ذلیل: یہ شرف وبزرگی صرف مذہب اسلام ہی کو حاصل ہے کہ جب کوئی دامنِ اسلام میں آجاتا ہے تو رحمتِ محبوبِ باری اپنی آغوشِ محبت میں لے لیتی ہے۔ اسلام تکریمِ انسانیت کا معیار مال ودولت پر نہیں رکھا بلکہ تقوی وطہارت' غلامیِ مصطفیٰ پر رکھا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ کے کوچہ بازار

میں سورج کی گرم لو میں زمین پر گھسیٹے جانے والے بلال کو کبھی بھی یا سیدی (اے میرے آقا) کہہ کر نہ پکارتے۔ یہ صرف آغوش محبوب ﷺ ہی تھی جس نے اس کو خرید کر انمول کر دیا۔ اور ادھر باپ تو سرکار دو عالم ﷺ کے گستاخوں میں نمبرون تھا اور بیٹا حضور ﷺ میں ہم تن تھا۔

آج کے دور میں عبداللہ ابن اُبی کا مسلک : بد بخت عبداللہ ابن اُبی منافق اپنی موت آپ مر گیا مگر اس کی فکر اب بھی زندہ ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے ہمارے معاشرے کی ہر اعتبار سے اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ آج کوئی مخلص انسان تلاش کرنا ہو تو بڑا مشکل نظر آئے گا۔ موقع پرست اور خودغرض لوگ ابن ابی کی پالیسیوں کو کامل طور پر اپنائے ہوئے ہیں۔ بعض لوگ تو دیکھے گئے ہیں جن کی بظاہر مادی کامیابیوں کا راز اسی رویہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ ہمارے معاشرے میں انہیں لوگوں کا آج دور دورہ ہے۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو مذہب اسلام سے وابستہ ہی ہیں بلکہ اپنے آپ کو دین کا ٹھیکدار سمجھتے ہیں مگر اُن کی طبع پر خوشامدانہ پالیسیوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ جب اُن کے سامنے کوئی سادہ لوح مسلمان آجاتا ہے تو اُس کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں وہ بیچارہ سمجھ جاتا ہے یہ مکمل طور پر میرا خیر خواہ ہے۔ اُسے یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ میرے منہ پر میری تعریفیں کرنے والا مجھے ہی بے وقوف بنا رہا ہے۔

ہمیشہ یہ بات یاد رکھیں کہ جو شخص منہ پر بہت زیادہ تعریفیں کرتا ہو اس سے بھلائی کی توقع نہ کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ ایسے ہی دورُخ آدمی کی بہت زیادہ مذمت فرمائی۔ ایسے بدبخت کو دومونہوں والا (منافق) قرار دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **ان من شر الناس ذا الوجهين الذی یاتی هولاء بوجهٍ وهولاء بوجه** (مسلم) بے شک لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے جو دومونہوں والا ہے ان لوگوں سے ایک چہرے سے ملاقات کرے۔ ان لوگوں سے دوسرے چہرے معاشرتی زندگی میں آپ نے ایسے لوگوں کا کئی بار مشاہدہ کیا ہوگا جو آپ کے سامنے تو آپ کی ہر طرح سے بھلائی کا طالب ہے اور حقیقتاً آپ کا خیر خواہ نہیں بلکہ آپ کی نگاہوں میں معزز و مکرم بننا چاہتا ہے مگر نفاق کبھی چھپ نہیں سکتا۔ ایک مذہبی جماعت کی تربیت ہی اسی نبیاد پر کی جاتی ہے اور انہیں پڑھایا جاتا ہے کہ جب تم

کسی بستی میں جاؤ‘ کوئی ملے تو اس کی خوب خوشامد کرو اور اُسے اپنے قریب کرنے کے لئے خوب خاطر مدارت کرو۔ یقیناً وہ لوگ اس بات پر پوری طرح سے کاربند ہیں وہ گروہ دَر گروہ نکلنے والے‘ زبان کے حد سے زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ جب اُن کا اصل روپ ملاحظہ کرو تو اُن کے رویے کی تبدیلی بھی انسان کو ورطہ حیرت میں گم کر دیتی ہے۔ تو کیا یہ عبداللہ ابن اُبی منافق کے مسلک کا فروغ نہیں؟ کیا یہ لوگ اس بدبخت کی پالیسیوں پر مکمل طور پر عمل پیرا نہیں۔

کسی کے ساتھ خلوص سے پیش آنا بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ نفاق پرست انسان کا کوئی مسلک نہیں ہوتا‘ وہ صرف اور صرف شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے جو کہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایمان واخلاص کی دولت نصیب فرمائے اور ہمیں بُری خصلتوں‘ بدترین عادتوں‘ منافقانہ حرکات‘ مفاد پرستی‘ مصلحت بینی‘ صلح کلیت‘ چاپلوسی‘ مکروہ وناپسندیدہ افعال‘ امراض رُوحانی وجسمانی اور ہر قسم کے اثرات شیطانی سے محفوظ رکھے۔

اللهم انى اعوذبك من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق اے اللہ تو مجھے پناہ دے (آپس کے) جھگڑے اور فساد سے اور منافقت سے اور تمام بُرے اور رذیل اخلاق سے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِیْن

وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن

العبــــــد

محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی (مکتبہ انوار المصطفیٰ)

23-2-75/6 مغل پورہ حیدر آباد

یکشنبہ ۹/ ذوالحجہ ۱۴۲۷ ہجری ۳۱/ ڈسمبر ۲۰۰۶ء